معجزاتِ آلِ محمدؐ

(آئمہ اطہارؑ کے معجزات پر مبنی کتاب "مَدِینۃُ المَعَاجِز" کا ترجمہ)

حصہ سوئم

تالیف

علامہ سید ہاشم البحرانی قدس سرہ

ترجمہ

حجۃ الاسلام مولانا محمد حسن جعفری

ادارہ منہاجُ الصالحین لاہور

معجزاتِ آلِ محمدؑ

(حصہ سوم)

(معجزاتِ آئمہؑ پر مشتمل مشہور کتاب مَدِینَۃُ المَعَاجِز کا ترجمہ)

تالیف

آیت اللہ ہاشم البحرانی قدس سرہ

ترجمہ

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری ایم اے

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن' ٹھوکر نیاز بیگ' ملتان روڈ' لاہور- فون: 5425372

نام کتاب : معجزاتِ آلِ محمدؐ (حصہ سوم)
تالیف : آیت اللہ ہاشم البحرانی
ترجمہ : مولانا محمد حسن جعفری ایم اے
اہتمام : مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم
کمپوزنگ : ادارہ منہاج الصالحین، لاہور
کمپوزر : سید حیدر زیدی
اشاعت : اکتوبر 2004ء
ہدیہ : 200 روپے

ملنے کا پتا

ادارہ منہاج الصالحین

دکان نمبر 20، فسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار،
لاہور۔ فون: 7225252

فہرست

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

○○○

معجزوں کا شہر

قارئین کرام! معجزاتِ آلِ محمدؐ کی تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس سے آپ استفادہ کر رہے ہیں۔ معجزہ کی تعریف علماء کرام نے یوں کی ہے کہ ایسا خارق العادہ فعل جو دستِ معصوم پر ظاہر ہو وہ معجزہ کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی و رسول اور امامِ معصوم نے اپنی عصمت کی گواہی معجزہ سے دی۔ لوگوں کے سامنے ایسے امور یا افعال انجام دیئے جو اس وقت کے لوگوں کے بس کی بات نہ تھی۔ لوگ اس حیران کن فعل کو دیکھ کر سرِ تسلیم خم کر لیتے اور اس معصوم کی عصمت کی گواہی دینے پر مجبور ہو جاتے۔ لیکن مقامِ حیرت ہے کہ لوگ معصومین علیہم السلام کے معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے، لیکن پھر طرح طرح کے حیلے بہانے تراشنا شروع کر دیتے، اور پھر نمائندہ الٰہی اور حجتِ خدا کے وجود مقدس کے منکر ہو جاتے؟

حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کے معجزات کے تذکرے قرآن میں موجود ہیں۔ یہاں تک بھی لوگوں نے لایعنی کوشش کی کہ معصوم کے سامنے جادوگروں کو لایا گیا، لیکن جادوگروں کی تدبیریں آناً فاناً ہیچ ثابت ہوئیں اور ان کو اپنے وجود کے لالے پڑ گئے جیسے حضرت موسیٰؑ کا قصہ قرآن میں موجود ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر طرح کا معجزہ طلب کیا گیا۔ آپؐ نے دیواروں کو چلا کر دکھایا، کنکروں سے کلمہ پڑھوایا، مُردوں کو زندہ کیا گویا کہ آپؐ نے ہر طرح کا معجزہ دکھایا، لیکن لوگ پھر منکر ہو گئے۔

اسی طرح ہر امامؑ نے معجزہ دکھایا' جیسا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے ہارون کی چالاکیوں اور چابکدستیوں کو بھانپا' جب ہارون نے جادوگروں کو اپنے دربار میں بلا کر کہا کہ تم امام علی رضا علیہ السلام کو کسی طرح زچ کرو' اور ان پر جادو کا وار کرو۔ ہارون کے کہنے پر جادوگروں نے درندوں کی تصویروں کو بنایا کہ امامؑ ان کو دیکھ کر گھبرا جائیں گے۔ جب انہوں نے جادو کے وار کرنے شروع کیے تو آپؑ نے ان جعلی درندوں یعنی شیر کی بنائی گئی تصویروں کو حکم دیا کہ اصلی شیر بن کر ان کو کھا جاؤ' آپؑ کے حکم پر تصویریں اصلی شیر بن گئیں اور جب وہ ہارون اور اس کے درباریوں پر حملہ کرنے والے تھے تو ہارون نے امامؑ کے سامنے دستِ معافی پھیلا دیے۔ کریم ابن کریم امام نے اپنے دشمن کو معاف فرما دیا' بات فقط یہی ہے کہ جب ہارون امامؑ کی عظمت اور طاقت کو جانتا ہے تو پھر امامؑ سے دشمنی کیوں؟

کسی نے سچ کہا ہے کہ اقتدار بانجھ ہوتا ہے۔ اقتدار و حکومت کا کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا۔ اس کا کوئی بھائی' بیٹا' بھتیجا وغیرہ نہیں ہوتا۔ اگر صاحب اقتدار کو اپنے بیٹے سے خطرہ ہو تو وہ اس کو بھی تہہ تیغ کر دے گا' لیکن اپنی حکومت پر آنچ نہ آنے دے گا' کیونکہ انہیں اقتدار عزیز ہے اولاد عزیز نہیں ہے۔ نبیؐ و امامؑ کی پرواہ نہیں ہے۔ اگر اقتدار کی خاطر اسے اپنی آخرت داؤ پر لگانی پڑے تو اس کے لیے وہ مہنگا سودا نہیں ہوتا۔ ہر صاحبِ اقتدار صاحبانِ کمال اور نمائندگان الٰہی سے کامل آگاہ ہوتا ہے' لیکن کرسیٔ اقتدار اسے ہر چیز سے بیگانہ بنا دیتی ہے۔ لہٰذا تمام بادشاہانِ گذشتہ نے آئمہ علیہم السلام کے معجزات و کمالات کا اپنی چشم دید نگاہوں سے ملاحظہ کیا' لیکن حکومت کی خاطر ان کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کیا' کہیں ہمارا اقتدار ہمارے ہاتھوں میں چلا نہ جائے۔

ہم نے اپنے محترم قارئین کے استفادہ کے لیے آیت اللہ ہاشم البحرانی کی مشہور زمانہ کتاب "مَدِینَۃُ المَعَاجِز" کی تیسری جلد کا ترجمہ پیش کیا ہے تا کہ اردو خوان حضرات اس سے استفادہ کر سکیں۔

زیرِ نظر کتاب فضائل اہلِ بیتؑ کا بحرِ بیکراں ہے۔ علوم آلِ محمدؐ کا تشنہ اپنی علمی پیاس اس سے بجھا سکتا ہے اور اس آبِ زلال سے دوسروں کو بھی سیراب کرسکتا ہے۔ ترجمہ کے فرائض حجۃ الاسلام مولانا محمد حسن جعفری صاحب قبلہ نے دیئے ہیں۔ پروردگار عالم ان کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے اور ہمیں بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ بلیات ارضی وسماوی سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین ثم آمین!

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا

ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور

چھٹا باب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

کے معجزات

پر مشتمل ہے

آپ کو خدا اور رسول کی طرف سے ''صادق'' کا لقب عطا ہوا

ابوحمزہ ثمالی نے امام علی زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے اپنے والد امام حسین علیہ السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ کی ولادت ہو تو اس کا نام صادق رکھنا کیونکہ اس کی اولاد میں اس کا ایک ہم نام پیدا ہوگا جو کہ ناحق امامت کا دعویٰ کرے گا اور اسے ''کذاب'' کہا جائے گا۔ (علل الشرائع، ص۲۳۴، حدیث ۱)

امام مالک کی زبانی امام جعفر صادق علیہ السلام کا مقام

ابن ابی عمیر کا بیان ہے کہ میں نے فقیہ مدینہ مالک بن انس سے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ آپ میرے بیٹھنے کے لیے فرش بچھوایا کرتے تھے اور میرا خصوصی احترام کیا کرتے تھے اور مجھ سے کہتے تھے کہ مالک! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ سن کر مجھے بے حد خوشی ہوتی تھی اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد کیا کرتا تھا۔ امام صادق ہر وقت تین میں سے ایک حالت میں دکھائی دیتے تھے۔ آپ یا تو روزہ کی حالت میں ہوتے تھے یا پھر نوافل ادا کرنے میں مصروف ہوتے تھے یا ذکر الٰہی میں مشغول دکھائی دیتے تھے۔

آپؑ کا تعلق عظیم عابدین اور بہت بڑے زاہدین کی جماعت سے تھا اور آپؑ اس جماعت کے فرد تھے جو ہر وقت خوفِ خدا میں مستغرق رہتے ہیں۔ آپؑ کثرت سے

احادیث بیان کرنے والے تھے۔ آپؑ کی محفل ہمیشہ طیب و طاہر ہوتی تھی۔ آپؑ کی ذات کثیر الفوائد تھی اور جب آپؑ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہتے تو آپؑ کا رنگ پہلے سبز اور پھر سرخ ہو جاتا تھا اور آپؑ کو جاننے والا بھی اس عالم میں دیکھ کر آپؑ کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ ایک سال میں نے آپؑ کی رفاقت میں حج کی سعادت حاصل کی اور جب احرام باندھنے کا وقت ہوا اور تلبیہ کہنے کی باری آئی تو میں نے دیکھا کہ آپؑ تلبیہ کہنے کی کوشش کرتے تو آپؑ کی آواز آپؑ کے حلق میں اٹک جاتی تھی اور آپؑ کی حالت یوں محسوس ہوتی تھی کہ آپؑ اپنی سواری سے گر جائیں گے۔ میں نے ان سے کہا:

فرزندِ رسولؐ! تلبیہ کہیں اور آپؑ کے لیے تلبیہ کہنا ضروری ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ابو عامر کے فرزند! میں **لبیک اللھم لبیک** کہنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہوں جب کہ مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ کہیں جواب میں **لالبیک ولاسعدیک** کی آواز نہ سننی پڑے۔

(الخصال، ص ۱۶۷۔ علل الشرائع، ص ۲۳۴۔ امالی صدوق، ص ۱۴۳)

جامِ ملکوت کا دیدار کرانا

احوصی بیان کرتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے آپؑ سے جامِ ملکوت کے متعلق پوچھا تو میں نے دیکھا کہ ایک نور جھکا۔ پھر وہ بلند ہوا، پھر ایک نورانی جام نازل ہوا۔ آپؑ نے اس جام کو اپنے تمام دوستوں میں گردش دلائی۔ وہ جام دیکھنے میں ایک بڑے گھر کی مانند تھا لیکن وہ پرندے کے پَر سے بھی زیادہ ہلکا تھا۔ وہ نور کی وجہ سے چمک رہا تھا اور اس میں ایک مشروب بھرا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم نورِ خداوندی سے دیکھنے کے قابل ہو گے تو تم اسے آخرت کے روز دیکھ سکو گے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۱۲)

آپ کے ہاتھوں کی قوت

قیس بن خالد کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ نے منارۃ النبی کو بائیں ہاتھ اور روضۂ رسول کی دیوار کو دائیں ہاتھ سے اتنا بلند کیا کہ وہ آسمان سے ٹکرانے لگیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

میں جعفر ہوں' میں گہری نہر ہوں' میں روشن معجزات رکھنے والا ہوں اور میں شبیر وشبر کا فرزند ہوں۔ (دلائل الامامۃ' ص۱۱۲-۱۱۳)

قدرتِ امامؑ

ابراہیم بن سعید کا بیان ہے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے۔ آپؑ کے سامنے ایک بھنی ہوئی مچھلی پیش کی گئی۔ آپؑ نے اس پر اپنا دست شفقت پھیرا تو وہ چلنے لگ گئی۔ پھر آپؑ نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری تو آپؑ کے قدموں کے نیچے سے دجلہ وفرات بہنے لگے۔ پھر آپؑ نے ہمیں سمندر میں چلتی ہوئی کشتیاں دکھائیں۔ آخر میں آپؑ نے ہمیں سورج کے طلوع ہونے اور اس کے غروب ہونے کی سرزمین دکھائی اور یہ سب کچھ آپؑ نے ہمیں چشم زدن میں دکھایا۔

(دلائل الامامۃ' ص۱۱۳۔ اثبات الھداۃ' جلد۳' ص۱۴۰)

غضبِ امامؑ

ابوثاقب الصدوجی کا بیان ہے کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے (نازیبا) مسئلہ پوچھا تو آپؑ ناراض ہوگئے۔ آپؑ کے غضب کی وجہ سے ایسی سیاہ آندھی چلی کہ مدینہ تہہ وبالا ہونے لگا۔ جب آپؑ کی ناراضگی ختم ہوئی تو سیاہ آندھی بھی رک گئی۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو زمین پر رہنے والوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دوں لیکن اللہ کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۱۳)

قوتِ امامؑ

ابراہیم بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: کیا آپؑ اپنے ہاتھ سے آسمان کو تھام سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو آسمان کو تیری آنکھوں سے اوجھل کر سکتا ہوں۔

میں نے کہا: پھر ایسا کر کے دکھائیں۔

جیسے ہی میں نے یہ الفاظ کہے تو میں نے دیکھا کہ آپؑ نے آسمان کو اپنے ہاتھ سے ایسے کھینچا جیسا کہ کسی جانور کو اس کی رسی سے کھینچا جاتا ہے۔ اس وقت آسمان سیاہ ہوگیا اور گرہن سا لگ گیا اور اس منظر کو تمام اہلِ مدینہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر آپؑ نے آسمان کو اس کی جگہ پر واپس کر دیا۔

(دلائل الامامۃ، ص ۱۱۳۔ اثبات الھداۃ، جلد ۳، ص ۱۴۰)

ابراہیم بن وہب کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک کم سن اور لاغر بکری کو لایا گیا۔ آپؑ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ آپؑ نے اس کا دودھ دوہا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۱۳)

قبیصہ بن وائل کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ اچانک آپؑ بلند ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپؑ واپس آئے تو آپؑ کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی جس میں تازہ کھجوریں تھیں۔

آپؑ نے فرمایا: (جب میں نے پرواز کی تو) میرا دایاں قدم جبرئیل امینؑ کے بازو پر تھا اور بایاں قدم میکائیلؑ کے بازو پر تھا۔ میں نے پرواز کی یہاں تک کہ میں نے

اکرم، حضرت فاطمہ زہراء، حسن و حسین اور علی زین العابدین اور اپنے والد علیہم السلام کے پاس گیا۔ انہوں نے تحفہ میں مجھے یہ کھجوریں پیش کیں۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۱۳)

ابن سعید کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت موسم انتہائی گرم تھا۔ آپؑ نے ہمیں اپنے گھر میں برف اور شہد کے علاوہ ایک نہر دکھائی جو کہ آپ کے گھر میں رواں دواں تھی اور یہ سب کچھ اس وقت دکھایا جب کہ مدینہ میں برف، شہد موجود نہ تھی اور نہ ہی کوئی نہر بہتی تھی۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۱۳-۱۱۴)

مہلب بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ انسان کو اپنے امام کی معرفت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب امامت کا دعویدار ایسا کرے تو سمجھ لو کہ وہ حق کا مقرر کردہ امام ہے۔ یہ فرما کر آپؑ نے دیوار پر ہاتھ رکھا تو دیوار سونے کی ہو گئی۔ پھر آپؑ نے لکڑی کے ستون پر ہاتھ رکھا تو اس پر پتے لگ گئے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۱۴)

لیث بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا۔ آپؑ نے مجھے ساتھ لیا اور چشم زدن میں غری (نجف اشرف) پہنچ گئے، پھر کوفہ آئے۔ میں نے آپؑ کو پانی کی سطح پر چلتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر آپؑ مجھے لے کر مدینہ واپس آ گئے اور رات جوں کی توں کھڑی تھی۔

(دلائل الامامۃ، ص ۱۱۴۔ اثبات الہداۃ، ج ۳، ص ۱۲۰)

معلّٰی بن خنیس کو مدینہ سے کوفہ پہنچانا

حفص ابیض راوی ہیں کہ جن دنوں معلّٰی بن خنیس کو داؤد بن علی نے قتل کر کے صلیب پر چڑھایا تھا، انہی دنوں میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے معلّٰی کو ایک راز فاش کرنے سے منع کیا تھا لیکن اس نے اسے فاش کر دیا جس کی وجہ سے اسے قتل ہونا پڑا۔ میں نے معلّٰی سے کہا تھا:

''یاد رکھو! جو ہمارے رازوں کی حفاظت کرے گا اللہ اس کے دین کی حفاظت کرے گا اور اسے دنیا میں بھی امن عطا فرمائے گا اور جو ہمارا راز فاش کرے گا اللہ اس سے اس کا دین سلب کرے گا۔

معلّٰی! ہمارے راز فاش کر کے لوگوں کے ہاتھ قیدی مت بنو اگر وہ چاہیں تو تمہیں کچھ نہ کہیں اور اگر چاہیں تو تمہیں قتل کر دیں۔

معلّٰی! جو بھی ہماری مشکل حدیث کو پوشیدہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں نور عطا کرے گا اور لوگوں کی نظروں میں اسے عزت عطا فرمائے گا۔

معلّٰی! جو بھی ہماری مشکل حدیث کو فاش کرے گا وہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک وہ ہتھیاروں کا ذائقہ نہ چکھ لے یا وہ سرگردان ہو کر مرے گا''۔

ایک دن معلّٰی غمگین ہو کر بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بیوی بچوں کے لیے اداس ہو۔

اس نے کہا: جی ہاں مولا! ایسی ہی بات ہے۔

میں نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور کہا: اس وقت تم اپنے آپ کو کہاں پاتے ہو؟

معلّٰی نے کہا: میں اس وقت اپنے شہر کوفہ میں اپنے گھر کے اندر بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ میں نے کچھ دیر کے لیے اسے اس حالت میں چھوڑ دیا۔ پھر میں نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ اس وقت اپنے آپ کو کہاں پاتے ہو؟

معلّٰی نے کہا: مولا! اس وقت میں آپ کے ساتھ مدینہ میں بیٹھا ہوں۔

میں نے اس سے کہا: تم نے جو کچھ دیکھا اس کو عوام میں نہ پھیلانا۔ مگر اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے اہلِ مدینہ سے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے لیے زمین سمٹ جاتی ہے۔ چنانچہ راز افشا کرنے کی وجہ سے اسے وہ سزا ملی جو تم نے دیکھی ہے۔ (مختصر البصائر ص ۹۸-۹۹)

معلّٰی بن خنیس کی شہادت

ابوبصیر راوی ہیں کہ میں امام جعفرصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؑ کی محفل میں آپؑ کے مالیات کے امین معلّٰی بن خنیس کا ذکر چھیڑا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابومحمد! میں معلّٰی کے متعلق تمہیں جو کچھ بتاؤں اسے اپنے آپ تک محدود رکھنا اور معلّٰی کی زندگی میں اس بات کو کبھی ظاہر نہ کرنا۔

میں نے کہا: مولاؑ! میں ایسا ہی کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: معلّٰی بن خنیس کو جنت میں ہمارا رفیق بننے کے لیے داؤد بن علی کا ظلم وستم برداشت کرنا ہوگا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! داؤد بن علی، معلّٰی سے کیا سلوک کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: داؤد اسے گرفتار کرے گا اور اس سے میرے مخلص شیعوں کے نام دریافت کرے گا مگر معلّٰی اسے میرے شیعوں کے نام نہیں بتائے گا جس پر وہ غصے میں آ کر اسے قتل کر دے گا اور اس کی لاش کو صلیب پر لٹکائے گا۔

جب میں نے حضرتؑ کی زبان سے معلّٰی کا یہ انجام سنا تو میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پوچھا کہ یہ واقعہ کب ظہور پذیر ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آئندہ سال یہ واقعہ پیش آئے گا۔

ایک سال بعد داؤد مدینہ کا گورنر بنا۔ اس نے معلّٰی بن خنیس کو اپنے پاس طلب کیا اور اس نے کہا کہ تم امام جعفرصادق علیہ السلام کے شیعوں کے نام مجھے لکھ کر دو۔

معلّٰی بن خنیس نے کہا: میں ان کے کسی شیعہ کو نہیں جانتا۔ میں تو ان کا ایک کارندہ ہوں، ان کے کام کاج کے سلسلہ میں ادھر ادھر جاتا رہتا ہوں لہٰذا مجھے ان کے کسی دوست اور شیعہ کا علم نہیں ہے۔

داؤد نے کہا: تم مجھ سے حقیقت چھپا رہے ہو اور یاد رکھو! اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

معلّٰی نے کہا: کیا تو قتل سے مجھے دھمکانا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر صادق علیہ السلام کے شیعہ میرے قدموں میں بھی چھپے ہوتے تو بھی میں ان سے اپنا قدم نہ اٹھاتا اور اگر تو نے مجھے قتل کیا تو مجھے سعادت نصیب ہوگی اور تجھے ہمیشہ کی شقاوت و بدنصیبی حاصل ہوگی۔

معلّٰی کے اس جواب پر داؤد نے انھیں شہید کر دیا اور ان کے جسم کو صلیب پر چڑھا دیا۔ اور یوں امام جعفر صادق علیہ السلام کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ (رجال کشی، ص ۳۸۰)

داؤد بن علی کے لیے حضرتؑ کی بددعا

مسمعی بیان کرتے ہیں جب داؤد بن علی نے معلّٰی بن خنیس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو معلّٰی نے اس سے کہا کہ میں نے بہت سے لوگوں کا قرض دینا ہے لہٰذا تم مجھے بازار لے چلو تاکہ میں انہیں قرض کے متعلق بتا سکوں۔

داؤد کے حکم پر انہیں بازار لایا گیا اور جب لوگ اس کے گرد جمع ہوئے تو اس نے کہا: لوگو! میں معلّٰی بن خنیس ہوں۔ گواہ رہنا کہ میرا تمام ترکہ یا جو قرض میں نے لوگوں سے لینا ہے، میرے تمام غلام اور کنیزیں، میرا گھر بار سب کے سب ترکہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی ملکیت قرار دیتا ہوں۔ میرے بعد وہی اس کے مالک و متصرف ہوں گے۔

اس کے بعد پولیس افسر انہیں دوبارہ داؤد کے پاس لے گیا اور اس نے انہیں شہید کر دیا۔

جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو معلّٰی کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپؑ نے

فرمایا:

خدا کی قسم! وہ جنت میں داخل ہو چکا ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے اپنے فرزند اسماعیل کو ساتھ لیا اور داؤد بن علی کے پاس پہنچے اور اس سے فرمایا:

تو نے میرے غلام کو قتل کیا ہے اور میرے مال پر قبضہ کیا ہے۔

داؤد: میں نے اسے نہ تو قتل کیا ہے اور نہ ہی میں نے آپ کے مال پر قبضہ کیا ہے۔

امامؑ: خدا کی قسم! جس نے میرے غلام کو شہید کیا اور میرے مال پر قبضہ کیا ہے میں اس کے لیے خدا سے بددعا کروں گا۔

داؤد: میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ میں نے اسے نہ تو قتل کیا ہے اور نہ ہی میں نے آپ کے مال پر قبضہ کیا ہے۔ یہ کام میرے پولیس افسر نے کیا ہے۔

امامؑ: اس نے یہ کام تیری اجازت سے کیا یا تیری اجازت کے بغیر کیا؟

داؤد: اس نے میری اجازت کے بغیر یہ کام کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے فرزند اسماعیل سے کہا کہ بیٹا تلوار اٹھاؤ اور پولیس افسر کو معلیٰ کے قصاص میں قتل کر دو۔

حضرت اسماعیل نے پولیس افسر کو قتل کر دیا۔

حماد کا بیان ہے کہ مسمعی نے معتب کی زبانی مجھے یہ بتایا کہ داؤد کے پاس سے اٹھ کر آپؑ گھر تشریف لائے اور آپؑ نے تمام رات قیام و سجود میں بسر کی اور رات کے پچھلے پہر آپؑ نے سجدہ میں کہا:

اللهم انی اسئلک بقوتک القوية وبمحالک الشديدة وبعزتک التی کل خلقک لها ذليل ان تصلی علی محمد وآل محمد وان تاخذه الساعة۔

پروردگار! میں تجھے تیری قوت قویہ اور تیری سخت گرفت اور تجھے
تیری اس عزت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس کے سامنے
تیری تمام مخلوق حقیر وذلیل ہے۔ محمدؐ وآل محمدؐ پر درود نازل فرما اور
اسے اس وقت اور ابھی ابھی پکڑ لے۔

راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! ابھی آپؑ نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا تھا کہ داؤد بن علی کے محل سے رونے اور چلانے کی آوازیں بلند ہوئیں اور کہا گیا کہ داؤد بن علی مر گیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے بددعا کی تھی۔ اللہ نے اپنا ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کے سر پر ہتھوڑا مارا اور اس کا مثانہ پھٹ گیا۔ (رجال کشی، ص ۳۷۷)

ابن شہرآشوب نے ابوبصیر کی زبانی اس روایت کو یوں نقل کیا:

جب داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے معلی بن خنیس کو قتل کر کے اس کے مال پر قبضہ کیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام اس کے پاس گئے اور اس سے فرمایا:

تو نے میرے غلام کو قتل کیا اور میرے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ بیٹے کی موت پر تو انسان کو نیند آجاتی ہے لیکن مال لُٹ جانے پر نیند نہیں آتی۔ خدا کی قسم! میں تجھے بددعا دوں گا۔

داؤد نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اچھا آپؑ مجھے اپنی بددعا سے ڈراتے ہیں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے گھر تشریف لائے اور ساری رات قیام وقعود میں بسر کر دی۔ داؤد نے اپنے پانچ سپاہی روانہ کیے اور ان سے کہا کہ جعفر بن محمد کو میرے پاس لے آؤ اور اگر وہ آنے سے انکار کریں تو ان کا سر قلم کر کے میرے پاس لے آؤ۔

داؤد کے سپاہی آپؑ کے پاس پہنچے تو آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ کو داؤد یاد کرتے ہیں۔ آپؑ ان کے پاس چلیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر میں اس کے پاس نہ جانا چاہوں تو کیا کرو گے؟
انہوں نے کہا کہ ہم آپؑ کا سر قلم کر کے اس کے پاس لے جائیں گے۔
یہ سنکر آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور انہیں اپنے کندھوں پر رکھا' پھر انہیں پھیلا دیا اور بعد میں آپؑ نے اپنا انگوٹھا بلند کر کے کہا: الساعة الساعة ، اسی وقت پکڑ' اسی وقت پکڑ۔

جیسے ہی آپؑ کے الفاظ ختم ہوئے تو داؤد بن علی کے محل سے چیخ و پکار کی صدائیں بلند ہوئیں۔ آپؑ نے اس کے سپاہیوں سے فرمایا:
تمہارا آقا مر گیا ہے تم واپس چلے جاؤ۔
پھر آپؑ نے فرمایا:
اس نے میرے قتل کے لیے سپاہی روانہ کیے تھے میں نے اسم اعظم کے ذریعے سے اس پر بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو نیزہ دے کر روانہ کیا جس نے اس کے مثانہ پر نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب' ج ۴' ص ۲۳۰-۲۳۱)

معلّٰی بن خنیس کے عقیدہ کی اصلاح

ابو العباس البقباق کا بیان ہے کہ ابن ابی یعفور اور معلّٰی بن خنیس کے درمیان اوصیاء کے متعلق بحث ہوئی۔ ابن ابی یعفور نے کہا: اوصیاء اہل علم' پرہیزگار اور متقی افراد ہوتے ہیں۔
معلّٰی بن خنیس نے کہا: اوصیاء انبیاء ہوتے ہیں۔
اس مباحثہ کے بعد دونوں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے انہیں دیکھ کر فرمایا:
بندۂ خدا! ہم اس سے بیزار ہیں جو ہمیں نبی تسلیم کرے۔
میں (مؤلف کتاب ہذا) عرض کرتا ہوں کہ معلّٰی کو یہ غلطی ابتدا میں لاحق ہوئی

ہوگی لیکن جب انہوں نے حضرت صادق علیہ السلام سے دینی تعلیمات کا استفادہ کیا تو ان کی غلطی دور ہوگئی تھی۔ (رجال کشی، ص ۲۴۶)

منصور کے شر سے محفوظ رہنا

علی بن میسر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوجعفر منصور دوانقی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے دربار میں طلب کیا اور اس نے اپنے ایک غلام کو بلا کر کہا کہ جب جعفر صادق دربار میں قدم رکھیں تو تم ان کو قتل کر دینا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام دربار کی طرف چلے۔ ابھی آپؑ نے اس کے دربار میں قدم نہیں رکھا تھا کہ آپؑ نے دل ہی دل میں ایک دعا پڑھی۔ اس کے بعد آپؑ نے بلند آواز سے دعا کے یہ جملے ارشاد فرمائے:

یامن یکفی خلقه کلهم ولا یکفیه احد اکفنی شهر عبدالله بن علی

اے وہ ذات جو تمام مخلوقات سے بچا سکتی ہے جب کہ اس سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ مجھے عبداللہ بن علی کے شر سے محفوظ فرما۔

یہ کہہ کر آپؑ نے دربار میں قدم رکھا اور آپؑ کی دعا کا اثر یہ برآمد ہوا کہ منصور کو اس کا غلام دکھائی نہ دیتا تھا اور غلام کو منصور دکھائی نہ دیتا تھا۔ آپؑ کچھ دیر منصور کے پاس بیٹھے۔ آخر میں منصور نے کہا: میں نے آپؑ کو اس گرمی میں زحمت دی ہے۔ اب آپؑ چاہیں تو اپنے گھر جا سکتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام منصور کے دربار سے اٹھ کر چلے آئے۔ آپؑ کے جانے کے بعد منصور نے اپنے غلام سے کہا تو نے میرے حکم پر عمل کیوں نہ کیا؟

منصور کے غلام نے کہا: خدا کی قسم! میں نے انہیں دیکھا ہی نہیں ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ میرے اور ان کے اور تمہارے درمیان ایک پردہ سا حائل ہوگیا تھا جس کی

وجہ سے مجھے نہ تو آپ دکھائی دیتے تھے اور نہ ہی امام جعفر صادق مجھے نظر آتے تھے۔

منصور نے غلام سے کہا: اگر تم نے میری زندگی میں کسی سے یہ بات کی تو میں تجھے قتل کرادوں گا۔ (الکافی، ج ۲، ص ۵۵۹، حدیث ۱۲۔ اثبات الھداۃ، ج ۳، ص ۸۲)

علاء بن سیابہ اور ظریف بن ناصح کا بیان ہے کہ منصور دوانیقی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا۔ آپؑ نے اس کے پاس جانے سے قبل دعا کے لیے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا:

پروردگار! تو نے دو کم سن بچوں کے والدین کے سبب ان کی حفاظت کی تھی۔ میرے صالح آباء محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ، حسن و حسین، علی بن الحسین اور محمد بن علی علیہم السلام کے صدقہ میں میری حفاظت فرما۔ خدایا! میں تجھ سے اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں اور اس کے شر کو اس کی گردن میں ڈالتا ہوں۔

پھر آپؑ اونٹ پر سوار ہوئے اور شتربان سے فرمایا:

اب تم مجھے اس کے پاس لے چلو۔ جب آپؑ منصور کے محل کے دروازے پر پہنچے تو اس کے حاجب ربیع نے آپؑ سے کہا:

منصور آپؑ پر سخت ناراض ہے اور وہ قسم کھا چکا ہے کہ وہ آپؑ کے باغات کو اجاڑ دے گا اور آپؑ کا تمام مال لوٹ لے گا اور آپؑ کے خاندان کے جملہ افراد کو قید کرے گا۔

یہ سن کر آپؑ نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور زیر لب کوئی دعا پڑھی۔ پھر آپؑ منصور کے پاس چلے گئے۔ آپؑ نے اس پر سلام کیا۔ اس نے آپؑ کو سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے کہا:

میں ارادہ کر چکا ہوں کہ آپؑ کے نخلستان اجاڑ دوں اور آپؑ کا مال لوٹ لوں۔

امامؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایوبؑ کو آزمایا تو اس نے صبر کیا اور داؤدؑ کو سلطنت عطا کی تو اس نے شکر کیا اور یوسفؑ کو اقتدار دیا تو اس نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا اور

تمہارا تعلق بھی اسی نسل سے ہے لہٰذا اپنے بزرگوں کے کردار کی پیروی کرو۔

منصور نے کہا: آپؑ نے سچ کہا۔ میں نے آپؑ کو معاف کیا۔

امامؑ نے فرمایا: جس کسی نے ہم اہل بیتؑ میں سے کسی کا خون بہایا ہے اللہ نے اس سے حکومت واقتدار کو چھین لیا ہے۔

آپؑ کا یہ فرمان سن کر منصور آگ بگولا ہو گیا۔ آپؑ نے اس کے غصہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرمایا:

ذرا سوچ سمجھ سے کام لو یہ حکومت آل ابی سفیان کو ملی تھی، یزید نے امام حسینؑ کو شہید کیا تو اللہ نے اس خاندان سے حکومت چھین لی اور آل مروان کو حکومت دے دی۔ ہشام نے زید کو شہید کر دیا تو اللہ نے اس سے اقتدار چھین کر مروان بن محمد کو دیا اور جب مروان نے ابراہیم کو شہید کرایا تو اللہ نے اس سے اقتدار چھین کر تمہیں دے دیا۔

منصور نے کہا: آپؑ نے بالکل سچ کہا۔ اب آپؑ اپنی حاجات بیان کریں میں آپؑ کی حاجات پوری کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: میری حاجت بس یہی ہے کہ تم مجھے واپس جانے دو۔

اس نے کہا: آپؑ کو واپس جانے کی اجازت ہے۔

اس کے بعد آپؑ اٹھ کر اس کے دربار سے باہر نکلے۔ ربیع نے آپؑ سے کہا: منصور نے آپؑ کے لیے دس ہزار درہم کا حکم دیا ہے لہٰذا آپؑ یہ رقم مجھ سے لیتے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس کی رقم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ربیع نے کہا: اگر آپؑ نے اس کے عطیہ کو ٹھکرا دیا تو وہ ناراض ہو جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ آپؑ یہ رقم لے لیں۔ پھر اس نے مذکورہ رقم آپؑ کے حوالے کی۔ آپؑ نے وہ رقم غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی۔ (الکافی، ج ۲، ص ۵۶۲، حدیث ۲۲)

محمد بن اسقطری کا بیان ہے کہ میں منصور دوانیقی کے خواص میں سے تھا اور میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت پر یقین رکھتا تھا۔ ایک دن میں منصور کے پاس گیا تو

میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹ رہا تھا اور ٹھنڈی سانسیں بھر رہا تھا۔
میں نے اس سے کہا:

امیرالمومنین! آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟

منصور نے کہا: محمد! میں نے اولادِ فاطمہؑ میں سے ایک ہزار افراد کو قتل کرایا ہے لیکن مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ میں نے ابھی تک ان کے سردار کو زندہ رکھا ہے۔

میں نے کہا: اس سے آپؑ کی کیا مراد ہے؟

منصور نے کہا: میرا مقصود جعفر بن محمد ہے۔

میں نے کہا: آپ ان کی فکر نہ کریں انہیں تو ہر وقت عبادت سے سروکار ہے اور عبادت نے ان کے بدن کو کمزور کر دیا ہے اور انہیں تو ہر وقت رضائے الٰہی کے حصول کی پڑی ہوئی ہے وہ تو امور سلطنت میں کسی طور حصہ لینے کے خواہش مند نہیں ہیں۔

منصور نے مجھ سے کہا: محمد! میں جانتا ہوں کہ تم بھی انہیں امام تسلیم کرتے ہو اور سچی بات بھی یہی ہے کہ وہ اس وقت تمام مخلوقات کے امام ہیں لیکن حکومت کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہوتی۔ میں قسم کھا چکا ہوں آج شام ہونے تک میں ان سے نجات حاصل کرلوں گا۔

محمد کا بیان ہے کہ جب میں نے خلیفہ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو شدتِ غم سے میری نظر میں دنیا تاریک ہوگئی۔ بعد ازاں منصور نے دسترخوان لگوایا اور اس نے خوب کھایا اور تین رطل شراب پی کر اچھی طرح سے مست ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے دربان کو بلا کر حکم دیا کہ دربار میں موجود تمام لوگوں کو دربار سے روانہ کر دے۔ البتہ اس نے میرے متعلق یہ ہدایت کی کہ محمد کو یہاں رہنے دے۔

پھر اس نے جلاد کو بلایا اور اس سے کہا: جب جعفر بن محمد کو میرے سامنے لایا جائے اور میں ان سے گفتگو کروں اور جب گفتگو کے دوران اپنے سر سے ٹوپی اتاروں تو تم بے دریغ ان کا سر قلم کر دینا۔

جلاد نے کہا: میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

محمد کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ سنا تو زمین مجھ پر تنگ ہوگئی اور میں نے جلاد سے جا کر کہا: اگر تو نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو قتل کیا تو رسولؐ خدا تیرے خلاف دعویٰ کریں گے۔

جلاد نے کہا: خدا کی قسم! میں ضرور ایسا کروں گا۔

میں نے کہا: تم کیا کرو گے؟

اس نے کہا: میں امام جعفر صادق کی بجائے خود منصور کو ہی قتل کروں گا خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی برآمد کیوں نہ ہو۔

بہرنوع امام جعفر صادق علیہ السلام کو ایک مصری گدھے پر لایا گیا۔ امامؑ دربار میں داخل ہوئے۔ میں پہلے پردہ کے اندر ان سے ملا تو آپؑ یہ دعا پڑھ رہے تھے:

یا کافی موسیٰ من فرعون یا کافی محمد الاحزاب

''اے موسیٰ کو فرعون سے بچانے والے اور محمد مصطفےٰؐ کو لشکروں سے محفوظ رکھنے والے''۔

جب آپؑ اس پردے میں پہنچے جو کہ آپؑ اور منصور کے درمیان میں تھا تو اس وقت آپؑ نے ''یَادَائِمُ'' پڑھا۔ پھر آپؑ نے کچھ کلام زیرِلب پڑھ کر ہونٹ بند کر دیئے۔ مجھے کوئی علم نہ ہو سکا کہ آپؑ نے کیا پڑھا ہے۔ اس وقت مجھے منصور کا محل یوں لرزتا ہوا محسوس ہوا جیسا کہ پانی میں کشتی ہچکولے کھا رہی ہو۔ منصور دوڑ کر آپؑ کے سامنے آیا اور حالت یہ تھی کہ اس کے سر پر کوئی کپڑا نہ تھا اور پاؤں میں جوتا تک نہ تھا۔ اس کے دانت بج رہے تھے اور اس کے وجود پر کپکپی طاری تھی۔ اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہو جاتا اور کبھی زرد ہو جاتا تھا۔ اس حالت میں منصور چلتا ہوا آیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے بازو کو پکڑا اور انہیں تخت پر بٹھایا اور خود ان کے سامنے دوزانو ہو کر یوں بیٹھا جیسا کہ کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے۔

پھر اس نے کہا: فرزند رسولؐ! آپؑ اس وقت کیسے تشریف لائے؟

آپؑ نے فرمایا: تو نے بلایا تھا مجھے آنا پڑا۔

منصور: آپ اپنی حاجات بیان کریں میں انہیں پورا کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: میری حاجت بس یہی ہے کہ مجھے آئندہ طلب نہ کیا کرو۔

منصور: ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام دربار سے چلے گئے۔

آپؑ کے جانے کے بعد بھی کافی دیر تک منصور پر کپکپی طاری رہی اور وہ سنجاب و سمور کے بستر پر سویا مگر پھر بھی اس کی حالت میں کوئی بہتری پیدا نہ ہوئی۔ جب آدھی رات گزر گئی تو اس وقت اس کے اوسان بحال ہوئے اور اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور کہا: محمد! تو بیٹھا ہوا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر اس نے نماز عشاء پڑھی اور نماز کے بعد اس نے مجھ سے کہا:

محمد! جب امام جعفر صادق علیہ السلام میرے دربار میں آئے تو تجھے تو علم ہی ہے کہ میں ان کے متعلق برا ارادہ کر چکا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی آپ نے میرے محل میں قدم رکھا تو میں نے ایک بہت بڑے اژدہا کو دیکھا جس نے میرے پورے محل کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا اور اس کا منہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا نچلا جبڑا میرے محل کے نچلے حصہ پر تھا اور اس کا اوپر والا جبڑا محل کی چھت پر تھا اور اس نے خالص عربی زبان میں مجھے پکار کر کہا:

عبداللہ! اگر تو نے جعفر بن محمد کو کوئی اذیت پہنچائی تو میں تجھے اور تیرے اس پورے محل کو نگل لوں گا۔

جب میں نے یہ بات سنی تو میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ماؤف ہوگئیں اور میرے پورے وجود پر کپکپی طاری ہوگئی۔

میں (راوی) نے کہا: امیر المومنین! کیا یہ جادو تھا؟

منصور نے کہا: خاموش رہ۔ تجھ پر افسوس کیا تو نہیں جانتا کہ جعفر بن محمد انبیاء و

اوصیاء کا وارث ہے اور اس کے پاس وہ پوشیدہ اسم اعظم موجود ہے اگر اسے رات پر پڑھے تو وہ دن میں بدل جائے اور اگر اسے دن پر پڑھے تو وہ سیاہ رات بن جائے۔ اور اگر وہ اسے دریاؤں پر پڑھے تو ان کی روانی رک جائے۔

میں نے کہا: امیرالمومنین! پھر آپ انہیں خواہ مخواہ کی زحمت ہی نہ دیں۔

منصور نے کہا: میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ انہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔

محمد کا بیان ہے کہ اس کے بعد منصور نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق کبھی سوال تک نہ کیا۔ (عیون المعجزات' ص ۸۹-۹۱)

آپؑ کو افتاء کی اجازت کیسے ملی؟

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ منصور نے کئی مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن جب بھی وہ آپؑ کو اس نیت سے اپنے پاس بلاتا تو آپؑ کو دیکھ کر اس پر ایسی ہیبت طاری ہو جاتی تھی کہ وہ آپؑ کے قتل سے رک جاتا تھا۔

اس نے آپؑ کی ملاقات پر پابندی عائد کر دی اور سخت پہرے لگا دیئے جس کی وجہ سے لوگ مسائل کے لیے آپؑ کی طرف رجوع نہیں کر سکتے تھے اور حالت یہ ہوگئی کہ نکاح وطلاق کے مسائل معطل ہو کر رہ گئے۔

یہ بات آپؑ کے شیعوں پر بہت شاق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے منصور کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کوئی ایسا تحفہ طلب کرے کہ اس جیسا اور کسی کے پاس نہ ہو۔

امام علیہ السلام نے اس کی خواہش پر رسولؐ خدا کے عصا کا ایک ہاتھ کے برابر ٹکڑا اس کے پاس روانہ کیا۔ وہ اسے پا کر بے حد خوش ہوا اور اس نے اس عصا کے چار حصے کرائے اور ملک کے چار مختلف مرکزی مقامات پر بھجوا دیئے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ

آپؑ کے تحفہ کا بدلہ یہی ہے کہ میں آپؑ پر عائد پابندیاں اٹھا رہا ہوں اور آئندہ آپ سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔ آپؑ کو اجازت ہے کہ آپؑ اپنا علم اپنے شیعوں میں پھیلائیں اور لوگوں کو آپؑ سے ملنے کی کھلی اجازت ہے۔ البتہ آپؑ اتنی احتیاط ضرور کریں کہ جس شہر میں مَیں رہوں آپؑ اس شہر میں نہ رہیں۔

اس کے بعد آپؑ کے پاس طالب علموں کا تانتا بندھ گیا اور لوگوں نے آپؑ کے علم سے اپنے ظروف کو پُر کیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۲۳۸)

جادوگروں کو شکست دینا

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ منصور نے کابل سے ستر جادوگر منگوائے اور ان سے کہا کہ تم لوگ دعویٰ کرتے ہو کہ تمہارے آباء و اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو سیکھا تھا اور تمہارا یہ دعویٰ بھی ہے کہ تم اپنے جادو سے شوہر بیوی میں بھی جدائی ڈال دیتے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ابوعبداللہ جعفر بن محمد بھی تمہاری طرح سے ایک جادوگر ہے۔ اگر تم نے جادو کے زور پر اسے شکست دے دی تو میں تمہیں بہت بڑا انعام دوں گا۔

جادوگروں نے کہا: ہم ایسا ضرور کریں گے۔ پھر انہوں نے مٹی سے ستر درندے بنائے اور جب وہ اچھی طرح سے سوکھ گئے تو انہوں نے ان پر رنگ، روغن کیا اور انہیں درندوں کی مکمل شبیہ بنا دیا۔

امام علیہ السلام کو دربار میں بلایا گیا۔ جب آپؑ تشریف لائے تو منصور تخت پر بیٹھ گیا اور جادوگر اپنے اپنے بنائے ہوئے درندوں کے سائے میں بیٹھ گئے۔ امام علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو آپؑ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور کچھ دعا زیرلب پڑھی اور کچھ بلند آواز سے پڑھی۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

تم پر ہلاکت ہو میں تمہارا جادو باطل کروں گا۔ پھر آپؑ نے مٹی کے بنے ہوئے

درندوں کو آواز دے کر فرمایا کہ شیروان جادوگروں پر ٹوٹ پڑو۔اس کے بعد وہ صورتیں صورتیں نہ رہیں بلکہ مجسم ہو کر شیر بن گئیں اور ہر شیر نے اپنے بنانے والے کو چیر پھاڑ ڈالا۔

جب منصور نے یہ ہولناک منظر دیکھا تو چلاّ کر کہا:

مولا! مجھے معاف کریں آئندہ اس طرح کی حرکت نہیں کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے آج تجھے معاف کیا۔

منصور نے کہا: مولا! آپؑ ان مورتیوں کو حکم دیں کہ وہ ان جادوگروں کو صحیح سالم حالت میں اُگل دیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر حضرت موسیٰؑ کے عصا نے جادوگروں کے سانپوں کو اگلا تھا تو یہ بھی اگل دیں گے۔ (دلائل الامامۃ' ص۱۴۴۔ الاختصاص' ص۲۴۶-۲۴۷)

حضرتؑ کا قتل سے محفوظ رہنا

بنی کندہ کا ایک شخص جو کہ بنی عباس کا جلاد تھا' اس نے اپنی زبان سے بیان کیا کہ منصور دوانیقی نے ایک مرتبہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے فرزند اسماعیل کو زندان میں ڈالا اور ایک رات اس نے مجھے بلا کر کہا کہ تم زندان کے فلاں کمرہ میں جاؤ جہاں جعفر صادق اور ان کا بیٹا قید ہیں اور باپ بیٹے دونوں کو اسی وقت قتل کر دو۔

جلاد کا بیان ہے کہ میں مطلوبہ کمرے میں گیا اور اس کا دروازہ کھولا اور میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو نکال کر قتل کر دیا۔ پھر میں نے ان کے بیٹے اسماعیل کو باہر نکالا اور اس نے کچھ دیر مزاحمت کی لیکن میں نے اسے بھی قتل کر دیا اور دونوں کو قتل کرنے کے بعد میں منصور کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے اور میں نے ان سے آپ کی گلوخلاصی کرا دی ہے۔

جب صبح ہوئی تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ امام صادق علیہ السلام اور

ان کا بیٹا ٹھیک ٹھاک بیٹھے ہوئے تھے۔

جب منصور کو معلوم ہوا تو اس نے مجھ سے کہا کہ تو نے تو کہا تھا کہ تو نے انہیں قتل کر دیا ہے۔اب یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟!!

میں نے کہا: میں نے آپ سے بالکل سچ کہا اور میں انہیں ایسے ہی پہچانتا ہوں جیسا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔

منصور نے کہا: اچھا! اب تم وہاں جا کر دیکھو جہاں تم نے انہیں قتل کیا تھا۔منصور کا حکم پا کر میں وہاں پر گیا تو میں نے وہاں دو ذبح شدہ بکرے دیکھے۔میں نے واپس آ کر منصور کو صورت حال سے آگاہ کیا تو شرمندگی کی وجہ سے اس کا سر جھک گیا اور اس نے مجھ سے کہا:

خبردار! اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ان کا معاملہ بھی حضرت عیسیٰؑ جیسا ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ

''انہوں نے اسے نہ تو قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر چڑھایا بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا''۔(النساء:۱۵۷)

(الخرائج، ج۲، ص۶۲۶۔الثاقب فی المناقب، ص۲۱۸)

منصور کے شر سے محفوظ رہنا

ابن ابی عمیر نے ہمارے ایک محدث سے روایت کی۔اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب میں ''ربذہ'' کے مقام پر منصور کے شر سے بچ کر باہر آیا تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ منصور تو آپؑ کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا، آپؑ اس کے شر سے کیسے محفوظ رہے؟

میں نے کہا کہ میں نے یہ دعا پڑھی تھی اور اس دعا کے اثر سے میں اس کے شر

سے محفوظ رہا:

اللھم انک تکفی من کل شئی ولا یکفی منک شئی فاکفنی بما شئت وکیف شئت ومن حیث شئت وانّٰی شئت -

''خدایا! تو ہر چیز سے محفوظ رکھتا ہے اور تجھ سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔ تو جس چیز سے چاہے اور جیسے چاہے اور جس سمت سے چاہے اور جب چاہے مجھے اس کے شر سے محفوظ فرما''۔

(الکافی' ج ۲' ص ۵۵۹ حدیث ۱۱)

مخرمۃ الکندی کا بیان ہے کہ منصور دوانیقی ربذہ آیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام بھی وہیں تھے۔ منصور نے کہا: جعفر بن محمد کو مجھ سے کون بچائے گا۔ خدا کی قسم! میں اسے ضرور قتل کروں گا۔

چنانچہ منصور نے امام صادق علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا۔ جب آپؑ اس کے پاس آئے تو فرمایا:

بادشاہ! مجھ سے نرمی کا سلوک کر۔ میں چند ہی دنوں میں تجھ سے جدا ہو جاؤں گا۔

منصور نے کہا: آپؑ واپس چلے جائیں۔ جب آپؑ اس کے ہاں سے باہر آئے تو اس نے عیسیٰ بن علی سے کہا جاؤ اور جا کر ان سے پوچھو کہ کیا میں دنیا سے پہلے رخصت ہو جاؤں گا یا وہ رخصت ہوں گے؟

عیسیٰ بن علی امام علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے یہی سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

میں منصور سے قبل دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

(الخرائج' ج ۲' ص ۶۴۷)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

منصور دوانیقی نے میرے والد علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دیا۔ مدینہ کے گورنر نے میرے والد کو گرفتار کر کے اس کے پاس روانہ کیا۔ منصور آپؑ کو شہید کرنے کا خواہش مند تھا اور وہ چاہتا تھا کہ آپؑ کو جلد از جلد اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

جب آپؑ منصور کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے مسکرا کر آپؑ کا استقبال کیا اور آپؑ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ پھر اس نے کہا:

فرزند رسولؐ! میں نے آپؑ کو طلب تو اس لیے کیا تھا کہ میں آپؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی میری نظر آپؑ کے چہرے پر پڑی تو اللہ نے میرے دل میں آپؑ کی محبت ڈال دی اور اس وقت میری نظر میں آپؑ سے زیادہ پسندیدہ شخص اور کوئی نہیں ہے اور آپؑ سے بڑھ کر کوئی اور شخص مؤثر نہیں ہے۔ لیکن مجھے آپؑ سے شکوہ ہے۔ آپؑ ہمیشہ ہماری مذمت کرتے رہتے ہیں اور ہمیں برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے آپ کی کبھی برائی نہیں کی۔

یہ سن کر منصور مسکرانے لگا اور اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ چغل خور جھوٹے ہیں اور آپؑ سچے ہیں۔ میں اپنی مہر آپؑ کے سپرد کرتا ہوں' آپؑ جو چاہیں حکم صادر فرمائیں۔

پھر اس نے آپؑ کو واپس جانے کی اجازت دی اور اس نے آپؑ کی ضروریات کے لیے کچھ رقم بھی آپؑ کو دینی چاہی لیکن آپؑ نے رقم لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

مجھے خدا نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اگر آپ مجھ سے نیکی کرنا چاہتے ہیں تو آپ ہمارے خاندان کو تہِ تیغ کرنے سے باز آ جائیں۔

منصور نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا۔ میں نے ایک لاکھ درہم کا حکم جاری کیا ہے۔ یہ رقم آپؑ ہی اپنے خاندان میں تقسیم کریں گے۔

جب امام علیہ السلام منصور کے دربار سے نکلے تو ہر قبیلہ کے سردار نے آپؑ کی مشایعت کی۔ ان مشایعت کرنے والوں میں منصور کا ایک جاسوس بھی شامل تھا۔ اس نے

آپؑ سے کہا کہ جب آپؑ منصور کے پاس آئے تھے تو میں نے آپؑ کو زیرلب ایک دعا پڑھتے ہوئے دیکھا تھا: وہ دعا مجھے بھی تعلیم فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب میں منصور کے پاس آیا تو میں نے یہ دعا پڑھی تھی:

یامن لایضام ولا یرام ربه تواصل الارحام صل علی محمد

وآله واكفنی شره بحولك وقوتك

اس دعا سے زیادہ میں نے اور کچھ نہیں پڑھا تھا۔

جاسوس نے منصور کو امام علیہ السلام کی دعا سے آگاہ کیا۔ منصور نے کہا: واقعی میں سخت غصہ میں تھا جیسے ہی ان کی دعا مکمل ہوئی تو میرا تمام تر غصہ کافور ہو گیا۔

(طب الائمہ، ص ۱۱۵)

ایک جھوٹے سے حلف لینا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ منصور نے اپنے دربان ربیع کو حکم دیا کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو ان کے سامنے پیش کرے۔

جب آپؑ منصور کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے کہا: اگر میں نے آپ کو قتل نہ کیا تو خدا مجھے قتل کرے۔ آپؑ میرے اقتدار کے لیے خطرات پیدا کر رہے ہیں اور میرے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے۔ میں نے آپ کے خلاف کبھی کوئی سازش نہیں کی اور اگر خدانخواستہ ایسی بات ہوئی بھی تو آپ کو سوچنا چاہیے کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے اس پر ظلم کیا تھا لیکن اس نے معاف کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایوبؑ کی آزمائش کی تھی، انہوں نے صبر کیا۔ اللہ نے سلیمانؑ کو حکومت دی تھی انہوں نے شکر کیا تھا۔ انبیاء نے ہمیشہ درگزر سے کام لیا اور آپؑ کا شجرۂ نسب بھی انبیاء سے جا کر ملتا ہے۔

منصور نے کہا: پردہ ہٹاؤ اور گواہ کو پیش کرو۔ چنانچہ ایک شخص سامنے آیا۔ منصور نے اس سے کہا:

جو کچھ تم نے ان کے متعلق بیان کیا ہے کیا وہ درست ہے؟

اس شخص نے کہا: جی ہاں جو کچھ میں نے آپ سے کہا ہے وہ بالکل حقیقت پر مبنی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو قسم اٹھا سکتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! میں قسم کھانے پر تیار ہوں۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اس طرح سے قسم نہ کھاؤ جن الفاظ سے میں تم سے قسم لوں ان الفاظ سے قسم اٹھاؤ۔ تم یہ الفاظ کہو:

برأت من حول الله وقوته والتجأت الى حولى وقوتى لقد فعل كذا و كذا وقال جعفر كذاو كذا

"میں اللہ کی قوت وطاقت سے دست بردار ہوتا ہوں اور اپنی قوت وطاقت پر انحصار کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ جعفر نے یہ یہ کام کیے اور یہ یہ باتیں کیں"۔

جب چغل خور نے قَسم کے یہ الفاظ سنے تو وہ کچھ دیر کے لیے ہچکچایا۔ پھر اس نے آپؑ کے بیان کردہ الفاظ سے قَسم کھائی۔ جیسے ہی اس کی قَسم کے الفاظ مکمل ہوئے تو وہ تڑپ تڑپ کر زمین پر گرا اور اسی وقت مر گیا۔

منصور نے کہا کہ اس کی ٹانگ سے پکڑ کر اسے باہر گھسیٹ دو۔

ربیع کا بیان ہے کہ اس کے بعد منصور نے کہا کہ آپؑ مطمئن ہو کر واپس چلے جائیں۔ جب آپؑ دربار سے باہر آئے تو میں نے کہا:

جب آپؑ دربار میں داخل ہوئے تھے تو میں نے آپؑ کو زیر لب کوئی دعا پڑھتے

ہوئے دیکھا تھا جس سے منصور کا غصہ دُور ہو گیا۔ آپؑ مجھے بھی وہ دعا تعلیم فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے اپنے دادا حضرت زین العابدین علیہ السلام کی یہ دعا پڑھی تھی:

یاعدتی عند شدتی یاغوثی عند کربتی احرسنی بعینک التی لاتنام واکنفنی برکنک التی لایرام

ربیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کی دعا کو حفظ کرلیا اور مجھ پر جب بھی کوئی پریشانی نازل ہوتی تو میں اس دعا کا سہارا لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے صدقے میں میری ہر پریشانی کو دُور کیا۔

میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا۔ آپؑ نے عجیب الفاظ کی قَسم پر اصرار کیوں کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جب کوئی جھوٹا شخص اللہ کی صفت وثنا بیان کر کے اس کی قَسم کھاتا ہے تو خدا اس کا جلد مؤاخذہ نہیں کرتا۔ اسی لیے میں نے اس سے مخصوص الفاظ سے قَسم کھانے کا مطالبہ کیا تھا اور جب اس نے میرے تجویز کردہ الفاظ کے مطابق قَسم کھائی تو اللہ نے اسے فوراً پکڑ لیا۔ (ارشاد مفید' ص ۲۷۲۔ اعلام الوریٰ' ص ۲۷۰)

منصور کے قاصد کو خط کے مضمون سے آگاہ کرنا

منصور کے مصاحب خاص مرازم کا بیان ہے کہ منصور نے ایک خط لکھا اور اس پر مہر ثبت کی اور وہ خط مجھے دے کر مدینہ روانہ کیا اور مجھے ہدایت کی کہ جب تم مدینہ پہنچو تو اس خط کی مہر کو توڑنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر عمل کرنا۔

میں خط لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی میں مدینہ سے تھوڑے سے فاصلے پر تھا تو ایک شخص میرے قریب آیا اور اس نے مجھ سے کہا:

مرازم! خدا کا خوف کر اور آل محمدؐ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کر۔

میں نے کہا: میرا تو کوئی ایسا منصوبہ نہیں ہے۔

اس نے مجھ سے کہا: تیرے خلیفہ نے تجھے نصفِ شب کے وقت بلایا تھا اور اس نے اپنا رقعہ تیری قبا کی جیب میں سی دیا تھا اور اس نے تجھ سے کہا تھا کہ مدینہ جا کر اسے کھولنا اور اس پر عمل کرنا۔

مرازم کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ بات سنی تو میں محمل سے نیچے اترا اور میں نے اس شخص کے قدموں کا بوسہ لے کر کہا کہ میں تو اب تک منصور کو اپنا ولی نعمت سمجھتا تھا لیکن آج سے آپؑ میرے آقا و مولا ہیں۔ آپؑ جو حکم دیں گے میں اس پر عمل کروں گا۔

اس شخص نے کہا کہ میں تجھ سے صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ واپس چلا جا۔ منصور نسیان کا مریض ہے اسے اکثر باتیں بھول جاتی ہیں اور اسے تمہاری مہم بھی بھول چکی ہے۔ لٰہذا تم بلاخوف وخطر منصور کے ہاں واپس چلے جاؤ۔ وہ تم سے اس مہم کے بارے میں کوئی بات نہیں کرے گا۔

میں نے کہا میں واپس چلا جاتا ہوں لیکن آپ اپنا تعارف کرائیں۔

یہ سن کر نوارد نے کہا: میں جعفر بن محمد ہوں اور اس رقعہ میں میرے ہی قتل کا حکم لکھا ہوا ہے۔

مرازم کا بیان ہے کہ میں اسی جگہ سے ہی واپس منصور کے پاس چلا گیا اور منصور نے مجھ سے اس مہم کے متعلق کوئی لفظ تک نہ پوچھا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ امام صادق علیہ السلام نے اس کے متعلق بالکل سچ کہا تھا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۲۹)

ابن مہاجر کو اس کے مشن سے آگاہ کرنا

صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ جعفر بن محمد بن اشعث نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے امامت اہل بیتؑ کا عقیدہ کیوں اختیار کیا جب کہ ہمیں اس عقیدہ کی کوئی خبر تک نہ تھی اور نہ ہی ہمیں معرفت امام حاصل تھی؟

میں نے کہا: تم خود ہی اس کا سبب بیان کرو۔

اس نے کہا کہ ابو جعفر منصور نے میرے باپ محمد بن اشعث سے کہا کہ تم میرے لیے ایک عقل مند شخص تلاش کرو جو میرا ایک کام کر سکے۔

میرے والد نے کہا: میرا ماموں ابن مہاجر انتہائی ذہین اور زیرک انسان ہے۔ وہ آپ کا کام بڑی ہوشیاری سے سرانجام دے گا۔

چنانچہ میرا والد ابن مہاجر کو منصور کے پاس لے گیا۔ منصور نے اس سے کہا:

ابن مہاجر! میں ایک بڑی رقم تیرے حوالے کر رہا ہوں اور تم یہ رقم لے کر مدینہ جاؤ اور وہاں جا کر عبداللہ بن حسن، جعفر بن محمد اور ان کے خاندان والوں سے جا کر ملاقات کرو اور ان سے کہو کہ میرا تعلق خراسان سے ہے اور وہاں آپؑ کے بہت سے شیعہ رہتے ہیں اور انہوں نے آپؑ کی مدد کے لیے ایک معقول رقم میرے ذریعہ سے روانہ کی ہے۔ پھر تم ان میں رقم تقسیم کرنا اور جب رقم تقسیم کر لو تو ان سے کہنا کہ میں نے جو رقم آپؑ کو دی ہے یہ مختلف لوگوں کی ہے اسی لیے آپ حضرات مجھے رقم کی وصولی کی رسید لکھ دیں تا کہ میں ان لوگوں کو آپؑ کی رسیدیں دکھا کر مطمئن کر سکوں۔ پھر تم وہ رسیدیں لے کر میرے پاس آ جانا۔

ابن مہاجر نے کہا: امیر المومنین! ٹھیک ہے میں آپؑ کے فرمان پر عمل کروں گا۔

منصور کے فرمان کے تحت ابن مہاجر مدینہ آیا اور یہاں آ کر اس نے سادات بنی فاطمہ میں رقم تقسیم کی اور رقم تقسیم کرنے کے بعد وہ ہر ایک کے پاس گیا کہ آپ مجھے اس رقم کی وصولی کی رسید لکھ دیں تا کہ میں اپنے خراسانی بھائیوں کو دکھا سکوں۔ تمام سادات بنی فاطمہ نے اسے رقم کی رسیدیں لکھ کر دے دیں۔ آخر میں وہ امام جعفر صادق کے پاس آیا اور ان سے بھی اس طرح کی رسید کا مطالبہ کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

بندۂ خدا! اللہ سے ڈر اور اہل بیتؑ پیغمبر کو دھوکہ نہ دے اور جس نے تجھے اس

مشن پر بھیجا ہے اس سے جا کر کہہ دے کہ وہ نبی اکرمؐ کے خاندان کو دھوکے کے جال میں نہ پھنسائے۔ یہ سب مفلس لوگ ہیں اور بنی مروان کے ظلم و ستم سے انہیں ابھی ابھی نجات نصیب ہوئی ہے۔

ابن مہاجر نے کہا: مولاؑ! مجھے معلوم نہیں کہ آپؑ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: اتنے انجان نہ بنو۔ میرے قریب آؤ۔ جب ابن مہاجر آپؑ کے قریب ہوا تو آپؑ نے اسے اس کے پورے مشن سے آگاہ کیا اور ابن مہاجر نے جب یہ سنا تو پکار کر کہا معلوم ہوتا ہے جب یہ سازش تیار ہو رہی تھی تو آپؑ اس وقت ہمارے پاس موجود تھے۔

چنانچہ مدینہ سے ابن مہاجر روانہ ہوا اور اس نے ابوجعفر منصور کو امام علیہ السلام کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ اس کی گفتگو سن کر منصور نے کہا:

ابن مہاجر! اہل بیتؑ نبوت میں ہمیشہ ایک نہ ایک ''محدث'' ہوتا ہے اور اس وقت جعفر بن محمد اس خاندان کے محدث ہیں۔

جب ہم نے منصور کی زبانی اس حقیقت کا اعتراف سنا تو ہم نے امامت اہل بیتؑ کے عقیدہ کو اپنایا اور یوں ہم نے مذہب اہل بیتؑ کی پیروی کا شرف حاصل کیا۔

(الکافی، ج ا، ص ۴۷۵۔ دلائل الامامۃ، ص ۱۲۳)

ہر عالم مناظر نہیں ہوتا

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں ایامِ حج میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ موجود تھا کہ ایک شامی باشندہ آیا اور اس نے کہا:

میں علم کلام، فقہ اور فرائض کا ماہر ہوں۔ میں آپؑ کے شاگردوں سے مناظرہ کرنے کے لیے آیا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا! یہ بتاؤ تم جو ہم سے مناظرہ کرو گے تو تمہاری گفتگو کلام رسولؐ کا حصہ ہوگی یا وہ گفتگو خالص تمہاری اپنی ہوگی؟

شامی: کچھ گفتگو احادیث رسولؐ پر مبنی ہوگی اور کچھ میری ذاتی گفتگو ہوگی۔

امامؑ: تو کیا تم رسولؐ خدا کے شریک ہو؟

شامی: نہیں۔

امامؑ: کیا تم نے خدا کی وحی سنی ہے؟

شامی: نہیں۔

امامؑ: تو کیا تیری اطاعت بھی رسولؐ خدا کی اطاعت کی طرح سے واجب ہے؟

شامی: نہیں۔

پھر امام علیہ السلام میری (یونس بن یعقوب) طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

یہ بے چارہ تو مناظرہ سے پہلے ہی ڈھیر ہوگیا۔ یونس! اگر تم مباحثہ کر سکتے تو آج تم اس سے بحث کرتے۔

میں نے کہا: مجھے تو مباحثہ کی آج تک حسرت ہی رہی اور آپؑ سے بھی میں نے یہ بات سنی ہے کہ آپؑ فرماتے رہتے ہیں کہ اہلِ کلام کے لیے ہلاکت ہے جو کہتے ہیں کہ ایسا ممکن ہے اور ایسا ممکن نہیں ہے اور یہ مناسب ہے اور یہ غیر مناسب ہے اور اسے ہم جان سکتے ہیں اور اسے ہم نہیں جان سکتے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

میں یہ الفاظ ان مناظرین کے لیے کہتا ہوں جو میرا طرز استدلال چھوڑ کر اور طریقہِ استدلال اختیار کرتے ہیں۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

خیمہ سے باہر نکل کر دیکھو کیا تمہیں کوئی متکلم (مناظر) دکھائی دیتا ہے۔ اور اگر باہر علم مناظرہ کا تمہیں کوئی ماہر دکھائی دے تو اسے خیمہ میں بھیج دو۔

جب میں باہر آیا تو خیمہ کے باہر مجھے حمران بن اعین دکھائی دیا اور وہ اچھی بحث کرتا تھا۔ میں نے اسے خیمہ میں داخل کیا۔ پھر میں نے احول اور ہشام بن سالم کو خیمہ میں بھیجا اور ان کے بعد میں نے قیس بن ماصر کو خیمہ میں روانہ کیا۔ میری نظروں میں قیس سب سے بہترین مناظر تھا کیونکہ اس نے علم مناظرہ امام علی زین العابدین سے حاصل کیا تھا۔

ایام حج میں آپؑ کا خیمہ حرم کے نزدیکی پہاڑ پر لگایا جاتا تھا۔ آپؑ نے خیمہ سے باہر سر نکال کر دیکھا تو ایک اونٹ تیزی سے آپؑ کے خیمہ کی طرف آ رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! ہشام آ گیا۔

اولادِ عقیل میں سے ایک جوان کا نام ہشام تھا اور آپؑ اس سے محبت کرتے تھے۔ جب ہم نے ہشام کا نام سنا تو ہم نے سمجھا کہ وہی ہشام آ رہا ہوگا۔ لیکن چند لمحات کے بعد آپؑ کا شاگرد ہشام بن الحکم آ گیا۔ اس وقت ہشام کی مسیں بھیگ رہی تھیں جبکہ آپؑ کے باقی شاگرد سب کے سب عمر رسیدہ تھے۔

جب آپؑ نے ہشام کو دیکھا تو اس کے بیٹھنے کے لیے محفل میں توسیع کی اور فرمایا:

دل، زبان اور ہاتھوں سے ہمارا مددگار آ گیا۔

پھر آپؑ نے حمران سے فرمایا کہ تم اس شامی سے مباحثہ کرو۔

حمران نے شامی سے بحث کی اور اس پر غالب آئے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

احول طاقی! تم اس سے مباحثہ کرو۔

احول نے اسے مباحثہ میں شکست دی۔ پھر آپ نے ہشام بن سالم سے فرمایا کہ تم اس سے مباحثہ کرو۔

اس بار دونوں کا پلہ برابر رہا۔ پھر آپؑ نے قیس الماصر سے فرمایا کہ تم اس سے مباحثہ کرو۔

قیس الماصر نے مباحثہ کیا تو انہوں نے شامی کو شکست دی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام قیس کے دلائل کو سن کر مسکراتے رہے۔ پھر آپؑ نے شامی سے فرمایا:

شامی! تم اس نوجوان یعنی ہشام بن الحکم سے مباحثہ کرو۔

شامی نے ہشام سے کہا: نوجوان! تو مجھ سے ان کی امامت کے متعلق مباحثہ کر۔

شامی کا سوال سن کر ہشام کو غصہ آیا اور غصہ کی وجہ سے ان کے بدن کے اعضاء لرزنے لگے۔ پھر انہوں نے شامی سے فرمایا:

یہ بتاؤ تمہارا رب اپنی مخلوق کی منفعت و بھلائی کو بہتر جانتا ہے یا مخلوق اپنے نفع ونقصان کو بہتر جانتی ہے؟

شامی: اللہ اپنی مخلوق کے نفع ونقصان کو زیادہ بہتر جانتا ہے؟

ہشام: پھر یہ بتاؤ کہ اللہ نے اپنی مخلوق کی بھلائی کے لیے کیا کیا ہے؟

شامی: اللہ نے انھیں اختلاف سے بچانے کے لیے اپنی حجت کو ان کے پاس بھیجا۔

ہشام: اس حجتِ خدا کا نام بتاؤ؟

شامی: ان کا نام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

ہشام: رسولؐ خدا کے بعد اختلاف دور کرنے کے لیے اللہ نے کیا انتظام کیا؟

شامی: رسولؐ خدا کے جانے کے بعد کتاب وسنت موجود ہے جس کی وجہ سے اُمت اختلاف سے بچ سکتی ہے۔

ہشام: کیا کتاب وسنت ہمیں اختلاف سے بچا سکتے ہیں؟

شامی: جی ہاں۔

ہشام: پھر آج کتاب بھی موجود ہے اور سنت بھی موجود ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے اور تمہارے درمیان اختلاف موجود ہے اور تم اختلاف کرنے کے لیے یہاں

ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟

جب شامی نے ہشام کا استدلال سنا تو وہ خاموش ہوگیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

خاموش کیوں ہو' کچھ تو جواب دو۔

شامی نے کہا: حضرت بات ہی کچھ ایسی ہے کہ میں اس کا جواب دے ہی نہیں سکتا۔ اگر اب میں کہتا ہوں کہ ہمارا اختلاف ہی نہیں ہے تو یہ بات صریحاً جھوٹ ہوگی۔ اب اگر یہ کہوں کہ قرآن وسنت اختلاف مٹا سکتے ہیں تو بھی یہ بات فائدہ مند نہ ہوگی کیونکہ قرآن وسنت دونوں بذات خود کئی معانی کے حامل ہیں۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ ہمارا آپس میں اختلاف ہے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو سچا جانتا ہے تو بھی اس سے یہ بات ثابت ہوگی کہ قرآن وسنت کی موجودگی میں بھی اختلاف موجود ہے اور یہ بات میرے ہی مؤقف کی نفی ہوگی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے شامی سے فرمایا:

اب تم بھی ہشام سے کچھ پوچھو' امید ہے کہ وہ تمہاری تسلی کرائے گا۔

شامی: اچھا آپ یہ بتائیں کہ مخلوق کے نفع ونقصان کو اللہ بہتر جانتا ہے یا مخلوق خود بہتر جانتی ہے؟

ہشام: اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

شامی: تو کیا اللہ نے لوگوں کو اختلاف سے محفوظ رکھنے کے لیے کوئی انتظام کیا ہے یا نہیں؟

ہشام: تم رسولؐ خدا کے زمانے کی بات کرتے ہو یا آج کے دور کی بات کرتے ہو؟

شامی: رسولؐ خدا کے زمانے میں تو آنحضرتؐ ہی خدا کی طرف سے حجت تھے میں آج کے زمانے کی بابت تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

ہشام: اس دور کی حجت تمہارے سامنے موجود ہے جس کی طرف لوگ دُور دراز سے آتے ہیں اور وہ اپنے آباء واجداد کی روایات کے تحت آسمان وزمین کی خبریں بتاتے ہیں؟

شامی: مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ وصف موجود ہے؟

ہشام: تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو تم ان سے پوچھ لو۔

شامی: اب آپ نے انصاف سے کام لیا۔ میں ان سے سوال کروں گا اور یہ مجھے جواب دیں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

شامی! کیا میں تجھے تیرے سفر کے متعلق نہ بتاؤں اور تمہیں تمہارے راستے کے احوال سے آگاہ نہ کروں؟

پھر آپؑ نے شامی کے سفر کی داستان اس کے سامنے بیان کی تو شامی نے بے ساختہ پکار کر کہا: آپؑ نے بالکل سچ کہا' میں اب اسلام لاتا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اسلام کی بات نہ کرو بلکہ یہ کہو کہ میں اب ایمان قبول کر رہا ہوں کیونکہ اسلام پہلا درجہ ہے اور اسی اسلام کی بنیاد پر نکاح اور وراثت کا دارومدار ہے اور ایمان کی بنیاد پر ثواب ونجات کا دارومدار ہے۔

شامی نے کہا: آپ نے سچ فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپ وصی الاوصیاء ہیں۔

(ملخصًا عن الکافی' ج۱' ص ۱۷۱' حدیث ۴)

زید شہید کی شہادت اور ان کے مصلوب ہونے کی پیشین گوئی

ابان بن تغلب راوی ہیں کہ احول نے مجھ سے بیان کیا کہ جب زید بن علی بن

زین العابدین نے کوفہ میں خروج کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس دور میں مجھے اپنے پاس طلب کیا۔ اس وقت وہ گوشہ نشین ہو کر لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہے تھے۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا:

ابو جعفر! یہ بتاؤ اگر ہمارے خاندان میں سے کوئی فرد خروج کرے تو کیا تم اس کی مدد کرو گے؟

میں نے کہا: کیوں نہیں اگر آپ کے والد ماجد یا آپ کے بھائی محمد باقر علیہ السلام نے خروج کیا تو میں ان کا ضرور ساتھ دوں گا۔

زید بن علی نے کہا: میں ان ظالموں کے خلاف خروج کرنا چاہتا ہوں اور ان سے جہاد کرنا چاہتا ہوں لہٰذا تم میرا ساتھ دو۔

میں نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں میں ایسا نہیں کروں گا۔

انہوں نے کہا: کیا تم اپنی جان مجھ سے پیاری کر رہے ہو؟

میں نے کہا: جان ویسے بھی پیاری چیز ہے' زندگی اللہ کی امانت ہے اور صرف ایک بار ہی نصیب ہوتی ہے کیونکہ اگر زمین پر اللہ کی کوئی حجت ہے جو کہ ظاہر ہے کہ آپ نہیں ہیں تو اس صورت میں جو آپ سے پیچھے رہے گا وہ ناجی ہوگا اور جو آپ کے ساتھ خروج کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور اگر ہم یہ تصور کر لیں کہ اس وقت زمین پر سرے سے کوئی حجت ہی نہیں ہے تو آپ کے ساتھ شامل ہونے والا اور آپ کی دعوت سے پیچھے رہ جانے والا دونوں برابر ہوں گے۔ اسی لیے میں آپ کا ساتھ دوں تو آخر کس بنیاد پر دوں؟

زید بن علی زین العابدینؑ نے فرمایا:

ابو جعفر! میں جب اپنے والد محترم کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتا تھا تو وہ عمدہ بوٹی مجھے کھلاتے تھے اور گرم روٹی کے لقمے اپنے منہ سے ٹھنڈے کر کے مجھے کھلاتے تھے۔ انہیں یہ بات گوارا نہ تھی کہ گرم روٹی کی وجہ سے میرا منہ جل جائے اور اگر میرے والد کے

بعد کوئی فرد حجتِ خدا ہوتا تو کیا میرے والد مجھے اس کے متعلق نہ بتاتے!

میرے والد جو کہ گرم روٹی سے میرے منہ کا جلنا پسند نہیں کرتے تھے وہ یہ بات کیسے پسند کرتے تھے کہ میں حجتِ خدا کی معرفت سے محروم رہ کر آتشِ دوزخ کا ایندھن بن جاؤں؟!!

میں (احول) نے کہا: انہوں نے آپ پر شفقت کی تھی اور حجتِ خدا کا آپ کو تعارف نہیں کرایا تھا جب کہ انہوں نے مجھے حجتِ خدا کا تعارف کرایا تھا کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر آپ نے جان لینے کے بعد حجتِ خدا کی مخالفت کی تو آپ دوزخ میں چلے جائیں گے جب کہ میرا تو معاملہ تمہارے جیسا نہیں تھا۔ اگر میں نے قبول نہ کیا تو میں دوزخ میں چلا جاؤں گا۔ اور میرے دوزخ میں جانے سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔

پھر میں نے ان سے کہا: اچھا یہ بتائیں آپ افضل ہیں یا انبیاء افضل ہیں؟

حضرت زید نے کہا کہ انبیاء افضل ہیں۔

میں نے کہا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ سے کہا تھا کہ تم اپنا خواب بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا۔

حضرت یعقوبؑ نے اس لیے منع کیا تھا کہ اگر یوسفؑ نے بھائیوں کے سامنے اپنا خواب کہہ ڈالا اور بھائی ان پر ایمان نہ لائے تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ جس طرح سے یعقوبؑ اپنے بیٹوں کو یوسفؑ کی نبوت وحکومت بتانا نہیں چاہتے تھے اسی طرح سے آپ کے والد نے بھی آپ کو آپ کے بھائی کی امامت کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔

زید نے میرا جواب سن کر کہا کہ تیرے مدینہ کے آقا نے مجھے کہا تھا کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا اور کوفہ کے محلہ کناسہ میں مجھے صلیب پر لٹکایا جائے گا اور اس نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے پاس ایک صحیفہ ہے جس میں میرا قتل اور میرا مصلوب ہونا لکھا ہوا ہے۔

احول راوی ہیں کہ میں حج کرنے کے لیے گیا اور میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنی اور زید کی گفتگو سے آگاہ کیا۔

آپ نے فرمایا: تم نے اس کے سامنے اور پیچھے اور دائیں بائیں غرضیکہ ہر طرف سے اس پر دروازے بند کر دیے اور تم نے انھیں جواب دینے کے قابل ہی نہیں چھوڑا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۱۷۴' حدیث ۵)

دشمن سے محفوظ رہنے کی دعا

امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ منصور دوانقی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا اور اس نے آپ کے آنے سے پہلے چمڑے کا فرش بچھوایا اور اس پر تلوار رکھائی اور اس نے اپنے دربان ربیع سے کہا:

جب تم دیکھو کہ میں جعفر بن محمد سے بات کرتے ہوئے تالی بجاؤں تو تم بے دریغ ان کا سر قلم کر دینا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام منصور کے دربار میں داخل ہوئے جیسے ہی اس کی آپؑ پر نظر پڑی تو وہ تخت سے اٹھا اور آپؑ سے گلے ملا اور آپ کو خوش آمدید کہنے کے بعد اس نے کہا:

ہم نے آپؑ کو اس لیے یہاں زحمت دی ہے کہ ہم آپؑ کا قرض ادا کرنا چاہتے ہیں اور آپؑ کی سفارشات پر عمل کرنے کے خواہش مند ہیں۔

پھر کچھ دیر تک منصور آپؑ سے باتیں کرتا رہا۔ جب آپؑ اس کے پاس سے اٹھ کر باہر تشریف لائے تو ربیع نے آپ سے کہا:

آپؑ نے چمڑے کا فرش اور تلوار کو تو دیکھا ہوگا' یہ سارا انتظام آپ کے لیے کیا گیا تھا مگر اس کے باوجود اللہ نے آپؑ کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ آپؑ نے کیا عمل کیا تھا کہ اس کا ارادہ بدل گیا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب میں نے اس کے چہرے پر برائی کی پرچھائیاں دیکھیں تو میں نے یہ دعا پڑھی تھی جس کی وجہ سے خدا نے مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

حسبی الرب من المربوبین وحسبی الخالق من المخلوقین وحسبی الرازق من المرزوقین وحسبی اللّٰہ رب العالمین وحسبی من ھو حسبی، حسبی من لم یزل حسبی، حسبی اللّٰہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم (عیون اخبار الرضاؑ، ج ۱ص ۳۰۴)

محمد بن عبداللہ کے انجام کی پیشین گوئی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا:

خدا کی قسم میں آپ سے زیادہ عالم' زیادہ سخی اور زیادہ بہادر ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم مجھ سے زیادہ عالم ہو تو میرے اور تمہارے جد طاہر نے اپنے دست و بازو کی کمائی سے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کیے تھے۔ تم مجھے ان غلاموں کے نام بتا دو۔ جب کہ میں ان کے صرف نام ہی نہیں جانتا بلکہ ان میں سے ہر ایک کا حضرت آدمؑ تک شجرۂ نسب بھی جانتا ہوں۔

تم نے یہ کہا کہ تم مجھ سے زیادہ سخی ہو تو سفر میں مَیں نے کبھی رات اس حالت میں نہیں گزاری جس میں اللہ کا حق مجھ پر باقی ہو اور وہ مجھ سے اس کا مطالبہ کرے۔

تم نے کہا ہے کہ تم مجھ سے زیادہ دلیر اور بہادر ہو تو اس کے متعلق بھی اپنا انجام مجھ سے سن لو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا کٹا ہوا سر لایا گیا اور اسے ''حجر زنابیر'' پر رکھا گیا اور فلاں فلاں مقام تک اس سے خون کے قطرات ٹپکتے گئے۔

محمد بن عبداللہ نے یہ بات جا کر اپنے والد سے کہی تو انہوں نے کہا: اللہ تمہارے قتل پر مجھے صبر کرنے کا اجر دے۔ امام جعفر علیہ السلام نے تیرے متعلق مجھے پہلے بھی بتایا تھا کہ تم ''حجر زنابیر'' کے صاحب ہو۔ (اعلام الوریٰ، ص ۲۷۳)

آگ سے بخیریت گزرنا

ابوجعفر منصور نے والیِ حرمین حسن بن زید کو حکم دیا کہ جعفر بن محمد کا گھر جلا دو۔ چنانچہ اس نے منصور کے حکم پر عمل کیا اور حضرتؑ کے گھر کو آگ لگا دی۔ لوگوں نے دیکھا امام جعفر صادق علیہ السلام ان شعلوں کے درمیان سے بڑے اطمینان و سکون سے گزرے اور آپؑ نے فرمایا: میں ابراہیم خلیل کا فرزند ہوں۔

(الکافی، ج ۱، ص ۴۷۳۔ اثبات الھداۃ، ج ۳، ص ۷۸)

ایک غلام کو پناہ دینا

رفید، یزید بن عمرو بن ہبیرہ کا غلام تھا اور ایک بار اس کا مالک جو کہ اتفاق سے گورنر بھی تھا کسی بات پر اس سے ناراض ہو گیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ اسے قتل کر دے گا۔

جب رفید کو اپنے آقا کی قسم کا علم ہوا تو وہ بھاگ کر امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ سے پناہ کی درخواست کی اور اس نے بتایا کہ اس کا آقا اس کے قتل کی قسم کھا چکا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے تمہیں پناہ دے دی ہے۔ اب تم سیدھے اپنے آقا کے پاس جاؤ اور جا کر اسے میرا سلام پہنچاؤ اور اس سے کہہ دو کہ میں نے تجھے پناہ دی ہے لہٰذا اسے کوئی اذیت نہ پہنچاؤ۔

رفید نے عرض کیا: مولاؑ! میں آپؑ پر قربان جاؤں وہ تو خبیث عقیدہ رکھنے والا شامی ہے وہ بھلا آپؑ کے فرمان کو کیا اہمیت دے گا؟

امامؑ نے فرمایا: میں نے جو کچھ تجھ سے کہا ہے تو اس پر عمل کر ان شاء اللہ تجھے کوئی گزند نہ پہنچے گی۔

رفید کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام کا فرمان سن کر میں روانہ ہوا۔ راستے میں مجھے ایک اعرابی ملا۔ اس نے مجھ سے کہا: تو کہاں جا رہا ہے۔ مجھے تو یہ چہرہ ایک مقتول کا نظر آتا ہے۔

پھر اس نے کہا: ذرا اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ میں نے اسے ہاتھ دکھایا تو اس نے کہا: یہ ہاتھ بھی مقتول کے نظر آتے ہیں۔

پھر اس نے کہا: مجھے اپنے پاؤں دکھاؤ۔ میں نے اسے اپنے پاؤں دکھائے تو اس نے کہا: یہ پاؤں بھی مجھے مقتول کے پاؤں دکھائی دیتے ہیں۔

پھر اس نے کہا: قمیص اتار کر اپنا جسم دکھاؤ۔ میں نے اسے اپنا جسم دکھایا تو اس نے کہا یہ جسم بھی ایک مقتول کا جسم ہے۔

پھر اس نے کہا: مجھے اپنی زبان دکھاؤ۔ میں نے اسے اپنی زبان دکھائی تو اس نے کہا: بے خوف ہو کر چلے جاؤ۔ تمہاری زبان میں ایک ایسا پیغام ہے اگر تم وہ پیغام پہاڑوں کو بھی پہنچاؤ تو وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

رفید بیان کرتا ہے کہ میں ابن ابی ہبیرہ کے دروازے پر گیا اور میں نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ جب مجھے اجازت ملی تو ابن ہبیرہ نے دیکھ کر کہا: خائن اپنے قدموں سے ہی پہنچ گیا۔

پھر اس نے ایک غلام سے کہا: چرمی فرش اور تلوار لے آؤ۔ چنانچہ میرے قتل کے لیے چرمی فرش بچھایا گیا اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور جلاد تلوار لے کر آ گیا۔ اس وقت میں نے آواز دے کر کہا:

امیر! تم نے مجھے گرفتار نہیں کرایا میں اپنے قدموں سے چل کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ مجھ سے ایک پیغام سن لو پھر تم جو چاہو مجھ سے سلوک کرو۔

اس نے کہا: بیان کرو۔

میں نے کہا: پہلے میرے ہاتھ پاؤں کھلواؤ۔ اس نے میرے ہاتھ پاؤں کھلوا دیئے۔ میں نے کہا کہ جعفر بن محمد آپ کو سلام کہتے تھے اور انہوں نے آپ کے نام یہ پیغام دیا ہے کہ میں نے تمہارے اس غلام رفید کو پناہ دے دی ہے لہٰذا اسے کوئی اذیت نہ پہنچاؤ۔

ابن ہبیرہ نے جب یہ پیغام سنا تو مجھ سے کہا: تجھے خدا کی قسم! سچ سچ بتا کیا جعفر بن محمد نے مجھے سلام کہلوا بھیجا ہے اور انہوں نے تجھے پناہ دی ہے؟

میں نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں ہے۔

اس نے تین بار مجھ سے یہی سوال کیا اور میں نے تین بار قسم کھا کر اسے اپنی صداقت کا یقین دلایا۔

جب اسے میری صداقت کا یقین آ گیا تو اس نے کہا: اب تم میری مشکیں کسو جیسا کہ میں نے تمہاری مشکیں کسوائی تھیں۔

میں نے کہا: نہیں میں آپ سے یہ سلوک نہیں کر سکتا۔

اس نے کہا: تجھے ایسا ضرور کرنا ہوگا۔

چنانچہ میں نے بادل نخواستہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھے۔ پھر میں نے اس کی رسیاں کھول دیں۔

اس کے بعد اس نے اپنی مہر میرے ہاتھ میں پکڑا کر کہا: آج سے میرے تمام معاملات کا تو ہی مالک و مختار ہے اور آج سے تو ہی میری مملکت میں احکام جاری کرے گا۔ (الکافی، ج ۱، ص ۴۷۳۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۳۳۵)

زمین کے خزانے امامؑ کے تصرف میں

ابن ابی فاختہ کا بیان ہے کہ ہم بہت سے افراد امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:

ہمارے پاس زمین کے خزانے اور ان کی چابیاں ہیں۔ اگر میں اپنے پاؤں کی ٹھوکر مار کر زمین سے خزانہ نکالنا چاہوں تو نکال سکتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ نے زمین پر اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ جہاں آپؑ نے ٹھوکر ماری تھی وہاں سے زمین پھٹ گئی۔ آپؑ نے ہاتھ بڑھا کر ایک بالشت برابر سونے کا ایک ٹکڑا نکالا اور آپؑ نے وہ ٹکڑا ہماری طرف پھینک کر فرمایا:

اسے اچھی طرح سے دیکھ لو۔ ہم نے اس ٹکڑے کو دیکھا تو وہ خالص سونا تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اب تم اس شگاف میں جھانک کر دیکھو۔ ہم نے شگاف میں جھانک کر دیکھا تو ہمیں سونے کے ڈھیر دکھائی دیئے۔

ہم نے عرض کیا: مولاؑ! خدا نے زمین کے خزانے آپؑ کے تصرف میں دیئے مگر آپؑ کے شیعہ محتاج ہیں۔ آپؑ یہ خزانے نکال کر اپنے شیعوں کو کیوں نہیں دیتے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عنقریب ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لیے دنیا و آخرت کی نعمات جمع کرے گا اور انہیں جنت نعیم میں داخل کرے گا اور ہمارے دشمنوں کو دوزخ میں ڈالے گا۔ (الکافی' ج ۱' ص ۴۷۴۔ بصائر الدرجات' ص ۳۷۴)

ائمہ کی رہائش گاہیں

داؤد بن کثیر رقی سے روایت ہے کہ ہم لوگ امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں بیٹھ کر انبیائے کرام کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اللہ نے جتنے بھی انبیاء پیدا کیے ہیں ان سب پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو فضیلت عطا کی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر زمین پر رکھی اور زبان سے چند کلمات جاری فرمائے۔ جیسے ہی آپؑ کے الفاظ ختم ہوئے' زمین پھٹ گئی اور ایک تلاطم خیز سمندر نمودار ہوا جس میں زبرجد سے بنا ہوا ایک سفینہ تھا اور اس کے درمیان میں سفید موتی کا ایک قبہ تھا اور اس کے چاروں طرف سبز رنگ کے مکانات تھے اور اس قبہ پر یہ عبارت تحریر تھی:

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی امیر المومنین بشر القائم فانہ یقاتل الاعداء ویغیث المومنین وینصرہ عزوجل بالملائکۃ فی عدد نجوم السماء

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں' محمدؐ اللہ کے رسول ہیں' علیؑ مومنین کے امیر ہیں۔ قائم کی بشارت دے دو وہ دشمنوں سے جنگ کریں گے اور مومنین کی فریادرسی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ستاروں کی تعداد کے برابر ملائکہ سے ان کی مدد کرے گا''۔

اس کے بعد آپؑ نے کچھ مزید کلمات زبان پر جاری کیے تو وہ قبہ اوپر آ گیا۔ آپؑ نے فرمایا:

تم لوگ اس قبہ میں داخل ہو جاؤ۔ ہم اس قبہ میں داخل ہوئے تو ہمیں وہاں چار کرسیاں نظر آئیں جو کہ جواہرات سے مرصع تھیں۔ ایک کرسی پر امام علیہ السلام بیٹھے اور دوسری کرسی پر مجھے بٹھایا۔ تیسری کرسی پر اپنے فرزند موسیٰ کاظمؑ کو بٹھایا اور چوتھی کرسی پر اپنے فرزند اسماعیلؑ کو بٹھایا۔ بعدازاں وہ کشتی موتیوں اور یاقوت کے پہاڑوں کے درمیان چلنے لگ گئی۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ کشتی سے نکال کر سمندر سے موتی اور یاقوت نکالے اور مجھ سے فرمایا:

اے داؤد! اگر تم کو دنیا کے مال کی ضرورت ہو تو اپنی ضرورت کے مطابق اس

میں سے کچھ رکھ لو۔

میں نے کہا: مولاؑ! مجھے مالِ دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے وہ موتی اور یاقوت سمندر میں پھینک دیئے۔ اس کے بعد آپؑ نے سمندر میں دوبارہ ہاتھ ڈالا تو اس میں سے مشک وعنبر نکالا۔ آپؑ نے اسے خود بھی سونگھا اور ہمیں بھی سونگھنے کے لیے دیا۔ حضرت موسیٰ اور اسماعیل نے بھی اسے سونگھا۔ پھر آپؑ نے اسے بھی سمندر میں ڈال دیا۔

کشتی محوِ سفر رہی یہاں تک کہ ہم ایک بڑے جزیرے پر جا پہنچے جو اس سمندر کے وسط میں تھا۔ اس جزیرہ پر سفید موتیوں کے بہت سے قبّے بنے ہوئے تھے جن میں سندس اور استبرق کے فرش بچھے ہوئے تھے اور ان کے دروازوں پر ارغوانی رنگت کے پردے آویزاں تھے اور انہیں چاروں طرف سے ملائکہ نے گھیرا ہوا تھا۔ جب ملائکہ نے امام علیہ السلام کو دیکھا تو وہ آپؑ کی ولایت کا اقرار کرتے ہوئے خوش آمدید کہنے کے لیے آگے بڑھے۔

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ قبّے کس کے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ اہل بیت مصطفیٰ کے ائمہ کے لیے ہیں۔ جب کوئی امام دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ یہاں آکر ایک مخصوص وقت کے لیے جس کا ذکر خدا نے فرمایا ہے' یہاں آکر قیام کرتا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ ہم چل کر امیرالمومنین علیہ السلام کو سلام کریں۔

ہم آپؑ کے ساتھ اٹھے اور ایک آراستہ قبہ کے دروازے پر پہنچے۔ یہ قبہ سب سے بڑا تھا۔ ہم اس میں داخل ہوئے تو ہم نے وہاں امیرالمومنین کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ہم نے انھیں ادب سے سلام کیا۔ پھر ہم دوسرے قبہ میں گئے وہاں ہم نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو سلام کیا۔ پھر ہم تیسرے قبہ میں گئے اور وہاں ہم نے امام حسین علیہ السلام کو

سلام کیا پھر ہم چوتھے خیمہ میں گئے اور وہاں ہم نے امام زین العابدین علیہ السلام کو سلام کیا۔ پھر ہم پانچویں خیمہ میں گئے اور ہم نے وہاں امام محمد باقر علیہ السلام کو سلام کیا۔ یہ تمام قبے نہایت خوبصورت اور آراستہ تھے۔

اس جزیرہ میں ہمیں ایک بہت بڑا قبہ دکھائی دیا جو سفید موتیوں کا بنا ہوا تھا اور مختلف اقسام کے فرش اور پردوں سے مزین تھا۔ اس میں سونے کا ایک تخت تھا جو مختلف قسم کے جواہرات سے مرصع تھا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! یہ قبہ کس کا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ قبہ قائم آل محمد صاحب الزماں علیہ السلام کا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور زبان سے کچھ الفاظ کہے اور ہم نے اپنے آپ کو مدینہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں پایا۔ آپؑ نے اپنی انگوٹھی اتار کر زمین سے مس کی تو میں نے دیکھا کہ زمین پر نہ تو کوئی شگاف تھا اور نہ ہی کسی شگاف کا کوئی نام ونشان تھا۔ (عیون المعجزات' ص۹۲-۹۴)

وعدہ وفائی

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست بنی امیہ کی حکومت کے کاتبوں میں سے تھا۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ تم امام جعفر صادق علیہ السلام سے میری ملاقات کرادو۔

میں نے امام علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔

آپؑ نے فرمایا کہ تم اسے یہاں لے آؤ۔

میں اسے لے کر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان' میں ان لوگوں کا ملازم رہا ہوں اور میں نے اپنی ملازمت کے ذریعے سے بے بہا دولت کمائی ہے اور میں نے حلال وحرام کی تمیز نہیں کی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: سچ کہتے ہو۔ اگر بنی امیہ کو ایسے آدمی نہ ملتے جو ان کے کاتب بنیں اور ان کے لیے خراج اکٹھا کریں اور ان کے لیے جنگ میں حصہ لیں تو انہیں ہمارے حقوق چھیننے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ اگر لوگ بنی امیہ کو خراج نہ دیتے تو ان کے پاس عام انسانوں کے برابر ہی دولت ہوتی۔

پھر اس شخص نے کہا: کیا اس سے نکلنے اور عہدہ برآ ہونے کی آپؑ کے پاس کوئی ترکیب موجود ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر میں بتا دوں تو کیا تم بھی اس پر عمل کرو گے؟

اس نے عرض کیا: ضرور عمل کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: اب تک تم نے جو مال کمایا ہے سب نکال دو اور جس مال کا مالک معلوم ہو وہ اس تک پہنچا دو اور جس کا مالک معلوم نہ ہو وہ اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

امامؑ کا فرمان سن کر وہ شخص کچھ دیر تک گردن جھکا کر سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان، میں آپؑ کے فرمان پر عمل کروں گا۔

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ جوان ہمارے ساتھ کوفہ آیا اور اس نے گھر پہنچ کر اپنا تمام مال و اسباب حتیٰ کہ اپنے جسم کا لباس بھی تصدق کر دیا۔ ہم نے چندہ جمع کر کے اس کے لیے لباس خرید کر اسے پہنایا اور اخراجات کے لیے اسے کچھ رقم دی۔

چند ماہ بعد وہ جوان بیمار ہوا۔ ہم اس کی عیادت کے لیے جاتے رہے۔ ایک دن پہنچے تو اس پر نزع کا عالم طاری تھا۔ پھر اسے تھوڑا سا افاقہ ہوا تو اس نے آنکھ کھول کر دیکھا اور مجھ سے کہا:

علی! خدا کی قسم تمہارے امامؑ نے اپنا وعدہ وفا کر دیا۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ یہاں سے فارغ ہو کر میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

اے علی! ہم نے تمہارے دوست سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے۔
میں نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔ اس نے بھی اپنی موت کے وقت اس کی تصدیق کر دی تھی۔ (الکافی، ج ۵، ص ۱۰۶۔ الوسائل، ج ۱۲، ص ۱۴۴۔ تہذیب، ج ۲، ص ۳۳۱)

جنت کی وعدہ وفائی

ابوبصیر راوی ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ بادشاہ کا مصاحب تھا اور اس نے بڑی دولت کمائی تھی۔ پھر اس نے مالِ حرام سے ایک بیٹھک تعمیر کرائی جہاں اس کے دوست جمع ہوتے اور شراب پیا کرتے تھے۔ مجھے اس سے تکلیف ہوتی تھی۔ میں نے اسے کئی بار سمجھایا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا۔ ایک مرتبہ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا: آپ ایک شریف آدمی ہیں اور میں برائیوں میں غلطاں ہوں لہٰذا آپ اپنا کام کریں اور مجھے اپنا کام کرنے دیں۔ البتہ اگر تو امام جعفر صادق علیہ السلام سے کچھ دلا دے تو پھر میں اپنی ان حرکتوں سے باز آ جاؤں گا۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور باتوں باتوں میں مَیں نے اپنے اس ہمسائے کا ذکر بھی کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

جب تم کوفہ جاؤ گے تو وہ تم سے ملنے کے لیے آئے گا تم اس کو میرا یہ پیغام دینا کہ جعفر بن محمدؑ تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ تم اپنی ان عادات کو ترک کر دو اور میں تمہیں خدا سے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

جب میں واپس کوفہ آیا تو میرا ہمسایہ بھی میری ملاقات کے لیے میرے پاس آیا۔ جب دوسرے ملنے والے اٹھ کر چلے گئے تو میں نے اس سے کہا کہ بندۂ خدا! میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے تیرا تذکرہ کیا تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تم کوفہ واپس جاؤ گے تو وہ تم سے ملاقات کرنے کے لیے آئے گا۔ تم میری طرف سے اسے یہ پیغام پہنچا دینا۔

''جعفر بن محمد تجھے کہتے ہیں کہ اپنی حرکات و عادات سے باز آ جاؤ۔ میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں''۔

امام علیہ السلام کا پیغام سن کر وہ بے تحاشا رویا۔ پھر اس نے کہا: کیا واقعی امام جعفر صادق علیہ السلام نے میرے نام یہی پیغام بھیجا ہے؟

میں نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی امامؑ نے تمہارے نام یہ پیغام بھیجا ہے۔

اس نے کہا: درست ہے۔ پھر وہ میرے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔

تین دن بعد اس نے مجھے پیغام بھجوایا کہ آؤ مجھ سے باتیں کر جاؤ۔ میں وہاں گیا تو وہ دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ تم باہر کیوں نہیں آتے؟ اس نے جواب دیا کہ مولاؑ کا پیغام سننے کے بعد میں نے اپنی تمام جائیداد اور دولت لوگوں کو واپس کر دی ہے۔ اس وقت میرے تن پر کپڑا نہیں ہے اسی لیے میں باہر آنے سے معذور ہوں۔

میں نے اپنے ایمانی بھائیوں سے چندہ جمع کیا اور اسے لباس پہنایا۔ پھر چند دن بعد اس کا مجھے پیغام ملا کہ میں بیمار ہوں آ کر مجھ سے مل جاؤ۔

میں اس کی تیمارداری کے لیے کئی دن تک جاتا رہا اور ہم نے اس کا دوا دارو بھی کرایا لیکن بیماری کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ آخرکار ایک دن میں اس کے پاس بیٹھا تھا کہ اس پر نزع کا عالم طاری ہوا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

پھر اسے تھوڑا سا افاقہ ہوا تو اس نے مجھ سے کہا: تمہارے امامؑ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ یہ کہہ کر اس نے آخری ہچکی لی اور جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔

آئندہ سال میں حج کے لیے گیا تو میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی۔ ابھی میں نے حضرتؑ کی دہلیز پر پہلا قدم رکھا تھا کہ آپؑ نے فرمایا:

''ابو بصیر! ہم نے تیرے دوست سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا''۔

(الکافی، ج ۱، ص ۴۷۴۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۹)

غیب کی خبر دینا

ابراہیم بن مھزم کا بیان ہے کہ ایک رات میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیت الشرف سے کافی دیر کے بعد نکلا اور اپنے گھر گیا۔ گھر میں میرا اپنی والدہ سے تنازعہ ہو گیا۔ میں نے سختی سے اپنی والدہ کو ڈانٹا۔

دوسرے دن جب میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

فرزندِ مھزم! رات تو نے والدہ پر سختی کر کے اچھا کام نہیں کیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اس کا شکم تیرا وہ گھر ہے جہاں تو نے رہائش رکھی تھی اور اس کی آغوش میں تو جھولتا رہا ہے اور اس کے پستان وہ برتن ہیں جن سے تو نے جی بھر کر دودھ پیا ہے۔

میں نے کہا: آپؑ سچ فرماتے ہیں۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: آئندہ اس پر کبھی سختی نہ کرنا۔

(بصائر الدرجات، ص ۲۴۳۔ اثبات الهداة، ج ۳، ص ۱۰۲)

جنات بھی امامؑ کے خادم ہیں

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ خراسان کے کچھ مومنین نے امام صادق علیہ السلام کے دو اصحاب کے ہاتھ آپ کے پاس کچھ رقم روانہ کی اور جب آپ کے دونوں اصحاب شہر رَے سے گزرے تو ایک اور مومن نے انھیں ایک تھیلی پیش کی جس میں ایک ہزار درہم تھے اور اس نے کہا: میری طرف سے یہ نذرانہ امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچائیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ تھیلی بھی لے لی اور اپنے سامان میں اسے شامل کر لیا۔ وہ روزانہ اپنے سامان کو کھول کر دیکھتے تھے کہ کہیں سامان میں کوئی کمی تو نہیں ہوئی۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے ازراہِ احتیاط پھر سامان کھول کر دیکھا لیکن یہ دیکھ کر

انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ باقی سامان تو موجود تھا لیکن وہ تھیلی غائب تھی۔
یہ دیکھ کر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اب ہم اپنے آقا و مولا کو کیا جواب دیں گے؟
ان میں سے ایک نے کہا: ہم سے کوئی غفلت تو نہیں ہوئی۔ مولا بڑے مہربان ہیں وہ ہمیں معاف کر دیں گے اور ہماری بات مان لیں گے۔
الغرض جب وہ دونوں مدینہ پہنچے اور انہوں نے کل رقم حضرت کی خدمت میں پیش کی تو آپؑ نے فرمایا: رَے والے شخص کی تھیلی کہاں ہے؟
آپؑ کے اصحاب نے سارا واقعہ آپؑ کے گوش گزار کیا۔
آپؑ نے فرمایا: اگر تم اس تھیلی کو دیکھ لو تو کیا تم اسے پہچان لو گے؟
انہوں نے کہا: جی ہاں، ہم ضرور اسے پہچان لیں گے۔
امام علیہ السلام نے اپنی کنیز کو آواز دے کر فرمایا کہ فلاں رنگ کی تھیلی لے آؤ۔
کنیز وہ تھیلی لے آئی۔ آپؑ نے انہیں وہ تھیلی دکھائی اور فرمایا: اسے پہچانو۔ حضرت کے اصحاب نے جیسے ہی تھیلی کو دیکھا تو کہا: مولا! یہی تو گم شدہ تھیلی ہے۔
آپؑ نے فرمایا: تم ابھی مدینہ سے دور تھے مجھے رقم کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے ایک جن کو حکم دیا کہ میرا مال آ رہا ہے تم جاؤ اس میں سے ایک تھیلی نکال کر میرے پاس پہنچا دو۔
چنانچہ وہ جن گیا اور تمہارے سامان میں سے یہ تھیلی نکال کر لایا۔
(بصائر الدرجات، ص ۹۹۔ عیون المعجزات، ص ۸۷)

درندے بھی حکمِ امامؑ کے مطیع ہیں

ابوخالد کابلی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابو خالد! میرا رقعہ لے کر فلاں جنگل میں چلے جاؤ اور وہاں جا کر میرے رقعہ کو کھولنا۔ اس کے بعد جو بھی درندہ تمہارے پاس چلا آئے اسے لے کر میرے پاس آ جانا۔

ابو خالد کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا:

مولا! آپؑ مجھے معاف ہی کر دیں تو بہتر ہے۔

امام علیہ السلام نے مجھے دوبارہ یہی حکم دیا تو میں نے اپنے دل میں سوچا اور اپنے آپ سے کہا کہ ابو خالد جب تو امامؑ کے کہنے پر ایک درندے کا سامنا کرنے پر تیار نہیں تو تم اپنے امامؑ کے کہنے پر کسی ظالم حاکم کا سامنا کیسے کرو گے؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! آپ رقعہ دیں میں آپؑ کے فرمان کی تعمیل کروں گا۔

چنانچہ امام علیہ السلام نے مجھے رقعہ دیا اور میں حضرت کا رقعہ لے کر آپؑ کے بیان کردہ جنگل میں پہنچا اور وہاں جا کر میں نے رقعہ کھولا۔ رقعہ کھلنے کی دیر تھی کہ جنگل کا ایک درندہ میرے پاس آیا اور میں اسے لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا اور وہ درندہ کوئی چوں چرا کیے بغیر میرے ساتھ کسی پالتو جانور کی طرح سے مدینہ آیا۔ پھر میں اسے لے کر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا۔

جب درندہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے ادب سے گردن جھکا لی اور پُرسکون ہو کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپؑ نے اشاروں کی زبان میں اسے کچھ ہدایات دیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ پھر کافی وقت کے بعد وہی درندہ واپس آیا اور اس کے منہ میں درہموں سے بھری ہوئی ایک تھیلی تھی جو آ کر اس نے مولاؑ کے قدموں میں لا کر ڈال دی۔

ایک درندہ کی اطاعت گزاری کو دیکھ کر میں نے سخت تعجب کیا اور مولاؑ سے کہا:

مولاؑ! یہ تو ایک انتہائی عجیب بات ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ابو خالد! ہمارے فلاں عقیدت مند نے یہ تھیلی میرے لیے مفضل

کے ہاتھ روانہ کی تھی۔ مفضل قافلہ کے ساتھ مدینہ کی طرف محوسفر ہے لیکن ابھی وہ مدینہ سے کافی دور ہے جب کہ مجھے اس رقم کی اس وقت ضرورت پیش آ گئی۔ اسی لیے میں نے تمہیں رقعہ دے کر درندہ کو اپنے پاس طلب کیا۔ پھر اسے میں نے ہدایت کی کہ وہ تیزی سے سفر کر کے اس قافلہ کے پاس جائے جس میں مفضل سفر کر رہا ہے اور اس کے سامان سے تھیلا نکال کر میرے پاس حاضر کرے۔

چنانچہ یہ درندہ گیا اور میرے فرمان کے مطابق تھیلی لے کر آ گیا۔

امام علیہ السلام کی زبانی یہ گفتگو سن کر میری حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں نے دل میں کہا کہ میں مفضل بن عمرو کی آمد کا انتظار کروں گا اور اس کی زبانی یہ واقعہ سنوں گا۔

امام علیہ السلام نے میرے دل کی کیفیت کو نگاہ امامت سے بھانپ لیا اور مسکرا کر فرمایا: ابوخالد! مفضل کا انتظار کرو اور اس سے اس واقعہ کی تصدیق کراؤ۔

میں نے امام علیہ السلام سے اپنے دلی شکوک پر معذرت طلب کی۔ چند دن گزارنے کے بعد مفضل آیا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب مفضل آیا تو حسنِ اتفاق سے میں بھی اس وقت امام علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا۔

مفضل نے اپنی داستان سفر سناتے ہوئے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کے لیے ایک تھیلی میرے سپرد کی تھی اور میں نے اس کی بڑی حفاظت کی لیکن چند روز قبل ہمارا قافلہ مدینہ کی طرف آ رہا تھا کہ اچانک ایک درندہ نے آ کر ہمارے قافلہ کو روک دیا او ہم بڑی مشکل سے اس سے بچنے میں کامیاب ہوئے۔ اس نے میرے سامان پر بھی حملہ کیا تھا۔ جب ہم روانہ ہوئے اور میں نے اپنے سامان کی تلاشی لی تو اس میں وہ تھیلی موجود نہیں تھی اور مجھے یقین ہے کہ وہ تھیلی درندہ لے اڑا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مفضل! اگر تھیلی دیکھ لو تو کیا اسے پہچان لو گے؟

مفضل نے کہا: کیوں نہیں؟ پھر آپؑ نے کنیز کو آواز دے کر فرمایا کہ تھیلی یہاں

لاؤ۔ کنیز تھیلی لے کر آئی۔ آپ نے مفضل کو دکھا کر فرمایا: اسے پہچانتے ہو؟
مفضل نے کہا: مولاؑ! یہی وہ تھیلی ہے جو آپؑ کے عقیدت مند نے میرے سپرد کی تھی۔
پھر آپؑ نے فرمایا: مفضل! کیا تم اس درندے کو پہچان لو گے؟
مفضل نے کہا: مولاؑ! وہ ایک ہی بار حملہ آور ہوا تھا' ہاں اگر وہ کبھی نظر آیا تو شاید پہچان لوں۔
امام علیہ السلام نے رقعہ لکھ کر ابو خالد کے سپرد کیا اور فرمایا: پہلے کی طرح اب بھی تم ہی جاؤ اور اس درندے کو یہاں لے آؤ۔
ابو خالد حضرتؑ کا رقعہ لے کر جنگل گئے اور وہاں انہوں نے رقعہ کو کھولا تو وہی درندہ دوبارہ نمودار ہوا اور وہ ابو خالد کے ساتھ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کے سامنے بڑے ادب وسکون سے آ کر کھڑا ہو گیا۔
جیسے ہی مفضل نے اس درندے کو دیکھا تو چلا کر کہا:
مولاؑ! یہی تو وہ درندہ تھا جس نے ہمارا راستہ روکا تھا۔
امام علیہ السلام نے فرمایا:
مفضل! تمہیں خوشخبری ہو' تم ہمارے ساتھ رہو گے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲۸)

جنات کی پہچان

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے واپس مدینہ آ رہے تھے۔ ابھی ہم نے آدھا سفر طے کیا تھا کہ ہم نے دیکھا ایک سیاہ رنگ کا کتا جا رہا ہے جب وہ کتا امام علیہ السلام کے محمل کے قریب پہنچا تو آپؑ نے فرمایا:
خدا تجھے خوار کرے تو کتنا تیز ہے!
اس کے بعد اس کی شکل وصورت بدل گئی اور وہ پرندہ بن گیا۔ یہ منظر دیکھ کر ہمیں

بڑی حیرانی ہوئی۔

آپؑ نے فرمایا: زیادہ حیرانی کی ضرورت ہی نہیں ہے یہ جن تھا جس کا نام عثم تھا اور ہشام مر گیا ہے اور یہ اس کی موت کی خبر جگہ جگہ پر پہنچا رہا ہے۔ (بصائر الدرجات' ص ۹۶)

زنادقہ کے ظہور کی پیشین گوئی

حماد بن عثمان کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

۱۲۸ھ کو زنادقہ کا ظہور ہوگا۔ میں نے یہ چیز مصحفِ فاطمہؑ میں پڑھی ہے۔

میں نے کہا: مولاؑ! مصحفِ فاطمہؑ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت سیدہؑ انتہائی مغموم رہتی تھیں جن کے غم کا اندازہ صرف خدا ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے ایک فرشتہ کو موکل کیا جو روزانہ آ کر انہیں تسلی دیتا تھا اور ان سے باتیں کرتا تھا۔ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے امیر المومنینؑ سے اس کا تذکرہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا: جب وہ فرشتہ آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ حضرت سیدہؑ روزانہ آپؑ کو فرشتہ کی آمد کی اطلاع دیتی تھیں اور حضرت امیر المومنینؑ بھی بی بی کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ فرشتہ جو کچھ بیان کرتا تھا آپؑ اسے لکھ لیتے تھے اور یوں فرشتے کے بیان کے تحت آپؑ نے ایک کتاب مرتب کی تھی اور وہی کتاب مصحف فاطمہؑ ہے۔ اس کتاب میں حلال وحرام کے مسائل کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اس میں مستقبل کے واقعات کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں۔

مؤلف کتاب ہذا کہتا ہے کہ حضرتؑ کا فرمان بالکل سچا ثابت ہوا جیسا کہ حدیث وتاریخ کی کتابوں میں زنادقہ کے غلبہ کا ذکر موجود ہے۔

(بصائر الدرجات' ص ۱۵۷۔ الکافی' جلد ۱' ص ۲۴۰)

غیب کی خبریں

عبدالملک بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس وقت زیدیہ اور معتزلہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن علیؑ کے گرد جمع ہو چکے ہیں کیا اسے حکومت نصیب ہوگی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس دو کتابیں ہیں جن میں تمام انبیاء اور زمین پر حکومت کرنے والے تمام ملوک وسلاطین کے نام لکھے ہوئے ہیں لیکن ان کتابوں میں محمد بن عبداللہ کا کہیں نام تک نہیں ہے۔ (الکافی' ج ا' ص ۲۴۲)

معلّٰی بن خنیس کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ محمد بن عبداللہ بن حسن آئے۔ انہوں نے مولاؑ کو سلام کیا اور پھر چلے گئے۔

اسے دیکھ کر آپؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! آپ انہیں دیکھ کر رونے کیوں لگ گئے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس غریب کے حال پر رحم آتا ہے۔ یہ اس چیز کا دعویٰ کرے گا جس کا یہ مستحق نہیں ہوگا۔ میں نے کتاب علیؑ میں اس کا نام اس امت کے خلفاء وسلاطین میں کہیں نہیں پڑھا۔ (بصائر الدرجات' ص ۱۶۸)

فضیل بن سکرہ کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

فضیل جانتے ہو تمہارے آنے سے قبل میں کیا پڑھ رہا تھا؟

میں نے نفی میں جواب دیا تو آپؑ نے فرمایا:

میں کتاب فاطمہؑ کا مطالعہ کر رہا تھا اس میں تمام سلاطین و حکام کے نام لکھے ہوئے ہیں لیکن اس میں اولادِ حسنؑ کا کہیں نام تک موجود نہیں ہے۔

(بصائر الدرجات' ص ۱۶۹' حدیث ۳)

واضح ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن نے دورِ منصور میں خروج کیا تھا۔ عباسی فوج کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔

جابر جعفی کی تصدیق اور مغیرہ کی تردید

زیاد بن ابی الحلال کا بیان ہے کہ لوگوں میں جابر جعفی اور اس کی احادیث اور عجیب روایات کے متعلق اختلاف ہوا۔ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور امامؑ سے جابر جعفی کی روایات کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ ابھی میں نے امامؑ سے سوال نہیں کیا تھا کہ آپؑ نے ازخود ابتدا کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ جابر بن یزید جعفی پر رحم کرے وہ ہم سے سچی احادیث روایت کرتا تھا اور اللہ مغیرہ پر لعنت کرے وہ ہم پر جھوٹ تراشتا تھا۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۳۸' حدیث ۱۲)

سوال سے قبل جواب دینا

حسن بن موسیٰ حناط کا بیان ہے کہ میں اور جمیل بن دراج اور عائذ احمسی حج کے لیے روانہ ہوئے۔ عائذ سارے راہ یہی کہتے تھے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھوں گا۔ جب ہم امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سلام کر کے بیٹھے تو آپؑ نے فرمایا:

جو شخص اپنے فرائض ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے اور کوئی سوال نہیں کرے گا۔

پھر کچھ دیر بیٹھنے کے بعد ہم آپؑ سے رخصت ہوئے تو میں نے عائذ سے کہا کہ تم نے امام علیہ السلام سے تو کوئی مسئلہ دریافت نہیں کیا جب کہ تم سارے راستے یہی کہتے تھے کہ میں نے اپنے آقاؑ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔

عائذ نے کہا: بات یہ ہے کہ میں نمازِ تہجد نہیں پڑھ سکتا اور یہی مسئلہ میں نے مولا سے پوچھنا تھا کہ کیا نمازِ تہجد نہ پڑھنے کے متعلق مجھ سے بازپرس تو نہ کی جائے گی اور

جب ہم آپ کے پاس گئے تو امام نے تو میرے پوچھے بغیر ہی کہہ دیا کہ جو فرائض ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے اور کوئی سوال نہیں کرے گا۔

لہٰذا مجھے میرے سوال کا جواب از خود مل گیا اسی لیے مجھے سوال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ (تہذیب الاحکام، جلد۲، ص ۱۰)

دل کی کیفیت سے آگاہی

جعفر بن ہارون زیات کا بیان ہے کہ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا۔ میں نے امام جعفر صادق کو بھی مصروفِ طواف دیکھا تو میں نے دل ہی دل میں کہا کہ لوگ پاگل ہو چکے ہیں جو انہیں مفترض الطاعت امام خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی تو ہمارے جیسے انسان ہیں۔

پھر اچانک امام علیہ السلام طواف کرتے ہوئے میرے قریب آئے اور میرے کندھے پر ہاتھ مار کر یہ آیت پڑھی:

اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ

''کیا ہم اپنے ہی معاشرے میں رہنے والے ایک انسان کی اتباع کریں اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم گمراہی اور ہلاکت میں پڑ جائیں گے''۔ (القمر:۲۴)

مقصد یہ تھا کہ جو طرزِ تفکر تم نے اختیار کیا ہے تم سے قبل تمام کفار و مشرکین بھی اپنے انبیاء کے متعلق یہی طرزِ تفکر رکھتے تھے جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے۔

(بصائر الدرجات، ص ۲۴۰، حدیث ۲۱)

خالد بن نجیح کا بیان ہے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ ان لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ کس کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں؟

امام علیہ السلام نے مجھے اپنے قریب کیا یہاں تک کہ میں آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر آپؑ نے مجھے فرمایا:

''میرا بھی ایک رب ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں''۔ یہ کلمات آپؑ نے تین بار فرمائے۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۴۱)

بصائر کی ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ خالد بن نجیح نے کہا:

میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے سر کو کپڑے سے ڈھانپا اور ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا اور میں اپنے دل میں ہی حاضرین کو کوسنے لگا کہ تم لوگ کتنے غافل ہو' تمہیں پتہ ہی نہیں ہے کہ تم کس کے سامنے بیٹھ کر گفتگو کر رہے ہو۔ تم لوگ رب العالمین کے سامنے بیٹھے ہوئے ہو۔ (نعوذ باللہ)

جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال اٹھا تو امام علیہ السلام نے آواز دے کر فرمایا:

خالد! میں اللہ کا عبد اور اس کی مخلوق ہوں۔ میرا ایک رب ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اگر میں نے اس کی عبادت سے انحراف کیا تو وہ مجھے دوزخ کا عذاب دے گا''۔

میں نے کہا: مولا! آئندہ میں آپ کے متعلق وہی عقیدہ رکھوں گا جو آپ نے اپنی زبان سے فرمایا ہے۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۴۱)

خشک درخت خرما سے تازہ کھجوریں حاصل کرنا

سلیمان بن خالد کا بیان ہے کہ میں اور ابو عبداللہ بلخی امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ سفر کر رہا تھے۔ ہم نے ایک خشک درخت خرما کو دیکھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کا اطاعت گزار درخت خرما! جو کچھ اللہ نے تجھ میں پیدا کیا ہے اس میں سے

ہمیں بھی کھلا اور مختلف رنگوں کی کھجوریں ہم پر گرا۔

امام علیہ السلام کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ درخت سرسبز ہوگیا اور اس پر پکی ہوئی کھجوریں لگ گئیں اور ہم پر تازہ کھجوریں گرنے لگیں۔ ہم نے جی بھر کر کھجوریں کھائیں اور خدا کا شکر ادا کیا۔ بلخی نے کہا:

خدا نے آپ کو حضرت مریمؑ جیسے معجزات عطا کیے ہیں۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲۴)

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج کا سفر کیا۔ راستے میں ایک خشک درخت خرما دکھائی دیا۔ امام علیہ السلام کے لب متحرک ہوئے اور آپ نے کچھ دعا پڑھی جسے میں سمجھ نہ سکا۔ پھر آپ نے فرمایا:

اے درخت خرما! ہمیں بھی وہ رزق کھلا جو اللہ نے تیرے اندر رکھا ہے۔

میں نے کھجور کے درخت کو دیکھا تو اس پر تازہ کھجوریں لگ گئیں اور کھجور کا سرا آپؑ کی طرف جھک گیا۔ آپؑ نے تمام ہمراہیوں سے فرمایا کہ آؤ اللہ کا رزق کھاؤ۔ ہم نے جی بھر کر کھجوریں کھائیں۔

قافلہ میں ایک اعرابی موجود تھا۔ اتفاق سے اس کا گھر بھی اس جگہ سے قریب تھا۔ اس اعرابی نے امام کا یہ معجزہ دیکھا تو اس نے گستاخی کرتے ہوئے کہا:

میں نے اس جیسا جادو کبھی نہیں دیکھا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہم انبیاء کے وارث ہیں اور ہم میں سے کوئی بھی جادوگر اور کاہن نہیں ہے۔ ہم اللہ سے دعا مانگتے ہیں اور وہ ہماری دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ اور اگر تجھے شوق ہو تو میں بددعا کرتا ہوں جس کی وجہ سے اللہ تجھے کتے کی شکل میں مسخ کر دے گا اور پھر تو اپنے گھر کا رخ کرے گا اور ان کے سامنے عاجزی وزاری کرے گا۔

اعرابی نے اپنی بدبختی کی وجہ سے کہا اگر آپؑ ایسا کر سکتے ہیں تو پھر ضرور کریں۔

امام علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی اور اعرابی فی الفور مسخ ہو کر کتا بن گیا اور

اپنے گھر کو روانہ ہوا۔

راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

تم اس کے پیچھے جاؤ اور دیکھو اس کے گھر والے اس سے کیا سلوک کرتے ہیں؟

چنانچہ میں اس مسخ شدہ کتے کے پیچھے چلا گیا اور جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تو اپنی زبان بے زبانی سے اپنی بیوی بچوں کے سامنے عاجزی کرنے لگا۔ انہوں نے ڈنڈے مار مار کر اسے گھر سے بھگا دیا۔ اس کا حشر دیکھ کر میں اپنے مولاؑ کے پاس آیا اور میں نے مولاؑ کو بتایا کہ اس کی وہاں خوب درگت بنی ہے۔

ابھی ہم گفتگو کر رہے تھے کہ وہ مسخ شدہ کتا آپؑ کے سامنے آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی اور وہ بار بار مولاؑ کے سامنے اپنی تھوتھنی کو زمین پر ٹپکتا تھا اور کتوں جیسی آوازیں نکالتا تھا۔

اس کی حالت دیکھ کر آپؑ کو ترس آ گیا۔ آپؑ نے اللہ سے دعا مانگی اور وہ کتے سے انسان بن گیا۔

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

اعرابی! اب ایمان لائے ہو؟

اعرابی نے کہا:

مولاؑ! ہزاروں بار ایمان لایا ہوں۔

(الثاقب فی المناقب، ص ۱۹۸۔ الخرائج، ج ۱، ص ۲۹۶)

ایک مومن کو اس کی موت سے آگاہ کرنا

زید شحام کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

زید! نئے سرے سے توبہ کرو اور عبادت میں اضافہ کرو۔

میں نے کہا: مولاؑ! معلوم ہوتا ہے آپ مجھے میری موت کی اطلاع دے رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

زید! مت گھبراؤ ہمارے پاس جو کچھ تمہارے لیے رکھا ہے وہ ان دنیاوی نعمات سے کہیں بہتر ہے اور تم ہمارے شیعوں میں سے ہو۔

میں نے خوش ہو کر کہا: مولاؑ! کیا واقعی میں آپؑ کا شیعہ ہوں؟

مولاؑ نے فرمایا: جی ہاں تو ہمارے شیعوں میں سے ہے اور یاد رکھو ہم اپنے شیعوں کی صراط' میزان اور حساب کے وقت مدد کرتے ہیں۔ ہم تم سے بھی زیادہ تم پر مہربان ہیں۔ مجھے جنت میں تو اور تیرا رفیق دکھائی دے رہے ہیں۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۶۵)

گٹھلی کا درخت بن جانا

داؤد بن کثیر کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

داؤد! بڑے عرصے کے بعد ہمارے پاس آئے ہو۔

میں نے کہا: مولاؑ! مجھے کوفہ میں ایک کام سرانجام دینا تھا اسی لیے میں کوفہ چلا گیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا:

کوفہ کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟

میں نے کہا: مولاؑ! جب میں کوفہ سے روانہ ہوا تو اس وقت آپؑ کا چچا زید لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینے میں مصروف تھا۔ میں نے انھیں دیکھا کہ وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور انہوں نے اپنے گلے میں قرآن مجید لٹکایا ہوا تھا اور وہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

سلونی سلونی قبل ان تفقدونی فبین جوانبی علم جم......

آؤ مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھے اپنے پاس نہ پاؤ۔ میرے پہلوؤں میں علم کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ میں ناسخ و منسوخ کا عالم ہوں اور مثانی اور قرآن مبین کا عالم ہوں اور میں تمہارے اور خدا کے درمیان واسطہ ہوں۔

یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

تم مختلف راستوں پر بھٹکنے لگے ہو۔ پھر آپؑ نے سماعہ بن مہران کو آواز دے کر فرمایا:

کھجوروں کی ٹوکری لے آؤ۔ سماعہ کھجوروں سے بھری ہوئی ٹوکری لائے۔ آپؑ نے اس میں سے ایک دانہ کھایا اور گٹھلی نکال کر زمین میں دبا دی۔ اللہ کی قدرت سے وہ گٹھلی اسی وقت شگافتہ ہوئی اور چند ہی لمحات میں کھجور کا نیا پودا نمودار ہوا جس پر تازہ کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے ایک کھجور کو توڑا اور اس کے دو حصے کیے اندر سے ایک مہر شدہ کاغذ برآمد ہوا۔ آپؑ نے اس کی مہر کو توڑا اور وہ کاغذ پڑھنے کے لیے میرے سپرد کیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اس میں یہ عبارت تحریر تھی:

پہلی سطر پر **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** لکھا تھا اور دوسری سطر پر قرآن مجید کی آیت تحریر تھی:

ان عدۃ الشھور عنداللّٰہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللّٰہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم (التوبہ: ۳۶)

"اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جس دن سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسے اللہ کی کتاب میں لکھ دیا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے"۔

پھر لکھا تھا:

امیر المومنین علی بن ابی طالب، حسن بن علی، حسین بن علی، علی بن حسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، علی بن محمد، حسن بن علی، خلف الحجت۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

داؤد! جانتے ہو یہ تحریر کب سے لکھی ہوئی ہے؟

میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول اور آپؑ خود ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تحریر تخلیقِ آدم سے دو ہزار سال پہلے لکھی گئی تھی۔

(غیبت نعمانی، ص ۸۷، حدیث ۱۸۔ تاویل الایات، ج ۱، ص ۲۰۳)

مُردوں کو زندہ کرنا

داؤد بن کثیر رقی کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک نے حج کیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان، میری بیوی مر گئی ہے اور میں تنہا رہ گیا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہیں اس سے محبت تھی؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے فرمایا:

جب تم گھر پہنچو گے تو وہ تمہارے گھر میں بیٹھی ہوگی اور جب تم گھر میں قدم رکھو گے تو وہ کھانا کھا رہی ہوگی۔

جب وہ شخص اپنے گھر گیا تو اس کی بیوی زندہ سلامت حالت میں وہاں بیٹھی ہوئی تھی اور کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۳۲)

جمیل بن دراج روایت کرتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت روتی پیٹتی آپؑ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ میرا بیٹا مر چکا

ہے اور میں نے اس پر کمبل ڈال دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ممکن ہے کہ وہ نہ مرا ہو۔ اٹھ کر گھر جاؤ اور غسل کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور رو رو کر یہ دعا پڑھو:

یامن وھبہ لی ولم یکن شیئًا جدّد علیّ ما وھبتہ لی

''اے وہ ذات جس نے مجھے عطا کیا تھا جب کہ وہ کچھ بھی نہ تھا اپنا عطیہ مجھے دوبارہ عنایت فرما''۔

اس دعا کے بعد اسے حرکت دینا اور لوگوں سے اس بات کا ذکر نہ کرنا۔

آپؑ کا فرمان سن کر وہ عورت گھر گئی اور آپؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ کچھ دیر بعد وہ خوش ہو کر واپس آئی اور اس نے آپؑ سے کہا:

میں نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا اور جب میں نے اسے حرکت دی تو بچہ رونے لگا اور اٹھ بیٹھا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۳۱)

سید حمیری کا مذہب جعفری قبول کرنا

سید ابو ہاشم اسماعیل بن محمد حمیری کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے کہا:

فرزند رسولؐ ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؑ نے میرے متعلق فرمایا ہے کہ یہ غلط نظریات کا حامل ہے جب کہ میں نے اپنی تمام زندگی آپؑ کے خاندان کی محبت میں صرف کی ہے اور میں نے آپؑ کی وجہ سے لوگوں کو چھوڑا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جی ہاں! یہ سچ ہے کیا تو نے یہ شعر نہیں پڑھا تھا:

حتّٰی متٰی وکم المدیٰ

یابن الوصی وانت حی ترزق

اے محمد بن حنفیہ! اے فرزندِ وصی! آپ زندہ ہیں اور آپ رزق حاصل کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود آپ کب تک پردہ غیبت میں رہیں گے؟

اور کیا تو لوگوں سے محمد بن حنفیہ کے متعلق یہ بیان نہیں کرتا کہ محمد بن حنفیہ کوہِ رضویٰ کی ایک گھاٹی میں روپوش ہیں۔ ان کے دائیں طرف ایک شیر ہے اور بائیں طرف چیتا کھڑا ہے۔ انھیں خدا کی طرف سے صبح وشام رزق دیا جاتا ہے۔

سید حمیری! یاد رکھو جناب رسولؐ خدا، علی مرتضٰی اور حسنین کریمین علیہم السلام محمد بن حنفیہ سے افضل تھے لیکن انہوں نے بھی موت کا ذائقہ چکھا ہے (تو محمد بن حنفیہ پر موت واقع کیوں نہیں ہو سکتی؟)

سید حمیری نے کہا: آپؑ کے پاس محمد بن حنفیہ کی موت کا کیا ثبوت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد ماجد نے مجھے بتایا تھا کہ انہوں نے محمد بن حنفیہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی تھی اور ان کے سامنے ہی انھیں دفن کیا گیا تھا۔ اور آج میں تمہیں ایک نشانی دکھاتا ہوں۔ پھر آپؑ نے سید حمیری کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ایک قبر پر لے آئے۔ آپؑ نے قبر پر اپنا ہاتھ مارا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ قبر شگافتہ ہوئی اور اس میں سے ایک سفید ریش بزرگ نمودار ہوئے اور انہوں نے اپنے سر سے خاک جھاڑی اور انہوں نے سید حمیری کو مخاطب کر کے کہا:

ابو ہاشم! مجھے جانتے ہو؟

سید حمیری نے کہا: نہیں، میں نہیں جانتا۔

انہوں نے کہا: میں محمد بن حنفیہ ہوں۔ امام حسینؑ کے بعد امام علی بن الحسینؑ ہیں۔ ان کے بعد محمد بن علی امام ہیں اور ان کے بعد یہ (امام جعفر صادق) امامؑ ہیں۔

یہ کہہ کر وہ دوبارہ قبر میں چلے گئے اور قبر مل گئی۔

جب اسماعیل بن محمد نے امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ معجزہ ملاحظہ کیا تو انہوں

نے محمد بن حنفیہ کی امامت کا عقیدہ چھوڑ دیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ اپنایا اور انہوں نے اس موقع پر اپنی یہ مشہور نظم کہی تھی:

تجعفرت باسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر

وایقنت ان اللّٰہ یعفو ویغفر

ودنت بدین غیر ما کنت دائنا

بہ ونہانی سیدالناس جعفر

میں اللہ کا نام لے کر جعفری بن گیا اور اللہ سب سے بڑا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔
اور میں نے اپنے پرانے نظریات چھوڑ دیئے ہیں کیونکہ ان نظریات سے تمام انسانوں کے سردار جعفر صادق نے مجھے منع کیا ہے۔ (ملخصا عن اعلام الوریٰ، ص ۲۷۸-۲۸۱)

وفات کے بعد اپنے والد ماجد سے ملاقات کرنا

عبدالرحمٰن خثعمی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

ایک دن میں اپنے والد ماجد علیہ السلام کے ساتھ ایک جاگیر پر جا رہا تھا اور جب ہم شہر سے نکل کر صحرا میں پہنچے تو ایک سفید سر اور سفید ریش والے بزرگ ملے۔ میرے والد ماجد نے انہیں سلام کیا اور سواری سے اترے اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ میں نے کئی بار سنا کہ میرے والد ان سے یہ کہتے تھے: جعلت فداک، میں آپ پر قربان جاؤں۔ الغرض میرے والد اور وہ بزرگ کافی دیر تک بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے۔ پھر وہ بزرگ روانہ ہوئے جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہوئے اس وقت تک میرے والد ان کی پشت کو دیکھتے رہے۔

میں نے اپنے والد سے پوچھا: ابا جان! یہ بزرگوار کون تھے؟

میرے والد نے فرمایا: یہ میرے والد تھے۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۸۲)

مُردوں کو زندہ کرنا

جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اہلِ خراسان میں سے ایک شخص آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

میں آپؑ پر قربان جاؤں' میں اور میری والدہ آپؑ کا حق مودت ادا کرنے کے لیے آ رہے تھے کہ میری والدہ کا یہاں سے تھوڑے فاصلے پر انتقال ہو گیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ اپنی ماں کو یہاں لے آؤ۔

جابر کا بیان ہے کہ میں نے اس سے بڑھ کر منزل تسلیم پر فائز شخص کبھی نہیں دیکھا۔ وہ مولاؑ کے فرمان پر کوئی رد و قدح کیے بغیر واپس چلا گیا اور کچھ دیر بعد اپنی والدہ کو لے آیا۔

جب اس کی والدہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے پکار کر کہا: یہی تو ہیں جنھوں نے ملک الموت کو میری روح واپس کرنے کا حکم دیا تھا۔

پھر اس خاتون نے امام علیہ السلام سے عرض کیا:

مولاؑ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اہل ایمان سے بھلائی کرو۔ بعض اوقات انسان کی عمر تیس برس ہوتی ہے لیکن وہ لوگوں سے بھلائی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تریسٹھ سال کی عمر دے دیتا ہے۔ اور کبھی انسان کی عمر تریسٹھ سال ہوتی ہے اور وہ لوگوں سے بھلائی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو کم کر کے تیس سال کر دیا ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲۵)

راوی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا:

مولاؑ! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ میرا باپ مر گیا اور وہ کائنات کا بدترین ناصبی

تھا۔ اس کے بغض و عداوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے مجھے محبِ آلِ محمدؐ سمجھ کر مجھ سے اپنی دولت چھپا دی اور مجھے یقین ہے کہ اس کے پاس بہت سی دولت تھی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک رقعہ پر اپنی مہر ثبت فرمائی اور اس شخص کو رقعہ دے کر فرمایا:

اس وقت تیرے باپ کی روح برہوت میں پہنچ چکی ہے اور پھر آپؑ نے وادی برہوت پر موکل فرشتے کا اسے نام بتایا اور فرمایا:

تم برہوت جاؤ اور وہاں تین بار اس کا نام لے کر آواز دو۔ وہ تمہیں جواب دے گا۔

چنانچہ وہ شخص گیا اور اس نے تین بار داروغہِ برہوت کا نام لے کر صدا دی۔ تیسری آواز پر داروغہِ برہوت اس کے پاس آیا تو اس شخص نے اسے امام علیہ السلام کا رقعہ دیا۔ اس نے آپؑ کے رقعہ کو آنکھوں پر لگایا اور کہا:

تو اس کا پیغام لے کر آیا ہے جسے اللہ نے فضیلت دی ہے اور اس کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اب تم اپنی حاجت بیان کرو۔

اس شخص نے کہا: تم مجھے میرے والد سے ملواؤ کیونکہ اس نے مجھے محبِ اہلِ بیتؑ سمجھ کر اپنی تمام دولت کہیں چھپا دی تھی اور میں اس سے اس دولت کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں۔

داروغہِ برہوت نے کہا: میں اسے تیرے پاس لاؤں گا لیکن وہ اپنی اصلی حالت میں نہیں ہوگا اور جب وہ آ جائے تو تم اس سے پوچھ لینا۔

اس کے بعد داروغہِ برہوت اس کے باپ کو لے آیا۔ اس کی شکل بدل چکی تھی اور اس کی گردن میں زنجیر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو رو پڑا اور کہا: ہائے میرا بیٹا!

جب بیٹے نے اپنے باپ کی آواز پہچانی تو کہا' ابا! تمہیں یاد ہوگا میں تمہیں تمہارے غلط نظریات سے روکتا تھا لیکن تم پرواہ نہیں کرتے تھے اب تم نے اپنا انجام دیکھ لیا ہے۔

اس کے باپ نے کہا: مجھ پر بدبختی غالب تھی۔ پھر اس نے کہا: تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

بیٹے نے کہا: مجھے اپنی دولت کی نشان دہی کرو تم نے کہاں چھپا رکھی تھی؟

باپ نے کہا: اس مسجد میں چلے جانا جہاں میں نماز پڑھا کرتا تھا اور اس کے صحن کو دو یا تین ہاتھ کھود لینا میں نے اس میں چار ہزار دینار چھپائے تھے۔

بیٹے نے کہا: مجھ سے غلط بیانی تو نہیں کر رہا؟

باپ نے کہا: تو جس کا قاصد بن کر آیا ہے بھلا اس کے قاصد سے بھی کوئی غلط بیانی کر سکتا ہے؟

پھر برہوت کا داروغہ اسے واپس لے جانے لگا اور اس نے امام علیہ السلام کے قاصد سے کہا کوئی اور حکم ہو تو بتاؤ۔

اس نے کہا: میری یہی درخواست ہے کہ میرے دشمن آل محمدؐ باپ پر عذاب میں اضافہ کرو۔

پھر وہ شخص وہاں سے واپس آیا اور اس نے بتائی ہوئی جگہ کھود کر چار ہزار دینار حاصل کیے۔ اور اس کے بعد وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے تمام ماجرا آپؑ سے بیان کیا۔ آپؑ نے اس کی تمام روئیداد سن کر فرمایا:

اگر تم اس پر نرمی کی درخواست کرتے تو اللہ اسے اس کا فائدہ ضرور دیتا اور اس کے عذاب میں کمی کر دیتا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲۷)

عیسٰی بن مہران سے روایت ہے کہ اہلِ خراسان میں سے ماوراء النہر کا رہنے والا ایک شخص خوش حال اور محبّ اہلِ بیتؑ تھا۔ اور وہ ہر سال حج کے لیے جاتا تھا اور حج سے

فارغ ہوکر امام جعفر صادق کی زیارت کے لیے مدینہ جاتا تھا اور اپنے مال میں سے ایک ہزار دینار امامؑ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتا تھا۔ اس کی بیوی اس کی چچازاد تھی۔ وہ دونوں ہی خوش حال تھے۔

ایک سال اس نے اپنے شوہر سے کہا: آپ اس سال مجھے بھی اپنے ساتھ حج و زیارت پر لے کر جائیں۔ اس کے شوہر نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ اس نے حج و زیارت کا سامان تیار کیا اور اس مومنہ بی بی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی صاحبزادیوں کے لیے خراسان کے فاخرہ لباس تیار کرائے اور جواہرات فراہم کرائے۔ اس کے شوہر نے بھی حسب معمول ایک ہزار دینار تھیلے میں رکھے اور اس تھیلے کو اس صندوق میں رکھا جس میں زیورات اور عطریات تھے۔ چنانچہ وہ یہ تمام سامان فراہم کر کے مدینہ کی طرف چل پڑا۔ مدینہ پہنچ کر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا اور کہا:

مولاؑ! میں اس بار اپنی بیوی کو بھی حج و زیارت کے لیے ساتھ لایا ہوں۔ اگر آپؑ اجازت دیں تو وہ آپؑ کے اہلِ پردہ سے جا کر ملاقات کر سکے۔

آپؑ نے اجازت دی۔ وہ مومنہ آئی اور اس نے اپنی طرف سے مخدرات عصمت بیبیوں کو تحفے تحائف پیش کیے اور پھر اپنی قیام گاہ پر واپس چلی گئی۔

دوسرے دن شوہر نے اپنی بیوی سے کہا وہ صندوق نکالو جس میں ایک ہزار دینار رکھے ہوئے ہیں۔ بیوی نے وہ صندوق شوہر کے سپرد کیا جب اس نے صندوق کھولا تو اس میں دینار موجود نہ تھے۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ اس صندوق میں باقی زیورات وغیرہ سب کچھ موجود تھا۔ یہ دیکھ کر وہ مومن بہت حیران ہوا کہ صرف دینار ہی غائب ہیں اور باقی تمام چیزیں موجود ہیں۔ پھر اس مومن نے ان زیورات کو رہن رکھ کر ایک ہزار دینار قرض کیا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں جا کر حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: تمہارے ایک ہزار دینار تو ہم تک پہنچ چکے ہیں۔

اس نے کہا: مولاؑ! میں تو اب پیش کر رہا ہوں، پہلے کیسے پہنچ گئے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے کچھ رقم کی ضرورت تھی اور جو رقم تم میرے لیے لے کر آ رہے تھے میں نے ایک جن کے ذریعہ سے وہ رقم منگوا لی تھی اور جب کبھی اچانک ضرورت پڑ جاتی ہے تو میں اپنے شیعہ جنات کے ذریعے سے وہ کام کرا لیتا ہوں۔

چنانچہ اس مومن نے دکاندار کو ایک ہزار دینار واپس کیے اور اس سے زیورات لے لیے اور جب وہ زیورات لے کر گھر پہنچا تو اس کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس نے کنیز سے حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ تمہاری بیوی اچھی بھلی تھی بس اچانک اسے دل کے مقام پر شدید درد ہوا اور اس کا انتقال ہو گیا۔

خراسانی نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور قبر کھدوائی۔ پھر امام علیہ السلام کے پاس گیا اور عرض کیا:

مولاؑ! میری بیوی کا انتقال ہو چکا ہے آپؑ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔

امام علیہ السلام نے اسے تسلی دلائی اور آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی اور اس سے کہا: تم اپنے گھر جاؤ، تمہاری بیوی زندہ سلامت ہے اور جب تم گھر میں قدم رکھو گے تو وہ اس وقت کنیز کو ہدایت دے رہی ہوگی۔

یہ سن کر وہ مومن اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی خوش و خرم بیٹھی ہوئی کنیز کو ہدایات دے رہی تھی۔

خراسانی حج کے لیے مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوا اور اس سال امام جعفر صادق علیہ السلام بھی حج پر گئے۔ طواف کے دوران خراسانی کی بیوی کی امام علیہ السلام پر نظر پڑی تو اس نے اپنے شوہر سے کہا:

یہی تو وہ شخص ہیں جنہوں نے میری روح واپس کرنے کی سفارش کی تھی۔

اس کے شوہر نے کہا: یہی تو میرے آقا و مولا امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔

(الخراج، ج ۲، ص ۶۲۷)

عبدی کی بیوی کی زندگی میں بیس سال کا اضافہ

صفوان بن یحییٰ نے عبدی سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک بار میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ میں ایک عرصہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے محروم ہوں کیا ہی بہتر ہو کہ ہم دونوں اس سال حج کرنے جائیں اور حج کی سعادت کے ساتھ امام علیہ السلام کی زیارت کا بھی شرف حاصل کریں۔

میں نے کہا کہ اس سال میرے پاس تو سفر حج کے لیے زادِ راہ نہیں ہے۔

میری بیوی نے کہا: میرے پاس کچھ ملبوسات اور زیورات ہیں تم انہیں فروخت کرو اور اس سے جو رقم حاصل ہوگی ہم اس سے حج کریں گے۔

چنانچہ میں نے بیوی کے مشورے پر عمل کیا اور ہم نے سفر شروع کیا اور جب مدینہ کے قریب پہنچا تو میری بیوی بہت سخت بیمار ہوگئی اور مرنے کے قریب ہوگئی۔ میں اس کی زندگی سے ناامید ہو کر اسے خیمہ میں لٹا کر امام علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس وقت آپؑ نے گیروے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

میں نے سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے میری بیوی کی خیریت دریافت کی۔ میں نے بتایا کہ وہ قریب المرگ تھی اور شاید اب تک مر بھی گئی ہو اور میں اس کی زندگی سے ناامید ہو کر آپؑ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر آپؑ نے کچھ دیر تک تامل فرمایا اور فرمایا:

عبدی! کیا تم اپنی بیوی کے لیے زیادہ پریشان اور غمگین ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں مجھے اس کی طرف سے کافی پریشانی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں اس کے لیے غمگین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے دعا کر دی ہے جب تم جاؤ گے تو اسے صحت یاب پاؤ گے اور خادمہ اسے شکر کھلا رہی ہوگی۔

عبدی کا بیان ہے کہ میں فوراً وہاں سے واپس آیا۔ جب میں نے خیمہ میں قدم رکھا تو میری بیوی مکمل طور پر صحت یاب تھی اور توانا دکھائی دیتی تھی اور خادمہ اسے شکر کھلا رہی تھی۔

میں نے کہا: میں تمہاری زندگی سے ناامید ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں دعائے صحت کے لیے امام علیہ السلام کے پاس گیا اور میں نے ان سے تمہارے مرض کا ذکر کیا۔ انہوں نے تمہارے حق میں دعا مانگی اور فرمایا کہ جب تم جاؤ گے تو وہ صحت یاب ہو چکی ہوگی اور خادمہ اس کو شکر کھلا رہی ہوگی۔

زوجہ نے کہا: اب آپ میری سرگزشت بھی سنیں۔ آپ کے جانے کے بعد میرا دم ٹوٹ چکا تھا اور ملک الموت میری روح قبض کرنے کے لیے آ چکا تھا کہ اتنے میں ایک بزرگ نمودار ہوئے جنہوں نے گیروے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اور انہوں نے پوچھا تیرا کیا حال ہے اور تیری طبیعت کیسی ہے؟

میں نے ناامیدی کے عالم میں آنکھیں جھپکائیں اور کہا: بس اب دمِ واپسیں ہے اور میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہوں۔

میرا یہ جواب سن کر اس بزرگ نے ملک الموت سے کہا:

کیا تجھے ہماری بات ماننے اور اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا؟

ملک الموت نے کہا: جی ہاں ہم فرشتے آپؑ کے اطاعت گزار ہیں۔

پھر اس بزرگ نے فرمایا: میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اس کی موت کو بھی سال تک مؤخر کردو۔

ملک الموت نے کہا: سر آنکھوں پر۔ پھر ملک الموت اور وہ بزرگ یہاں سے چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد مجھے ہوش آ گیا اور میں نے اپنے آپ کو صحت مند اور تندرست پایا۔ (الخرائج، ج ۱، ص ۲۹۴)

داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا

تھا کہ ایک نوجوان روتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

مولا! میں نے منت مانی تھی کہ اپنی بیوی کے ساتھ حج کروں گا لیکن وہ یہاں پہنچ کر مرگئی۔

آپؑ نے فرمایا: جاؤ وہ مری نہیں ہے۔

اس نے کہا: مولا! وہ واقعی مر چکی ہے اور میں اسے کفن پہنا کر آپؑ کے پاس آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تم میرے کہنے پر عمل کرو اور جا کر دیکھو۔

وہ نوجوان واپس گیا اور کچھ دیر بعد ہنستا مسکراتا ہوا آیا اور کہا:

مولا! آپؑ نے سچ فرمایا تھا۔ وہ تو زندہ بیٹھی تھی۔

آپؑ نے مجھے (داؤد) سے مخاطب ہو کر فرمایا:

داؤد! کیا اب بھی تم ایمان نہیں لائے؟

میں نے کہا: کیوں نہیں میں تو صرف اطمینانِ قلب چاہتا تھا۔

پھر ترویہ کے دن آپؑ نے مجھ سے فرمایا تھا:

مجھے اپنے خدا کے گھر کی زیارت کا اشتیاق ہے۔

میں نے کہا: مولا! یہ عرفات ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جب عشاء کی نماز پڑھ لو تو میرے ناقہ کی مہار تھام کر اسے لے آنا۔

میں عشاء کے بعد ناقہ لے کر آیا۔ آپؑ برآمد ہوئے۔ آپؑ نے پہلے سورہ اخلاص اور سورہ یٰسین کی تلاوت کی۔ پھر ناقہ پر سوار ہوئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ ناقہ پر سوار کیا اور ہم رات کے وقت آہستہ آہستہ چلے اور اعمال بجالاتے گئے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ بیت اللہ ہے۔

پھر ہم نے وہاں کے اعمال بھی سرانجام دیئے۔ جب صبح طلوع ہوئی تو آپؑ نے

اذان واقامت کہی اور مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا۔ پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ والضحٰی کی تلاوت کی اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ اخلاص پڑھی۔ پھر قنوت پڑھا اور سلام پڑھ کر بیٹھ گئے۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو وہی نوجوان اپنی بیوی کو لے کر ادھر سے گزرا اور اس کی زوجہ کی جیسے ہی آپ کے چہرے پر نظر پڑی تو اس نے اپنے شوہر سے کہا:

یہی تو وہ شخص ہیں جنہوں نے اللہ سے سفارش کر کے مجھے دوبارہ زندگی دلائی تھی۔ (الثاقب فی المناقب' ص۱۶۲' حدیث ۱۳)

اعجازِ خلیل

یونس بن ظبیان کا بیان ہے کہ میں ایک اجتماع میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا اور میں نے آپؑ سے پوچھا کہ اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا: فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ ''چار پرندے پکڑ کر انہیں اپنے سے مانوس کرو''۔ تو آیا وہ چاروں پرندے ایک ہی قسم کے تھے یا مختلف قسموں سے تعلق رکھتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں تم لوگوں کو وہی معجزہ دکھاؤں؟

ہم نے کہا: جی ہاں۔

پھر آپؑ نے آواز دے کر فرمایا: مور (آجاؤ)

ہم نے دیکھا کہ ایک مور اڑتا ہوا آپؑ کی خدمت میں آ گیا۔

پھر آپؑ نے کوے کو آواز دی۔ کوا فوراً اڑتا ہوا آ گیا۔

پھر آپؑ نے باز کو آواز دی تو باز بھی اڑتا ہوا آ گیا۔

پھر آپؑ نے کبوتر کو آواز دی تو کبوتر بھی اڑتا ہوا آ گیا۔

اس کے بعد آپؑ نے ان سب پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت کو قیمہ بنا کر آپس میں مخلوط کرنے کا حکم دیا۔ جب چاروں پرندوں کا گوشت آپس میں مل گیا تو آپؑ

نے مور کا سر اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا:

"اے مور! ادھر آ"۔

ہم نے دیکھا اس کا گوشت' ہڈیاں اور پر و بال اس قیمہ میں سے نکل نکل کر سر کے ساتھ ملنے لگے اور کچھ دیر بعد وہ مکمل مور بن کر زندہ ہوگیا اور آپؑ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ پھر آپؑ نے باری باری دوسرے پرندوں کے سر ہاتھ میں لے کر انہیں صدا دی تو وہ زندہ ہو کر آپؑ کے سامنے کھڑے ہوتے گئے۔ (الخراج' ج ۱' ص ۲۹۷)

شاہِ ہند کا ایمان لانا

ابوالصلت ہروی نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

میرے والد ماجد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد ماجد علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ دروازے پر بہت سے سوار کھڑے ہیں اور وہ آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔

میرے والد ماجد نے مجھ سے فرمایا کہ جا کر دیکھو وہ کون لوگ ہیں؟

میں نے جا کر دیکھا کہ بہت سے اونٹوں پر صندوق لدے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ایک شخص گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

اس نے بتایا کہ میں سندھ (ہند) کا رہنے والا ہوں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔

میں نے والد ماجد کو اس کا پیغام پہنچایا۔

آپؑ نے فرمایا: میں اس نجس اور خائن شخص سے ملنا پسند نہیں کرتا۔

وہ شخص ایک طویل عرصہ تک دروازے پر ٹھہرا رہا مگر آپؑ نے اسے ملاقات کی اجازت عطا نہ فرمائی۔ آخرکار یزید بن سلیمان اور محمد بن سلیمان نے اس کی سفارش کی تو

آپؑ نے اجازت دی۔

وہ ہندی اندر آیا اور آپؑ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا: اللہ آپؑ کی صلاحیتوں میں اضافہ کرے میں سندھ (ہند) کا رہنے والا ہوں اور میرے بادشاہ نے مجھے ایک خط دیا ہے جو سربمہر ہے اور میں دروازے پر ایک عرصہ تک انتظار میں کھڑا رہا۔ آخر میرا جرم کیا ہے؟ اور کیا اولادِ انبیاء مہمانوں سے اسی طرح کا سلوک کیا کرتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تمہیں تھوڑی دیر تک اس کی وجہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

امام موسٰی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے خط لے کر پڑھو۔

میں نے خط لیا اور کھول کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط جعفر بن محمد کی طرف ہے جو کہ ہر ناپاکی سے پاک ہے اور اسے شاہِ ہند کی جانب سے روانہ کیا جاتا ہے۔

امابعد! اللہ نے آپ کے ذریعہ سے مجھے ہدایت دی۔ میرے پاس ایک کنیز بھیجی گئی ہے ایسی حسین و جمیل کنیز میں نے کبھی نہیں دیکھی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صرف آپؑ کے ہی قابل ہے' اسی لیے میں آپؑ کو یہ کنیز ہدیہ کر رہا ہوں۔ میں اس کے ساتھ بہت سے زیورات' جواہرات اور عطریات بھی بھیج رہا ہوں اور اس کے بھیجنے کے لیے میں نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ میں نے تمام وزراء کو بلایا۔ ان میں سے ایک ہزار امین افراد چنے' پھر ان ایک ہزار میں سے ایک سو کا انتخاب کیا اور ایک سو میں ایک شخص کو بعنوان امین منتخب کیا جس کا نام میزاب بن حباب ہے اس سے زیادہ امین شخص میں نے کسی کو نہیں پایا۔ چنانچہ میں اس کنیز کو اس امین مملکت کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے خائن! اسے واپس لے جا' یہ کنیز قبول کرنے کے لائق نہیں ہے تو نے امانت میں خیانت کی ہے۔

اس نے حلف اٹھا کر کہا میں نے کوئی خیانت نہیں کی۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تیرا یہ کپڑا تیری خیانت کی گواہی دے دے تو کیا تو اللہ پر ایمان لائے گا اور صداقت اسلام کو تسلیم کر کے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے گا؟

اس نے کہا کہ آپؑ مجھے اس سے معاف ہی رکھیں تو بہتر ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے چاہیے کہ اپنی بدعملی کی روئیداد بادشاہ کو لکھ بھیجو۔

اس نے کہا: اگر آپؑ میری کسی خیانت سے واقف ہیں تو آپؑ ہی اسے خط لکھ دیں۔ اس شخص نے پوستین کا کوٹ پہنا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اس کوٹ کو اتارو۔ اس نے کوٹ اتارا۔ آپؑ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بیان ہے۔ میں نے سنا آپؑ سجدے میں کہہ رہے تھے:

اللھم ان اسئلک بمعا قد العز من عرشک ومنتھٰی الرحمة من کتاب ان تصلی علی محمد عبدک ورسولک وامینک فی خلقک واله وان تاذن لعزو ھذا الھندی ان یتکلم بلسان عربی مبین یسمعه من فی المجلس من اولیائنا لیکون ذلک عندھم ایة من ایات اھل البیت فیزدادوا ایمانا مع ایمانیھم

''پروردگار! تجھے تیرے عرش کے عزت کے سہاروں کا واسطہ اور تجھے تیری رحمت کی اس انتہا کا واسطہ جس کا ذکر تو نے اپنی کتاب میں کیا ہے تو اپنے بندے اور رسول اور مخلوقات میں تیرے امین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیج اور اس ہندی کے کوٹ کو بولنے کی توفیق عطا فرما کہ وہ فصیح و بلیغ عربی میں اس کی تمام تر روئیداد بیان کرے جسے مجلس میں موجود

ہمارے تمام دوست سن سکیں اور اس گفتگو کو اہل بیتؑ کے معجزات
میں سے ایک معجزہ قرار دے تاکہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ
ہو سکے''۔

اس کے بعد آپؑ نے سر سجدہ سے اٹھایا اور فرمایا:

اے پوستین! اس ہندی کی خیانت کی روئیداد بیان کر۔

جیسے ہی آپؑ کے الفاظ ختم ہوئے' کوٹ میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ دنبہ کی مانند بن گیا اور اس نے کہا:

فرزند رسولؐ! شاہِ ہند نے اس شخص کو اس کنیز پر امین مقرر کیا تھا اور اس نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ اس کی حفاظت کرے۔ لیکن جب ہم سفر کرتے ہوئے ایک صحرا میں پہنچے تو سخت بارش ہوئی اور ہمارا سامان بھیگ گیا۔ پھر جب بارش رکی اور مطلع صاف ہوا اور سورج نکل آیا تو اس نے اس خادم کو بلایا جو اس کنیز کی خدمت پر مامور تھا اور اس کا نام بشر ہے اور اس نے اس سے کہا: تم نزدیکی قصبہ میں جاؤ اور وہاں سے خورد ونوش کا کچھ سامان لے آؤ۔

اس کا حکم سن کر وہ نوکر قصبہ کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر اس نے کنیز کو محمل سے اتار کر خیمہ میں آنے کے لیے کہا۔ کنیز نے کیچڑ سے اپنے کپڑے بچانے کے لیے اپنا پائنچہ اوپر اٹھایا۔ اس بددیانت کی نظر اس کی پنڈلی پر پڑی تو اس نے کنیز کو دعوتِ گناہ دی اور کنیز بھی راضی ہوگئی۔ چنانچہ اس نے امانت میں خیانت کی۔

جب کوٹ نے ساری روئیداد بیان کی تو ہندی آپ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا: خدارا! آپ مجھ پر رحم کریں واقعاً مجھ سے بددیانتی ہوئی ہے۔

اس کے اقرارِ جرم کے بعد کوٹ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ آپؑ نے ہندی سے فرمایا:

اب اس کوٹ کو پہن لے۔ ہندی نے جیسے ہی کوٹ پہنا تو وہ اس کے گلے میں

چپک گیا جس سے اس کا سانس گھٹنے لگا اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے کوٹ! اس کو چھوڑ دے تاکہ یہ اپنے بادشاہ کے پاس جائے اور وہ اس کو قرار واقعی سزا دے۔

کوٹ نے اس کا گلا چھوڑ دیا۔ پھر ہندی نے کہا: آپؑ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپؑ اسے قبول کر لیں اگر آپؑ نے اس ہدیہ کو واپس کیا تو بادشاہ مجھے ناقابلِ برداشت سزا دے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تو اسلام لے آئے اور کلمہ پڑھ لے تو میں یہ کنیز تجھے ہبہ کر دوں گا اور تیرے بادشاہ سے تیری سفارش بھی کروں گا۔

ہندی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر آپؑ نے کنیز کے علاوہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے دوسرے تحفے قبول کر لیے۔ اور ہندی کو کنیز سمیت واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد وہ ہندی کنیز کو ساتھ لے کر اپنے وطن چلا گیا۔ پھر کچھ ماہ بعد سلطانِ ہند کی طرف سے آپ کو اس مضمون کا ایک خط موصول ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام بادشاہِ ہند کی طرف سے!

اما بعد! میں نے ایک کنیز اور کچھ عاجزانہ ہدیے آپؑ کی خدمت میں روانہ کیے تھے۔ آپؑ نے میرے ہدیے قبول کر لیے لیکن آپؑ نے کنیز کو مسترد کر دیا جس سے میرے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ انبیاء اور ان کی اولاد صاحبِ علم ہوتی ہے اور میرے قاصد نے امانت میں خیانت کی ہے لہٰذا میں نے اپنی طرف سے جعلی خط تیار کیا اور میں نے اس سے کہا کہ امام نے مجھے خط لکھا ہے جس میں انہوں نے تیری خیانت کی شکایت کی ہے۔

اس کے بعد جب میں نے اس پر سختی کی تو اس نے اپنی خیانت کی تمام داستان مجھ سے بیان کی اور اس نے مجھ سے کوٹ کا واقعہ بھی بیان کیا۔

یہ واقعہ سن کر مجھے جہاں غصہ آیا وہاں یہ خوشی بھی ہوئی کہ میرے دل کو آپؑ کی صداقت پر زیادہ یقین آ گیا اور اس سے مجھے اطمینان ہو گیا کہ آپؑ صحیح معنوں میں انبیاء کے وارث ہیں۔ اب مجھے آپؑ کی امامت پر مکمل اطمینانِ قلب حاصل ہو چکا ہے۔

میں نے دونوں بدکاروں کو قتل کرا دیا ہے اب میں دل کی گہرائیوں سے ایمان لاتا ہوں اور یہ کہتا ہوں:

اشهد ان لا الـٰه الا الله محمد رسول الله وانت حجة الله

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ اللہ کی حجت ہیں۔

پھر کچھ دنوں کے بعد شاہ ہند ترک وطن کر کے امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہمیشہ کے لیے اس نے آپؑ کے پاس رہائش اختیار کر لی۔ (الخرائج، جلد ا، ص ۲۹۹)

سوال سے قبل جواب دینا

اہلِ بیرما کے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر میں زیارت کا شرف حاصل کر کے ان سے رخصت ہوا اور مدینہ سے مقام اعوص پر پہنچ گیا۔ وہاں جا کر مجھے یہ مسئلہ یاد آیا کہ آیا مرغابی کے انڈے کھانے چاہئیں یا نہیں؟

میں یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے واپس مدینہ آیا اور میں آپؑ کے بیت الشرف میں پہنچا اور وہاں میں نے دیکھا کہ محفل بھری ہوئی تھی۔ ابھی میں اس انتظار میں تھا کہ حضرتؑ میری طرف توجہ کریں تو میں ان سے یہ مسئلہ پوچھوں۔ اچانک آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

یابت دعـانا مـبتا "یعنی مرغابیوں کے انڈے نہ کھاؤ"۔

(بصائر الدرجات، ص ۳۳۴)

غیب کی اطلاع

محمد بن ابی النصر کا بیان ہے کہ جسر بابل کے ایک رہائشی نے مجھ سے بیان کیا کہ جس گاؤں میں مَیں رہتا تھا وہاں میرا ایک ہمسایہ تھا جو کہ دشمنِ آل محمد تھا اور اسی دشمنی کی وجہ سے وہ مجھ سے سخت نفرت کرتا تھا اور مجھے چڑانے کے لیے ''رافضی'' کہتا تھا۔ ہم اسے ''قرد القریہ'' بستی کا بندر کہتے تھے۔

ایک سال میں حج کے لیے مکہ آیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو آپؑ نے ازخود مجھ سے فرمایا:

قوفہ ما نامت، یعنی بستی کا بندر مر گیا۔

میں نے کہا: مولاؑ! وہ کب ہوا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ فلاں دن اور فلاں وقت مرا۔

میں نے وہ دن اور وقت اپنے پاس لکھ لیا اور جب حج سے فارغ ہو کر اپنے گاؤں گیا اور میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ اس عرصہ میں کون مرا کون جیا؟

میرے بھائی نے کہا: بستی کا بندر مر گیا۔ میں نے اس سے تاریخ اور وقت دریافت کیا تو اس نے وہی تاریخ اور وقت بتایا جو امام علیہ السلام نے بیان کیا تھا۔

(بصائر الدرجات، ص۳۳۴)

مُردہ کو زندگی دلانا

محمد بن راشد نے اپنے والد سے روایت کی کہ مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اہلِ بیتؑ میں سے بڑا عالم کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ محمد بن عبداللہ بن حسن اس وقت سب سے بڑے عالم ہیں۔

میں ان کے پاس گیا اور ان سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اس سوال کا

جواب معلوم نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تو آپ حضرات کے متعلق یہ سنا تھا کہ آپ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔

محمد بن عبداللہ نے کہا: تم جعفر بن محمد علیہما السلام کے پاس جاؤ۔ان کے پاس تمہارے تمام سوالات کے جواب موجود ہیں۔

میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہوا تو مجھے پتہ چلا کہ سید اسماعیل بن محمد حمیری کی وفات ہوگئی ہے اور امام علیہ السلام ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے گئے ہیں۔

میں جنازے میں شامل ہوا تو میں نے آپؑ سے سوال پوچھا۔آپؑ نے مجھے جواب دیا۔جب میں جواب حاصل کر کے اٹھنے لگا تو آپؑ نے میرے کپڑے سے پکڑ کر مجھے بٹھا دیا اور فرمایا:

تم محدثین علم کو چھپاتے ہو۔

میں نے کہا: اللہ آپؑ پر رحم کرے' کیا آپؑ اس زمانہ کے امام ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' خدا کی قسم! میں ہی امامِ زمانہ ہوں۔

میں نے کہا: اس کی دلیل اور علامت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تمہارا جو جی چاہے مجھ سے پوچھ لو میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔

میں نے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی مر گیا ہے اور وہ اس قبرستان میں مدفون ہے آپ اسے زندہ کریں۔

آپؑ نے فرمایا: تو اس کے لائق تو نہیں ہے لیکن مجھے بتا کہ تیرے بھائی کا نام کیا تھا؟

میں نے کہا: اس کا نام احمد تھا۔

آپؑ نے فرمایا: احمد! اللہ کے حکم اور جعفر بن محمد کے حکم سے زندہ ہو جاؤ۔

آپؑ کے فرمانے کی دیر تھی کہ میرا بھائی زندہ ہو گیا اور اس نے مجھ سے کہا: بھائی! تم ان کی پیروی کرو۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۹۷)

کوثر کی سیر

عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے حوضِ کوثر کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

حوضِ کوثر کا طول بصرہ سے صنعاء تک کی مسافت کے برابر ہے۔ کیا تم اسے دیکھنا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں' میں آپؑ پر قربان۔

یہ سن کر آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ سے باہر لے آئے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہو کر زمین پر ٹھوکر ماری تو میں نے دیکھا کہ ایک نہر اتنی وسیع و عریض ہے کہ جس کا دوسرا کنارہ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس نہر میں ایک جانب کا پانی برف سے زیادہ سفید اور اس کا دوسرا کنارہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اور درمیان میں شرابِ طہور تھی جو یاقوت سے زیادہ حسین تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ خوش رنگ نہر کبھی نہیں دیکھی تھی۔

میں نے پوچھا: میں آپؑ پر قربان' یہ نہر کہاں سے نکلتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ جنت کی نہروں سے نکلتی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔ ایک پانی کا چشمہ ہے' ایک دودھ کا چشمہ ہے اور ایک شراب کا چشمہ ہے جو بہہ کر اس نہر میں گرتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ اس نہر کے کنارے بہت سے درخت تھے جن پر حوریں جھولا جھول رہی تھیں۔ ان کے لمبے لمبے گیسو تھے۔ میں نے ان سے زیادہ حسین و خوب صورت

کسی عورت کو نہیں دیکھا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں خوش نما پیالے تھے۔ پھر ہم آگے بڑھے۔ آپ نے ایک حور کو پانی پلانے کا اشارہ کیا۔

آپؑ کے فرمان پر جب وہ حور پانی بھرنے کے لیے جھکی تو اس کے ساتھ درخت کی شاخ بھی جھک گئی۔ اس نے پیالہ بھر کر امام علیہ السلام کو دیا اور ایک پیالہ مجھے دیا۔

میں نے اس جیسا شربت زندگی میں کبھی نہیں پیا تھا۔ اس سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ ایک ہی پیالے میں تین رنگ کی شراب تھی۔

میں نے تعجب کرتے ہوئے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں' آج تو میں نے ایک عظیم چیز دیکھی ہے جب کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ معاملہ ایسے بھی ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تو ہمارے شیعوں کی کم از کم جزا ہے۔ جب کوئی مومن فوت ہوتا ہے تو اس کی روح اس نہر پر پہنچا دی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی روح یہاں کے باغات میں عیش کرتی ہے اور وہ اس شراب طہور کو پیتا ہے اور جب ہمارا دشمن مرتا ہے تو اس کی روح وادی برہوت میں پہنچا دی جاتی ہے جہاں اسے ہمیشہ کا عذاب دیا جاتا ہے اور اسے زقوم کی غذا دی جاتی ہے اور پینے کے لیے گرم پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ خدا سے پناہ مانگو کہ وہ تمہیں وادی برہوت سے محفوظ رکھے۔ (اختصاص' ص ۳۲۱-۳۲۲)

ایک دشمن آلِ محمدؐ پر بددعا کا اثر

محمد بن راشد نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا:

حکیم بن عباس کلبی کوفہ میں آپ حضرات کی ہجو میں اشعار کہہ رہا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہیں اس کے ہجو یہ اشعار میں سے کوئی شعر یاد ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں' حکیم بن عباس کلبی نے اپنی نظم میں یہ شعر کہے ہیں:

صلبنا لكم زيدا على جذع نخلة

ولم نر مهديا على الجذع يصلب

وقستم بعثمان عليًّا سفاهة

وعثمان خير من علی واطیب

''ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر صلیب پر لٹکایا ہے۔ ہم نے کسی مہدی کو کھجور کے تنے پر صلیب چڑھا ہوا نہیں دیکھا۔

تم نے بے وقوفی کرتے ہوئے علیؑ کا موازانہ عثمان سے کیا ہے' جب کہ عثمان' علی سے بہتر اور زیادہ پاکیزہ تھے''۔

یہ شعر سن کر آپؑ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور غصہ کی وجہ سے آپؑ کے ہاتھ کپکپا رہے تھے اور آپؑ نے کہا:

پروردگار! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس پر اپنا ایک کتا مسلط فرما۔

حضرتؑ کی یہ بددعا قبول ہوئی۔ حکیم بن عباس کوفہ سے باہر گیا۔ اسے راستہ میں رات ہوگئی۔ اچانک ایک شیر نے اس پر حملہ کیا اور اس کا تیاپانچہ کر دیا۔ لوگوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس کے انجام کی خبر دی۔ اس وقت آپؑ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فوراً سجدۂ شکر ادا کیا اور کہا:

الحمدللّٰه الذی صدقنا وعده

''اس خدا کی حمد ہے جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دکھایا''۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۱۵)

موت سے آگاہ کرنا

علی بن اسماعیل کا بیان ہے کہ شعیب بن میثم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا:

کسی شخص کے لیے یہ بات بڑی اچھی ہے کہ اسے اس حالت میں موت آئے کہ وہ ہمارا محب ہو اور ہمارے دوستوں سے دوستی اور ہمارے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہو۔

شعیب بن میثم نے کہا: جی ہاں آقا! جس کو اس حال میں موت آ جائے تو وہ خوش بخت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: شعیب! اپنے آپ سے بھلائی کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ تم رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور اپنے بھائیوں سے بھلائی کرو اور کبھی کوئی چیز مستقبل کے لیے ذخیرہ نہ کرو۔ کیونکہ جس نے تمہاری اولاد کو پیدا کیا ہے وہی انھیں رزق دے گا۔

شعیب کا بیان ہے کہ جب میں نے مولا سے یہ جملے سنے تو مجھے یوں لگا جیسے آپ مجھے میری موت کی خبر دے رہے ہوں۔

علی بن اسماعیل کا بیان ہے کہ شعیب بن میثم واپس چلے گئے اور ابھی انھیں ایک ماہ کا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان کی وفات ہوگئی۔ (دلائل الامامة' ص ۱۱۷)

ابوحمزہ ثمالی کی موت کی پیشین گوئی

ابوبصیر کا بیان ہے کہ ایک بار امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: ابو محمد! ابوحمزہ ثمالی کا حال کیسا ہے؟

میں نے کہا: میں انہیں تندرست اور صحیح سلامت چھوڑ کر آیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: جب تم جاؤ تو اسے میرا سلام کہنا اور اسے بتا دینا کہ وہ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو مر جائے گا۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں وہ آپؑ سے انس ومحبت کرنے والا ہے اور وہ آپؑ کا شیعہ ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ اللہ کے پاس اس کے لیے جو کچھ تیار کیا گیا ہے وہ اسی کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا آپ کے شیعہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور ہر وقت خدا کی رضا کو مدنظر رکھیں اور گناہوں سے بچتے رہیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو وہ ہمارے ساتھ جنت کے درجہ میں ہوں گے۔

ابوبصیر کا بیان ہے کہ جب میں لوٹ کر واپس گیا تو اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ابوحمزہ ثمالی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۱۷)

سورہ بن کلیب کی موت کی خبر

صندل نے سورہ بن کلیب سے روایت کی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

سورہ! تم نے اس سال حج کیسے کیا؟

میں نے عرض کیا: میں نے حج کے لیے قرض لیا تھا اور مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کی مجھے توفیق عنایت فرمائے گا اور میں یہ چاہتا تھا کہ حج کروں اور اس بہانے آپ کی زیارت کروں اور آپ سے احادیث سماعت کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

تمہارے حج کا قرض تو اللہ نے میرے ذریعہ سے ادا کر دیا ہے۔ آپؑ نے مصلّی اٹھایا۔ اس میں سے کچھ دینار گنے اور بیس دینار مجھے دے کر فرمایا:

یہ تمہارے حج کا قرض ہے۔ پھر آپؑ نے اور بیس دینار عطا فرمائے اور فرمایا: یہ تمہارے مرنے تک تمہیں کافی ہیں۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں معلوم ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: سورہ! کیا تم نہیں چاہتے کہ تم ہمارے ساتھ ہو اور اپنے فلاں

فلاں بھائی کے پاس جاؤ۔

میں نے کہا: کیوں نہیں' میں تیار ہوں۔

صندل کا بیان ہے کہ اسی مہینہ میں سورہ کی وفات واقع ہوئی۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۱۸)

قبولیتِ دعا

علی بن محمد نے عبدالحمید کے متعلق روایت کی اور یہ محمد بن عبداللہ بن حسین کے قریبی دوستوں میں سے تھا۔ اسے ابوجعفر منصور دوانقی نے گرفتار کر کے سخت قید میں ڈال دیا تھا۔ وہ ایک عرصہ سے زندان میں تھا۔ حج کے موقع پر عرفہ کے دن امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن عبداللہ کی ملاقات ہوئی۔

آپؑ نے پوچھا: ابومحمد! تیرے دوست عبدالحمید کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: اسے ابوجعفر منصور نے ایک عرصہ سے قید کر کے تنگ و تاریک زندان میں ڈالا ہوا ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور مجھ سے فرمایا:

اے ابومحمد! اللہ نے تیرے دوست کو رہائی عطا کی ہے۔

محمد بن عبداللہ کا بیان ہے کہ اللہ نے میرے دوست عبدالحمید کو رہائی دلائی اور میں جب اپنے وطن گیا تو وہ رہا ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کب رہا ہوئے ہو؟

اس نے بتایا کہ مجھے روزِ عرفہ بعد نمازِ عصر رہائی ملی۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۱۸-۱۱۹)

بھیڑیئے سے گفتگو اور پہاڑ کا چلنا

ابوبصیر راوی ہیں کہ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور اس

نے آپ سے کہا: مقامِ مومن کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کل مقامِ احد پر آجانا' دوسرے دن وہ شخص مقامِ احد پر گیا تو اس نے دیکھا کہ آپؑ نماز پڑھ رہے تھے اور آپؑ کی سواری کا جانور ساتھ کھڑا تھا۔ جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک بھیڑیا آیا اور اس نے آپؑ سے یوں سرگوشی کی جیسا کہ کوئی انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: "میں نے کر دیا ہے"۔

اس کے بعد بھیڑیا وہاں سے چلا گیا اور سوال پوچھنے والے شخص نے آپؑ سے کہا: میں نے پوچھا تو کچھ اور تھا لیکن جو کچھ میں نے دیکھا وہ اس سے کہیں عظیم ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ بھیڑیا میرے پاس اس لیے آیا تھا کہ اس کی مادہ کے ہاں زچگی تھی لیکن بچہ پیدا ہونے میں مشکل پیش آرہی تھی۔ یہ مجھ سے دعا کرانے کے لیے آیا تا کہ ولادت میں آسانی ہو۔ میں نے اس کے حق میں دعا کی اور اس کے ساتھ یہ بھی دعا کی کہ خدا اس کی نسل کے کسی بھی بھیڑیئے کو ہمارے کسی شیعہ پر مسلط نہ کرے۔

میں نے پوچھا: مولا! مقامِ مومن کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مومن کا مقام اتنا بلند ہے اگر وہ پہاڑ کو حرکت کرنے کا حکم دے تو وہ چل پڑے۔

آپؑ نے جیسے ہی یہ الفاظ ادا کیے تو پہاڑ چلنے لگا۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں نے تو تجھے چلنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ میں نے تو یہ بات ازراہ مثال کہی تھی۔ اس کے بعد وہ پہاڑ اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۱۶۴)

جنگِ جمل کے متعلق اہلِ بصرہ کا سوال

سلیمان بن خالد سے مروی ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپؑ کے دربان نے آکر اطلاع دی کہ بصرہ کے کچھ لوگ آپؑ سے ملاقات

کے خواہش مند ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کتنے افراد ہیں؟

دربان نے کہا: مجھے ان کی تعداد معلوم نہیں ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: جاؤ اور ان کا شمار کرو۔

جب دربان باہر گیا تو آپؑ نے فرمایا: ان کی تعداد بارہ ہے اور وہ مجھ سے جنگِ جمل کے مرکزی کرداروں کے متعلق پوچھنے کے لیے آئے ہیں۔

آپؑ نے انھیں اجازت دی وہ اندر آئے اور انھوں نے کہا: ہم آپؑ سے کچھ پوچھنے کے لیے آئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ضرور پوچھو۔

انہوں نے کہا: آپؑ حضرت علیؑ اور طلحہ و زبیر اور بی بی عائشہ کی جنگ کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے تم کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا: ہم صرف آپؑ کا نظریہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم میرا نظریہ سن کر انکار کرو گے۔

انہوں نے کہا: ہم انکار نہیں کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ بعثتِ رسولؐ کے لمحات سے وفاتِ رسولؐ تک کے لمحات تک مومن رہے اور نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ پر کبھی کسی کو امیر مقرر نہیں کیا تھا۔ حضرت علیؑ کو جس سریہ اور غزوہ میں بھیجا گیا تو آپؑ کو امیر مقرر کر کے بھیجا گیا۔ حضرت عثمان کے بعد طلحہ و زبیر نے سب سے پہلے آپؑ کی بیعت کی تھی اور انہیں بیعت پر کسی نے بھی مجبور نہیں کیا تھا اور انہوں نے ہی سب سے پہلے آپؑ کی بیعت شکنی کی اور انہوں نے آپؑ کے خلاف جنگ برپا کی اور لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے انہوں نے بی بی عائشہ کو اپنے ساتھ شامل کیا اور میدانِ جنگ میں جو کچھ ہوا تم اسے بخوبی جانتے ہو۔

اہلِ بصرہ نے کہا: مان لیا طلحہ وزبیر نے ایسا کیا تھا لیکن بی بی عائشہ کا کیا قصور ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس جنگ میں جتنا بھی خونِ ناحق بہا ہے اس کی ذمہ داری بی بی، طلحہ اور زبیر پر عائد ہوتی ہے۔ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ تم ناکثین یعنی اہلِ بصرہ، قاسطین یعنی اہلِ شام اور مارقین یعنی اہلِ نہروان سے جنگ کرو گے۔

رسولؐ خدا کے فرمان کے تحت حضرتؑ نے تینوں گروہوں سے جنگ کی تھی۔

حضرتؑ کا یہ جواب سن کر اہلِ بصرہ نے کہا: اگر رسولؐ خدا نے اس کا حکم دیا تھا تو ساری قوم کو ہی گمراہ ماننا پڑے گا۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ تم میری بات کو نہیں مانو گے۔

اہلِ بصرہ نے کہا: یہ بات واقعی اتنی سخت ہے کہ اسے ماننے پر ہمارا دل ہی آمادہ نہیں ہوتا۔

حضرتؑ نے فرمایا: جو کچھ میں نے نظر انداز کیا ہے وہ میرے بیان کردہ جواب سے کہیں زیادہ ہے۔ جب تم اپنے دوستوں کے پاس جا کر انہیں میرا جواب سناؤ گے تو تمہارے انکار اور عناد میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

اس کے بعد وہ اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد آپؑ نے فرمایا:

سلیمان بن خالد! جب قائم آلِ محمدؑ کا ظہور ہوگا تو اہلِ بصرہ میں سے صرف ایک شخص ان کی پیروی کرے گا۔ ان لوگوں میں کوئی بھلائی نہیں یہ لوگ قدری زندیق ہیں اور وہ اللہ کے ساتھ کفر ہے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۲۰-۱۲۱)

اخبارِ غیب

ابوبصیر راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابو محمد! اپنے امام کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں! اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپؑ ہی میرے امام ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے ہاتھ آپؑ کے گھٹنوں پر رکھ دیئے۔

آپؑ نے فرمایا: ابو بصیر! تو نے سچ کہا' تجھے معرفت مل گئی اب اس پر قائم رہو۔

میں نے کہا: مولاؑ! میں آپؑ پر قربان جاؤں مجھے امامت کی علامت عطا فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: معرفت کے بعد علامت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرے یقین میں اضافہ ہو جائے اور میرے دل کو اطمینان ہو سکے۔

آپؑ نے فرمایا: ابو محمد! تم کوفہ جاؤ گے تمہیں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام عیسیٰ ہوگا اور عیسیٰ کے بعد تمہیں محمد نامی بیٹا پیدا ہوگا اور ان دو کے بعد تمہارے ہاں دو بیٹے اور پیدا ہوں گے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا نام صحیفہ جامعہ میں ہمارے شیعوں کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ صحیفہ مجلد اور زرد رنگ کا ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲۱-۱۲۲)

حضرتؑ کے اعجاز سے ایک شخص کا جعفری بننا

عمار ساباطی کا بیان ہے کہ مذہب اہلِ بیت کے اصول و نظریات کا مجھے کچھ بھی علم نہیں تھا اور جو بھی ان نظریات کا حامل ہوتا ہم اسے رافضی کہا کرتے تھے۔ ایک سال میں حج کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں روافض کی ایک جماعت سے میرا گزر ہوا اور انہوں نے مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آخر یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں جب کہ ان کے پاس جانے میں نہ تو کوئی بھلائی ہے اور نہ ہی کوئی ثواب ہے لیکن پھر میں نے دل میں سوچا کہ ان کے پاس چلا جاؤں تا کہ معلوم ہو سکے کہ یہ کیا

چاہتے ہیں۔

بہر نوع میں ان کے پاس گیا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے ایک سو دینار دیئے اور کہا جب مدینہ جاؤ تو یہ ہماری طرف سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں یہ نذرانہ پیش کرنا۔

میں نے کہا: مجھے اس سے معاف رکھو تو بہتر ہے کیونکہ راستے میں ڈاکہ بھی پڑ سکتا ہے اور یہ رقم ضائع بھی ہو سکتی ہے۔

انہوں نے کہا: تم بے خطر ہو کر یہ رقم اپنے پاس رکھ لو تمہیں کوئی ڈاکو نہیں لوٹے گا۔

میں نے دل میں کہا چلو اس سے ان لوگوں کی بات کا تجربہ تو ہو ہی جائے گا۔ چنانچہ میں نے ان سے وہ رقم لے لی۔ ابھی ہم راستہ طے کر رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا اور انہوں نے ہمارا سارا مال واسباب لوٹ لیا۔

پھر ایک جوان ہمارے پاس آیا اور اس نے میرا نام لے کر کہا:

عمار! کیا تم بھی لٹ گئے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر اس جوان نے کہا: اے اہلِ قافلہ! تم میرے پیچھے چلے آؤ۔ ہم اس کے پیچھے چلے یہاں تک کہ وہ ایک عربی قبیلہ کے خیام کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ ان لوگوں کا تمام سامان واپس کر دو۔

جیسے ہی جوان نے یہ بات کہی تو لوگ اپنے اپنے خیموں کی طرف دوڑ پڑے اور ہمارا لوٹا ہوا سامان واپس کرنے لگے۔ الغرض انہوں نے ہمارا سارا سامان ہمیں واپس لوٹا دیا۔

سامان ملنے پر میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور دل میں کہا کہ میں تمام قافلہ سے پہلے قبر رسولؐ پر جاؤں گا اور وہاں بیٹھ کر خدا کی حمد بجالاؤں گا۔

بہر نوع ہم مدینہ پہنچے۔ میں تمام قافلہ والوں سے پہلے قبر پیغمبر پر گیا اور میں نے وہاں آٹھ رکعات نمازِ شکرانہ پڑھنے کا قصد کیا۔ ابھی میں نے چار رکعتیں پڑھی تھیں کہ کسی نے مجھے آواز دے کر کہا:

عمار! ہم نے تمہارا تمام سامان واپس کر دیا ہے لیکن تم نے ابھی تک ہمارے دینار ہمیں واپس نہیں کیے۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا' مجھے کوئی دکھائی نہ دیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ شیطانی خیال ہوگا۔ پھر میں اٹھا اور چار رکعت نماز ادا کی اور جیسے ہی میں نے نماز مکمل کی تو کسی نے میرے گریبان سے پکڑ کر مجھے جھنجھوڑ کر کہا:

عمار! ہم نے تو تمہارا سامان واپس کرا دیا تھا مگر تم نے ہماری امانت ہمیں واپس نہیں کی۔

میں نے گریبان پکڑنے والے کو غور سے دیکھا تو وہ وہی جوان تھا جس نے ڈاکوؤں سے ہمیں سامان واپس دلایا تھا۔ پھر اس جوان نے مجھے یوں کھینچا جیسا کہ اونٹ کو کھینچا جاتا ہے اور میں مزاحمت بھی نہ کر سکا اور وہ جوان مجھے کشاں کشاں لیے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس لے آیا۔

امام علیہ السلام نے اس جوان سے فرمایا: ابوالحسن! اس کے پاس ایک ہمیانی ہے جس میں ایک سو دینار ہیں۔

جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے دل میں کہا کہ یہ لوگ خدائی الہام یافتہ ہیں کیونکہ میرے آنے سے قبل ان کے پاس نہ تو کوئی خط آیا ہے اور نہ ہی کسی قاصد نے آ کر ان کو ہماری داستان سے مطلع کیا ہے۔ ان کو کیسے معلوم ہوا کہ میرے پاس ان کی امانت کے سو دینار موجود ہیں!

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پاس صرف ایک سو دینار ہیں۔ نہ تو ان سے زیادہ ہیں اور نہ ہی کم ہیں تم وہ دینار ہمارے سپرد کر دو۔

میں نے وہ دینار آپؑ کے سپرد کیے اور میں نے آپؑ کو سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیک یابن عم رسول اللّٰہ

''رسولؐ خدا کے چچا کے فرزند آپؑ پر سلام''۔

آپؑ نے فرمایا: عمار! اس طرح سے نہیں۔

پھر میں نے آپؑ پر ان الفاظ سے سلام کیا۔

السلام علیک یابن وصی رسول اللّٰہ

''وصی رسولؐ کے فرزند آپ پر سلام''۔

پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھ کر فرمایا: کیا ابھی تیرے ایمان لانے کا وقت نہیں آیا؟

عمار کہتے ہیں خدا کی قسم! آپ کے ان الفاظ نے میرے دل پر اتنا اثر کیا کہ جب میں آپؑ کے پاس سے نکلا تو آپ کے دوستوں کو دوست اور آپؑ کے دشمنوں سے اظہار برأت کرتا ہوا برآمد ہوا۔ (دلائل الامامۃ' ص۱۲۲)

ابوبصیر کے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنا

ابوبصیر سے روایت ہے کہ ایک شامی شخص ہمارے پاس آیا۔ میں نے اس کو عقیدۂ امامت کی دعوت دی۔ اس نے میری دعوت کو قبول کیا۔ پھر وہ شامی بیمار ہوا اور میں اس کی عیادت کے لیے گیا تو اس نے مجھ سے کہا:

ابوبصیر! میں نے تمہارے کہنے پر عقیدۂ امامت کو تسلیم کیا۔ اب مجھ پر عالمِ نزع طاری ہے اب میرے لیے جنت کا کیا ہوگا؟

میں نے کہا: مت گھبرا' میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے تیری جنت کا ضامن ہوں۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ پھر میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے میرے کہے بغیر ازخود فرمایا:

تم نے جس شخص سے جنت کا وعدہ کیا تھا ہم نے وہ وعدہ پورا کر دیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲۴)

علمِ امام کی وسعت

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ ابلیس کو کتنا تسلط حاصل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے یہی تسلط حاصل ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال سکتا ہے۔

میں نے عرض کیا: ملک الموت کو کتنا تسلط حاصل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ لوگوں کی ارواح قبض کر سکتا ہے۔

میں نے کہا: ان دونوں کو تو مشرق و مغرب پر تسلط حاصل ہے لیکن آپ کو خدا نے کیا کچھ تسلط و تصرف عطا کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں مشرق و مغرب کی باتیں جانتا ہوں اور جو کچھ آسمانوں' زمین اور بحر و بر میں ہے میں اس کی تمام تر تعداد کو جانتا ہوں جب کہ یہ چیز نہ تو ابلیس کو میسر ہے اور نہ ہی ملک الموت کو میسر ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲۵-۱۲۶)

شیر کی سواری

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ منصور دوانقی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے پاس کوفہ طلب کیا تھا جب آپؑ کو واپسی کی اجازت ملی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

مفضل! میرے ساتھ مدینہ چلو گے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: جب رات اچھی طرح سے چھا جائے تو میرے پاس آنا۔

میں آپؑ کے فرمان کے مطابق رات کے وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آدھی رات کے وقت آپ مجھے لے کر باہر نکلے۔ جب ہم باہر آئے تو ایک شیر پر زین کسی ہوئی تھی۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر پھیرا اور انھیں کپڑے سے باندھ دیا۔ پھر آپ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا۔ جیسی ہی صبح ہوئی تو ہم مدینہ میں موجود تھے۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۲۵-۱۲۶)

علمِ امام

یونس کا بیان ہے کہ ہم ایک پہاڑ سے گزرے جہاں ہر طرف کیڑے ہی کیڑے تھے۔ انھیں دیکھ کر آپؑ نے فرمایا:

میں جانتا ہوں کہ ان میں نر کیڑے کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں۔ میں ان کی تعداد کو جانتا ہوں۔ اور یہ سب کچھ میں کتاب اللہ کی وساطت سے جانتا ہوں۔ کیونکہ اللہ کی کتاب میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲۸)

حسین بن ابی العلاء راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپؑ کا ایک غلام آپؑ کے پاس اپنی بیوی کی نافرمانی کی شکایت لے کر آیا۔

آپؑ نے فرمایا: اسے یہاں لے آؤ۔

وہ اپنی بیوی کو آپؑ کے سامنے لے آیا۔ آپؑ نے اس عورت سے کہا:

تیرا شوہر تیری شکایت کیوں کر رہا ہے؟

عورت نے کہا: خدا اسے خراب کرے' خدا اسے ذلیل کرے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم نے اپنی بداخلاقی کو نہ چھوڑا تو پھر تین دنوں سے زیادہ زندہ نہ رہ سکو گی۔

عورت نے کہا: اس کا چہرہ دیکھنے سے تو مر جانا ہی بہتر ہے۔

امام علیہ السلام نے شوہر سے فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جا تم تین دن سے زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔

چوتھے دن وہ شخص آیا تو آپ نے اس سے فرمایا: بیوی کا حال سناؤ۔

اس نے کہا: میں اسے ابھی دفن کر کے آ رہا ہوں۔

اس نے کہا: وہ اتنی جلدی کیسے مر گئی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اپنے شوہر کی نافرمان تھی۔ اللہ نے اس کی زندگی کم کر دی۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۲۹-۱۳۰)

آپ پر آسمانی طعام کا نازل ہونا

عبداللہ بن وہب راوی ہیں کہ میں نے لیث بن سعد سے سنا۔ اس نے کہا: میں نے ۱۱۳ھ میں حج کی سعادت حاصل کی اور میں مکہ آیا۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد میں کوہ ابوقبیس پر چڑھا۔ میں نے وہاں ایک شخص کو بیٹھا ہوا دیکھا اور وہ شخص دعا مانگ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے "یارب' یارب" اتنی بار کہا کہ اس کی سانس ٹوٹ گئی۔ پھر اس نے "یاربـــاہ یاربـــاہ" اتنی بار کہا کہ اس کی سانس ٹوٹ گئی۔ پھر اس نے "یاحیُّ یاحیُّ" اتنی بار کہا کہ اس کی سانس ٹوٹ گئی۔ پھر اس نے "یارحیم یارحیم" اتنی بار کہا کہ اس کی سانس ٹوٹ گئی۔ پھر اس نے "یارحمٰن یارحمٰن" سات بار پڑھا۔ پھر اس نے کہا: خدایا! میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ مجھے انگور کھلا۔ خدایا! میرا لباس بوسیدہ ہو چکا ہے' مجھے لباس عنایت فرما۔

لیث بن سعد کا بیان ہے خدا کی قسم! ابھی اس کی کلام تمام نہ ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا غیب سے اس کے پاس انگوروں کی ٹوکری پہنچ گئی جب کہ اس وقت انگوروں کا موسم بھی نہیں تھا۔ اور اس کے علاوہ اس کے سامنے دو رنگ دار چادریں پڑی ہوئی تھیں۔

اس بندۂ خدا نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے پیچھے سے آواز دے کر کہا:

اس میں مَیں بھی آپ کا شریک ہوں۔

اس جوان نے کہا: وہ کیسے؟

میں نے کہا کہ آپ دعا مانگتے رہے اور میں آمین کہتا رہا۔

یہ سن کر اس نے کہا: آؤ تم بھی شریک ہو جاؤ۔ میں نے انگور کھائے اور میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسے انگور کبھی نہیں کھائے تھے۔ ہم دونوں انگور کھا کر سیر ہو گئے لیکن ٹوکری جوں کی توں رہی اور اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: ان دو چادروں میں سے ایک چادر تم اپنے پاس رکھ لو۔

میں نے کہا: مجھے کپڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔

اس نے کہا: اچھا اپنا منہ دوسری طرف کر لو تا کہ میں یہ کپڑے پہن سکوں۔

میں نے منہ دوسری طرف پھیرا۔ جوان نے کپڑے پہنے اور اپنے پرانے کپڑے اپنے ہاتھ میں لیے اور پہاڑ سے نیچے اتر آیا اور جب وہ مقامِ سعی پر پہنچا تو ایک سائل نے اس سے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپ مجھے کپڑے پہنائیں' اللہ آپ کو لباس جنت پہنائے۔

جوان نے اپنے پرانے کپڑے سائل کے سپرد کر دیے۔ میں بھاگ کر سائل کے پاس گیا اور اس سے پوچھا یہ بزرگوار کون ہیں؟

سائل نے کہا: یہ جعفر بن محمد علیہما السلام ہیں۔

لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے بعد میں انہیں بہت تلاش کیا تا کہ ان سے احادیث سن سکوں لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود وہ مجھے نہ مل سکے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۳۱)

جنات ائمہؑ کے مطیع ہیں

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک غلام کا نام معتب تھا' اس نے بیان کیا کہ ترویہ کے دن میں مدینہ سے باہر کھڑا تھا اور امام علیہ السلام حج کرنے کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے ایک مہر شدہ خط میرے

حوالے کیا۔ جس کی مہر کی مٹی بھی تازہ تھی اور وہ خط امام جعفر صادق علیہ السلام نے میرے نام پر تحریر کیا تھا اور اس میں ہدایات دی تھیں کہ تم نے کل فلاں فلاں کام سرانجام دینے ہیں۔

پھر میں قاصد کی طرف مڑا تاکہ اس سے پوچھوں کہ تم نے مولا سے کب ملاقات کی تھی لیکن جب میں نے دیکھا تو وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ جب امام عالی مقام حج سے واپس تشریف لائے تو میں نے آپؑ سے اس خط کا ذکر کیا۔

آپؑ نے فرمایا: جب ہم نے کوئی اہم کام سرانجام دینا ہو تو اپنے شیعہ جنات کو حکم دیتے ہیں وہ ہمارا پیغام پہنچا دیتے ہیں۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۳۲)

آلِ محمدؑ کا مقامِ رہائش

ابو بصیر راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آپؑ نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری تو ایک سمندر نمودار ہوا جس میں چاندی کی کشتیاں چل رہی تھیں۔ آپ ایک کشتی پر بیٹھے اور مجھے بھی آپؑ نے اپنے ساتھ بٹھایا۔ کشتی چلتی رہی یہاں تک وہ ایک جگہ آ کر رکی جہاں چاندی کے خیمے نصب تھے۔ آپؑ کشتی سے اتر کر ایک خیمہ میں گئے۔ پھر کچھ دیر بعد آپؑ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ آپؑ نے فرمایا:

جانتے ہو! یہ خیمہ کس کا ہے؟

میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ رسولؐ خدا کا خیمہ ہے اور دوسرا علی مرتضیٰؑ کا خیمہ ہے' تیسرا حضرت فاطمہ زہراءؑ کا خیمہ ہے' چوتھا حضرت خدیجہؑ کا خیمہ ہے' پانچواں امام حسنؑ کا خیمہ ہے' چھٹا امام حسینؑ کا خیمہ ہے' ساتواں میرے دادا علی زین العابدینؑ کا خیمہ ہے' آٹھواں میرے والد ماجد کا خیمہ ہے اور یہ وہی خیمہ ہے جہاں میں رویا ہوں' نواں میرا اپنا خیمہ ہے۔ ہم میں سے جس کا انتقال ہوتا ہے وہ ان خیموں میں آ کر رہائش اختیار کرتا ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۳۵)

علمِ امامؑ

ہشام بن حکم نے روایت کی ہے کہ ابوموسیٰ البناء ہمارے کچھ دوستوں کا گروہ لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے فرمایا:

''اس بزرگ کا خیال رکھنا''۔

راوی کا بیان ہے کہ مکہ کے راستہ میں وہ بزرگ ایسا گم ہوا کہ پھر کبھی نظر نہ آیا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۳۹)

اسمائے شیعہ کا صحیفہ

ابن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات ابوبصیر کا ہاتھ پکڑ کر امام جعفر صادق علیہ السلام کی ڈیوڑھی پر گیا۔ ابوبصیر نے راستے میں مجھے ہدایت دی کہ تم نے وہاں خاموش رہنا ہے۔

جب ہم ڈیوڑھی پر پہنچے تو ابوبصیر کھنکھارے۔ اندر سے امام علیہ السلام نے اپنی کنیز کو آواز دے کر فرمایا:

دروازہ پر ابومحمد موجود ہے ان کو بلالو۔ الغرض جب ہم اندر داخل ہوئے تو میں نے دیکھا آپؑ کے سامنے ایک چراغ جل رہا تھا اور ایک ٹوکری کھلی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر میں بڑا مرعوب ہوا اور میں کانپنے لگ گیا۔

آپؑ نے فرمایا کیا تم کپڑا فروش ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں' میں آپؑ پر قربان۔

پھر آپ نے ایک کوہستانی چادر جو کہ تکیہ پر پڑی ہوئی تھی وہ میری طرف بڑھائی اور فرمایا: اسے لپیٹ لو۔

میں نے چادر لپیٹی۔ پھر آپؑ نے ایک کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا:

کیاتم کپڑا فروش ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ میں آپؑ پر قربان۔

آپؑ کے اس سادہ سے سوال پر میں کانپنے لگا اور جب ہم رخصت ہو کر باہر آئے تو میں نے ابوبصیر سے کہا: آج شب میں نے جو کچھ دیکھا ہے میں نے اس سے قبل یہ چیز کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام کے سامنے ٹوکری رکھی تھی اور آپؑ نے اس میں سے ایک کتاب کو نکالا اور اس کو کھول کر پڑھا۔ اور جب آپؑ اس کتاب کو پڑھ رہے تھے تو مجھ پر خوف طاری ہو رہا تھا۔

یہ سن کر ابوبصیر نے کہا: تجھ پر افسوس تو نے اس وقت مجھے کیوں نہ بتایا۔ یہی تو وہ کتاب ہے جس میں شیعوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اگر تو مجھے بتا دیتا تو میں تمہارے متعلق ان سے پوچھ لیتا کہ اس کا نام بھی اس کتاب میں موجود ہے یا نہیں ہے؟

(دلائل الامامۃ، ص ۱۴۰)

ابومسلم خراسانی کے مستقبل کی پیشین گوئی

بشیر نبال راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ آپؑ نے اسے ملاقات کی اجازت دی۔ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے نہایت صاف ستھرے کپڑے پہن رکھے تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

تیرے کپڑے انتہائی صاف ستھرے ہیں۔

اس نے کہا: ہمارے وطن میں ایسے ہی کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ میں آپؑ کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔

پھر اس نے اپنے غلام کو آواز دی۔ اس کے غلام کے پاس ایک تھیلا تھا جس میں کپڑے تھے۔ اس نے وہ تھیلا حضرتؑ کی نذر کیا۔ پھر وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے

جانے کے بعد آپؑ نے فرمایا:

اگر وقت پہنچ چکا ہے اور علامات درست ہیں تو پھر یہی وہ شخص ہے جو خراسان سے سیاہ پرچم لے کر بنی امیہ کے خلاف خروج کرے گا اور ان کی حکومت کو ختم کر دے گا۔

پھر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا:

جاؤ اور اس سے اس کا نام دریافت کرو۔

حضرتؑ کا غلام اس کے پاس گیا اور اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام عبدالرحمٰن بتایا۔

غلام نے آ کر حضرتؑ سے کہا کہ اس کا نام عبدالرحمٰن ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

ربِ کعبہ کی قسم! یہ وہی شخص ہے۔ (آپؑ نے تین بار یہ جملے دہرائے)

بشیر کا بیان ہے جب ابومسلم نے اموی حکومت کو ختم کیا اور کوفہ آیا تو میں اسے دیکھنے کے لیے گیا تو وہ وہی شخص تھا جس کے متعلق ہمارے مولاؑ نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۴۰-۱۴۱)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق پیشین گوئی

رفاعہ بن موسیٰ راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ان کا بیٹا جو کہ اس وقت انتہائی کم عمر تھا، آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے اپنے فرزند کو اٹھایا اور گود میں بٹھا کر اس کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا:

رفاعہ! بنی مرداس (بنی عباس) اسے قید کریں گے پھر یہ ان کی قید سے رہائی پائے گا۔ پھر وہ اسے دوبارہ قید کریں گے تو یہ ان کے پاس شہادت پائے گا۔

(دلائل الامامۃ، ص ۱۴۲)

پانی کا چشمہ برآمد کرنا اور خشک درخت خرما کا سرسبز ہونا

داؤد بن کثیر رقی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج کا سفر کیا۔ ہم ایک بنجر اور بے آب و گیاہ زمین سے گزر رہے تھے کہ نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے راستہ چھوڑ دیا اور آپؑ کی وجہ سے ہم نے بھی راستہ کو چھوڑ دیا۔ آپؑ ایک جگہ پر آئے اور زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ خدا کی قدرت سے وہاں ایک میٹھا اور برف سے بھی ٹھنڈا چشمہ جاری ہوا۔ آپؑ نے اس سے وضو کیا اور آپؑ کے تمام ساتھیوں نے بھی اس سے وضو کیا اور ہم نے نماز ادا کی۔

جب ہم نے وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا تو آپؑ کی نظر کھجور کے خشک تنے پر پڑی۔ آپؑ نے فرمایا:

داؤد! کیا تم تازہ کھجور کھانا پسند کرو گے؟

میں نے کہا: جی ہاں' میں آپؑ پر قربان جاؤں۔

آپؑ نے خشک تنے پر دست شفقت پھیرا تو وہ سرسبز ہو گیا۔ پھر آپؑ نے اسے ہلایا تو اس سے بتیس قسم کی کھجوریں گریں۔ ہم نے جی بھر کر کھجوریں کھائیں اور ٹھنڈا پانی پی کر خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر چلتے وقت آپؑ نے کھجور پر ہاتھ پھیر کر کہا:

پہلے کی طرح سے ہو جاؤ۔ چشم زدن میں وہ سرسبز کھجور خشک تنے میں بدل گئی۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۴۳-۱۴۴)

ماہرِ انساب کلبی سے گفتگو

سماعہ بن مہران کا بیان ہے کہ مجھ سے ماہر انساب کلبی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں مدینہ منورہ گیا اور اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ امام زمانہ کون ہے؟ چنانچہ میں یہ معلوم کرنے کے لیے مسجد نبوی میں گیا۔ وہاں قریش کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں

نے ان سے پوچھا: اس وقت خاندانِ نبوت کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟

انہوں نے کہا اس وقت سب سے بڑا عالم عبداللہ بن حسن ہے۔

میں ان کے گھر گیا' دستک دی اور ایک شخص باہر آیا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ ان کا غلام تھا۔ میں نے اس سے کہا:

اپنے آقا سے کہو کہ ایک آدمی ملنا چاہتا ہے۔ وہ اندر گیا اور واپس آ کر اس نے کہا آؤ میرے ساتھ چلو۔

میں اندر داخل ہوا تو ایک بزرگ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جوابِ سلام کے بعد پوچھا کہ کون ہو؟

میں نے کہا: میں کلبی نسابہ ہوں۔

انہوں نے مجھ سے میری آمد کا مقصد پوچھا تو میں نے کہا: میں آپ سے چند مسائل پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

انہوں نے کہا: کیا تم محمد باقر کے فرزند کے پاس گئے تھے؟

میں نے کہا: نہیں میں تو سیدھا آپ کے پاس آیا ہوں۔

انہوں نے کہا: بتاؤ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے آسمان کے ستاروں کے برابر طلاق دیتا ہوں۔

عبداللہ بن حسن نے کہا: اس نے راس الجوزا مراد لیا ہے۔ باقی اس کے ضمن میں ہیں۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ انتہائی لغو جواب ہے۔

میں نے کہا: میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آیا چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

عبداللہ بن حسن نے کہا: صالحین کی ایک جماعت نے موزوں پر مسح کیا ہے لیکن ہم اہل بیتؑ کے افراد موزوں پر مسح نہیں کرتے۔

میں نے دل ہی دل میں کہا: یہ جواب بھی پہلے جواب جیسا بے معنی ہے۔

میں نے کہا: آپ ملی مچھلی کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں؟

عبداللہ بن حسن نے کہا: حلال ہے مگر خاندان رسالتؐ اس سے کراہت کرتا ہے۔

میں نے دل ہی دل میں کہا: یہ جواب بھی انتہائی لایعنی ہے۔

پھر میں نے کہا: آپ نبیذ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

عبداللہ بن حسن نے کہا: نبیذ حلال ہے مگر ہم اہل بیتؑ اسے نہیں پیتے۔

پھر میں ان کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا اور دل میں کہا کہ گروہ قریش کے افراد اہل بیت رسالتؐ کے متعلق سچی بات بتانا پسند نہیں کرتے۔

میں دوبارہ مسجد نبویؐ میں آیا اور میں نے وہاں قریش اور دوسرے لوگوں کی ایک جماعت کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے انہیں سلام کر کے کہا:

آپ حضرات میری رہنمائی کریں کہ اہل بیت رسالتؐ میں سے سب سے بڑا عالم کون ہے؟

لوگوں نے کہا: عبداللہ بن حسن سب سے بڑے عالم ہیں۔

میں نے کہا: میں ان کے پاس سے تو اٹھ کر ابھی آیا ہوں ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

ایک شخص نے سر اٹھا کر کہا: تم جعفر بن محمد کے پاس جاؤ وہی اس وقت خاندانِ نبوت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

اس بات پر کچھ افراد نے اس کو برا بھلا کہا جس سے میں نے اندازہ لگالیا کہ یہ لوگ جعفر بن محمد سے حسد کرتے ہیں اسی لیے وہ کسی کو ان کے متعلق کچھ نہیں بتاتے۔

میں مسجد سے نکلا اور ان کے بیت الشرف پر حاضر ہوا اور میں نے دستک دی۔ اندر سے ان کا غلام نکلا اور اس نے مجھ سے کہا:

اے خاندان کلب کے فرد! اندر آ جاؤ۔

یہ الفاظ سن کر مجھے ایک گونہ حیرت ہوئی کہ غلام کو میرے قبیلہ کا پتہ کیسے چل گیا۔

بہر نوع میں اندر داخل ہوا تو ایک بزرگ مصلے پر بیٹھے تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: تم کون ہو؟

ان کا سوال سن کر مجھے تعجب ہوا کہ ان کے غلام کو تو میرے قبیلے کا پتہ چل گیا لیکن آقا کو اس کا علم نہیں ہے۔ بہر حال میں نے کہا: میں ماہر انساب کلبی ہوں۔

یہ سن کر انہوں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

لوگ خدا پر جھوٹ بول کر گمراہی میں جا پڑے ہیں اور یہ لوگ واضح خسارے میں ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

کلبی! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَعَادًا وَّثَمُودَ وَاَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ (الفرقان:۲۸)

"اور عاد اور ثمود اور اصحاب رس اور ان کے درمیان بہت سی امتیں ہیں"۔

یہ آیت پڑھ کر آپؑ نے فرمایا:

تم جو ماہر انساب ہونے کے دعویدار ہو کیا تم ان اقوام وملل کا شجرۂ نسب جانتے ہو؟

میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا کیا تم اپنا شجرۂ نسب سنا سکتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں۔ پھر میں نے اپنے آباء واجداد کا نام لیا۔

آپؑ نے فرمایا: رک جاؤ جیسا تم کہہ رہے ہو ایسا نہیں ہے۔ تم پر افسوس ہو۔

جانتے ہو کہ فلاں بن فلاں کون تھا؟

میں نے کہا: جی ہاں وہ فلاں کا بیٹا تھا اور فلاں کا پوتا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ ایک کرد چرواہا تھا اور یہ فلاں کرد کے جانور چراتا تھا اور اس نے ایک شخص کی عورت کو نشہ آور چیز کھلا کر بے ہوش کیا اور اس سے زنا کیا اور اس کے بطن سے فلاں پیدا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم یہ تمام نام جانتے ہو؟

میں نے کہا: خدا کی قسم! میں یہ باتیں نہیں جانتا اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو انساب کے موضوع کو ہی رہنے دیں۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے تو اس موضوع میں کوئی دلچسپی تھی ہی نہیں۔ میں نے تمہارے کہنے پر اس عنوان پر یہ باتیں کی ہیں۔

میں نے کہا: آئندہ میں نسب نامہ بیان نہیں کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: تم اپنے آنے کا مقصد بیان کرو اور تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھو۔

کلبی: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے ستاروں کی تعداد کے مطابق طلاق ہے۔

امامؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس، تم نے کیا سورہ طلاق نہیں پڑھی؟

کلبی: ضرور پڑھی ہے۔

امام علیہ السلام: پھر پڑھو۔

کلبی نے سورہ طلاق پڑھی اور اس نے یہ الفاظ پڑھے:

فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (الطلاق: ۱)

تم انہیں ان کی عدت کے مطابق طلاق دو اور عدت کو شمار کرو۔

امام علیہ السلام: تم خود ہی بتاؤ اس میں کہیں آسمان کے ستاروں کا ذکر ہے؟

کلبی: تو کیا پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق بیک

وقت جاری کر دی ہیں؟

امام علیہ السلام: طلاق کے لیے قرآن وسنت کی طرف رجوع کرو۔ طلاق اس طہر میں دی جائے جس میں حقوقِ زوجیت شامل نہ ہوں اور طلاق کے لیے دو عامل گواہ ہونے چاہئیں۔

کلبی کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام کا جواب سن کر میرا دل مطمئن ہو گیا۔

امام علیہ السلام: اور پوچھو۔

کلبی: آیا چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا درست ہے؟

امام علیہ السلام: (مسکرا کر) جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ ہر چیز کو اس کی اصل کی طرف پلٹا دے گا اور چمڑا بکری کی طرف پلٹ جائے گا اب تم خود ہی سوچو جو لوگ موزوں پر مسح کرتے ہیں ان کا وضو کہاں جائے گا۔

کلبی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ آپؑ کا یہ جواب بھی حقیقت پر مبنی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کچھ اور پوچھو۔

کلبی: ملی مچھلی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

امام علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو مسخ کیا تھا اور مسخ شدہ لوگوں میں سے جو پانی میں گئے تو وہ ملی مچھلی اور سانپ بنے اور جو خشکی پر رہے وہ بندر، خنزیر، نیولا اور گوہ بن گئے۔

کلبی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ تین مسئلے تو پورے ہو گئے اور اب آخری مسئلہ پوچھوں تو ان سے اجازت لوں۔

امام علیہ السلام: اور مسئلہ پوچھنا ہے تو پوچھ لے اس کے بعد تمہیں رخصت ہے۔

کلبی: نبیذ کے متعلق آپؑ کا کیا فتویٰ ہے؟

امام علیہ السلام: حلال ہے۔

کلبی: جب ہم نبیذ بناتے ہیں تو اس میں زیتون کے تیل کی تلچھٹ اور اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں شامل کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام: توبہ توبہ یہ تو نجس اور بدبودار شراب بن گئی۔

کلبی: آپ کی نظر میں نبیذ کا کیا تصور ہے؟

امام علیہ السلام: ایک بار اہل مدینہ نے رسول اکرمؐ سے پانی کی خرابی کی شکایت کی جس کی وجہ سے لوگ بیمار ہونے لگے تھے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ نبیذ بنالیا کرو۔ لوگوں نے اپنے نوکروں کو نبیذ بنانے کا حکم دیا اور اس نبیذ کی ترکیب ہوتی تھی کہ لوگ پانی کے مشکیزے میں تھوڑی سی کھجوریں ڈال دیتے تھے اور پھر اس پانی کو پیا کرتے تھے اور اسی سے ہی وضو کیا کرتے تھے۔

کلبی: کتنی کھجوریں ایک یا دو؟

امام علیہ السلام: کبھی ایک، کبھی دو۔

کلبی: اور مشکیزہ کتنا بڑا؟

امام علیہ السلام: جس میں چالیس سے اسی تک یا کچھ زیادہ تک آ جائیں۔

کلبی: کیا چالیس یا اسی رطل؟

امام علیہ السلام: جی ہاں مگر عراقی رطل (جو ایک سو تیس درہم کے برابر تھا)۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام کھڑے ہوئے اور میں بھی آپؑ سے رخصت ہوا اور جب میں آپؑ کے پاس سے اٹھا تو یہ تسلیم کر کے اٹھا کہ علم صرف ان کے پاس ہے۔ اس کے بعد کلبی محبِ اہلِ بیتؑ بن گئے اور مرتے دم تک محبِ اہلِ بیت ہی رہے۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۳۴۸)

آپ کی عطا، عطائے رسولؐ کے مساوی ہے

حنان بن سدیر راوی ہیں کہ میں نے ابوسدیر صیرفی سے سنا کہ مجھے خواب میں

حضرت رسولؐ خدا کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک کے سامنے ایک طبق رکھا تھا جس پر رومال پڑا ہوا تھا۔ میں نے آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپؐ نے رومال ہٹایا اس میں تازہ کھجوریں تھیں۔ آپؐ نے کھجوریں کھانی شروع کیں۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مجھے بھی ایک کھجور عطا کریں۔

آپؐ نے مجھے ایک کھجور عطا کی۔ میں نے وہ کھائی اس کے بعد میں نے پھر آنحضرتؐ سے کھجور طلب کی۔ آپؐ نے پھر کھجور عطا کی۔ میں نے وہ بھی کھائی۔ الغرض ایک ایک کر کے میں نے آٹھ مرتبہ کھجوریں طلب کیں اور آپؐ نے آٹھ مرتبہ مجھے ایک ایک کھجور عطا کی۔

میں نے نویں مرتبہ پھر کھجور طلب کی تو آپؐ نے فرمایا:

تیرے لیے یہی کافی ہے۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ دوسرے دن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک کے سامنے ایک طبق رکھا تھا جس پر رومال پڑا ہوا تھا۔ آپؑ نے رومال ہٹایا تو اس میں کھجوریں تھیں۔ آپؑ نے کھجوریں کھانا شروع کیں تو میں نے عرض کیا:

فرزند رسولؐ! مجھے بھی کھجور عطا کریں۔ آپؑ نے ایک کھجور عطا کی۔

پھر میں خواب کی ترتیب کے مطابق آپؑ سے کھجوروں کا سوال کرتا رہا اور آپؑ ایک ایک دانہ عطا کرتے رہے۔ جب میں آٹھ مرتبہ آپؑ سے کھجوریں لے چکا تو نویں مرتبہ میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! اور کھجور عطا کریں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے نانا جان نے اس سے زائد دیا ہوتا تو میں بھی دے دیتا۔ (امالی طوسی، جلد ا، ص ۱۱۳۔ امالی مفید، ص ۳۳۵)

آپ کی دعا سے زخم کا مندمل ہونا

سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ ایک عورت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں میرا پورا خاندان آپؑ سے محبت کرتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم سچ کہتی ہو۔ مگر یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا چاہتی ہو؟

اس عورت نے کہا: مولاؑ! میرے بازو پر زخم ہو چکا ہے۔ آپؑ خدا سے دعا مانگیں کہ میرا زخم مندمل ہو جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہاتھ بلند کر کے بارگاہِ احدیت میں عرض کیا:

اللھم انک تبری الاکمہ والابرص وتحی العظام وھی رمیم۔ السبھا من عفوک وعافیتک

"پروردگار! تو مادر زاد نابینا اور بروص کو تندرستی دیتا ہے اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔ اس عورت کو عافیت کا لباس پہنا"۔

عورت کا بیان ہے کہ میں وہاں سے اٹھی تو میرے بازو پر زخم کا نام و نشان تک بھی باقی نہ تھا۔ (امالی طوسی' جلد۲' ص ۲۱۔ مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۲۳۲)

اعمالِ بندگان در خدمتِ امامؑ

داؤد بن کثیر رقی سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ ایک جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے کچھ پوچھے بغیر از خود فرمایا:

اے داؤد! جمعرات کے دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے۔ تم نے اپنے چچازاد سے جو حسنِ سلوک کیا تھا' میں نے اسے دیکھا تو مجھے خوشی ہوئی۔ تمہارے اس صلہ رحم سے اس کی موت حیات جلد ختم ہو جائے گی اور اس کی زندگی کی رسی عنقریب کٹ

جائے گی۔

داؤد کا بیان ہے میرا ایک چچا زاد میرا سخت دشمن اور بدترین ناصبی تھا۔ مجھے اس کے متعلق پتہ چلا کہ وہ سخت معاشی بحران میں مبتلا ہے تو مکہ روانگی سے قبل میں نے اس کے اخراجات کے لیے کچھ رقم اسے بھیجی تھی۔ جب میں مدینہ پہنچا تو امام علیہ السلام نے مجھے اس کی خبر دی۔ (امالی طوسی' جلد۲' ص ۲۷-۲۸۔الخرائج' جلد۲' ص ۶۱۲)

شفاءِ امراض

اسحاق بن اسماعیل اور بشر بن عمار کا بیان ہے کہ ہم یونس کو لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے کہا کہ یونس کو چیچک کی سخت بیماری لاحق ہو چکی ہے۔

آپؑ نے یونس سے فرمایا:

اٹھ کر طہارت کرو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو اور نبی اکرمؐ اور ان کے خاندان پر درود بھیجو۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھو:

يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَااَللّٰهُ ، يَا رَحمٰنُ يَارَحمٰنُ يَارَحمٰنُ، يَا رَحِيمُ يَارَحِيمُ يَارَحِيمُ ، يَاوَاحِدُ يَاوَاحِدُ يَاوَاحِدُ ، يَا اَحَدُ يَااَحَدُ يَااَحَدُ ، يَاصَمَدُ يَاصَمَدُ يَاصَمَدُ ، يَا اَرحَمَ الرَّاحِمِينَ يَاارحَمَ الرَّاحِمِينَ يَااَرحَمَ الرَّاحِمِينَ ، يَا اَقدَرَ القَادِرِيْنَ يَا اَقدَرَ القَادِرِيْنَ يَا اَقدَرَ القَادِرِيْن ، يَا رَبَّ العَالَمِينَ يَا رَبَّ العَالَمِينَ يَا رَبَّ العَالَمِينَ ، يَاسَامِعَ الدَّعوَاتِ يَامُنزِلَ البَركَاتِ يَامُعطِي الخَيرَاتِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّالِ مُحَمَّدٍ وَاعطِنِى خَيرَ الدُّنيَا وَخَيرَ الاٰخِرَةِ وَاصرِفْ عَنِّيْ شَرَّ الدُّنيَا وَشَرَّ الاٰخِرَةِ وَاذْهَبْ مَا بِيْ فَقَد غَاضَنِى الاَمرُ وَاَحزَنَنِى

یونس کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ ابھی ہم مدینہ سے نہیں نکلے تھے کہ میں مکمل طور پر شفایاب ہو گیا۔ (طب الائمہؑ ص ۱۰۳)

حبابہ والبیہ کی شفایابی

داؤد رقی سے روایت ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حبابہ والبیہ آئی اور وہ ایک نیک خاتون تھی۔ اس نے آپ سے حلال وحرام کے مسائل دریافت کیے۔ ہم نے اس کے خوبصورت مسائل سن کر تعجب کا اظہار کیا۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے حبابہ والبیہ سے بہتر انداز میں مسائل کے متعلق سوال کرنے والا کبھی نہیں دیکھا۔

ہم نے کہا: بے شک اس کے سوال کے انداز سے ہماری نگاہوں اور دلوں میں اس کی عظمت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ حبابہ کی آنکھوں سے اشکوں کی لڑی جاری ہو گئی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے رونے کی وجہ دریافت کی تو حبابہ نے کہا: مجھے خبیث قسم کی بیماری لاحق ہوئی ہے جو کہ اگرچہ انبیاء کو بھی لاحق ہوئی تھی۔ اسی لیے میں بیماری سے نہیں روتی البتہ رشتہ داروں اور ہمسایوں کے اس طعنہ سے روتی ہوں وہ کہتے ہیں کہ جن کو یہ امام مانتی ہے اگر وہ سچے امام ہوتے تو اسے یہ بیماری لاحق ہی نہ ہوتی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ تجھے بیماری کا طعنہ دیتے ہیں؟

حبابہ نے کہا: جی ہاں! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان۔

راوی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے زیر لب کوئی دعا پڑھی جسے میں سمجھ نہ سکا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اب تم زنان خانہ میں جا کر اپنے جسم کو دیکھو کیا اس پر بیماری کا کوئی نشان موجود ہے؟

حبابہ اندر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد باہر آئی تو کہا: مولاؑ! آپؑ کی برکت سے خدا نے مجھے صحت عطا کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اب اپنے رشتہ داروں کے پاس جا کر ان سے کہو اللہ نے ان کی امامت کے عقیدہ میں میری بیماری کو دُور کر دیا ہے۔ (طب الائمہ' ص ۱۰۳)

مریضِ اُبنہ کی شفایابی

ہیثم نہدی راوی ہیں کہ ایک شخص نے آپؑ سے "اُبنہ" کی شکایت کی۔ آپؑ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو اس سے ایک سرخ رنگ کا کیڑا گر پڑا اور وہ صحت مند ہو گیا۔
(الکافی' جلد۵' ص۵۵۰)

ایک اور مریض کی شفایابی

عمر بن یزید کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان میں لڑکوں سے محبت کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا کرتے ہو؟

اس نے کہا: میں انہیں اپنی پشت پر سوار کرتا ہوں (لواطت کراتا ہوں)۔

یہ سن کر آپؑ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور اس سے منہ پھیر لیا۔

آپؑ کا یہ رویہ دیکھ کر وہ شخص رونے لگا۔ امام علیہ السلام کو اس پر رحم آ گیا اور آپؑ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

جب اپنے شہر جاؤ تو ایک موٹا تازہ اونٹ خریدو اور اسے مضبوطی سے باندھو اور

تلوار لے کر اس کے کوہان پر اتنی سی مارو کہ اس کی کوہان کی جلد پھٹ جائے اور خون آنے لگے۔ تم (شلوار اتار کر) اس کی زخمی کوہان پر بیٹھ جاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے بعدازاں ہم سے بیان کیا کہ میں نے اپنے شہر جا کر ایک موٹا تازہ اونٹ خریدا اور میں نے اسے مضبوطی سے باندھ کر اس کی کوہان پر تلوار سے ہلکا سا زخم کیا جس سے اس کی جلد پھٹ گئی اور میں اس کی کوہان پر بیٹھ گیا۔ گرم گرم خون میرے اندر گیا۔ اس کی وجہ سے میرے اندر سے ایک کیڑا نکل کر اونٹ کی پشت پر آیا جو کہ ''کوڑھ کرے'' سے چھوٹا تھا مگر شکل وصورت میں اس سے ملتا جلتا تھا اور جیسے ہی وہ کیڑا نکلا تو اس کے بعد مجھے سکون آ گیا۔ (الکافی، جلد۵، ص۵۵۰)

استجابت دعا

طرخان نخاس کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام آئے ہوئے تھے تو میرا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

کیا کاروبار کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ میں جانوروں کی دلالی کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے لیے ''فضحاء'' قسم کا خچر تلاش کرو۔

میں نے عرض کیا: حضرت! ''فضحاء'' کیسا ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کی رنگت سیاہ ہو، اس کا پیٹ سفید ہو اور اس کی رانیں اور اس کا منہ سفید ہو۔

میں نے کہا: میری نظر میں اس رنگت کا خچر تو کہیں نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بہرحال تم تلاش کرو۔ میں آپؑ کے پاس سے اٹھ کر روانہ ہوا اور جب میں حیرہ کی خندق کے پاس پہنچا تو میں نے ایک جوان کو مطلوبہ قسم کے خچر پر سوار دیکھا۔ میں نے جوان سے پوچھا کہ یہ خچر کس کی ملکیت ہے؟

اس نے کہا کہ میں تو ایک غلام ہوں۔ یہ خچر میرے آقا کا ہے۔
میں نے پوچھا: کیا وہ اسے بیچنا چاہتا ہے؟
اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔
میں غلام کے ساتھ چل کر اس کے آقا کے پاس گیا اور میں نے اس سے وہ خچر خرید لیا اور پھر اسے لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے خچر دیکھ کر فرمایا: میں بھی اسی طرح کے خچر کا خواہش مند تھا۔
میں نے عرض کیا: آپؑ میرے حق میں دعا فرمائیں۔
آپؑ نے فرمایا: اللہ تمہارے مال واولاد میں اضافہ فرمائے۔
دلال کا بیان ہے کہ حضرتؑ کی دعا قبول ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے میرے مال و اولاد میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ میں پورے کوفہ کا سب سے بڑا مالدار بن گیا اور میری اولاد باقی لوگوں کی اولاد سے بڑھ گئی۔ (الکافی' جلد ۶' ص ۵۳۷)

ایک دشمنِ علیؑ کے لیے پیشین گوئی

ابوالصباح الکافی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ہمارا ایک ہمسایہ ہے جس کا تعلق ہمدان سے ہے اور اس کا نام جعد بن عبداللہ ہے۔ وہ ہمارے پاس آ کر بیٹھتا ہے اور ہم اپنی محفل میں جب بھی امیرالمومنین کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے فضائل بیان کرتے ہیں تو وہ امیرالمومنین پر تنقید کرنے لگ جاتا ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اسے قتل کر دوں؟
آپؑ نے فرمایا: اگر میں تجھے اجازت دے دوں تو کیا تو اسے قتل کرے گا؟
اس نے کہا: جی ہاں' میں اس کی گھات میں رہوں گا اور جیسے ہی موقع ملے گا میں اسے واصل جہنم کر دوں گا۔
امام علیہ السلام نے فرمایا: ابوالصباح! یہ تو دھوکے سے کسی کو قتل کرنا ہوگا جب کہ

رسولؐ خدا نے اس سے منع کیا ہے۔

ابوالصباح! اسلام نے اس طرح کے حملہ کو مقید کیا ہے۔تم اسے کچھ نہ کہو۔ کسی اور کے ہاتھوں میں وہ اپنے کیفرکردار کو پہنچ جائے گا۔

ابوالصباح کا بیان ہے میں مدینہ سے کوفہ آیا اور ابھی مجھے کوفہ آئے ہوئے اٹھارہ دن ہوئے تھے اور میں مسجد میں فجر کی نماز پڑھ کر تعقیبات پڑھنے میں مشغول تھا کہ کسی نے اپنے پاؤں سے مجھے آہستہ سے ٹھوکر ماری اور کہا:

ابوالصباح! تمھیں مبارک ہو۔

میں نے کہا: خدا تمھیں دنیا و آخرت کی خوشخبری نصیب کرے۔ کیا بات ہے؟

اس نے کہا: آج رات جعد بن عبداللہ اپنے جبانہ محلّہ والے گھر میں مرگیا۔ اس کے اہلِ خانہ نے اسے نمازِ فجر کے لیے بیدار کرنا چاہا تو وہ بستر پر مرا پڑا تھا اور اس کا پورا وجود پھول کر کُپا ہو چکا تھا۔ ابھی جب کہ اس کے اہلِ خانہ اسے دفن کرنے کے لیے جا رہے تھے تو اس کا گوشت ہڈیوں سے جدا ہو کر گرنے لگا۔ آخرکار اس کے اہلِ خانہ نے اس کے جسم کو ایک چمڑے میں ڈالا اور اسے جا کر دفن کر دیا۔

(تہذیب' جلد۱۰' ص۲۱۴۔ الکافی' جلد۷' ص۳۷۵)

علمِ غیب

ایک مرتبہ آپؑ منصور دوانیقی کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس کے پاس ایک تھیلی بھیجی گئی جسے اس نے کھولا اور اس میں سے سرمہ کی مانند ایک چیز برآمد کی۔

پھر اس نے آپؑ سے مخاطب ہو کر کہا:

آپؑ جانتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے معلوم ہے افریقہ کے علاقہ طنجہ سے اسے بھیجا گیا ہے اور وہاں ایک پہاڑ ہے

اور ہر سال اس سے پانی کے کچھ قطرے گرتے ہیں تو وہ وہیں جم جاتے ہیں۔ لوگ ان قطروں کو وہاں سے جدا کر لیتے ہیں اور یہ منجمد قطرے آنکھوں کی سفیدی کے لیے مفید ہیں۔ اگر کوئی شخص انھیں سرمہ بنا کر آنکھ میں لگائے تو اس کی آنکھوں کی سفیدی دُور ہو جاتی ہے۔

منصور نے کہا: آخر پہاڑ سے وہ قطرے کیوں گرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: بنی اسرائیل کا ایک نبی اپنی قوم سے ڈر کر اس پہاڑ کی غار میں چلا گیا تھا اور وہ کچھ عرصہ تک اس پہاڑ پر رہ کر خدا کی عبادت کرتا رہا۔ آخرکار اس کی قوم کو اس کے ٹھکانے کا پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے وہاں جا کر اسے قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ پہاڑ آج تک اس نبی کی مظلومیت پر آنسو بہاتا رہتا ہے اور یہ جو سرمہ تمہارے پاس لایا گیا ہے یہ اسی کے جمے ہوئے آنسو ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۲۳۶)

زمین سے مسلح سواروں کو برآمد کرنا

ابوبصیر راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آپؑ کے پاس ایک خراسانی شخص بیٹھا ہوا تھا۔ آپؑ نے اس کے ساتھ ایک ایسی زبان میں گفتگو کی جسے میں نہیں سمجھتا تھا۔

پھر آپؑ نے اس سے فرمایا:

زمین پر پاؤں کی ٹھوکر مارو۔ اس نے زمین پر ٹھوکر ماری تو ایک سمندر نمودار ہوا جس کے کناروں پر مسلح افراد گھوڑوں پر سوار تھے اور انہوں نے اپنے سر زین کی کاٹھی پر رکھے ہوئے تھے۔

خراسانی نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ قائم آلِ محمدؑ کے اصحاب ہیں۔ (الاختصاص مفید' ص ۳۲۵)

پہاڑوں کا مطیع ہونا

حسن بن محبوب راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کوہِ صفا پر کھڑے تھے۔ عباد بصری نے آپؑ سے کہا کہ آپ سے ایک بات نقل کی جاتی ہے۔ بتائیے کیا مذکورہ بات صحیح ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کون سی بات کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو؟

عباد بصری نے کہا: لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کی نظر میں ایک مومن کعبہ شریف سے بھی زیادہ محترم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں' میں نے یہ بات کہی ہے اور سنو اگر مومن ان پہاڑوں سے کہہ دے کہ ادھر آؤ تو یہ پہاڑ اس کے حکم کی اطاعت کریں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ جیسے ہی یہ الفاظ آپؑ کی زبان سے نکلے تو میں نے دیکھا کہ پہاڑ آگے آنے لگے۔ امام علیہ السلام نے پہاڑوں کو اشارہ کر کے فرمایا:

اپنے مقام پر رک جاؤ۔ میں نے ابھی تمہیں چلنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

(اختصاص مفید' ص ۳۲۵)

ہرن سے ہم کلام ہونا

سلیمان بن خالد کا بیان ہے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ جا رہے تھے۔ ہم نے ایک ہرن کو دیکھا جو کہ آپؑ کے سامنے آیا اور اس نے بار بار اپنی دم زمین پر ماری اور اپنی زبان میں بھی کچھ کہا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

خدا نے چاہا تو میں ایسا کروں گا۔ پھر آپؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

تمہیں معلوم ہے یہ ہرن کیا کہہ رہا تھا؟

ہم نے کہا: خدا، رسول اور فرزندِ رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کہتا ہے کہ کچھ مدینہ کے لوگوں نے اس کی مادہ کو پکڑنے کے لیے جال بچھایا اور وہ اس میں پھنس گئی۔ شکاری اسے پھانس کر اپنے پاس لے گئے ہیں، جب کہ اس کے دو ہرنوٹے ہیں جو کہ ابھی بہت چھوٹے ہیں اور ابھی چرنے پھرنے کے لائق نہیں ہیں۔ آپؑ شکاریوں سے کہیں کہ وہ ان کی ماں کو فی الحال رہا کر دیں تا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا سکے اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جیسے ہی اس کے بچے چرنے پھرنے کے لائق ہوئے میں ہرنی انھیں واپس کر دوں گا۔

میں نے اس سے کہا کہ تم قسم کھاؤ۔

اس نے کہا: اگر میں نے آپؑ سے وعدہ پورا نہ کیا تو خدا مجھ سے تمہاری ولایت کی نعمت چھین لے۔ (اختصاص مفید، ص ۲۹۸۔ بصائر الدرجات، ص ۳۴۹)

ہشام بن عبدالملک بن مروان کی موت کی اطلاع دینا

عروہ بن موسیٰ جعفی کا بیان ہے کہ ہم ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے میں مصروف تھے، آپؑ نے فرمایا:

آج ہشام بن عبدالملک کی آنکھ قبر میں نکل چکی ہے۔

ہم نے کہا: مولاؑ! وہ کب مرا؟

آپؑ نے فرمایا: آج اسے مرے ہوئے تیسرا دن ہے۔

ہم نے وقت لکھ لیا۔ بعدازاں شام سے سرکاری طور پر اس کی موت کی اطلاع آئی تو سرکاری قاصد نے بھی وہی دن بیان کیا۔ (اختصاص مفید، ص ۳۱۵)

سرِ بازار سجدہ کرنا

معاویہ بن وہب راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام گدھے پر سوار ہو کر

بازار کی طرف روانہ ہوئے اور جیسے ہی بازار کے قریب گئے تو آپؑ سواری سے اترے اور آپؑ نے زمین پر سجدہ کیا اور کافی دیر تک آپؑ سجدہ میں رہے۔ پھر آپؑ نے سجدہ ختم کیا اور اپنی سواری پر سوار ہوئے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! یہ بازار ہے۔ لوگ آنے جانے میں مصروف ہیں بھلا یہ بھی کوئی سجدہ کا مقام ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اللہ کی ایک نعمت یاد آئی جو اس نے مجھ کو عطا کی ہے تو میں نے سواری سے اتر کر سجدۂ شکر کیا۔ ویسے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ (بصائر الدرجات' ص ۴۹۵)

مشرق ومغرب کے دوشہروں کا احوال

محمد بن مسلم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

میراث علم کا منبع کیا ہے؟ کیا اس کی حدود اس علم سے ماخوذ ہیں یا ہر چیز کی تفسیر ان ہی امور سے متعلق ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو شہر پیدا کیے ہیں۔ ایک شہر مشرق میں ہے اور ایک شہر مغرب میں ہے۔ ان دونوں شہروں میں اللہ نے ایسی قوم پیدا کی ہے جنھیں ابلیس کا کوئی علم تک نہیں ہے اور نہ ہی انھیں ابلیس کی پیدائش کا کچھ پتا ہے۔ ہم ہمیشہ ان سے ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ وہ ہم سے اپنی ضروریات کے مسائل دریافت کرتے ہیں اور ہم سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ہم انھیں تعلیم دیتے ہیں اور وہ ہم سے ہمارے قائم کے ظہور کے متعلق پوچھتے رہتے ہیں۔ وہ اعلیٰ درجے کے عبادت گزار لوگ ہیں اور ان کے شہروں کے دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ایک سو فرسخ کا فاصلہ ہے۔ وہ ہمیشہ تقدیس و تمجید و دعا میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر تم ان کی عبادت کو دیکھ لو تو اپنے عمل کو حقیر سمجھو گے۔

ان میں سے ایک شخص پورے ایک ماہ تک سجدہ میں سر رکھتا ہے اور پورے ایک مہینہ تک سجدہ سے سر نہیں اٹھاتا۔ ان کا طعام تسبیح اور ان کا لباس خوف الٰہی ہے۔ ان کے چہرے نور کی وجہ سے چمکتے رہتے ہیں اور جب وہ ہم میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے درمیان میں بٹھاتے ہیں اور وہ لوگ ہمارے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ہمارے قدموں کی خاک کو متبرک سمجھ کر اٹھاتے ہیں اور جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو تیز آندھی کی آواز جیسی ان سے آواز نکلتی ہے۔

ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو ہمارے قائم کے انتظار کے لیے وقف ہے اور انھوں نے آج تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے۔ اور وہ اللہ سے ہمیشہ درخواست کیا کرتے ہیں کہ خدا انہیں قائم آل محمدؑ کا زمانہ نصیب کرے۔ اور ان کی عمر ہزار سال سے کم نہیں ہے۔ اگر تم انہیں دیکھو تو وہ تمہیں خشوع و خضوع کی حالت میں دکھائی دیں گے اور ہر وقت قربِ الٰہی کے خواہش مند نظر آئیں گے۔

اگر ہم چند دن ان کے پاس نہ جائیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان پر ناراض ہو گئے ہیں۔ وہ ہمارے آنے جانے کے اوقات کے منتظر رہتے ہیں۔ وہ نہ تو تھکتے ہیں اور نہ ہی تنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

وہ امام علیہ السلام کے ساتھ خروج کریں گے اور وہ امامؑ کی فوج کا ہراول دستہ ہوں گے اور وہ ہمیشہ خدا سے دعا مانگتے رہتے ہیں کہ خدا انہیں اپنے دین کا مددگار بنائے۔ ان میں عمر رسیدہ بھی ہیں اور نوجوان بھی ہیں اور ان میں چھوٹے بڑے کا اتنا ادب ہے کہ جب کوئی جوان کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو اس کے سامنے یوں ادب سے بیٹھ جاتا ہے جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے ادب سے بیٹھتا ہے۔ اور جب تک بزرگ اسے اجازت نہیں دیتے وہ ان کے سامنے سے کھڑے نہیں ہوتے۔ اور جب بھی امام انہیں کوئی حکم دیتا ہے تو وہ اسے بجا لاتے ہیں اور اگر وہ لوگ مشرق و مغرب کے درمیان مخلوق پر حملہ کر دیں تو وہ انہیں ایک ہی ساعت میں فنا کر ڈالیں۔

ان کے جسموں پر لوہا اثر نہیں کرتا۔ ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں جو کہ اس لوہے کے علاوہ ایک اور دھات سے بنی ہوئی ہیں اور اگر ان میں سے کوئی پہاڑ کو تلوار مارے تو پہاڑ کے ٹکڑے اڑ جائیں۔

امام علیہ السلام انہیں لے کر ہند' دیلم' کرد' روم' بربر' فارس اور جابلقا اور جابلقا کے درمیان تک جنگ کریں گے اور جابلقا اور جابلسا دو شہر ہیں جن میں سے ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں ہے۔ وہ اہلِ ادیان کو اللہ کی توحید' اسلام' محمد مصطفٰیؐ کی نبوت اور ولایت اہل بیتؑ کی دعوت دیں گے۔ چنانچہ جو لوگ ان کی دعوت کو قبول کر کے اسلام میں داخل ہوں گے وہ انہیں چھوڑ دیں گے اور ان پر اپنے ایک شخص کو حاکم مقرر کریں گے۔

اور جو لوگ رسالت محمدیؐ اور اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کریں گے وہ انہیں قتل کر دیں گے اور پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرائیں گے۔

(بصائر الدرجات' ص ۴۹۰۔ تبصرۃ الولی' ص ۲۵۹)

حسن بن زیاد نے اپنے عقائد امامؑ کو سنائے

حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ جب زید بن علی زین العابدین نے کوفہ میں اپنی تحریک کا آغاز کیا تو میرے دل میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ میں کوفہ سے مکہ گیا پھر وہاں سے مدینہ گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؑ بیمار تھے اور چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کمزوری کی وجہ سے آپؑ انتہائی نحیف ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ میں آپؑ کے سامنے اپنا دین پیش کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے کروٹ بدل کر میری طرف رخ کیا اور فرمایا:

حسن! میں تو سمجھتا تھا کہ تو ان باتوں سے بے نیاز ہوگا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اچھا سناؤ۔

میں نے کہا کہ میں اللہ کی توحید اور محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں چنانچہ میں نے کلمۂ شہادت پڑھا تو امام علیہ السلام نے بھی میرے ساتھ کلمۂ شہادت پڑھا۔

میں نے کہا: محمد مصطفیٰؐ خدا کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

پھر میں نے کہا کہ رسولؐ خدا کے بعد حضرت علی امامؑ ہیں۔ اللہ نے ان کی اطاعت واجب کی ہے۔ ان میں شک کرنے والا گمراہ اور ان کا منکر کافر ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ کے بعد حسن وحسین علیہما السلام بھی ان کی طرح سے مفترض الطاعت ہیں۔

پھر باقی ائمہ کے بعد آپؑ بھی مفترض الطاعت امام ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: بس کافی ہے۔ اب بتاؤ ان عقائد کی وجہ سے تم یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے محبت رکھوں؟

میں نے عرض کیا: اگر آپؑ نے مجھ سے محبت کرلی تو پھر مجھے میرا مقصود مل جائے گا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں یہیں مدینہ میں رہنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کیوں؟

میں نے کہا: اس وقت کوفہ میں زید کی تحریک جاری ہے۔ اگر زید کی تحریک کامیاب ہوگئی تو پھر ہم سے برا حال کسی اور کا نہ ہوگا۔ اور اگر بنی امیہ کامیاب ہو گئے تو بھی ہمارا حشر برا ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: تم واپس چلے جاؤ، تمہیں کسی طرف سے بھی کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ (امالی مفید، ص ۳۲)

امام علیؑ رضا کی زیارت کا ثواب

حسن بن زید راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

میرے فرزند موسیٰؑ کو خدا ایک فرزند عطا کرے گا جس کا نام امیر المومنین کے نام پر علی ہوگا وہ ارض طوس یعنی خراسان میں دفن کیا جائے گا' اسے زہر سے شہید کیا جائے گا اور وہ وہاں عالمِ غربت میں مدفون ہوگا۔ اور جو بھی اس کے حق کا عارف بن کر اس کی زیارت کرے گا تو اللہ اسے اس شخص کا اجر دے گا جس نے فتحِ مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں دولت خرچ کی ہوگی اور جہاد میں شامل ہو گیا ہوگا۔ (امالی صدوق' ص ۱۰۳)

حمزہ بن حمران راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرا پوتا خراسان کی سرزمین پر شہر طوس میں قتل کیا جائے گا جو اس کے حق کا عارف بن کر اس کی زیارت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں داخل کروں گا اگرچہ وہ گناہانِ کبیرہ کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔

میں نے کہا: مولاؑ! ان کے حق کی معرفت سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ انہیں امام مفترض الطاعت سمجھے اور انہیں مسافر اور شہید سمجھے اور جو بھی اس کے حق کا عارف ہو کر اس کی زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے رسولؐ خدا کے سامنے شہید ہونے والے ستر شہداء کا ثواب عطا کرے گا۔

(امالی صدوق' ص ۱۰۵۔ عیون الاخبار' جلد ۲' ص ۲۵۹)

عبداللہ بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص جو کہ طوس کا رہنے والا تھا آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپؑ سے عرض کیا:

فرزند رسولؐ! یہ بیان کریں کہ قبر حسینؑ کی زیارت کا ثواب کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: طوسی! جو شخص امام حسین علیہ السلام کو خدا کی طرف سے مقرر کردہ امام تسلیم کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ ان کی اطاعت بندوں پر فرض ہے اور جو یہ سمجھ کر ان کی زیارت کرے گا تو اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا اور ستر گناہ گاروں کے لیے اس کی شفاعت کو قبول کرے گا اور زائر حسین ان کی قبر پر کھڑے ہو کر جو بھی حاجت طلب کرے گا اللہ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت موسیٰ بن جعفر جو کہ ابھی کم سن بچے تھے وہ اپنے والد کے پاس آئے۔ آپؑ نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا اور ان کی پیشانی کو چوم کر طوسی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

طوسی! یہ میرے بعد امام ہوگا اور میرا جانشین ہوگا اور میرے بعد بندوں پر خدا کی حجت ہوگا اور اس کی صلب سے ایک مرد ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے آسمان پر خدا کی رضا کا ذریعہ ہوگا اور زمین پر بندگانِ خدا کے لیے رضائے الٰہی کا سبب ہوگا۔ تمہاری زمین پر اسے ظلم وستم کی زہر سے شہید کیا جائے گا اور وہاں عالمِ غربت میں دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ جو بھی شخص اسے اس کے والد کے بعد خدا کی طرف سے مفترض الطاعت امام سمجھ کر عالمِ غربت میں اس کی زیارت کرے تو وہ اس شخص کی طرح سے ہوگا جس نے رسولؐ خدا کی زیارت کی ہو۔ (امالی صدوق، ص ۴۷۰۔ تہذیب، جلد ۶، ص ۱۰۸)

امامؑ کے پاس شیعوں کا ریکارڈ ہوتا ہے

عبداللہ بن فضل ہاشمی راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ مفضل بن عمر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسے دیکھ کر آپؑ مسکرائے اور پھر فرمایا:

مفضل! میرے پاس آؤ۔ مجھے اپنے رب کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں اور جو تجھ سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھتا ہوں۔

مفضل! اگر میرے تمام شاگرد وہ کچھ جانتے جو کہ تم جانتے ہو تو ان میں سے دو افراد کا کبھی بھی آپس میں اختلاف نہ ہوتا۔

مفضل نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کیا مجھے میری حیثیت سے زیادہ مقام نہیں دے رہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے تمہیں وہی مقام دیا ہے جو تمہیں خدا نے دیا ہے۔

مفضل نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! یہ بتائیں آپؑ کی نظر میں جابر بن یزید جعفی کا کیا مقام ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا وہی مقام ہے جو رسولؐ خدا کی بزم میں سلمان کا مقام تھا۔

مفضل نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! داؤد بن کثیر رقی کا کیا مقام ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا وہی مقام ہے جو رسولؐ خدا کی بزم میں مقداد کا تھا۔

اس کے بعد آپؑ میری (راوی) طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

عبداللہ بن فضل! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نورِ عظمت سے پیدا کیا اور اپنی رحمت سے ہمیں بنایا اور تمہارے ارواح کو ہم میں سے پیدا کیا۔ اسی لیے ہمیں تمہارا اشتیاق رہتا ہے اور تمہیں ہمارا اشتیاق رہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر اہلِ شرق و غرب کوشش کریں کہ وہ ہمارے شیعوں میں ایک فرد کا اضافہ کریں یا ایک فرد کو کم کریں تو وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ تم لوگوں کے نام، ولدیت اور قبیلہ سمیت ہمارے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔

عبداللہ بن فضل! اگر میں چاہوں تو میں تجھے تیرا نام اپنے صحیفہ میں دکھا سکتا ہوں۔

پھر آپؑ نے ایک صحیفہ طلب کیا اور پھر اسے کھولا تو وہ بالکل سفید تھا اس پر کچھ بھی لکھا ہوا نہیں تھا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! یہ تو بالکل خالی ہے اس پر تو کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔

آپؑ نے اس صحیفہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ لکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے مجھے اپنا نام دکھائی دیا۔ اپنا نام دیکھ کر میں سجدۂ شکر بجالایا۔ (اختصاص مفید' ص ۲۱۶)

قبولیتِ دعا

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بیان کیا۔ جب میں پانچ سال کا بچہ تھا اور اپنے والد علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا تو کچھ یہودی مذہب کے افراد میرے والد کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: آپؑ اس امت کے نبی محمد مصطفےٰؐ کے فرزند اور اہلِ زمین پر حجت ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

یہودیوں نے کہا: ہم تورات میں پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کو کتاب وحکمت اور نبوت عطا کی تھی اور اللہ نے انہیں سلطنت اور امامت عطا فرمائی تھی۔ اور نبوت' خلافت اور وصیت کا منصب ہمیشہ انبیاء کی ذریت میں ہی رہا ہے۔ اگر آپؑ کے نانا جان بھی نبی ہوتے تو خلافت و وصیت آپؑ کے گھرانے میں ہوتی جب کہ آپؑ تو مظلوم اور مقہور ہیں۔ نبی کی نسبت کا بھی لوگ لحاظ نہیں کرتے؟

یہ سن کر امام علیہ السلام کی آنکھیں برسنے لگ گئیں اور آپؑ نے فرمایا:

اولادِ انبیاء ہر دور ہی میں مظلوم و مقہور رہی ہے اور ہر دور میں انہیں ناحق قتل کیا گیا اور ظالم غالب رہے اور بندوں میں سے شکر گزار کم ہی ہوتے ہیں۔

یہودیوں نے کہا: انبیاء اور ان کی اولاد کسی پڑھنے پڑھانے کی محتاج نہیں ہوتی' انہیں خدا کی طرف سے براہِ راست علم ملتا ہے تو کیا آپؑ کو بھی خدا کی طرف سے علم ملا ہے؟

اس وقت میرے والد ماجد نے مجھ سے فرمایا: موسیٰ! قریب آؤ۔ میں اپنے والد کے قریب گیا۔ آپؑ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

پروردگار! محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقہ میں اپنی مدد سے اس کی تائید فرمائی۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

تم جو چاہو اس سے پوچھ لو۔

یہودیوں نے کہا: ہم ایک ناسمجھ بچے سے پوچھیں تو کیا پوچھیں؟

اس وقت میں نے ان سے کہا: تم سمجھنے کی غرض سے مجھ سے سوال کرو۔ الجھنے کے لیے سوال نہ کرو۔

یہودیوں نے کہا: اچھا آپ یہ بتائیں کہ موسیٰ بن عمران کو کون سی نو علامات دی گئی تھیں؟

میں نے کہا: انھیں خدا کی طرف سے یہ نشانیاں ملی تھیں:

۱۔عصا ۲۔ ید بیضاء ۳۔ ٹڈی دل ۴۔ جوئیں ۵۔ مینڈک ۶۔ خون ۷۔ کوہِ طور کا بلند ہونا ۸۔ من وسلویٰ کا اترنا ۹۔ سمندر سے راستہ ملنا۔

یہودیوں نے کہا: آپؑ نے سچ کہا۔

(قرب الاسناد' ص ۳۱۷۔ اثبات الهداة' جلد ۱' ص ۴۴۷)

ائمہ جنات اور ملائکہ کی آوازیں سنتے رہیں

سفوانِ ساربان کا بیان ہے کہ ہم مدینہ سے مکہ جا رہے تھے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! آپؑ غمگین اور پریشان کیوں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر تم وہ آوازیں سن سکتے جو میں سن سکتا ہوں تو تمہیں یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

میں نے عرض کیا: آپؑ کیا سنتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں ملائکہ کی اس بددعا کو سنتا ہوں جو وہ امیر المومنین اور امام

حسین علیہا السلام کے قاتلوں پر کرتے ہیں اور مجھے جنات کے نوحے سنائی دیتے ہیں اور ملائکہ کے رونے کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔ اب تم خود ہی بتاؤ یہ سب کچھ سن کر ہمیں کھانا کیسے اچھا لگ سکتا ہے یا ہم کیسے خوش ہو کر پانی پی سکتے ہیں اور ہم ان صداؤں کو سن کر کیسے سو سکتے ہیں؟ (کامل الزیارات، ص ۹۲۔ عوالم العلوم، جلد ۱۷، ص ۴۸۰)

درندوں سے محفوظ رہنے کی عزیمت

عبداللہ بن یحییٰ کاہلی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:
اگر تمہارے سامنے کبھی کوئی درندہ آ جائے تو تم اس سے کیا کہو گے؟
میں نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں ہے۔
آپؑ نے فرمایا: اس کے سامنے آیت الکرسی پڑھو بعد ازاں اس سے کہو:

عزمت علیک بعزیمة اللّٰه وعزیمة رسول وعزیمة سلیمان بن داؤد وعزیمة علی امیرالمومنین والائمة من بعده علیهم السلام الاتنحیت عن طریقنا ولم تؤدنا

"تجھے اللہ، رسول، سلیمان بن داؤد اور علی امیرالمومنینؑ اور ان کے بعد کے ائمہ کا واسطہ، ہمارے راستے سے ہٹ جا اور ہمیں اذیت نہ پہنچا"

جب تم ایسا کرو گے تو کوئی درندہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں کوفہ گیا اور کوفہ سے اپنے چچازاد کے ساتھ واپس آ رہا تھا کہ راستے میں ایک شیر دکھائی دیا۔ میں نے حضرتؑ کی بتائی ہوئی عزیمت پڑھی تو اس نے اپنا سر جھکا لیا اور اپنی دم کو ٹانگوں میں دبایا اور جہاں سے آیا تھا وہیں واپس ہو گیا۔

میرے چچازاد نے کہا: اس سے بہتر کلام میں نے کبھی نہیں سنی۔

میں نے کہا: یہ میری بتائی ہوئی عزیمت تھوڑی تھی۔ یہ تو مجھے امام جعفر صادق علیہ

السلام نے تعلیم فرمائی تھی۔

جب میرے چچازاد نے سنا تو اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ جعفر صادقؑ سچے امام ہیں اور اللہ نے ان کی اطاعت کو بندوں پر فرض کیا ہے۔

اس سے قبل میرے چچازاد کو عقیدۂ امامت کا ذرہ برابر بھی علم نہیں تھا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور میں نے ان سے اپنا واقعہ بیان کیا۔

میری گفتگو سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

تیرا کیا خیال ہے کہ میں اس وقت وہاں موجود نہیں تھا؟ ہر محبّ کے ساتھ میرا سننے والا کان اور دیکھنے والی آنکھ اور بولنے والی زبان ہوتی ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جب تم نے شیر کو دیکھا تو تو اس وقت تم دریا کے کنارے چل رہے تھے۔ تمہارے چچازاد بھائی کا نام ہمارے شیعوں کے دیوان میں لکھا ہوا ہے۔ اسے اس وقت تک خدا نے موت دینی ہی نہیں تھی جب تک وہ عقیدۂ حقہ کو نہ اپناتا۔

میں کوفہ گیا اور میں نے اپنے چچازاد بھائی کو امام علیہ السلام کی گفتگو سنائی تو وہ بے حد خوش ہوا اور مرتے دم تک عقائدِ حقہ پر کاربند رہا۔ (الخراج' جلد۲' ص ۲۰۷)

دل کی کیفیت سے آگاہی اور دیناروں کا ڈھیر

راوندی نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی کہ میں کچھ رقم امام جعفر صادق علیہ السلام کی نذر کرنے کے لیے آپؑ کے پاس لے گیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ یہ بڑی رقم ہے۔

جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے غلام سے فرمایا کہ مکان کے آخری حصہ میں ایک طشت رکھا ہے وہ طشت اٹھا لاؤ۔

غلام وہ طشت اٹھا لایا۔ جب طشت آیا تو آپؑ نے زیر لب کچھ پڑھا تو اس سے

دیناروں کی بارش ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے دیناروں کا اتنا بڑا ڈھیر لگ گیا کہ غلام مجھے دکھائی نہ دیتا تھا اور میں غلام کو دکھائی نہ دیتا تھا۔

اس کے بعد آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

تم کیا سمجھتے ہو کہ ہم تمہارے محتاج ہیں؟ یاد رکھو ہم تو تمہاری دولت اس لیے قبول کرتے ہیں تا کہ تم پاک ہو سکو۔

(الخراج والجرائح' جلد۲' ص ۶۱۴۔ اثبات الھداۃ' جلد۳' ص ۱۱۷)

بکری اور کبوتر کی گفتگو کا سمجھنا

جابر راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستے میں ایک شخص نے بکری کو ذبح کرنے کے لیے لٹا رکھا تھا۔ جب بکری نے آپ کو دیکھا تو وہ چیخنے چلانے لگی۔

آپؑ نے اس شخص سے فرمایا: اس کی کیا قیمت ہے؟

اس نے کہا: چار درہم۔

آپ نے چار درہم اس کے حوالے کیے اور فرمایا: بکری کو آزاد کر دو۔

اس نے بکری کو چھوڑ دیا۔ ہم پھر آگے چلے تو ہم نے دیکھا کہ ایک عقاب نے ایک کبوتر کو دبوچا ہوا تھا۔ آپؑ نے اپنی آستین سے عقاب کو اشارہ کیا تو اس نے کبوتر کو چھوڑ دیا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! آج تو میں نے عجیب باتیں مشاہدہ کی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جب اس شخص نے بکری کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا اور بکری نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھ سے کہا:

میں اللہ اور آپ اہل بیتؑ کی پناہ طلب کرتی ہوں۔ آپؑ مجھے ذبح ہونے سے بچائیں۔ چنانچہ میں نے بکری کو آزاد کر دیا اور جب کبوتر نے مجھے دیکھا تو اس نے بھی

مجھ سے پناہ کی درخواست کی اسی لیے میں نے عقاب کو اشارہ کیا کہ وہ اسے چھوڑ دے اور اگر ہمارے شیعہ استقامت کا مظاہرہ کرتے تو میں انہیں پرندوں کی بولیاں سنوا دیتا۔
(الخرائج والجرائح' جلد۲' ص ۶۱۲۔ الثاقب فی المناقب' ص ۱۷۶)

عبداللہ بن علی نے کیا دیکھا؟

ولید بن صبیح کا بیان ہے کہ ہم ایک رات امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے تھے اور آپؑ ہم سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

آپؑ نے کنیز سے فرمایا: جا کر دیکھو اس وقت کون آیا ہے؟

کنیز نے آ کر بتایا: آپؑ کا چچا عبداللہ بن علی دروازے پر کھڑا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے اندر آنے دو۔ آپؑ نے ہم سے فرمایا: تم لوگ دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔ ہم دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

عبداللہ بن علیؑ نے آپ سے سخت تند و تیز باتیں کیں اور جتنی بھی غلط باتیں وہ کہہ سکتا تھا' اس نے کہیں۔

پھر وہ آپؑ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد آپؑ ہمارے پاس تشریف لائے اور جہاں سے آپؑ نے گفتگو کو چھوڑا تھا وہیں سے گفتگو کا آغاز کیا۔

حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا:

فرزند رسولؐ! ہمیں یہ توقع نہیں تھی کہ یہ شخص ایسی تند و تیز باتیں کرے گا اور سچ تو یہ ہے کہ ہم نے ایک مرحلہ پر ارادہ کر لیا تھا کہ اس کا دماغ ٹھکانے لگایا جائے۔

آپؑ نے فرمایا: تم ہمارے درمیان کسی قسم کی مداخلت نہ کرو۔

رات کا پچھلا پہر ہوا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آپؑ نے کنیز سے فرمایا: جاؤ اور جا کر دیکھو کہ دستک دینے والا کون ہے؟

کنیز گئی اور اس نے آ کر عرض کیا کہ آپ کا چچا عبداللہ بن علی دروازے پر کھڑا

ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے اندر آنے دو۔ وہ آیا تو وہ رو رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا اور رو رو کر کہہ رہا تھا:

پیارے بھتیجے! خدارا معاف کر دیں میری غلطی سے درگزر کریں۔ خدا آپ سے درگزر کرے گا۔

امامؑ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: چچا کیا ہوا اور تم اس طرح سے معافی مانگنے کے لیے کیوں آئے؟

عبداللہ بن علی نے کہا: آپؑ کے پاس سے اٹھ کر میں اپنے گھر گیا اور بستر پر سویا جیسے مجھے نیند آئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ سیاہ شکل وصورت کے دو اشخاص میرے پاس آئے اور انہوں نے میری مشکیں کس لیں۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اسے دوزخ لے جاؤ۔

چنانچہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑے۔ راستے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دکھائی دیئے تو میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! آپؐ دیکھ رہے ہیں مجھ سے کیا سلوک کیا جارہا ہے؟

آنحضرتؐ نے جواب دیا: کیا تم نے میرے فرزند کو کچھ کم باتیں سنوائی تھیں؟

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں یہ غلطی آئندہ کبھی نہ کروں گا۔

آنحضرتؐ نے ان دونوں سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا لیکن مشکیں کسی جانے کی اذیت مجھے ابھی تک محسوس ہو رہی ہے۔

امامؑ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: چچا وصیت کرو۔

اس نے کہا: وصیت کس بات کی کروں؟ میرے پاس دولت تو موجود ہی نہیں ہے کہ جس کی میں وصیت کروں۔ میرے بہت سے بچے ہیں اور مجھے لوگوں کا قرض بھی دینا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا قرض میں ادا کروں گا اور تمہارے بچے میرے بچے ہیں۔ پھر اس نے وصیت کی۔ ابھی ہم مدینہ سے نہیں نکلے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے اہل وعیال کو اپنے اہل وعیال میں شامل کیا اور اس کے بیٹے سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا۔ (الخرائج والجرائح، جلد۲، ص ۶۱۹)

داؤد رقی کی مشکل کشائی

داؤد رقی راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

داؤد! تم اتنے پریشان کیوں ہو؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں نے بھاری قرض دینا ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے فلاں بھائی کے پاس سندھ چلا جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر ارادہ کرلیا ہے تو پھر چلے جاؤ۔

میں نے عرض کیا: مجھے سمندری سفر سے ڈر لگتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جو ذات خشکی پر تمہاری حفاظت کرتی ہے وہی ذات سمندر میں بھی تمہاری حفاظت کرے گی۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: داؤد! اگر ہم نہ ہوتے تو نہریں جاری نہ ہوتیں اور درختوں پر پھل نہ لگتے اور درختوں کو سرسبزی نصیب نہ ہوتی۔

داؤد کا بیان ہے کہ میں نے سمندر کا سفر کیا اور ایک سو بیس دن کے طویل سفر کے بعد میں ساحل پر اترا۔ اس دن جمعہ کا دن تھا اور سورج ابھی نہیں ڈھلا تھا اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ اچانک آسمان سے نور کی ایک کرن زمین پر پڑی اور مجھے اس میں سے ایک آواز سنائی دی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

داؤد! تیرے قرض کی ادائیگی کا وقت آ گیا۔ سر بلند کر اب تو محفوظ ہے۔ میں نے سر بلند کر کے نور کی کرن کو دیکھا تو اس وقت ایک اور آواز مجھے سنائی دی۔ اس سرخ ٹیلے کے پیچھے چلے جاؤ۔ وہاں تمہارے قرض کی ادائیگی کا سامان موجود ہے۔

میں سرخ ٹیلے کے پیچھے گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں سونے کے بہت سے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے جن کے ایک طرف قرآن مجید کی یہ آیت تحریر تھی:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ص: ۳۹)

میں نے سونے کے وہ ٹکڑے جمع کیے اور واپس مدینہ آیا اور جب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا تو آپؑ نے میرے کچھ کہے بغیر ارشاد فرمایا:

ہماری عطا سے مراد وہ نور تھا جو تمہیں دکھائی دیا تھا۔ اس سے مراد وہ سونا نہیں تھا جو تم نے جمع کیا۔ تمہیں وہ سونا مبارک ہو جو رب کریم نے تمہیں عطا کیا ہے۔ اللہ کی حمد کرو۔ (الخرائج والجرائح، جلد۲، ص۶۲۲)

بے موسم انگور اور انار کا برآمد کرنا

داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپؑ کا فرزند موسیٰ کاظمؑ سردی سے کانپتا ہوا آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا:

کیسا حال ہے؟

انہوں نے کہا: ابا جان! میں نے اللہ کی نعمات کی فراوانی میں صبح کی ہے۔ میں اس وقت جرشی انگور اور انار کھانا چاہتا ہوں۔

داؤد کہتے ہیں کہ میں نے کہا: سبحان اللہ! سخت سردی پڑ رہی ہے بھلا اس موسم میں یہ پھل کہاں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

داؤد! اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تم باغ میں جاؤ۔

داؤد کہتے ہیں کہ میں باغ میں گیا تو میں نے انگور کی بیل پر انگوروں کا پکا ہوا خوشہ دیکھا اور انار کے درخت پر ایک خوبصورت انار دیکھا۔ چنانچہ میں انگوروں کا خوشہ اور انار لے کر آپؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا:

میں آپؑ کے ظاہر و باطن پر ایمان لایا ہوں۔ پھر میں نے دونوں چیزیں حضرت موسیٰ کاظمؑ کے حوالے کیں اور آپؑ نے انہیں تناول کیا اور مجھ سے فرمایا:

داؤد! افق اعلیٰ سے حضرت مریمؑ کو جو رزق دیا گیا تھا یہ اس سے کہیں افضل اور برتر ہے۔ (الخرائج والجرائح، جلد۲، ص ۶۱۷)

ایک غالی کو تنبیہہ

عبدالعزیز القزاز کا بیان ہے کہ میں ائمہ ہدیٰ کو رب مانا کرتا تھا۔ ایک دن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

(بیت الخلا میں) پانی رکھو مجھے طہارت کرنا ہے۔

میں نے جا کر پانی رکھا۔ جب آپؑ وضو کرنے گئے تو میں نے دل ہی دل میں کہا: میں تو انہیں کچھ اور سمجھتا تھا لیکن یہ بھی وضو کرتے ہیں۔

جب آپؑ بیت الخلا سے باہر آئے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

عبدالعزیز! کسی بنیاد پر اس کی حیثیت سے زیادہ وزن نہ رکھو ورنہ وہ عمارت گر پڑے گی۔ ہم اللہ کے عبد ہیں اور ہم اس کی مخلوق ہیں۔ (الخرائج والجرائح، جلد۲، ص ۶۳۶)

لوگوں کے افعال سے آگاہی

ہارون بن رباب راوی ہیں کہ میرا ایک ''جارودی'' نظریات رکھنے والا بھائی تھا۔ ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

تمہارا ''جارودی'' بھائی کیسا ہے؟

میں نے کہا: وہ بالکل ٹھیک ہے۔ وہ قاضی اور ہمسایوں کی نظر میں انتہائی پسندیدہ شخصیت ہے۔ البتہ وہ آپؑ کی ولایت کا اقرار نہیں کرتا۔

آپؑ نے فرمایا: ہماری ولایت کے اقرار سے اسے کیا چیز مانع ہے؟

میں نے کہا: وہ اپنے خیال کے مطابق احتیاط پر عمل کر رہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: دریائے بلخ پر اس کی یہ احتیاط کہاں گئی تھی؟ میں نے یہی بات اپنے بھائی سے کہی تو اس نے حیران ہو کر مجھ سے کہا:

کیا تجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بات بتائی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رب العالمین کی طرف سے حجت ہیں۔

میں نے کہا: تیرا قصہ کیا ہے؟

اس نے بتایا کہ میں دریائے بلخ کے پیچھے سے آ رہا تھا کہ ایک اور شخص میرا ہم سفر ہوا۔ اس کے ساتھ ایک حسین و جمیل کنیز تھی اور جب ہم دریا کے کنارے پہنچے تو اس نے کہا کہ سردی زیادہ ہے۔ آپ سامنے والی آبادی میں چلے جائیں وہاں سے آگ لائیں اور میں آپ کے سامان کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اور اگر آپ نہ جانا چاہیں تو پھر یہاں میرے سامان کی حفاظت کریں میں وہاں سے آگ لے آتا ہوں۔

میں نے اس سے کہا کہ تم جاؤ میں تمہارے سامان کی حفاظت کروں گا۔ وہ شخص آگ لینے کے لیے چلا گیا تو میں نے اس کی کنیز سے منہ کالا کیا۔

خدا کی قسم! نہ تو کنیز نے اس کا کسی سے ذکر کیا اور نہ ہی میں نے آج تک کسی کے سامنے یہ بات کی۔ میرے اس جرم سے صرف اللہ ہی واقف ہے۔ اگلے سال میں زیارت امامؑ کے لیے روانہ ہوا تو وہ بھی میرے ساتھ آیا اور اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اور جب وہ آپؑ کے پاس سے نکلا تو وہ آپؑ کی امامت کا قائل

ہو چکا تھا۔ (الخرائج والجرائح، جلد۲، ص ۶۱۷)

جنت الفردوس کا گھر

ہشام بن الحکم راوی ہیں کہ اہل جبل کا ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس نے آپؑ کو دس ہزار دینار دیئے اور کہا کہ آپؑ اس رقم سے میرے لیے مدینہ میں کوئی مکان خریدیں تاکہ جب میں آئندہ بیوی بچوں سمیت مدینہ آؤں تو اس مکان میں رہ سکوں۔

رقم دے کر وہ مکہ چلا گیا اور جب وہ مکہ سے واپس آیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسے اپنے مکان میں ٹھہرایا اور اس سے فرمایا:

میں نے تیرے لیے جنت الفردوس میں ایک مکان خریدا ہے جس کی دستاویز بھی تیار کر لی ہے۔ پھر آپؑ نے ایک دستاویز پڑھی جس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ مکان ہے جس کو جعفر بن محمد نے فلاں بن فلاں ساکن جبل کے لیے خریدا ہے اور یہ مکان جنت الفردوس میں خریدا گیا ہے اور اس مکان کا حدود اربعہ یہ ہے۔ اس کی پہلی حد رسولؐ خدا کے گھر سے ملتی ہے۔ اس کی دوسری حد امیر المومنین علیہ السلام کے گھر سے متصل ہے۔ اس کی تیسری حد حسنؑ بن علیؑ سے متصل ہے اور اس کی چوتھی حد حضرت حسینؑ بن علیؑ کے مکان سے متصل ہے۔

جب اس شخص نے اس دستاویز کو پڑھا تو اس نے کہا:

میں اس خریداری پر راضی ہوں۔ جب اس نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو آپؑ نے وہ رقم اولاد امام حسنؑ اور اولادِ امام حسینؑ میں تقسیم کر دی۔

وہ شخص دستاویز جنت لکھوا کر اپنے وطن واپس گیا۔ چند روز بعد بیمار ہوا اور اس نے اپنی بیماری کے دوران وصیت کی کہ اگر میں مر جاؤں تو تم یہ دستاویز میرے کفن میں رکھ دینا۔ وصیت کے بعد اس کی وفات ہو گئی۔

اس کے ورثاء نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ جب دوسرے دن اس کے وارث اس کی قبر پر گئے تو قبر پر ایک کاغذ رکھا ہوا تھا جس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی جو کچھ جعفر بن محمد نے تحریر کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔ (مناقب' جلد۴' ص ۲۳۳)

کتاب شوق العروس میں ہے کہ میں نے سنا کوئی شب معراج عرش کے درمیان یہ شعر پڑھ رہا تھا:

من یشتری قبة فی الخلد ثابتة

فی ظل طوبیٰ رفیعات مبانیھا

دلالھا المصطفی واللّٰہ بائعھا

ممن اراد و جبریل منادیھا

''کوئی ہے جو خلد میں ایسا مکان خریدے جو طوبیٰ کے زیر سایہ ہے اور وہ بہت بلند و بالا مکان ہے۔ اس کے دلال محمد مصطفیٰؐ ہیں اور بیچنے والا اللہ ہے اور منادی جبریل ہیں''۔

(کشف الغمہ' جلد۲' ص ۲۰۰۔ صراط مستقیم' جلد۲' ص ۱۸۶)

مکار صوفی سے مکالمہ

ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام انتہائی قیمتی کپڑے پہن کر مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سفیان ثوری نے آپ کی اس آن بان کو ملاحظہ کیا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ میں ان کے پاس جا کر انہیں تنبیہ کروں گا۔

وہ آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

فرزند رسولؐ! ایسا لباس آپؑ کے نانا رسولؐ خدا نے نہیں پہنا تھا اور آپؑ کے دادا علی مرتضیٰؑ اور آپ کے دیگر آبائے صالحین نے کبھی نہیں پہنا تھا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارے بزرگ ایک ایسے وقت میں تھے جب ہر طرف غربت چھائی ہوئی تھی اور ہمارے دور میں ہر طرف فراخی کا راج ہے۔ دنیاوی نعمتوں کے زیادہ حق دار نیک لوگ ہیں۔کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (الاعراف: ۳۲)

"کہہ دو کہ اللہ کی ان زینتوں کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟"

جب خدا کی پیدا کردہ زینت حلال ہے تو میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔مگر اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ میں نے لوگوں کو دکھانے کے لیے قیمتی لباس پہنا ہوا ہے جب کہ اپنے لیے میں نے موٹا جھوٹا لباس پہنا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنا اوپر والا لباس ہٹایا تو اس کے نیچے آپؑ نے ٹاٹ کا کھردرا لباس پہنا ہوا تھا۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر سفیان ثوری کا ٹاٹ کا لباس ہٹایا تو اس نے اندر سے دیباج کا نرم و نازک لباس پہنا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا:

تم نے لوگوں کو دکھانے کے لیے کھردرا لباس پہنا ہوا ہے جب کہ اپنے نفس کو راحت پہنچانے کے لیے تم نے دیباج و حریر کا لباس پہنا ہوا ہے۔

(الکافی، جلد ۶، ص ۴۴۲)

ایک نجومی سے گفتگو

ابان بن تغلب راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یمن کا ایک باشندہ آپؑ کے پاس آیا۔ اس نے آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کا

جواب دیا اور اس سے فرمایا:

سعد! تمہیں خوش آمدید ہو۔

اس شخص نے کہا: میری ماں نے یہ میرا نام رکھا تھا اور بہت کم لوگوں کو میرا یہ نام معلوم ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سعد المولیٰ! تم نے سچ کہا ہے۔

اس شخص نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ مجھے اسی لقب کے ساتھ ملقب کیا جاتا ہے۔

اس نے کہا: ہمارا گھرانہ منجمین کا گھرانہ ہے اور پورے یمن میں ہم سے کوئی بڑا منجم نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت نے منجم سے حسب ذیل گفتگو کی۔

امام جعفر صادقؑ: کیا میں ستاروں کے متعلق تم سے کچھ سوال کر سکتا ہوں؟

نجومی: جی ہاں، میں آپؑ کو پورے وثوق سے ان کا جواب دوں گا۔

امام جعفر صادقؑ: سورج کی روشنی چاند کی روشنی سے کتنے درجہ زیادہ ہے؟

نجومی: مجھے معلوم نہیں۔

امام جعفر صادقؑ: اچھا یہ بتاؤ چاند کی روشنی زہرہ کی روشنی سے کتنے درجہ زیادہ ہے؟

نجومی: مجھے معلوم نہیں۔

امام جعفر صادقؑ: اچھا زہرہ کی روشنی مشتری کی روشنی سے کتنے درجہ زیادہ ہے؟

نجومی: مجھے معلوم نہیں۔

امام جعفر صادقؑ: وہ ستارہ کون سا ہے جب وہ طلوع کرتا ہے تو گائے اور بیل میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے؟

نجومی: مجھے معلوم نہیں۔

امام جعفر صادقؑ: وہ کون سا ستارا ہے جب وہ طلوع کرتا ہے تو اونٹوں میں جوش

پیدا ہو جاتا ہے؟

نجومی: مجھے معلوم نہیں۔

امام جعفر صادقؑ: وہ کون سا ستارہ ہے جب وہ طلوع کرتا ہے تو کتوں میں جوش پیدا ہو جاتا ہے؟

نجومی: مجھے معلوم نہیں۔

امام جعفر صادقؑ: تمہاری نظر میں ''زحل'' کا کیا مقام ہے؟

نجومی: وہ نحس ستارہ ہے۔

امام جعفر صادقؑ: ایسا نہ کہو۔ زحل تو امیر المومنینؑ اور اوصیاءؑ کا ستارہ ہے اور یہ وہ ''نجم ثاقب'' ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

نجومی: یہ فرمائیں کہ زحل کو ''ثاقب'' کیوں کہا گیا ہے؟

امام جعفر صادقؑ: لفظ ''ثاقب''، ''ثقب'' مصدر سے مشتق ہے اور ''ثقب'' سوراخ کو کہا جاتا ہے۔ اس ستارہ کو ''ثاقب'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ستارہ ساتویں آسمان پر ہے۔ اس کی روشنی آسمانوں کو چیرتی ہوئی آسمانی دنیا تک پہنچتی ہے اسی لیے اس کو ''نجم ثاقب'' کہا جاتا ہے۔ (الخصال، ص ۴۸۹۔ فرج المہموم، ص ۹۳)

حضرت مریمؑ کی کھجور کی نشاندہی

حفص بن غیاث راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا آپؑ کوفہ کی کھجوروں کے باغات کو دیکھ رہے تھے۔ آپؑ ایک ایک کھجور کو دیکھتے ہوئے ایک کھجور کے پاس پہنچے۔ آپؑ نے اس کے نیچے بیٹھ کر وضو کیا، پھر آپؑ نے نماز پڑھی اور آخر میں ایک طویل سجدہ کیا جس میں آپؑ نے پانچ سو مرتبہ تسبیح پڑھی۔ پھر آپؑ نے کھجور کے ساتھ ٹیک لگائی اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے۔ جب دعاؤں سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:

حفص! یہ وہی کھجور کا درخت ہے جسے حضرت مریمؑ نے ہلایا تھا اور اس سے بے موسمی کھجوریں گری تھیں اور اسی کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیت میں کیا گیا ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (مریم: ۲۵)

''کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلاؤ۔تم پر تازہ کھجوریں گریں گی''۔

(الکافی' جلد۸' ص۱۴۳)

غلاۃ کو تنبیہ

مفضل بن عمر راوی ہیں کہ مدینہ میں بیٹھ کر میں اور قاسم شریکی اور نجم بن حطیم اور صالح بن سہل نے ربوبیت کے متعلق مناظرہ کیا۔

ہم نے ایک دوسرے سے کہا: ہمیں اس مباحثہ کی ضرورت ہی کیا ہے ہم امامؑ کے نزدیک ہیں اور ہمیں تقیہ کی پابندی بھی نہیں ہے۔آؤ ہم ان کے پاس جائیں۔ چنانچہ ہم آپؑ کے درِ دولت کی طرف روانہ ہوئے۔ابھی ہم دروازے پر نہیں پہنچے تھے کہ آپؑ گھر سے جوتے اور چادر کے بغیر باہر آئے اور خوف کی وجہ سے آپؑ کے سر کے بال اٹھے ہوئے تھے اور آپؑ فرما رہے تھے:

مفضل! نہیں' نہیں قاسم و نجم! نہیں' نہیں---

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ

(الانبیا:۲۶-۲۷) ''بلکہ وہ محترم بندے ہیں وہ اس کے قول میں سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں''۔ (الکافی' جلد۸' ص۲۳۱)

حماد بن عیسیٰ کے حق میں دعا

راوندی لکھتے ہیں کہ حماد بن عیسیٰ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

مولاؑ! آپؑ میرے حق میں دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے وسیع رزق دے جس سے میں کئی بار حج ادا کروں اور اللہ مجھے بہترین جاگیر عطا فرمائے اور خوبصورت گھر عنایت فرمائے اور شریف خاندان کی بیوی عطا کرے اور نیک اولاد عطا فرمائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا:

پروردگار! حماد بن عیسیٰ کو وسیع رزق دے جس سے وہ پچاس مرتبہ حج کرے اور اسے اچھی جاگیر عطا فرما اور خوبصورت گھر عطا فرما اور شریف خاندان کی بیوی عطا فرما اور اسے نیک اولاد عطا فرما۔

حاضرین محفل میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں کئی سال بعد حماد بن عیسیٰ کے پاس بصرہ میں گیا تو اس نے مجھ سے کہا:

تمہیں امام جعفر صادق علیہ السلام کی دعا یاد ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

حماد بن عیسیٰ نے کہا: آج امام علیہ السلام کی دعا کا اثر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ میرے گھر جیسا بصرہ شہر میں کسی کا گھر نہیں ہے۔ میری جاگیر بہترین جاگیر ہے اور میری بیوی کے خاندان کو بھی پہچانتے ہو کہ وہ بصرہ کا معزز خاندان ہے۔ میری اولاد بھی تمہارے سامنے ہے اور میرے سب بچے نیک اور صالح ہیں اور امام علیہ السلام کی دعا سے میں اس وقت تک اڑتالیس بار حج بھی کر چکا ہوں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد حماد نے دو بار حج کیا اور پھر وہ اکیانویں بار حج کرنے کے لیے گیا اور وہ جحفہ کے میقات پر پہنچا۔ احرام باندھنے سے قبل اس نے غسل کا ارادہ کیا اور ساتھ ہی ایک پہاڑی نالہ بہہ رہا تھا وہ اس میں نہانے کے لیے گیا۔ اچانک پانی کا ایک تیز ریلا آیا جس میں وہ ڈوب گیا۔ بعد ازاں اس کے نوکروں نے اسے پانی سے نکالا تو وہ مر چکا تھا۔ اسی لیے لوگوں میں وہ ''حماد غریق الجحفہ'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (الخرائج والجرائح' جلد ۱' ص ۳۰۴۔ اثبات الھداۃ' جلد ۳' ص ۱۱۶)

ٹڈی دَل کی آمد سے خبردار کرنا

ابراہیم بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ میں قبا میں کھجوروں کا ایک باغ خریدنا چاہتا تھا۔ راستے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

آپؑ نے مجھ سے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟

میں نے عرض کیا: میں قبا میں کھجوروں کا ایک باغ خریدنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم ٹڈی دَل سے بے خوف ہو چکے ہو۔

میں نے عرض کیا: بے خوف نہیں ہوں۔ اب میں کھجوریں نہیں خریدوں گا۔

خدا کی قسم! ابھی پانچ دن ہی گزرے تھے کہ ٹڈی دَل کا حملہ ہوا اور اس نے کھجوروں کا صفایا کردیا۔ (اعلام الوریٰ' ص ۲۶۹۔ مناقب ابن شہرآشوب' جلد۴' ص ۲۲۸)

اپنی وفات کی خبر دینا

شہاب بن عبدربہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

شہاب! اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب محمد بن سلیمان تجھے میری موت کی خبر دے گا؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں تو اس نام کے کسی بھی شخص کو نہیں جانتا اور مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون ہے؟

شہاب کا بیان ہے کہ اس کے بعد میرے سرمائے میں اضافہ ہوا اور تجارت کے لیے مجھے کبھی کوفہ اور کبھی بصرہ جانا پڑتا تھا۔ انہی دنوں محمد بن سلیمان بصرہ کا والی مقرر ہوا۔ ایک دن اس نے مجھ اپنے پاس طلب کیا اور اس نے میرے سامنے ایک خط رکھا اور کہا:

شہاب! امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات پر خدا تمہیں اور ہمیں صبر کرنے کی توفیق دے۔ اس نے جیسے ہی مجھ سے تعزیت کی تو مجھے اپنے آقا و مولاؑ کا فرمان یاد آ گیا اور میں شدتِ غم سے نڈھال ہو گیا اور پھر میں دل کھول کر رویا۔

(اعلام الوریٰ' ص ۲۶۹۔ مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۲۲۲)

جوابِ قرآن لکھنے کی جسارت

راوندی لکھتے ہیں کہ ابن ابی العوجاء ایک مشہور زندیق تھا۔ اس نے اپنے ساتھ تین اور فصیح و بلیغ زندیق ملائے اور انہوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا کہ ہم سب مل کر قرآن مجید کا جواب لکھیں اور ایک ایک شخص قرآن کے چوتھے حصے کا جواب لکھے اور آئندہ سال مکہ میں حج کے موقع پر اس جواب کو پیش کیا جائے اور قرآن کریم کے چیلنج کا عملی جواب دیا جائے۔

آئندہ سال حج کے موقع پر وہ چاروں زندیق مکہ میں آئے اور مقامِ ابراہیمؑ پر جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: جب میں نے قرآن مجید کی یہ آیت وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ (ہود: ۴۴) پڑھی تو میں نے سمجھ لیا کہ قرآن کا جواب لکھنا ناممکن ہے۔ چنانچہ میں نے اپنا کام ترک کر دیا۔

دوسرے نے کہا: جب میں نے قرآن مجید کی یہ آیت فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا (یوسف: ۸۰) تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ قرآن کا جواب لکھنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

الغرض یہ لوگ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں امام جعفر صادق علیہ السلام ان کے پاس سے گزرے۔ آپؑ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ

هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا(بنی اسرائیل:۸۸)

''آپ کہہ دیں اگر تمام انسان اور جن اکٹھے ہو کر اس قرآن جیسی کتاب بنانا چاہیں تو بھی وہ اس جیسی کتاب نہ بنا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں''۔

آپؑ کی زبان سے یہ آیت مجیدہ سن کر چاروں زندیق بے حد شرمندہ ہوئے۔
(الخرائج والجرائح، جلد۲، ص۷۱۰)

ایک سندھی کو خواب میں قرآن کی تعلیم دینا

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک غلام کا نام مسلم تھا اور وہ سندھ سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک دفعہ وہ رات کو سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ امام علیہ السلام اسے قرآن پڑھا رہے ہیں۔ صبح کو وہ اٹھا تو وہ پورے قرآن مجید کا حافظ تھا۔
(روایتہ بالمعنٰی ماخوذ از رجال کشی، ص۳۴۸)

آپؑ تمام زبانوں کے عالم تھے

احمد بن فارس نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ خراسان کے کچھ افراد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا:

جو شخص مال جمع کر کے اسے دبا کر رکھے گا تو جس قدر مال ہوگا اس کی مقدار کے مطابق اللہ اس کو عذاب دے گا۔

خراسان سے آنے والے افراد عربی زبان سے نابلد تھے۔ انہوں نے فارسی میں کہا کہ ہمیں عربی زبان نہیں آتی آپؑ ہمیں فارسی میں سمجھائیں۔

آپؑ نے اپنے عربی کلام کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا:

"ہر کہ درم اندوزد جزائش دوزخ باشد"۔

"جو کہ درہم ذخیرہ کرے گا اس کی جزا دوزخ ہوگی"۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے دو شہر خلق فرمائے ہیں۔ ایک شہر شرق میں ہے اور ایک شہر مغرب میں ہے اور ہر شہر کے گرد لوہے کی فصیل ہے اور ہر شہر کے ہزار ہزار دروازے ہیں اور تمام دروازے سونے کے ہیں۔ ہر دروازے میں ستر ہزار انسان بستے ہیں اور ہر دروازے والوں کی زبانیں جدا جدا ہیں اور میں ان تمام زبانوں کو جانتا ہوں۔ صرف میں ہی وہ زبانیں نہیں جانتا بلکہ میرے آباء بھی جانتے تھے اور میری اولاد میں سے جو امام ہوں گے وہ بھی ان زبانوں کے واقف ہیں۔ (الخرائج والجرائح، جلد۲، ص۷۵۳)

حضرتؑ کے لیے زمین کا سمٹ جانا

داؤد بن فرقد کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہم میں سے ایک شخص نے مدینہ میں نماز عشا پڑھی پھر وہ قوم موسیٰؑ کے پاس گیا اور اس نے ان کے ایک جھگڑے کا فیصلہ کیا اور اسی رات واپس مدینہ میں آ گیا اور نمازِ فجر مدینہ میں ادا کی۔ (بصائر الدرجات، ص۳۹۷)

ایک جھوٹے گواہ کا انجام

راوندی ناقل ہیں کہ ایک شخص نے منصور کے پاس امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف باتیں کیں اور کہا کہ وہ لوگوں کو تمہارے خلاف برانگیختہ کرنے میں مصروف ہیں۔

منصور نے آپؑ کو اپنے ہاں طلب کیا اور اس نے آپؑ سے شکایت کی کہ آپؑ لوگوں کو میرے خلاف برانگیختہ کر رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم سے جس نے بھی یہ بات کہی ہے غلط کہی ہے۔
منصور نے اس شخص کو آپؑ کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا:
کیا تم قسم کھا کر یہ بات کہہ سکتے ہو؟
اس شخص نے فوراً قسم کھانی شروع کی۔
آپؑ نے فرمایا: اس طرح سے قسم مت کھاؤ جن الفاظ سے میں کہوں تم ان الفاظ سے قسم کھاؤ۔
آپؑ نے فرمایا: تم یوں قسم کھاؤ:

ان کنت کاذبا علیک فقد برأت من حول اللّٰہ وقوتہ ولجات الی حولی وقوتی -

"اگر میں نے آپؑ پر جھوٹ تراشا ہو تو میں اللہ کی قوت وقدرت سے علیحدہ ہو جاؤں اور اپنی قوت وقدرت کے حصار میں آ جاؤں"۔

اس شخص نے حضرتؑ کے تجویز کردہ الفاظ سے قسم کھائی۔ جیسے ہی اس کے الفاظ تمام ہوئے تو آپؑ نے بارگاہِ احدیت میں عرض کیا:
خدایا! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس پر فوراً موت مسلط کر دے۔
آپؑ کی بددعا کے ابھی الفاظ تمام نہیں ہوئے تھے کہ وہ شخص کھڑے کھڑے گرا اور فوراً مر گیا۔ اس کے رشتہ داروں نے اس کی میت کو اٹھایا اور دربار سے باہر لے گئے۔ منصور نے امام علیہ السلام سے معذرت کی اور کہا کہ آپؑ اپنی حاجات بیان کریں میں انہیں پورا کروں گا۔
آپؑ نے فرمایا: تم سے میری بس یہی حاجت کہ مجھے اپنے گھر جانے دو کیونکہ میرے گھر والے میرے متعلق پریشان ہوں گے۔
منصور نے کہا: آپؑ جس وقت بھی جانا چاہیں جاسکتے ہیں۔
جھوٹے گواہ کی میت اس کے گھر میں رکھی گئی اس کے تمام رشتہ دار جمع ہوئے اور

باتیں کرنے لگیں۔ کچھ لوگ اس کی تعریف کر رہے تھے اور کچھ مذمت کر رہے تھے۔ اتنے میں مردے کے تن میں اللہ نے زندگی عطا کی اس نے اپنے چہرے پر پڑی ہوئی چادر کو ہٹایا اور اپنے رشتہ داروں کی طرف منہ کر کے کہا:

لوگو! میں خدا کے حضور پیش ہوا ہوں میرا خدا مجھ پر سخت ناراض ہے اور اس نے مجھ پر لعنت کی ہے اور دوزخ کے نگران فرشتے بھی مجھ پر سخت ناراض ہیں کیونکہ میں نے جعفر صادق پر تہمت تراشی تھی۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا اور جعفر صادق علیہ السلام پر تہمتیں تراش کر میری طرح سے ہلاک نہ ہونا۔

پھر اس نے اپنا کفن منہ پر ڈالا اور خاموش ہو گیا۔ لوگوں نے اسے حرکت دی تو وہ مر چکا تھا اور اس میں زندگی کے کوئی آثار تک نہیں تھے۔ لوگوں نے اسے دفن کیا اور اس کے انجام سے عبرت حاصل کی۔ (الخرائج والجرائح، جلد ۲، ص ۶۳۷)

پرندوں کی بولیوں کا علم

ابن شہر آشوب ناقل ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے ایک شیعہ کے گھر تشریف لے گئے جس کا نام مغیث تھا۔ اس کے گھر میں کبوتروں کا جوڑا بیٹھا غٹر غوں غٹر غوں کر رہا تھا۔ امام علیہ السلام مسکرانے لگے۔

مغیث نے عرض کیا: مولاؑ! مجھ سے فیصلہ نہیں ہو رہا کہ میں آپؑ کی یہاں تشریف آوری پر خوشی مناؤں یا آپؑ کی اس گھر میں بیٹھ کر مسکراہٹ پر خوشی مناؤں؟

آپؑ نے فرمایا: میں کبوتر کی بات سن کر مسکرایا ہوں۔ جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟

میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ اپنی مادہ سے کہہ رہا ہے۔ میری محبوبہ، میری دلہن! میں اپنے مولا جعفر صادق کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ محبت تم سے کرتا ہوں۔

سالم بیاع الرطی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم چند افراد امام جعفر صادق علیہ السلام

کے باغ میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے اور چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔

آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟

ہم نے عرض کیا: ہم آپؑ پر قربان جائیں ہمیں اس کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کہہ رہی ہیں: پروردگار! ہم بھی تیری مخلوق ہیں' ہمیں بھی رزق کی ضرورت ہے لہٰذا بارش نازل فرما تا کہ ہمیں وسیع رزق مل سکے۔

عبداللہ بن فرقد کا بیان ہے کہ ہم ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ مکہ جا رہے تھے جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو ایک کوا آپؑ کے قریب آ کر کائیں کائیں کرنے لگا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا:

بھوکا مرجا۔ جس چیز کو تو جانتا ہے مجھے بھی اس کا علم ہے بلکہ اللہ کی طرف سے مجھے بہت زیادہ علم عطا ہوا ہے۔

ہم نے عرض کیا: مولاؑ! یہ آپؑ کو کیا بتا رہا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ کہہ رہا تھا کہ ایک اونٹنی عرفات میں گر پڑی ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۲۱۷۔ بصائر الدرجات' ص ۹۹)

ایک غالی کی اصلاح

صالح بن سہل کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی ربوبیت کا عقیدہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ میں آپؑ کے پاس گیا تو آپؑ نے میرے کچھ کہے بغیر مجھ سے فرمایا: صالح! ہم اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ ہمارا بھی ایک رب ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ اگر ہم اس کی عبادت نہ کریں تو وہ ہمیں عذاب دے گا۔

(رجال کشی' ص ۳۴۱)

انگشتری سے تبرکات کا برآمد کرنا

حسن بن علی بن فضال بیان کرتے ہیں کہ ان سے موسیٰ بن عطیہ نیشاپوری نے یہ واقعہ بیان کیا۔اس نے کہا:

امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات کے بعد خراسان کے شیعوں نے میرے گھر میں اجتماع کیا جس میں دُور دراز سے شیعہ جمع ہوئے جن میں ابولبابہ اور طہمان سرفہرست تھے۔ اجتماع میں تمام شیعوں نے یہ طے کیا کہ میں اور ابولبابہ اور طہمان تمام شیعانِ خراسان کی نمائندگی کرتے ہوئے مدینہ جائیں اور وہاں جا کر معلوم کریں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے بعد کس کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔

اہلِ خراسان نے ایک لاکھ درہم اور کچھ سونا اور چاندی بھی ہمارے سپرد کی اور کہا کہ تحقیق کے بعد تم جس کی امامت پر مطمئن ہو جاؤ تو ہماری طرف سے یہ نذرانہ ان کی خدمت میں پیش کر دینا اور مدینہ جا کر امامؑ کے متعلق اچھی طرح سے تحقیق کرنا۔اور یہ بات یاد رکھنا کہ امامؑ وہی ہوگا جس کے پاس ذوالفقار اور رسولؐ خدا کی چادر اور عصا اور انگشتری اور وہ تختی ہو جس میں علیؑ و بتولؑ کی نسل کے ائمہ کا نام لکھا ہوا ہو۔اگر کسی دعویدار امامت کے پاس مذکورہ اشیا نہ ہوں تو وہ امام نہیں ہوگا۔

چنانچہ ہم اپنی قوم کے نمائندہ بن کر خراسان سے چلے اور سفر طے کر کے مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی میں گئے اور وہاں ہم نے دو رکعت نماز ادا کی اور وہاں پر موجود لوگوں سے ہم نے پوچھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا جانشین کون ہے؟

لوگوں نے ہم سے کہا: ان کی وفات کے بعد دو افراد ان کی جانشینی کے دعویدار ہیں۔ پہلا دعویدار ان کا بھائی زید بن علی زین العابدین ہے اور دوسرے دعویدار ان کا فرزند جعفر بن محمد ہے۔

چنانچہ ہم زید بن علی سے ملنے کے لیے مسجد میں گئے۔ہم نے انہیں سلام کیا۔

انہوں نے ہمیں سلام کا جواب دینے کے بعد ہم سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟

ہم نے ان سے کہا کہ ہم خراسان سے آئے ہیں اور ہم یہ معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں کہ اس وقت ہمارا امام کون ہے؟

زید بن علی نے کہا کہ تم میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ چنانچہ ہم ان کے ساتھ ان کے گھر گئے۔ انہوں نے ہمیں کھانا کھلایا اور بعد میں انہوں نے ہم سے کہا:

تم کیا چاہتے ہو؟

ہم نے کہا: ہم اپنے اطمینان کے لیے چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں تبرکات رسولؐ کی زیارت کرائیں اور خاص طور پر ہمیں ذوالفقار، رسولؐ خدا کی چادر، عصا، انگشتری اور اس تختی کی زیارت کرائیں جس میں علیؑ و زہراءؑ کی اولاد میں سے ائمہ ہدیٰ کے نام درج ہیں۔ اور ہم ان تبرکات کا مطالبہ اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ تبرکات امام کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہوتے۔

جب زید بن علی نے ہمارا مطالبہ سنا تو انہوں نے ایک کنیز کو صدا دی اور وہ گھر سے ایک ٹوکری لائی۔ زید نے اس میں سے ایک تلوار نکالی جو کہ سرخ رنگ کے نیام میں بند تھی۔ زید نے اس کے متعلق کہا کہ یہ ذوالفقار ہے اور اسی ٹوکری سے ایک عصا اور ایک کُرتا اور انگشتری اور چادر نکال کر ہمیں دکھائی۔ البتہ انہوں نے ہمیں وہ تختی نہ دکھائی جس میں نسلِ علیؑ کے ائمہ کے نام تحریر ہیں۔

ابولبابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے زید بن علی سے کہا: اگر خدا نے چاہا تو ہم کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ہم اپنی ضروریات کی آپ کے ہاں سے تکمیل کریں گے اور آپ کا حق آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

پھر ہم ان کے پاس سے اٹھ کر جعفر بن محمد کے بیت الشرف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم آپؑ کے مہمان خانے کے دروازے پر پہنچے تو ہمیں بتایا گیا کہ آپؑ اپنے ایک باغ کی طرف گئے ہوئے ہیں۔ ہم نے آپؑ کا انتظار کیا اور کچھ ہی دیر بعد

آپؑ تشریف لائے اور آپؑ نے ہم سے ہمارا نام پوچھے بغیر ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

موسیٰ بن عطیہ نیشاپوری' ابولبابہ اور اے طہمان! اور سرزمینِ خراسان سے آنے والے مہمانو! میرے پاس آؤ۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

موسیٰ! تم نے اپنے رب اور اپنے امام کے متعلق کتنی ہی بدگمانی سے کام لیا ہے۔ تم نے اس چاندی کے ساتھ جو تمہارے پاس تھی اور چاندی کو کیوں شامل کیا اور سونے کے ساتھ دوسرا سونا کیوں ملایا؟

تو اس ذریعے سے اپنے امام کا امتحان لینا چاہتا ہے اور تو اسی طرح سے اس کے مبلغ علم کو جانچنا چاہتا ہے۔ مجھے معلوم ہے تیرے پاس ایک لاکھ درہم کی رقم موجود ہے۔

پھر آپؑ نے مزید ارشاد فرمایا:

موسیٰ بن عطیہ! زمین اور زمین کی جملہ پیداوار کا مالک اللہ' اس کا رسولؐ اور امامؑ ہے۔ تو میرے چچا زید کے پاس گیا تھا۔ اس نے ٹوکری میں سے کچھ چیزیں نکال کر تمہیں دکھائی ہیں۔ اس کے بعد تم اس کے پاس سے اٹھ کر میری آزمائش کے لیے یہاں آئے۔

موسیٰ بن عطیہ اور ارضِ خراسان سے آنے والے مہمانو! سنو تمہارے علاقہ کے لوگوں نے تمہیں اس لیے روانہ کیا ہے تاکہ تم حقیقی امامؑ کی معرفت حاصل کر سکو اور اس سے ذوالفقار کی زیارت کا مطالبہ کرو جس کے ذریعہ سے خدا نے رسولؐ خدا اور امیرالمومنینؑ کی مدد کی تھی اور تمہارے مطالبہ پر زید نے بھی تمہیں ایک تلوار دکھائی ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی انگشت سے انگشتری اتاری اور فرمایا:

وہ ذات پاک ہے جس نے تمام تبرکات اپنے ولی کے حوالے کیے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو مذکورہ تبرکات دکھا کر ان پر حجت قائم کرسکے۔

پھر آپؑ نے انگشتری سے رسولؐ خدا کی چادر، عصا اور وہ تختی برآمد کی جس میں نسلِ علیؑ کے اماموں کے نام لکھے ہوئے تھے۔

پھر آپؑ نے ہم سے فرمایا: تم ایمان وایقان اور اخلاص سے ہمارے اس گھر میں آ جاؤ۔

آپؑ کے فرمان کے تحت ہم آپؑ کے گھر میں داخل ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا: موسیٰ! تمہیں اس گھر کے کونے میں رکھا ہوا برتن دکھائی دے رہا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ برتن میرے پاس اٹھا لاؤ۔

میں گیا اور میں نے اس برتن کو اٹھایا اور اس کے پہلو میں رکھے ہوئے پنکھے کو بھی اٹھا لایا۔ آپؑ نے زیرلب کچھ کلام پڑھی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس برتن سے دینار ٹپکنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے دیناروں کا اتنا بڑا ڈھیر لگ گیا کہ میں امام کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

موسیٰ بن عطیہ! وہ لوگ کافر ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اللہ مفلس ہے اور ہم دولت مند ہیں۔ ہم تمہارے مال کے خواہش مند نہیں ہیں اور ہم تمہارا مال اس لیے قبول نہیں کرتے کہ ہم غریب و مفلس ہیں۔ ہم البتہ تم سے تمہارا مال لیتے ہیں تو صرف اس لیے لیتے ہیں کہ ہم اسے غریب مومنین میں تقسیم کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ دولت مندوں سے خدا کا حق حاصل کیا جائے کیونکہ اللہ نے اہلِ ایمان پر دولت خرچ کرنا فرض قرار دیا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ...... (التوبہ: ۱۱۱)

''اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کا مال خرید لیا ہے اور

اس کے بدلہ میں انہیں جنت دی ہے......''

پھر آپؑ نے دیناروں کے ڈھیر کی طرف نگاہ کی تو دینار ایک سوراخ میں چلے گئے اور ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

پھر آپؑ نے ہم سے فرمایا:

ہمیں تمہاری اس رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس رقم کو واپس لے جاؤ اور اپنے مومن بھائیوں کی ضروریات پر خرچ کرو۔ اپنے مومن بھائیوں سے صلہ رحمی کرو، قطع رحمی نہ کرو۔ اگر تم نے مومن بھائیوں سے صلہ رحمی کی تو تم ہمارے شیعہ بن جاؤ گے اور تمہارا حشر ونشر ہمارے ساتھ ہوگا۔ اگر تم نے ایمانی بھائیوں سے قطع رحمی کی تو ہمارا اور تمہارا رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ تم غریب شیعوں کی جا کر مدد کرو، اس کا بدلہ ہم تمہیں دلائیں گے۔

بعدازاں آپؑ نے فرمایا:

موسیٰ بن عطیہ! تم سر سے گنجے ہو۔ میرے قریب آؤ۔ میں آپؑ کے قریب گیا تو آپؑ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تو میرے سر پر بال پیدا ہو گئے۔

آپؑ نے فرمایا: موسیٰ! یہ تمہارے لیے ایک دلیل ہے۔

پھر آپؑ نے ابولبابہ سے فرمایا کہ تم میرے قریب آؤ۔ ابولبابہ آپؑ کے قریب گئے۔ ان کی آنکھوں میں تارہ تھا۔ آپؑ نے آنکھ پر لعابِ دہن لگایا تو اس کی آنکھ کا ڈھیلا صحیح ہو گیا۔ بعدازاں آپؑ نے فرمایا:

یہ میری طرف سے تمہارے لیے دو معجزے ہیں۔ اگر تم سے کوئی میری امامت کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہنا کہ ہمارے امام نے ہمیں یہ معجزے دکھائے تھے۔

چنانچہ ہم آپؑ کی اطاعت پر دل کی گہرائیوں سے ایمان لائے اور قیامت کے روز تک آپؑ ہی ہمارے امام ہیں۔ اور ہمارے ساتھ جو رقم تھی وہ رقم بھی ہم اپنے ساتھ خراسان واپس لے آئے جس سے ہم نے غریب شیعوں کی مدد کی۔

(الثاقب فی المناقب، ص ۴۱۶)

زید بن علی کی حضرتؑ سے تلخ کلامی

آپؑ کے غلام معتب کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو باہر زید بن علی زین العابدین کھڑے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے تمام ساتھیوں سے فرمایا:

تم دوسرے کمرے میں چلے جاؤ اور اپنا دروازہ بند کر لو اور تم ہماری گفتگو میں کوئی مداخلت نہ کرنا۔

زید بن علی اندر آئے اور انہوں نے آپؑ کو گلے لگایا اور کافی دیر تک دونوں میں گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ان کے درمیان آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہم نے سنا تو زید کہہ رہے تھے:

جعفر! یہ باتیں چھوڑ دو۔ آپ ہاتھ دراز کریں اور میں آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپؑ میرے ہاتھ پر بیعت کریں۔ البتہ یہ یاد رکھیں کہ میں آپ کو جہاد کے میدان میں لے آؤں گا۔ آپ نے جہاد چھوڑ دیا ہے اور آرام و سکون کی زندگی اپنا لی ہے۔ آپ نے اپنے دروازے پر پردے ڈال رکھے ہیں اور آپ مشرق و مغرب کا مال جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اس کے جواب میں آپؑ نے بڑے دھیمے لہجے میں فرمایا:

چچا جان! خدا آپ پر رحم کرے' چچا جان! خدا آپ کی مغفرت کرے۔ آپ صبح تو ہو لینے دیں صبح دور تو نہیں ہے۔

پھر زید آپؑ کے گھر سے چلے گئے۔ لوگوں نے زید کے متعلق باتیں کرنی شروع کیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

میرے چچا زید کے متعلق اچھائی کے علاوہ اور کچھ نہ ہو' اگر یہ کامیاب ہو گئے تو وہ اپنا وعدہ پورا کریں گے۔

جب صبح کا وقت ہوا تو دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو زید روتے پیٹتے ہوئے اندر آئے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا:

جعفر! آپؑ مجھ پر رحم کریں' خدا آپؑ پر رحم کرے گا۔ جعفر! خدا کے لیے مجھ سے راضی ہو جائیں' خدا آپؑ پر راضی ہوگا۔ جعفر! خدارا مجھے معاف کر دیں' خدا آپؑ کو معاف کرے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

چچا جان! خدا آپ کو معاف کرے' آپ پر رحم کرے اور آپ سے راضی ہو' کیوں خیریت تو ہے؟

زید نے کہا: آپؑ سے تند و تلخ باتیں کرنے کے بعد میں جا کر اپنے گھر سویا۔ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ ان کے دائیں حسن مجتبیٰؑ اور بائیں امام حسینؑ تھے۔ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ان کے پیچھے تھیں اور حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے آگے تھے۔ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جس سے شعلے نکل رہے تھے اور یوں دکھائی دیتا تھا جیسے وہ سراپا آگ ہو۔

حضرت علیؑ نے مجھ سے کہا:

زید! تو نے جعفر سے تلخ کلامی کر کے رسولؐ خدا کو اذیت دی ہے۔ خدا کی قسم! اگر جعفر نے تجھ پر رحم نہ کیا اور تجھے معاف نہ کیا اور تجھ سے راضی نہ ہوا تو میں یہ نیزہ تیرے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا اور پھر اسے تیرے سینہ سے باہر نکالوں گا۔

اس خواب کی وجہ سے میں ڈر کر فوراً بیدار ہوا اور معافی مانگنے کے لیے آپؑ کے پاس چلا آیا۔ خدارا آپؑ مجھے معاف کریں اور مجھ پر رحم کھائیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تم سے راضی ہو اور تمہیں معاف کرے۔ آپ وصیت کریں کیونکہ آپ جلد قتل

ہونے والے ہیں اور آپ کے جسم کو صلیب پر چڑھایا جائے گا اور پھر آپ کے بدن کو آگ میں جلایا جائے گا۔

حضرت زید نے اپنے بیوی بچوں کی آپؑ کو وصیت کی اور اپنا قرض اتارنے کی بھی آپؑ کو وصیت کی۔ (مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص۲۲۴)

ابوحنیفہ سے گفتگو

عبداللہ بن سالم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جس زمانے میں امام جعفر صادق علیہ السلام ابوجعفر منصور کے پاس آئے تو ابوحنیفہ نے اپنے چند ساتھیوں سے کہا: آؤ روافض کے امام کے پاس چلیں اور ان سے پیچیدہ مسائل پوچھ کر انہیں لاجواب کریں۔

یہ سوچ کر ابوحنیفہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر امام علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپؑ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

نعمان! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے اپنے ساتھیوں سے چلتے وقت یہ کہا تھا کہ آؤ روافض کے امام کے پاس جائیں اور ان سے پیچیدہ مسائل پوچھ کر انہیں لاجواب کریں؟

ابوحنیفہ نے کہا: جی ہاں یہ سچ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اب جو چاہو پوچھ لو۔

ابوحنیفہ پر آپؑ کا رعب اس قدر طاری ہوا کہ وہ کچھ بھی نہ پوچھ سکا اور واپس چلا گیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص۲۲۶)

سدیر صیرفی سے گفتگو

سدیر صیرفی راوی ہیں کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

حاضر ہوا اور میرے پاس آپؑ کا بہت سا مال جمع ہو گیا تھا اور میں نے ارادہ کیا کہ وہ مال آپؑ کی خدمت میں پیش کروں۔

میں نے آپؑ کے مال میں سے جان بوجھ کر ایک دینار چھپا لیا تا کہ آپؑ کے متعلق جو بات مشہور ہے اس کی تصدیق ہو جائے۔ میں نے ساری رقم آپؑ کے سامنے رکھ دی۔

آپؑ نے فرمایا: سدیر! تم نے خیانت کی ہے؟

میں نے کہا: میں آپؑ پر قربان، میں نے کیا خیانت کی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم نے ہمارے مال میں سے ایک دینار چھپا لیا ہے اور اس ذریعہ سے تمہیں ہمارے علم کا امتحان مقصود ہے۔

میں نے کہا: بے شک آپؑ نے سچ فرمایا۔ میں بھی یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپؑ کے متعلق ہمارے ساتھیوں کا کلام کس حد تک درست ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ضرورت کی ہر چیز کا علم ہمارے پاس موجود ہے۔ کیا تم نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا:

(وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (یٰسین: ۱۲)

"ہم نے ہر شے کا احصاء امام مبین میں کر رکھا ہے"۔

جان لو کہ انبیاء کے تمام علوم ہمارے علم میں محفوظ ہیں اور تمام علوم ہمارے سینہ میں جمع ہیں۔ ہمارے علم کا تعلق علوم انبیاء سے ہے۔ تم کہاں بھٹکتے پھرو گے؟

میں نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔ میں آپؑ پر قربان۔

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، ص ۲۲۷)

قبولیتِ دعا

زید شحام کا بیان ہے امام جعفر صادق علیہ السلام میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر

بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ دورانِ طواف آپؑ کے آنسو آپؑ کے رخساروں سے گر رہے تھے۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

شحام! دیکھو خدا نے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا۔ پھر آپؑ رونے لگ گئے اور جب رونے سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

شحام! سدیر اور عبدالسلام بن عبدالرحمٰن قید میں تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی رہائی کی دعا کی تو اللہ نے انہیں رہائی عطا کی اور یہ میرے سپرد کیے۔ (رجال کشی، ص ۲۱۰)

بنی عباس کے داعی کے خط کا نذرِ آتش کرنا

کتاب مناقب اور رامش افزائی میں مرقوم ہے کہ ابو مسلم خلال وزیر آلِ محمد نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو خلافت کی پیش کش کی تھی مگر آپؑ نے انکار کر دیا تھا اور آپؑ نے اسے بتایا تھا کہ ابراہیم شام کی قید سے رہا ہو کر عراق نہیں آ سکتا۔ اسی لیے یہ حکومت اس کے دونوں بھائیوں (سفاح اور منصور) کے لیے ہے۔ پہلے چھوٹا بھائی حکومت کرے گا پھر بڑا بھائی اور بعدازاں بڑے بھائی کی اولاد میں یہ حکومت رہے گی اور ابو مسلم خراسانی کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پھر جب فوج آ گئی تو اس نے آپ کو پھر خط لکھا اور اطلاع دی کہ اس وقت ستر ہزار فوج آمادہ ہے۔ ہم آپؑ کے فرمان کے منتظر ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اب بھی میرا وہی جواب ہے جو میں نے پہلے دیا تھا۔ آپؑ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ ابراہیم امام مروان الحمار کی قید میں ڈال دیا گیا اور سفاح کی حکومت قائم ہوئی۔

میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب ابو مسلم خلال کا خط آیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسے چراغ کی لو پر رکھ کر جلا دیا۔ قاصد سمجھا کہ آپؑ نے یہ خط اس لیے جلایا ہے تاکہ راز کبھی افشا نہ ہو۔

پھر قاصد نے کہا: حضرتؑ اس کا جواب تحریر کریں۔

آپؑ نے فرمایا: جواب وہی ہے جو تم نے دیکھ لیا ہے۔

(مناقب ابن شہرآسوب، جلد۴، ص ۲۲۹)

(وضاحت: متن میں ابومسلم خلال وزیر آل محمد کا نام لکھا گیا ہے جب کہ اس کا نام ابومسلم نہیں تھا بلکہ ابومسلمہ خلال تھا اور بنی عباس کے داعیوں نے اس کا لقب وزیر آل محمد رکھا ہوا تھا۔ من المترجم عفی عنہ)

عجیب الخلقت مخلوق

صفوان ساربان راوی ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حیرہ میں تھا۔ منصور کا دربان ربیع آپؑ کے پاس آیا اور اس نے آپؑ سے کہا: آپؑ کو خلیفہ نے یاد کیا ہے۔

آپؑ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد میں تشریف لائے۔

میں نے پوچھا: آپؑ بہت جلد واپس تشریف لائے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: دراصل وہ مجھ سے ایک بات معلوم کرنا چاہتے تھے۔

میں نے کہا: وہ کس چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: تم ربیع سے خود ہی پوچھ لینا۔

صفوان کہتے ہیں کہ ربیع سے میرے اچھے تعلقات تھے۔ میں نے اس سے یہ بات کی تو اس نے بتایا کہ تمہیں ایک عجیب وغریب بات سنانا چاہتا ہوں۔

کچھ بدو مشروم (کھمبیاں چننے کے لیے صحرا میں گئے۔ وہاں انہیں ایک عجیب الخلقت قسم کی مخلوق پڑی ہوئی ملی۔ وہ اسے اٹھا کر میرے پاس لائے اور میں نے اسے خلیفہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس لیے طلب کیا تھا تاکہ آپؑ سے وہ یہ پوچھ سکے کہ وہ کون سی مخلوق تھی۔

چنانچہ میں نے انہیں بلایا تھا اور جب آپؑ خلیفہ کے پاس گئے تو اس نے آپؑ

سے پوچھا: فضا میں کیا ہے؟

آپؑ نے کہا: فضا میں تاریک موجیں ہیں۔

اس نے پوچھا: کیا اس میں بھی مخلوق ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ وہاں کی مخلوق کا جسم مچھلی جیسا اور سر چڑیا جیسا اور سروں پر کلغی مرغے کی طرح اور اس کی گردن کا نچلا حصہ مرغ کی طرح اور اس کے بازو چڑیوں کی طرح چاندی کی مانند ہوتے ہیں۔

منصور نے کہا: وہ طشت لایا جائے جس میں وہ مخلوق رکھی ہوئی ہے۔ طشت لایا گیا اور اس مخلوق کو دیکھا گیا تو وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسا کہ آپؑ نے بیان کی تھی۔ جب آپؑ نے اسے دیکھا تو فرمایا:

یہ وہی مخلوق ہے جو اس تاریک موج میں رہتی ہے۔ (عیون المعجزات، ص ۸۸)

برص سے شفایابی کی دعا

یونس بن عمار کا بیان ہے کہ میرے چہرے پر برص کے نشان ظاہر ہو گئے۔ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

مولاؑ! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ میرے چہرے پر پھلبہری کے داغ آ چکے ہیں اور لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کو جس انسان کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسے برص میں مبتلا نہیں کرتا۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ مومن آل فرعون کی انگلیاں خشک تھیں اور وہ لنجا تھا اور وہ ہاتھ کا اشارہ کر کے کہتا تھا: **يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ** ۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جب رات کے دو حصے بیت جائیں اور ایک تہائی شب رہ گئی ہو تو اس وقت اٹھ کر وضو کرو اور نماز شب ادا کرو۔ اور جب پہلی دو رکعتوں کے آخری سجدہ میں جاؤ تو سجدہ میں یہ دعا پڑھو:

يَاعَلِيُّ يَاعَظِيْمُ يَارَحْمٰنُ يَارَحِيْمُ يَاسَامِعَ الدَّعَوَاتِ يَامُعْطِيَ الْخَيْرَاتِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَهْلِ بَيْتِ وَاعْطِنِي مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ اَهْلُهٗ وَاصْرِفْ عَنِّيْ مِنْ شَرِّ الدُّنْيَا مَا اَنْتَ اَهْلُهٗ وَاذْهَبْ عِنِّيْ هٰذَا الْوَجْعَ (پھر بیماری کا نام لے کر یہ کہو:) فَاِنَّهٗ قَدْ غَاظَنِيْ وَاحْزَنَنِيْ

پھر گڑگڑا کر دعا مانگو۔ ان شاء اللہ صحت نصیب ہوگی۔

یونس کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا اور ابھی میں کوفہ نہیں پہنچا تھا کہ میرے چہرے سے تمام داغ دھبے دُور ہو گئے۔ (الکافی، جلد۳، ص۳۲۶)

برائے دفع دردسر

معاویہ بن وہب راوی ہیں کہ مرو کے ایک باشندے کو دردسر کی شکایت ہوئی تو اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔ آپؑ نے اس کو قریب کر کے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر یہ آیت پڑھی:

ان اللّٰہَ یمسکُ السموات والارضَ ان تزولا ولئن زَالَتَا اِنْ امسکھما من احدٍ مِنْ بعدہٖ (فاطر: ۴۱)

اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کا دردسر فوراً دُور ہو گیا۔

(مناقب ابن شہرآشوب، جلد۴، ص۲۳۲۔ امالی طوسی، جلد۲، ص۲۸۴)

زید شہید کے متعلق ایک پیشین گوئی

ابی بدہ کا بیان ہے کہ میں کوفہ سے مدینہ گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

زید کا کیا بنا؟

میں نے کہا: وہ شہید ہو گیا اور اس کے جسم کو کناسہ بنی اسد میں صلیب پر چڑھا دیا گیا ہے۔

جب میں نے زید کی شہادت کی اطلاع دی تو آپؑ بے ساختہ روئے اور مخدرات عصمت کے رونے کی آوازیں ہمارے کانوں میں سنائی دیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

ابھی ان ظالموں نے زید پر ایک اور ظلم بھی کرنا ہے۔

میں ایک عرصہ تک آپؑ کے فرمان کے مفہوم پر غور کرتا رہا اور آپؑ کے فرمان کا مفہوم میرے سامنے اس وقت کھل کر آیا جب ظالموں نے اِن کی لاش کو صلیب سے اتار کر نذر آتش کیا تو اس وقت میں سمجھا کہ ایک اور ظلم سے آپؑ کی کیا مراد تھی۔

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد۴، ص ۲۳۶)

حقیقی شیعہ

ابن شہر آشوب ناقل ہیں کہ مامون رقی نے بیان کیا کہ میں اپنے آقا و مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں سہل بن حسن خراسانی آیا اور اس نے حضرتؑ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اور پھر اس نے آپؑ سے کہا:

مولا! آپؑ لوگ امامت کے حقیقی حق دار ہیں۔ آپؑ اپنے حق کے لیے کوشش کیوں نہیں کرتے جب کہ اس وقت آپؑ کی مدد کے لیے ایک لاکھ شیعہ موجود ہیں جو تلوار لے کر جنگ کرنے پر آمادہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: خراسانی بیٹھ جاؤ۔ خدا تمہارے حق کی نگہبانی کرے۔ پھر آپؑ نے اپنی کنیز حنفیہ کو صدا دے کر فرمایا کہ تنور روشن کرو۔

کنیز نے تنور روشن کیا اور جب وہ اچھی طرح سے سرخ ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا:

خراسانی! اٹھو اور اس تنور میں چھلانگ لگاؤ۔

خراسانی نے آپؑ سے عرض کیا: فرزند رسولؐ! مجھے معاف کریں اور مجھے آگ سے عذاب نہ دیں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا کوئی بات نہیں۔ تم بیٹھ رہو۔ اسی اثناء میں ہارون مکی مزدوری کر کے آئے۔ انہوں نے اپنا جوتا اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور انہوں نے آپؑ کو فرزند رسولؐ کہہ کر سلام کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

جوتا رکھ دو اور اس تنور میں چھلانگ لگاؤ۔ ابو ہارون نے جوتا رکھ دیا اور آپؑ کے فرمان پر تنور میں چلا گیا۔ امام علیہ السلام اس اثناء میں خراسانی سے خراسان کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ اور آپؑ کی گفتگو سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسا کہ آپؑ خراسان کے ہی رہائشی ہوں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: خراسانی! اٹھ چل کر تنور کی حالت دیکھیں۔

خراسانی اٹھا اور جب اس نے تنور میں نگاہ کی تو اس نے دیکھا کہ! ہارون پالتی بنائے تنور میں بیٹھے تھے۔ امام علیہ السلام کو دیکھ کر وہ اٹھے اور سلام کیا:

امام علیہ السلام نے خراسانی سے فرمایا:

خراسانی! بتاؤ ایسے شیعہ خراسان میں کتنے ہیں؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! ایک بھی ایسا شیعہ نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ہم اس وقت تک خروج نہیں کریں گے جب تک اس جیسے پانچ مددگار نہیں ہوں گے۔ ہم اپنے خروج کے وقت کو خود ہی بہتر جانتے ہیں۔

(مناقب ابن شہر آشوب' جلد ۴' ص ۲۳۷)

درختِ طوبیٰ کی لکڑی

داؤد رقی کا بیان ہے کہ میرے دو بھائی زیارت کے لیے روانہ ہوئے ان میں

سے ایک کو اتنی شدید پیاس لگی کہ وہ گدھے سے گر پڑا۔ دوسرے بھائی نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کو محمد مصطفیٰؐ، امیر المومنینؑ اور دیگر ائمہ علیہم السلام کا فرداً فرداً واسطہ دیا یہاں تک کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنی مدد کے لیے پکارا اور مسلسل وہ آپ کو پکارتا رہا۔ چند لمحات بعد اس نے دیکھا کہ ایک شخص سامنے کھڑا ہوا کہہ رہا ہے یہ لکڑی لو اور اپنے بے ہوش پیاسے بھائی کے لبوں سے لگاؤ۔ اس سے اس کی تمام تکلیف دور ہو جائے گی۔

چنانچہ اس نے وہ لکڑی لی اور اپنے بھائی کے لبوں پر پھیری تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کچھ دیر تک لکڑی کو منہ میں رکھا تو اس کی پیاس بجھ گئی اور وہاں سے زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ زیارت سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرنے والا مدینہ پہنچا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے مشرف یاب ہوا۔ آپؑ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

بیٹھ جاؤ، تمہارے بھائی کا کیا حال ہے اور وہ لکڑی کہاں ہے؟

اس نے کہا: مولاؑ! جب میں نے اپنے بھائی کو مصیبت میں مبتلا دیکھا تو میں پریشان ہو گیا تھا لیکن جب اس کو مصیبت سے رہائی نصیب ہوئی تو میں اتنا خوش ہوا کہ مجھے لکڑی اٹھانے کا خیال ہی نہ آیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جس وقت تم پریشان ہو کر مجھے پکار رہے تھے تو اس وقت میرے بھائی خضر علیہ السلام میرے پاس آئے میں نے ان کے ہاتھوں شجرۂ طوبیٰ کی لکڑی کا ایک ٹکڑا تمہارے پاس بھیجا تھا۔

پھر آپؑ نے خادم سے فرمایا: وہ ٹوکری لاؤ۔

خادم ٹوکری لایا تو آپؑ نے اسے کھولا اور اس میں سے وہی لکڑی کا ٹکڑا نکال کر مجھے دکھایا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ پھر آپؑ نے اسے اس ٹوکری میں رکھ دیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، ص ۲۴۰)

شیر کے کان سے پکڑ کر اسے راستے سے ہٹانا

ابو حازم عبدالغفار بن حسن راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ابراہیم بن ادہم کوفہ آئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا اور یہ منصور کی خلافت کا دور تھا۔ انہی ایام میں امام جعفر صادق علیہ السلام بھی کوفہ تشریف لائے۔ جب آپ نے مدینہ واپس جانے کا ارادہ کیا تو کوفہ کے علماء اور صاحبان فضل افراد آپ کو رخصت کرنے کے لیے آپؑ کے ساتھ آئے۔ اور ان لوگوں میں سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم بھی شامل تھے۔ یہ لوگ آپؑ سے آگے چل رہے تھے۔ راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک شیر راستہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ شیر کو دیکھ کر انہوں نے کہا: ٹھہر جاؤ امام جعفر صادق علیہ السلام کو آلینے دو اور دیکھیں وہ کیا کرتے ہیں۔

اتنے میں امام صادق بھی وہاں آگئے۔ کسی نے بتایا کہ راستے پر شیر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپؑ شیر کے قریب آئے اور آپؑ نے اس کا کان پکڑ کر اسے راستے سے دور ہٹا دیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

سنو! اگر لوگ صحیح معنیٰ میں اللہ کی اطاعت اختیار کرلیں تو وہ شیر کی پشت پر اپنا سامان بھی لاد سکتے ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب، جلد۴، ص ۲۴۱-۲۴۲)

داؤد رقی کو انتباہ

داؤد بن کثیر رقی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

مولاؑ! میں آپؑ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں جو کہ میرے سینہ میں کھٹک رہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں تمہیں دھوکہ سے بلایا جائے گا اور تمہیں ایک

صندوق میں بند کر دیا جائے گا اور ایک ہزار درہم دے کر تم رہائی حاصل کرو گے۔

داؤد کا بیان ہے کہ مجھے مسئلہ پوچھنا تو یاد نہ رہا اور میں حیران و پریشان ہو کر حضرتؑ کے فرمان پر غور کرنے لگا۔ چنانچہ میں اسی حالت میں کوفہ کی ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ ایک خوبصورت کنیز دروازہ سے باہر آئی اور اس نے میرا دامن پکڑ کر کہا:

آپ حق کے داعی معلوم ہوتے ہیں مہربانی فرما کر ہمارے گھر قدم رنجہ فرمائیں اور ہمیں بھی کچھ وعظ ونصیحت کریں۔

میں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کنیز نے کہا: بسم اللہ آپ آ جائیں۔ چنانچہ میں اندر داخل ہوا ابھی مجھے اس گھر میں گئے چند لمحات ہی ہوئے تھے کہ باہر سے کسی مرد کی صدا بلند ہوئی۔

عورت نے مجھ سے کہا: یہ تو بہت برا ہوا۔ میرا شوہر آ رہا ہے اور جب وہ آپ کو یہاں دیکھے گا تو وہ ہم دونوں پر تہمت تراش لے گا جس سے گلوخلاصی مشکل ہو جائے گی۔ آپ ایسا کریں کہ آپ اس صندوق میں اپنے آپ کو چھپا لیں اور جب وہ یہاں سے چلا جائے گا تو میں صندوق کھول کر آپ کو باہر نکال لوں گی۔ چنانچہ عورت نے صندوق کھولا اور داؤد رقی کو صندوق میں لٹا کر اوپر سے تالا لگا دیا۔

پھر کچھ دیر بعد اس نے داؤد سے کہا کہ آپ بری طرح پھنس چکے ہیں۔ اگر آپ ایک ہزار درہم فدیہ ادا کریں تو میں آپ کو صندوق سے باہر نکالتی ہوں ورنہ ہم صندوق سمیت آپ کو حاکم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

داؤد کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ میں ایک ہزار درہم فدیہ دینے پر آمادہ ہوں۔ خدارا مجھے اس صندوق سے باہر نکالو۔ چنانچہ اس عورت نے تالا کھول کر مجھ سے ایک ہزار درہم وصول کیا اور میں اس کے گھر سے باہر آیا۔

اس چالاک عورت کے شکنجے سے نکلنے کے بعد میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جیسے ہی مجھے دیکھا تو فرمایا: خدا کا شکر ادا کرو کہ تم بچ

نکلے۔(الثاقب فی المناقب' ص۴۰۴)

زمین و آسمان کی نشانیاں

داؤد بن ظبیان کا بیان ہے کہ میں' مفضل بن عمر اور یونس بن ظبیان امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ان میں سے ایک نے کہا:

مجھے زمین کی نشانی دکھائیں اور دوسرے نے کہا: مجھے آسمانی نشانی دکھائیں۔

آپؑ نے زمین سے فرمایا: کھل جا۔ چنانچہ وہ ایک جگہ سے کھل گئی اور میں نے زمین کے نیچے رہنے والی بہت سی مخلوق کو دیکھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: آسمان پھٹ جا' چنانچہ آسمان پھٹ گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میں اپنے ہاتھوں سے آسمان کو کھینچنا چاہوں تو میں کھینچ سکتا ہوں۔ پھر آپؑ نے کہا کہ آسمان کے اندرونی حصہ کو دیکھو۔ بعدازاں آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

محمدؐ تو بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔(آل عمران:۱۴۴)

(الثاقب فی المناقب' ص۴۲۱)

چابی کا شیر بن جانا

ابی صامت کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ مجھے ایسا معجزہ دکھائیں جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو اور میرے دل سے شک کے بادل چھٹ جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو کچھ تیرے پاس ہے وہ میرے سپرد کر۔اس وقت میری جیب

میں ایک چابی تھی۔ میں نے چابی نکال کر آپ کے حوالے کی۔ پھر میں نے دیکھا تو چابی شیر بن گئی جسے دیکھ کر میں ڈر گیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: منہ دوسری طرف کرو۔ میں نے منہ پھیرا اور کچھ دیر بعد میں نے اپنا منہ امامؑ کی طرف کیا تو وہاں چابی پڑی ہوئی تھی۔

ایک بکری کی شکایت

سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام گدھے پر سوار ہو کر مدینہ آ رہے تھے تو آپؑ کا گزر بکریوں کے ایک ریوڑ سے ہوا۔ ایک بکری نے ریوڑ کو چھوڑا اور آپؑ کے گدھے کے پیچھے چلنے لگی اور چلتے چلتے تھک گئی۔ آپؑ نے گدھے کو روکا تو بکری آپؑ کے قریب آئی۔ آپؑ نے اپنے سر سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

بکری نے کہا: فرزند رسولؐ! آپؑ اس چرواہے سے مجھے انصاف د ئیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تم پر کیا ظلم کرتا ہے؟

بکری نے کہا: یہ میرے ساتھ منہ کالا کرتا ہے۔ یہ سن کر آپؑ کچھ دیر مزید رک گئے یہاں تک کہ چرواہا آپؑ کے قریب آ گیا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: تجھ پر افسوس' تو اس بکری سے منہ کالا کرتا ہے؟

چرواہا جو کہ آپؑ کو نہیں جانتا تھا' حیرت سے کہنے لگا:

آپؑ کا تعلق جنات سے ہے' ملائکہ سے ہے یا پھر آپ نبی یا رسول ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس' میں نہ تو جن ہوں اور نہ فرشتہ ہوں اور نہ ہی نبی و رسول ہوں۔ میں تو رسولؐ خدا کا فرزند ہوں اگر تو نے توبہ کی تو میں تیری بخشس کے لیے دعا کروں گا اور اگر تو اپنی برائی پر قائم رہا تو میں تیرے لیے بددعا کروں گا اور تجھ پر اسی وقت اللہ کا غصہ اور عذاب نازل ہوگا۔

چرواہے نے کہا: فرزند رسولؐ! میں اپنی بدکاری سے توبہ کرتا ہوں' آپؑ میری

بخشش کے لیے دعا فرمائیں۔

آپؑ نے بکری سے فرمایا: اپنے ریوڑ اور اپنے چراگاہ کی طرف چلی جاؤ۔ اب یہ وعدہ کر چکا ہے کہ وہ آئندہ کوئی غلط حرکت نہیں کرے گا۔

بکری نے پکار کر کہا: **اشهد ان لا الـٰـه الا اللـٰـه واشهد ان محمدا رسول اللّٰه وانک حجة اللّٰه علی خلقه فلعن اللّٰه من ظلمکم وجحد ولایتکم**

"میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپ اللہ کی مخلوق پر حجت ہیں۔ اللہ اس پر لعنت کرے جو آپؑ پر ظلم کرے اور آپؑ کی ولایت کا انکار کرے۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۴۲۵)

داؤد زربی کی جان بچانا

داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے پوچھا کہ اعضائے وضو کو کتنی بار دھونا چاہیے۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے ایک مرتبہ دھونا فرض کیا ہے اور رسولؐ مقبول نے اس میں ایک مرتبہ کا اضافہ کیا ہے۔ جو شخص تین مرتبہ اعضائے وضو کو دھوئے تو اس کی نماز نہیں ہے۔

یہ مسئلہ پوچھنے کے بعد ابھی میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ داؤد بن زربی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اتفاق سے اس نے بھی آپؑ سے وہی مسئلہ پوچھا جو میں پوچھ چکا تھا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: اعضائے وضو کو تین بار دھونا چاہیے اور جو اس سے کم دھوئے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔

داؤد رقی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ جواب سنا تو میرا وجود کانپنے لگ گیا اور میں گمراہی کے قریب پہنچنے ہی والا تھا کہ امامؑ نے میری طرف دیکھا تو اس وقت میرے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

داؤد! سکون میں آؤ' یہ کفر اور گردن کٹنے کی بات ہے۔

پھر ہم آپؑ کی محفل سے اٹھے۔ ابن زربی' منصور کے دربار سے وابستہ تھا۔ منصور کو اس کے مخبر نے اطلاع دی تھی کہ ابن زربی شیعہ ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس اس کی آمدورفت رہتی ہے۔ منصور نے کہا: اس کا گھر میرے باغ کے قریب ہے۔ میں باغ کی دیوار سے اس کا وضو دیکھ کر کوئی فیصلہ کروں گا۔ کیونکہ جعفر صادق کے وضو کا مجھے پتہ ہے کہ وہ اعضائے وضو کو صرف دو مرتبہ دھونے کی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ نماز کا وقت ہوا۔ منصور اپنے باغ میں سے ابن زربی کو دیکھتا رہا۔ اذان ہوئی تو ابن زربی نے وضو شروع کیا اور اس نے اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا۔ جیسے ہی اس کا وضو مکمل ہوا تو منصور نے اسے بلا بھیجا۔

داؤد بن زربی بیان کرتے ہیں کہ جب میں منصور کے پاس گیا تو اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور کہا:

داؤد! تیرے بارے میں ہمیں غلط رپورٹ ملی تھی جب کہ تو ایسا نہیں ہے۔ مجھے تمہارے متعلق بتایا گیا تھا کہ تمہارا تعلق فرقہ روافض سے ہے۔ لیکن میں نے اب تمہارا وضو دیکھا ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ تمہارا وضو ہمارے وضو کے مطابق ہے۔ تم روافض کی طرح سے وضو نہیں کرتے۔ چنانچہ مجھے میری بدگمانی معاف کرنا۔ پھر اس نے میرے لیے ایک لاکھ درہم کا اعلان کیا۔

داؤد رقی کا بیان ہے کہ چند دن بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ابن زربی سے میری ملاقات ہوئی۔ داؤد بن زربی نے امام علیہ السلام سے عرض کیا:

مولا! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ آپؑ نے اس دنیا میں ہمارے خون کو بہنے سے

بچایا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپؑ کی محبت کی وجہ سے اللہ ہمیں جنت عطا کرے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تمہیں اور تمہارے مومن بھائیوں کو دنیا اور آخرت کی سربلندی نصیب کرے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: داؤد بن زربی' اپنا واقعہ داؤد رقی کو سناؤ تا کہ اسے تسکین نصیب ہو۔

چنانچہ ابن زربی نے اپنا تمام قصہ مجھ سے بیان کیا۔ جب وہ اپنا قصہ بیان کر چکے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

داؤد بن زربی! اعضائے وضو کو دو مرتبہ دھویا کرو۔ اس سے زیادہ مت دھونا اگر تم نے زیادہ مرتبہ دھویا تو تمہاری نماز نہیں ہوگی۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۲۶)

ایک خائنہ عورت پر عذاب کا نازل ہونا

صالح بن اشعث بزاز کوفی کا بیان ہے کہ میں مفضل بن عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے اسے ایک رقعہ ملا۔ اس نے آپؑ کا رقعہ پڑھا تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور میرا سہارا لے کر امام علیہ السلام کے دروازے پر حاضر ہوا۔ اس وقت عبداللہ بن وشاح باہر آئے اور انہوں نے مفضل سے کہا:

ذرا تیز قدم اٹھاؤ اور مولاؑ کے پاس حاضری دو۔

بہر نوع ہم امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے ایک عورت کھڑی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: مفضل! اس عورت کو ساتھ لو اور اسے شہر سے باہر لے جاؤ۔ اور جا کر دیکھو کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ پھر جلد میرے پاس آ کر اس کی خبر دو۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مولاؑ کے فرمان پر عمل کیا اور اس عورت کو شہر سے باہر لے گیا۔ اس وقت مجھے ایک آواز سنائی دی کہ مفضل! تم اس سے دور ہٹ

جاؤ۔ چنانچہ میں اس سے دُور ہو گیا اور ایک سیاہ رنگ کا بادل اس عورت پر چھا گیا اور اس سے اس عورت پر پتھروں کی بارش ہوئی۔

جب بادل ہٹا تو اس عورت کا وہاں پر نام ونشان تک موجود نہیں تھا۔ یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گیا اور جلدی سے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ارادہ کیا کہ مولاؑ کو اس کے انجام کی خبر دیں۔ آپؑ نے مجھے بولنے کا موقع ہی نہ دیا اور فرمایا:

مفضل! اس عورت کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں اسے نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ فضال بن عامر کی بیوی تھی۔ میں نے اس کے شوہر کو تبلیغِ دین کے لیے فارس روانہ کیا تھا اور اس نے گھر سے روانہ ہوتے وقت اس سے کہا تھا کہ میرا آقا جعفر تجھ پر گواہ رہیں گے خبردار میرے بعد خیانت نہ کرنا۔

اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا تھا:

''اگر میں نے عصمت فروشی کی تو اللہ مجھ پر آسمان سے پتھروں کا مینہ برسائے''۔

چنانچہ اس کا شوہر مطمئن ہو کر چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد پہلی ہی رات اس نے خیانت کی۔ اس لیے اس پر خدا نے آسمان سے پتھروں کی بارش کی۔

مفضل! اگر خدا کو جاننے والی عورت بے حیائی کرے تو اللہ اس کا پردہ فوراً فاش کر دیتا ہے اور عارف مردوں اور عورتوں کو اللہ بہت جلد سزا دیتا ہے۔

(الثاقب فی المناقب' ص۱۶۰)

اسنادِ صحیفہ کاملہ

ہم سے سید اجل اور بہاء الشرف ابوالحسن' محمد بن حسن بن احمد بن علی بن محمد بن عمر بن یحییٰ علوی حسینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں نیک بخت شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن شہریار نے خبر دی اور وہ ہمارے آقا و مولا امیر المومنین علیہ السلام کے

خزانے کے خزانچی تھے ماہ ربیع الاول ۵۱۶ھ میں۔ اس وقت جب کہ وہ خود اس صحیفہ کو قرأت کر رہے تھے اور میں سنتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس صحیفہ کو شیخ صدوق کے سامنے جن کی کنیت ابوالمنصور ہے اور نام محمد بن محمد بن احمد بن عبدالعزیز عکبری ہے اور انہیں ثقہ اور عادل سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے ابوالفضل محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب شیبانی سے اس کی روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے سید ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن حسن بن جعفر بن حسن بن حسن بن امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمر بن خطاب زیات نے ہم سے ۲۶۵ھ میں بیان کیا۔ اس نے کہا: مجھ سے میرے ماموں علی بن نعمان اعلم نے بیان کیا۔ اس نے کہا: مجھ سے عمیر بن متوکل ثقفی نے اپنے والد متوکل بن ہارون کے حوالہ سے بیان کیا۔ اس نے کہا: میں یحییٰ بن زید بن امام علی زین العابدین سے اس وقت ملا جب ان کے والد شہید ہو چکے تھے اور وہ والد کی شہادت کے بعد خراسان کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟

میں نے انہیں بتایا کہ میں حج سے واپس آ رہا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے اپنے اہل وعیال اور مدینہ میں رہائش پذیر رشتہ داروں کی خبر دریافت کی اور انہوں نے مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق خاص طور پر پوچھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ وہ سب خیریت سے ہیں اور آپ کے والد زید کی شہادت کا انہیں شدید صدمہ ہے۔

یہ سن کر انہوں نے کہا کہ میرے چچا امام محمد باقر علیہ السلام نے میرے والد کو خروج سے منع کیا تھا اور انہیں بتایا تھا کہ اگر انہوں نے مدینہ چھوڑ کر خروج کیا تو وہ شہید ہو جائیں گے۔

پھر انہوں نے کہا: تم نے جعفر بن محمد سے تو ملاقات کی ہے بتاؤ انہوں نے میرے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

میں نے کہا: میں نے ان سے آپ کے متعلق جو کچھ سنا ہے میں وہ بات آپ کو

سنا کر مزید غمگین نہیں کر سکتا۔

یحییٰ بن زید نے کہا: کیا تو مجھے موت سے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے؟ تو نے جو کچھ ان سے سنا وہ حرف بہ حرف مجھ سے کہہ دو۔

میں نے کہا: تو پھر سنو! امام جعفر صادق علیہ السلام نے تمہارے متعلق فرمایا ہے کہ یہ بھی اپنے والد کی طرح شہید کیے جائیں گے اور ان کے جسم کو بھی صلیب پر لٹکایا جائے گا۔

یہ سن کر ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

یمحو اللّٰہ ما یشآء ویثبت وعندہ ام الکتب

''اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے اسے برقرار رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے''۔

پھر انہوں نے کہا:

متوکل! اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تائید ہمارے ذریعہ سے کی ہے اور اس نے ہمیں پرچم اور تلوار عطا کی ہے۔ یہ دونوں ہماری ذات میں جمع ہیں جب کہ اللہ نے ہمارے چچازاد بھائیوں کو علم کے لیے مخصوص کیا ہے۔

میں نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں۔ لوگ آپ کے ابن عم جعفر صادق کی طرف آپ اور آپ کے والد کی بہ نسبت زیادہ مائل ہیں۔

یحییٰ بن زید نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے چچا محمد باقر اور ابن عم جعفر صادق نے لوگوں کو زندگی کی دعوت دی ہے جب کہ ہم نے لوگوں کو موت کی دعوت دی ہے۔

میں نے یحییٰ سے کہا: فرزند رسولؐ! بتایئے آپؑ زیادہ عالم ہیں یا وہ زیادہ عالم ہیں؟

یہ سن کر یحییٰ نے اپنا سر زمین کی طرف جھکایا پھر کچھ دیر بعد انہوں نے اپنا سر بلند

کر کے کہا:

ویسے تو ہم سب کے پاس علم ہے لیکن جو کچھ ہم جانتے ہیں انہیں وہ بھی جانتے ہیں لیکن جو کچھ وہ جانتے ہیں ہم وہ سب کچھ نہیں جانتے۔

پھر یحییٰ نے کہا: کیا تم نے میرے چچازاد بھائی جعفر صادق کی کچھ باتیں نقل بھی کی ہیں یا نہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے ان سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: پھر مجھے اپنا نقل کردہ مجموعہ دکھاؤ۔

چنانچہ میں نے ان کے سامنے مختلف علوم کی بہت سی چیزیں رکھ دیں اور میں نے ان کے سامنے ایک دعا بھی پیش کی جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے لکھائی تھی اور انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ یہ دعا انہیں ان کے والد نے یہ کہہ کر لکھائی تھی کہ یہ امام علی زین العابدین علیہ السلام کی دعا ہے اور یہ دعا صحیفہ کاملہ کی دعاؤں میں سے ایک ہے۔

یحییٰ نے اس دعا کو غور سے پڑھا۔ جب انہوں نے دعا کو آخر تک پڑھ لیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو میں بھی اس دعا کو نقل کرلوں؟

میں نے ان سے کہا: یہ تو آپ کے ہی گھرانے کی چیز ہے اس کے لیے آپ کو اجازت لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پھر انہوں نے کہا کہ میرے پاس دعاؤں کا ایک کامل صحیفہ موجود ہے۔ میں تمہیں وہ صحیفہ دکھاتا ہوں اور ان دعاؤں کو میرے والد نے اپنے والد سے یاد کیا تھا اور میرے دادا امام زین العابدین علیہ السلام نے میرے والد سے فرمایا تھا کہ وہ ان دعاؤں کی حفاظت کریں اور انہیں نااہلوں سے محفوظ رکھیں۔

عمیر کہتے ہیں کہ میرے والد متوکل نے کہا کہ میں یحییٰ کی طرف بڑھا اور میں نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ان سے کہا:

فرزند رسولؐ! میں آپ کی محبت و اطاعت کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور

امید رکھتا ہوں کہ آپ کی ولایت کی وجہ سے مجھے دنیا و آخرت کی سعادت نصیب ہوگی۔

میں نے جو دعا نقل کی ہوئی تھی وہ دعا یحییٰ نے ایک لڑکے کے حوالے کی جوان کے ہمراہ تھا اور انہوں نے اس جوان سے کہا کہ اس دعا کو خوش خط کر کے لکھ لو اور پھر لکھ کردہ دعا میرے سامنے لاؤ تا کہ میں اسے یاد کرسکوں۔ میں جعفر بن محمد سے یہ دعا مانگا کرتا تھا مگر وہ انکار کر دیتے تھے۔

متوکل کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں دل ہی دل میں شرمندہ ہوا اور مجھ سے فیصلہ نہ ہو سکا کہ میں کیا کروں۔ پھر یہ سوچ کر میں نے اپنے دل کو سہارا دیا کہ امام جعفر صادق نے مجھے منع تو نہیں کیا تھا کہ میں اس کو نقل کرنے کی کسی کو اجازت نہ دوں۔

بعدازاں یحییٰ نے ایک گٹھڑی منگوائی اور اس میں سے سربمہر صحیفہ نکالا۔ پھر انہوں نے مہر کو دیکھ کر اسے بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر انہوں نے مہر توڑ کر قفل کھولا اور صحیفہ پھیلا کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور اسے چہرے سے مس کیا اور انہوں نے مجھ سے فرمایا:

متوکل! اگر تم میرے ابن عم کا یہ قول بیان نہ کرتے کہ میں شہید ہو جاؤں گا اور سولی پر چڑھایا جاؤں گا تو میں یہ صحیفہ تمہیں نہ دیتا اور اس کے لیے بخل کرتا۔ لیکن اب یہ صحیفہ اس لیے تیرے سپرد کر رہا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ ان کا قول درست ہے اور جو کچھ انہوں نے اپنے آبائے کرام سے حاصل کیا ہے وہ یقیناً صحیح ہے۔

مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں علم کا یہ ذخیرہ میرے بعد بنی امیہ کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو وہ اسے چھپالیں گے اور اپنے مفاد کے لیے اپنے خزانوں میں چھپالیں گے۔ لہٰذا تم یہ صحیفہ مجھ سے لے لو اور اس کے لیے میری مدد کرو اور کچھ دن انتظار کرو۔ اور جب دیکھو کہ اللہ نے میرا اور بنی امیہ کا فیصلہ کر دیا ہے تو تم میری یہ امانت لے کر میرے چچازاد بھائیوں محمد و ابراہیم فرزندان عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ وہ دونوں اس معاملہ میں میرے قائم مقام ہوں گے۔

متوکل کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ سے وہ صحیفہ لے لیے اور جب یحییٰ بن زید شہید ہو گئے تو میں مدینہ گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی۔ میں نے ان سے یحییٰ کا واقعہ بیان کیا جسے سن کر امام علیہ السلام بہت روئے اور غمگین ہوئے۔ پھر فرمایا:

اللہ میرے ابن عم یحییٰ پر رحم کرے، اور انہیں ان کے آباء و اجداد سے ملحق فرمائے۔ میں یحییٰ کو یہ دعا اس لیے نقل نہیں کراتا تھا کہ کہیں وہ دعا ان کے ہاتھ سے نکل کر بنی امیہ کے ہاتھوں میں نہ چلی جائے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: یحییٰ کا دیا ہوا صحیفہ کہاں ہے؟

میں نے عرض کیا: صحیفہ یہ ہے۔

آپؑ نے اس صحیفہ کو کھولا تو فرمایا:

خدا کی قسم! یہ میرے چچا زید کے ہاتھ کی تحریر ہے اور یہ میرے دادا علی زین العابدین کی دعائیں ہیں۔ پھر آپؑ نے اپنے فرزند اسماعیل کو صدا دے کر فرمایا:

اسماعیل! اٹھو اور وہ دعا میرے پاس لاؤ جس کی حفاظت و نگہبانی کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔

اسماعیل اٹھے اور وہ ایک صحیفہ نکال کر لائے جو ہو بہو یحییٰ کے دیئے ہوئے صحیفہ کی مانند تھا۔ امام علیہ السلام نے اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور فرمایا:

اسے میرے دادا نے میری موجودگی میں تحریر کرایا تھا اور میرے والد نے اسے اپنے ہاتھوں سے تحریر کیا تھا۔

میں نے کہا: فرزند رسولؐ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کا یحییٰ اور زید کے صحیفہ سے موازنہ کرلوں۔

آپؑ نے مجھے اجازت دی اور فرمایا کہ میں تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں۔ چنانچہ میں نے دونوں صحیفوں کا مطالعہ کیا تو وہ دونوں ایک تھے اور ان میں ایک حرف کا بھی اختلاف نہیں تھا۔

پھر میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر آپؑ اجازت دیں تو میں یہ صحیفہ عبداللہ بن حسن کے فرزندوں کے حوالے کروں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں تمہیں اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچا دو''۔

میں نے آپؑ کے پاس سے اٹھ کر جانا چاہا تو آپؑ نے فرمایا: ٹھہرو۔ پھر آپؑ نے کسی کو بھیج کر محمد و ابراہیم کو طلب کیا۔ جب وہ دونوں آئے تو آپؑ نے ان سے فرمایا:

یہ تمہارے ابن عم یحییٰ کی میراث ہے جو انہیں ان کے والد سے ملی تھی۔ انہوں نے یہ میراث اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر تمہارے حوالے کی ہے۔ البتہ میں تم پر ایک شرط لگاتا ہوں۔

انہوں نے کہا: آپؑ حکم کریں ہم آپؑ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا: تم اس صحیفہ کو لے کر مدینہ سے باہر نہ جانا۔

انہوں نے پوچھا: یہ کیوں؟

آپؑ نے فرمایا: جس چیز کا یحییٰ کو اندیشہ تھا اسی چیز کا مجھے تمہارے متعلق بھی خدشہ ہے۔

انہوں نے کہا: یحییٰ نے یہ اندیشہ اس وقت کیا تھا جب انہیں اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم دونوں بھی بے خوف نہ رہو۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تم دونوں عنقریب خروج کرو گے جیسا کہ انہوں نے خروج کیا تھا اور تم دونوں یحییٰ کی طرح سے بہت جلد قتل کر دیئے جاؤ گے۔

یہ سن کر ان دونوں بھائیوں نے کہا کہ تمام تر طاقت کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے۔

پھر جب ان دونوں بھائیوں نے خروج کیا تو اس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

متوکل! تمہیں یاد ہے کہ یحیٰ نے تم سے کہا تھا کہ میرے چچا محمد باقر اور میرے ابن عم جعفر صادق نے لوگوں کو زندگی کی دعوت دی ہے جب کہ ہم انہیں موت کی دعوت دیتے ہیں۔

میں نے کہا: جی ہاں آپ کے ابن عم نے مجھ سے یہی کہا تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ یحیٰ پر رحمت نازل فرمائے' میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علیؑ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا: ایک دفعہ رسولؐ خدا کو منبر پر اونگھ آ گئی تو آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ بندروں کی طرح سے آپؐ کے منبر پر اچھل کود کر رہے ہیں اور لوگوں کو الٹے پاؤں پلٹا رہے ہیں۔

یہ خواب دیکھ کر آپؐ سیدھے ہو کر منبر پر بیٹھ گئے اور آپؐ کے چہرہ پر غم کے آثار نمایاں تھے۔ اس وقت جبریلؑ امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے تھے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا

"اور ہم نے جو خواب آپ کو دکھلایا ہے اسے ہم نے لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہم انہیں عذاب کا خوف دے رہے ہیں لیکن ان کی عظیم سرکشی میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے"۔ (بنی اسرائیل)

اس آیت مجیدہ میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

رسولؐ خدا نے جبریلؑ سے پوچھا تھا کیا یہ میرے عہد اور میرے دور میں ہی واقع ہوگا؟

جبریل امینؑ نے کہا تھا کہ اسلام کی چکی آپؐ کے مقامِ ہجرت پر گردش کرتی رہے گی۔ پھر آپ کی ہجرت کے ۳۵ برس بعد یہ آپؐ کے مقامِ ہجرت سے منتقل ہو جائے

گی اور نئے مقام پر پانچ برس تک یہ چکی اچھی طرح سے گردش کرتی رہے گی۔
پھر گمراہی کی چکی اپنے قطب پر گردش کرنے لگ جائے گی۔ پھر فرعونوں کی حکومت قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حادثہ کا ذکر سورۂ قدر میں کیا اور فرمایا:

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ○
لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○

"بے شک ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔

مقصد یہ ہے کہ شبِ قدر ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس میں بنی امیہ حکومت کریں گے اور ان مہینوں میں شبِ قدر نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو خبر دی تھی کہ بنی امیہ اس اُمت پر ہزار مہینہ تک حکمران رہیں گے اگر اس مدت میں پہاڑ بھی ان سے ٹکرائیں تو وہ پہاڑوں پر بھی غالب آ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی حکومت کے زوال کا حکم جاری کرے گا۔ بنی اُمیہ اپنے دورِ حکومت میں اہلِ بیتؑ کی عداوت دل میں رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو ان مصائب و آلام کی خبر دی ہے جو اہلِ بیتؑ اور شیعوں پر روا رکھے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ○

"کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو انکار میں بدل دیا اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں وارد کیا۔ یعنی جہنم جس میں وہ جلتے رہیں گے اور وہ بہت برا مقام ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: محمدؐ و آلِ محمدؐ اللہ کی نعمت ہیں ان کی محبت ایمان ہے جو انسان کو جنت میں لے جاتی ہے اور ان کا بغض کفر و نفاق ہے جو دوزخ میں لے جاتا ہے۔ رسولؐ

خدانے یہ تمام باتیں بطور راز علیؑ اور اپنے اہل بیتؑ کو بتائی تھیں۔

متوکل کہتے ہیں کہ اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہمارے قائم علیہ السلام سے قبل ہمارے اہل بیتؑ میں سے جو بھی ظلم کو دور کرنے کی یا حق کی سربلندی کے لیے خروج کرے گا تو بلائیں اس کا خاتمہ کر دیں گی اور اس کا خروج ہمارے مصائب و آلام میں اضافے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

متوکل کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپؑ نے مجھے صحیفہ کاملہ کی دعائیں لکھوائیں۔

(دیباچہ صحیفہ کاملہ)

امام موسٰی کاظمؑ کی امامت پر نص

حضرت کے فرزند اسحاق کا بیان ہے کہ میں اپنے والد ماجد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ علی بن عمر بن علی نے ان سے عرض کیا:

میں آپؑ پر قربان جاؤں' آپؑ کے بعد ہم اور باقی لوگ کس کی طرف رجوع کریں؟

آپؑ نے فرمایا: ابھی اس دروازے سے ایک شخص داخل ہوگا جس نے دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور اس کی دونوں طرف سے لٹیں ہوں گی اور وہ دونوں دروازوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے کھولے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر بعد امام موسٰی کاظمؑ آئے اور انہوں نے دونوں ہاتھوں سے دروازے کے کواڑ کھولے اور انہوں نے دو زرد رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔(الکافی' جلد ا' ص ۳۰۸۔ ارشاد مفید' ص ۲۹۰)

امام موسٰی کاظمؑ اور امام علی رضاؑ کی امامت پر نص

یزید بن سلیط زیدی سے روایت ہے کہ ہم نے مکہ کے راستے میں امام جعفر

صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اور ہمارے ساتھ ایک پوری جماعت تھی۔ میں نے آپؑ سے عرض کیا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان، آپؑ طاہر و مطہر امام ہیں لیکن موت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ آپؑ ہمیں بتائیں کہ آپؑ کا جانشین کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: سنو! یہ سب میری اولاد ہے اور یہ ان کا سردار ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے فرزند موسیٰ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

اس میں علم، حکمت، فہم، سخاوت اور اس کے پاس ان تمام دینی امور کا علم موجود ہے جس کی لوگوں کو ضرورت پڑتی ہے اور جس میں لوگ باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں حسنِ اخلاق اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی صلاحیت بھی موجود ہے اور یہ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ان تمام خوبیوں کے علاوہ خدا نے اسے ایک خصوصیت عطا کی ہے جو ان تمام خوبیوں سے بلند و برتر ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میرے والد نے عرض کیا: میرے والدین آپ پر قربان ہوں، وہ خصوصیت اور خوبی کون سی ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس سے ایک ایسا فرزند پیدا کرے گا جو اس اُمت کا غوث اور ناصر اور اُمت کا علم، نور، فہم اور حکمت ہوگا اور وہ بہترین مولود ہوگا۔ وہ بہترین مخلوق ہوگا۔ اس کے ذریعہ سے اللہ لوگوں کو خونریزی سے بچائے گا اور لوگوں کی باہمی صلح کرائے گا۔ اس کے ذریعہ سے اُمت کا منتشر شیرازہ جمع کرے گا۔ حالات بہتری اختیار کریں گے۔ اس کے ذریعہ سے بے لباسوں کو لباس اور بھوکوں کو وسیع رزق نصیب ہوگا۔ لوگ اسی کو اپنا حاکم بنائیں گے۔ وہ تمام جوانوں اور بزرگوں سے بہتر ہوگا اور بلوغت سے قبل ہی اپنے خاندان کے لیے ذریعۂ تسلی ثابت ہوگا۔ اس کی گفتگو حکمت اور خاموشی علم و تدبر کا مظہر ہوگی۔ اور وہ لوگوں کے اختلافات ختم کرے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرے والد نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں' کیا ان کے ہاں بھی کوئی بیٹا ہوگا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جی ہاں' اور سلسلۂ کلام یہیں پر روک دیا۔

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں' جس طرح آپؑ کے والد ماجد نے ہمیں مطلع کیا تھا آپؑ بھی اسی طرح سے ہمیں مطلع کریں کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: میرے والد کا زمانہ کچھ اور تھا اور میرا زمانہ کچھ اور نوعیت کا ہے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ کے ان مصائب کو دیکھ کر جو خوش ہو اس پر خدا کی پھٹکار ہو۔ یہ سن کر آپؑ مسکرائے اور فرمایا:

ابوعمارہ! سنو جب میں گھر سے نکلا تو میں نے بظاہر اپنے تمام لڑکوں کے لیے وصیت کی تھی اور اس میں علی کو بھی شریک کیا تھا مگر میں نے درحقیقت علی (رضا) کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔

مجھے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آنحضرتؐ کے پاس ایک انگوٹھی' ایک تلوار' ایک عصا' ایک کتاب اور ایک عمامہ تھا۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اس سے کیا مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: عمامہ خدا کی سلطنت کی علامت ہے' تلوار خدا کی طرف سے عطا کردہ عزت کی نشانی ہے۔ کتاب خدا کے نور کی علامت ہے اور عصا اللہ کی قوت کی نشانی ہے اور انگوٹھی ان سب کی جامع ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا:

یہ امر امامت تمہارے فرزند علی کو منتقل ہوگا۔

اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

یزید بن سلیط! یہ بات تمہارے پاس بطور امانت ہے اسے کسی مرد عاقل یا جسکے قلب کا اللہ نے امتحان لے لیا ہو یا کسی سچے شخص کے علاوہ اور کسی کو نہ بتانا۔ اور اللہ کی نعمات کا انکار نہ کرنا اور اگر کبھی کوئی گواہی طلب کرے تو اس کی گواہی دینا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا (نساء:۵۸)

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچاؤ''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ (البقرہ:۱۴۰)

''اور اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا جو خدا کے ہاں گواہی کو چھپائے''۔

میں نے عرض کیا: آپؑ تسلی رکھیں میں آپؑ کے فرمان پر ہی عمل کروں گا۔

(عیون اخبار الرضاؑ، جلد ۱، ص ۲۳)

سمندر کے نیچے کیا ہے؟

داؤد رقی راوی ہیں کہ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

آپؑ کا علم کتنا وسیع ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پہلے یہ دیکھیں کہ تمہارا سوال کتنا وسیع ہے؟

سائل نے کہا: آپؑ یہ بتائیں کہ اس سمندر کے نیچے کیا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آنکھوں سے دیکھنا پسند کرو گے یا کانوں سے سننا پسند کرو گے؟

سائل نے کہا: آنکھوں سے دیکھنا مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ بعض اوقات کان وہ بات سنتے ہیں جس کا علم نہیں ہوتا اور جب تک آنکھ کسی چیز کو دیکھ نہ لے اس وقت تک دل اس کی گواہی نہیں دیتا۔

آپؑ نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور بطور معجزہ سمندر کے کنارے پر آ گئے اور فرمایا:

اے اپنے پروردگار کی اطاعت گزار مخلوق تو اپنی اندرونی چیز کو ہمارے لیے ظاہر کر۔

جیسے ہی آپؑ کے الفاظ تمام ہوئے تو سمندر پھٹ گیا اور اس کے نیچے سے ایسا پانی برآمد ہوا جو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اور شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار اور زنجبیل سے زیادہ لذیذ تھا۔

سائل نے کہا: ابوعبداللہ! میں آپؑ پر قربان' یہ پانی کن لوگوں کے مقدر میں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ پانی قائم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے لیے ہے۔

سائل نے کہا: وہ کب اس پانی کو پئیں گے؟

حضرتؑ نے فرمایا: جب قائم خروج کریں گے تو اس وقت روئے زمین کا پانی ختم ہو جائے گا حتیٰ کہ کہیں بھی پانی موجود نہیں ہوگا۔ اس وقت مومن خدا کی بارگاہ میں پانی کے لیے دعا مانگیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے یہ پانی برآمد کرے گا اور وہ اسے پئیں گے جب کہ یہ ان کے مخالفین کے لیے حرام ہے۔

پھر آپؑ نے سائل سے فرمایا: ذرا اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھو۔

سائل نے نگاہ اوپر اٹھائی تو اسے ہوا میں کچھ گھوڑے دکھائی دیئے جن پر زینیں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے منہ میں لگامیں موجود تھیں اور گھوڑوں کو پَر لگے ہوئے تھے۔

اس نے کہا: مولا! یہ گھوڑے کیسے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: یہ قائم اور اس کے ساتھیوں کے گھوڑے ہیں۔

سائل نے کہا: کیا میں ان میں سے کسی گھوڑے پر بیٹھ سکتا ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو قائم آلِ محمدؐ کے انصار میں سے ہے تو ضرور بیٹھ سکتا ہے۔

سائل نے کہا: تو کیا میں یہ پانی پی سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر تو قائم آلِ محمدؐ کے شیعوں میں سے ہے تو ضرور پی سکتا ہے۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۴۵-۲۴۶)

مفضل کی خواہش پر کھجور کا پیدا ہونا

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لیے ان کے بیت الشرف کی طرف چلا اور راستے میں میں نے اپنے دل میں کہا:

پروردگار! تو جانتا ہے کہ مجھے جعفر بن محمدؑ کی امامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں انہیں بندوں پر تیری حجت سمجھتا ہوں۔ مجھے آج کوئی ایسی نشانی دکھا جس سے میرے ثبات ویقین میں مزید اضافہ ہو جائے۔

جب میں حضرتؑ کے بیت الشرف میں داخل ہوا تو آپؑ اپنے گھر کے درمیان ایک سرخ قالین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے اپنا سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: تیری دعا قبول ہو چکی ہے۔

گھر کے ایک کونے میں کھجور کی ایک گٹھلی پڑی ہوئی تھی۔ آپؑ نے اس کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے فرمایا:

تم وہ گٹھلی اٹھا لاؤ۔ میں اٹھا اور گٹھلی لے آیا۔

آپؑ نے گھر کے صحن میں گٹھلی کو ایک جگہ رکھ کر اوپر انگلی سے زور دیا اور اسے

دبایا تو وہ زمین میں غائب ہو گئی۔ پھر آپؑ نے کچھ دعائیں پڑھیں جن میں سے دعا کا یہ
ایک ٹکڑا میں نے سنا۔ آپؑ فرما رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ فالق الحب والنوی ”اے پروردگار! اے بیج اور گٹھلی کو شگافتہ کرنے
والے“---باقی دعا میں نہ سن سکا۔

پھر قدرت کا معجزہ یہ ہوا کہ وہ گٹھلی آن واحد میں شگافتہ ہوئی اور اس سے کھجور کا
درخت بننے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے کھجور کا پورا درخت وجود میں آ گیا۔ اور اس درخت پر
بور لگا اور بور دانوں میں تبدیل ہوا اور دانوں میں بڑھوتری آئی۔ پھر ان کا رنگ بدلا اور
چند ہی لمحات میں کھجوریں پک کر تیار ہو گئیں۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

مفضل! اس کے خوشوں کو ہلاؤ۔ چنانچہ میں نے اس درخت خرما کے خوشوں کو ہلایا
تو تازہ کھجوروں کا ڈھیر لگ گیا اور وہ کھجوریں ہر لحاظ سے اپنی مثال آپ تھیں۔ آج تک
کسی نے اس جیسی کھجور نہ دیکھی ہوں گی اور نہ ہی کسی نے اس جیسی کھجور کا دانہ چکھا ہوگا۔

وہ کھجوریں موتیوں سے زیادہ صاف اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھیں۔ حضرتؑ
نے مجھ سے فرمایا کہ تم کھاؤ۔ میں نے کچھ دانے کھائے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

ان تمام کھجوروں کو جمع کرو اور ہمارے ان مخلص شیعوں تک ان کا ایک ایک دانہ
پہنچاؤ جن کے لیے اللہ نے جنت کو واجب کیا ہے۔ یہ کھجور صرف انہی کے لیے حلال ہے۔

چنانچہ میں نے اپنے جاننے والے شیعوں کو ان کا ایک ایک دانہ دیا۔ پھر جب
میں کوفہ روانہ ہونے لگا تو آپؑ نے ایک بار خرما میرے حوالے کیا اور فرمایا:

یہ کھجوریں کوفہ میں رہنے والے ہمارے شیعوں تک پہنچاؤ۔

کھجوروں کا وزن زیادہ تھا جسے میں کوفہ تک لے کر نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے
آپؑ نے اس وزن کو کچھ کم کیا اور باقی بار میرے پاس رہنے دیا۔ میں وہ کھجوریں سواری
پر لاد کر کوفہ لے آیا اور میں نے ان کا ایک ایک دانہ شیعوں میں تقسیم کیا۔ خدا کی قسم! کوفہ

کے تمام شیعوں کو اس کا ایک ایک دانہ ملا۔ بارخرما اتنا ہی تھا جو کہ شیعانِ کوفہ میں پورا ہو گیا۔

بعد ازاں امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

مفضل! اب وہ کھجور مکمل طور پر جوان ہے اور اس کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے ایک عطیہ ہے اور اس جیسا عطیہ حضرت داؤدؑ کو بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ اس کھجور کے دانوں کے حصول کے لیے لوگ ہم سے مطالبہ کریں گے۔

مفضل کا بیان ہے کہ ہر طرف سے شیعوں نے آپؑ کو خطوط لکھ کر اس کھجور کے دانوں کی خواہش کا اظہار کیا جس سے ہمیں شیعوں کی صحیح تعداد کا علم ہوا۔

(ہدایۃ الحضینی مخطوط، ص۵۴)

اعجاز امامت سے ایک جانور کا زندہ کرنا

مفضل بن عمر راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کوفہ کے ایک گاؤں کی طرف گئے۔ میں بھی حضرتؑ کے ساتھ تھا۔ وہاں سے واپسی پر ہم نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ راستے میں کھڑے ہو کر اپنا سر پیٹ رہا تھا اور ہائے ہائے کر رہا تھا۔ اس کے سامنے ایک گدھا مرا پڑا تھا اور گدھے کے پاس اس شخص کا ساز و سامان رکھا ہوا تھا۔

جب میں نے اس شخص کی بے چارگی کو دیکھا تو مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ میں نے اپنے آقا و مولا سے گزارش کی اگر آپؑ اس مسکین بچارے کی مدد کرتے ہوئے خدا سے دعا مانگیں تو اس کا گدھا زندہ ہو سکتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

مفضل! جب ہم ایسا کریں گے تو یہ شخص ہم سے ہمارا تعارف حاصل کرے گا اور ہم بھی اسے اپنا تعارف کرائیں گے تو تم دیکھ لینا کہ یہی شخص پورے کوفہ میں ڈھنڈورا

پیٹ کر کہے گا کہ لوگو! یہاں جعفر بن محمد نامی ایک جادوگر آیا ہوا ہے۔ لوگ اس سے پوچھیں گے کہ تو نے ان کا کیا جادو دیکھا ہے تو یہ انہیں اپنے گدھے کی حیاتِ نو کی داستان سنائے گا۔ جس کو سن کر ہمارے شیعہ خوش ہوں گے اور ہمارے مخالفین ہمیں ساحر اور کاہن کہیں گے۔ لیکن دوسرے دن دیکھ لینا یہی شخص تمہیں ذلیل و خوار حالت میں دکھائی دے گا۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے نزدیک گیا اور میں نے اس سے کہا:

بندۂ خدا! اگر ہمارے آقا و مولا تیرا گدھا زندہ کر دیں تو کیا تو اسے اپنے تک محدود رکھے گا اور اس کا ڈھنڈورا تو نہیں پیٹے گا؟

اس نے کہا: ٹھیک ہے میں اسے اپنے تک ہی محدود رکھوں گا اور کسی سے اس کا ذکر نہیں کروں گا۔

میں نے کہا کہ پہلے قسم کھا کر ہمیں اس کا یقین دلاؤ۔ چنانچہ اس نے مؤکد قسمیں کھا کر ہمیں اس کا یقین دلایا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام گدھے کے قریب گئے اور آپؑ نے زیرلب کچھ کلمات کہے۔

پھر آپؑ نے گدھے کے مالک سے فرمایا: اس کی رسی کھینچو۔

گدھے کے مالک نے جیسے ہی رسی کھینچی تو گدھا زندہ ہو گیا۔ اس نے اس پر اپنا سامان بار کیا اور کوفہ میں داخل ہوا۔ کوفہ پہنچ کر اس نے آواز دے کر کہا:

لوگو! ہوشیار ہو جاؤ تمہارے شہر میں ایک جادوگر آیا ہے جس کا نام جعفر بن محمد ہے اور وہ اتنا بڑا جادوگر ہے کہ اس نے میرے مرے ہوئے گدھے کو اپنے جادو کے زور سے زندہ کر دیا ہے۔

جب اس شخص نے حضرتؑ کے معجزہ کا ڈھنڈورا پیٹا تو حضرتؑ کے شیعوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور مخالفین نے آپؑ کو جادوگر اور کاہن کہنا شروع کر دیا۔

دوسرے دن امام علیہ السلام نے فرمایا:
مفضل! باہر جا کر دیکھو، گدھے کا مالک ذلیل ہو چکا ہے۔ اس کی آنکھیں بہہ چکی ہیں، وہ کانوں سے بہرہ ہو چکا ہے، اس کی دونوں ہتھیلیاں کٹ چکی ہیں اور اس کے دونوں پاؤں قطع ہو چکے ہیں اور وہ زبان سے گونگا ہو چکا ہے اور لوگ اسے گدھے پر چڑھا کر اس کی تشہیر میں مصروف ہیں۔
مفضل کا بیان ہے کہ جب میں باہر گیا تو میں نے وہی دردناک منظر دیکھا جیسا کہ آپؑ کی زبان سے سن چکا تھا۔ گدھے کا مالک عبرت کا نشان بن چکا تھا اور لوگ اسے تشہیر کی غرض سے گدھے پر پھرا رہے تھے۔ (الہدایۃ الکبریٰ حضینی، ص۲۴۵ مخطوط)

اندھے کو بینائی کا ملنا اور ایک بینا کا اندھا ہونا

ابو ہارون نابینا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کا شوق لیے ہوئے آپؑ کے بیت الشرف کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک دشمن آلِ محمدؐ ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں جا رہا ہے؟
میں نے اسے بتایا کہ میں اپنے آقا و مولاؑ کی زیارت کے لیے ان کے گھر جا رہا ہوں۔
اس شخص نے گستاخی کرتے ہوئے کہا: عجیب بات ہے ایک اندھا دوسرے اندھے کو ملنے کے لیے جا رہا ہے۔
پھر اس نے کہا: اے کافر، اے جادوگر، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے۔
بہر نوع میں خبیث کی باتیں سن کر امام علیہ السلام کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے رونے کا سبب دریافت کیا تو میں نے انہیں تمام واقعہ سنایا۔
آپؑ نے یہ واقعہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کی تلاوت کی اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابوہارون! ہمارے دشمن کی باتوں سے غمگین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
اس نے ایسا کہہ کر درحقیقت خدا کے خلاف جسارت کی ہے اور اللہ نے اس پر فوراً عذاب بھیج دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کے ڈھیلے نکال دیئے ہیں اور تمہیں اور مجھے اندھا کہنے والا اب خود اندھا ہو چکا ہے اور خدا نے تمہیں ضروری بینائی دے دی ہے۔

پھر آپؑ نے ایک خط میرے حوالے کر کے فرمایا: اسے پڑھو۔

ابوہارون کہتے ہیں کہ قدرت خداوندی سے میری بینائی لوٹ آئی اور میں نے اول سے آخر تک پورے خط کا متن پڑھا۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ابوہارون! جس چیز کا دیکھنا تمہارے لیے ضروری ہوگا تم اسے دیکھ سکو گے اور جس چیز کا دیکھنا غیر ضروری ہوگا وہ تمہیں دکھائی نہ دے گی۔

ابوہارون کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے اپنی لاٹھی پکڑنے والے کو دروازے سے واپس بھیج دیا اور خود چلتا ہوا اپنے گھر آیا۔ راستے کی تمام چیزیں مجھے دکھائی دینے لگیں اور درہم و دینار کی عبارتیں بھی مجھے نظر آتی تھیں۔ الغرض جس چیز کا دیکھنا ضروری ہوتا تھا مجھے وہ تمام چیزیں دکھائی دیتی تھیں اور جن کا دیکھنا میرے لیے غیر ضروری ہوتا تھا۔ مجھے وہ چیزیں نظر نہیں آتی تھیں۔

میں نے گھر پہنچ کر اس طعنہ دینے والے شخص آلِ محمدؐ کا پتہ کرایا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کی بینائی ختم ہوگئی ہے اور وہ اندھا بن چکا ہے۔ چند دن بعد اس کی تمام دولت ختم ہوگئی اور وہ انتہائی بدحال ہوگیا۔ اس کے لیے کھانے پینے کے لیے کچھ نہ بچا تو وہ راستے میں بیٹھ کر لوگوں سے بھیک مانگنے لگا اور وہ جب بھیک مانگتا تو کہا کرتا تھا:

"کسی کو طعنہ نہ دینا ورنہ آزمائش میں پڑ جاؤ گے"۔

(الہدایۃ الکبریٰ حسینی، ص ۵۴ مخطوط)

حضرتؑ کی ناقہ کا پرواز کرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساربان صفوان بن مہران کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک بار مجھے حکم دیا کہ میں آپؑ کی "شعلاء" نامی اونٹنی کو آپؑ کے دروازے پر لے آؤں اور اس پر پالان وغیرہ درست کر دوں۔

میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر آپؑ کا انتظار کرنے لگا۔ چند لحات ہی گزرے تھے کہ آپؑ کا فرزند موسیٰ آیا۔ اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی اور انہوں نے یمنی چادر پہنی ہوئی تھی اور ان کی لٹ ان کے کندھوں کے درمیان جھول رہی تھی۔ وہ آ کر ناقہ کی پشت پر بیٹھ گئے۔ میں ان سے اتنا مرعوب ہوا کہ میں انہیں منع بھی نہ کر سکا۔ پھر اچانک ناقہ میری نظروں سے غائب ہو گئی۔

میں نے اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کی تلاوت کی اور میں اپنے آپ سے کہنے لگا کہ ابھی آقا و مولاؑ باہر آئیں گے اور جب وہ ناقہ کو موجود نہ پائیں گے تو میں انہیں کیا جواب دوں گا۔

چنانچہ میں اسی حالت میں پریشان کھڑا سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ ناقہ میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور مجھے یوں لگا جیسے وہ اوپر سے آ رہی ہو۔ اس وقت ناقہ کے پورے بدن سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ موسیٰ کاظمؑ ناقہ سے اترے اور گھر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد حضرتؑ کا ایک خادم آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ مولاؑ فرما رہے ہیں کہ ناقہ سے پالان اتار لو اور اسے اس کی جگہ پر باندھ دو۔

میں نے جب یہ فرمان سنا تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اب مجھ سے یہ باز پرس نہ ہو گی کہ تم نے معصوم بچے کو اونٹنی پر کیوں سوار ہونے دیا۔

بہر نوع میں نے ناقہ سے پالان اتارا اور دروازے پر بیٹھ کر حاضری کی اجازت ملنے کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد امام علیہ السلام نے مجھے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب

میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ناقہ پر پالان میں نے اپنے لیے نہیں رکھوایا تھا۔ میں نے تو یہ سارا انتظام ابوالحسن موسیٰ کے سوار ہونے کے لیے کروایا تھا۔

صفوان! جانتے ہو موسیٰ اتنی سی دیر میں کہاں تک گئے تھے؟

میں نے کہا: اللہ، رسولؐ اور امامؑ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: موسیٰ نے اتنی سی دیر میں وہ تمام سفر کرلیا جو ذوالقرنین نے اپنی پوری زندگی میں کیا تھا بلکہ اس نے اس سے کئی گنا زیادہ سفر کیا۔ موسیٰ نے ہر مومن مرد اور مومن عورت کو دیکھا اور ہر ایک کو اپنا تعارف کرایا اور ہر ایک کو میرے سلام پہنچائے اور پھر واپس آ گیا۔ تم ان کے پاس جاؤ اور وہ تمہیں تمہارے دل کی کیفیت سے مطلع کریں گے اور جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ بھی تمہیں بتائیں گے۔

صفوان کہتے ہیں کہ میں حسب فرمان موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس گیا۔ اس وقت ان کے سامنے کچھ ایسے پھل رکھے ہوئے تھے جن کا ابھی موسم نہیں آیا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ”لا الٰہ الا اللہ“ امر الٰہی پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے میری دلی کیفیت بھانپ کر فرمایا:

”لا الٰہ الا اللہ“ امر الٰہی پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔

صفوان! جب میں ناقہ پر سوار ہوا تھا تو اس وقت تم نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تھا اور تم نے اپنے دل میں کہا تھا کہ جب میرے آقا سوار ہونے آئیں گے اور دروازے پر ناقہ موجود نہ ہوگی تو وہ مجھ سے کیا فرمائیں گے، تم مجھے ناقہ پر سوار ہونے سے روکنا چاہتے تھے لیکن تمہیں روکنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی اور جب تک میں نہیں آیا اس وقت تک تم سخت پریشان رہے تھے اور جب میرے والد نے تم سے کہا کہ ہم نے تو ناقہ پر سوار ہی نہیں ہونا تھا۔ ہم نے یہ ناقہ اپنے فرزند کے لیے تیار کرائی تھی، تو تم یہ الفاظ سن کر بہت خوش ہوئے۔ پھر میرے والد نے تم سے فرمایا کہ جانتے ہو اتنی سی دیر میں موسیٰ

کہاں کہاں سے ہو کر آئے ہیں؟

تم نے میرے والد سے عرض کیا کہ اللہ، رسولؐ اور امامؑ ہی بہتر جانتے ہیں۔

پھر میرے والد نے تجھ سے کہا کہ میرے فرزند نے ان لحات میں ذوالقرنین جتنی مسافت کی ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مسافت طے کی ہے اور میرے والد نے تجھے یہ بھی بتایا ہے کہ میں نے ان لحات میں شرق وغرب کے تمام مومنین ومومنات سے ملاقات کی ہے اور میں نے ان کو اپنا تعارف کرا کے انہیں اپنے والد کے سلام بھی پہنچائے ہیں۔

پھر میرے والد گرامی نے تجھ سے فرمایا کہ تم جاؤ اور موسیٰ کو سلام کرو۔ وہ تمہیں تمہاری دلی کیفیت سے آگاہ کریں گے اور تم ان کا فرمان سن کر اس وقت میرے پاس آئے ہو۔

صفوان کہتے ہیں جب میں نے ابوالحسن موسیٰ سے یہ باتیں سنیں تو میں نے سجدۂ شکر کیا اور میں نے ان سے عرض کیا:

حضرتؑ! کیا یہ بے موسم کے پھل مجھ جیسا شخص بھی کھا سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر میرے اور میرے والد کے بعد تم جیسے کسی شخص نے ان پھلوں کو کھایا تو تم بھی کھا سکو گے۔

میں ان کی یہ باتیں سن کر ان کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور سیدھا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

صفوان! کیا موسیٰ نے کوئی لفظ کم یا زیادہ کہا ہے؟

میں نے کہا: خدا کی قسم! انہوں نے ایک بھی لفظ کم یا زیادہ نہیں کہا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اب تم اپنے گھر جاؤ اور میں اور میرا فرزند جب ان پھلوں کو چکھ لیں گے تو تمہارا حصہ بھی تمہیں بھیج دیا جائے گا۔

اس وقت میں نے کہا: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (آل

عمران:۳۴) میں اپنے گھر چلا آیا اور ظہر و عصر کی نمازیں ادا کیں۔ پھر امام علیہ السلام کا ایک خادم میرے پاس ایک طبق لے کر آیا جس میں وہ پھل رکھے تھے اور اس نے مجھ سے کہا:

تیرے آقا و مولاؑ فرما رہے ہیں کہ یہ تمہارا حصہ ہے تم اسے کھاؤ۔ ہم نے تجھ جیسے اپنے تمام دوستوں کو ان کے استحقاق کی مقدار میں یہ پھل روانہ کر دیئے ہیں۔

(الہدایہ الکبریٰ حضینی، ص ۵۶ مخطوط)

ایذا رسانی سے محفوظ رہنے کی دعا

خالد قسری کے غلام رزام کا بیان ہے کہ محمد بن خالد کے وہاں سے نکل جانے کے بعد مجھے زندان میں ڈال دیا گیا اور مجھے اس میں سخت اذیتیں دی جاتی تھیں اور جلاد ہر وقت میرے سر پر تلوار لٹکائے رہتا تھا اور جب وہ اپنے گھر جاتا تھا تو میرے کمرہ کا دروازہ بند کر کے جاتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دوسرے ملازم میری رسیاں ڈھیلی کر دیتے تھے اور مجھے بیٹھنے کی اجازت دے دیتے تھے اور جب اس کی آمد کا وقت ہوتا تھا تو وہ مجھے دوبارہ رسیوں میں باندھ دیتے تھے۔

ایک دن میں حسب معمول فرش پر بیٹھا ہوا اپنی قسمت کو کوس رہا تھا کہ ایک سوراخ سے ایک رقعہ آ کر میرے پاس گرا۔ میں نے وہ رقعہ اٹھایا تو وہ پتھر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ جب میں نے رقعہ کھول کر دیکھا تو وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھوں سے لکھا ہوا تھا اور اس میں یہ تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ رزام! تم یہ دعا پڑھو:

يَا كَائِنًا قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَيَا كَائِنًا بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ يَا مُكَوِّنَ كُلِّ شَيْءٍ أَلْبِسْنِي دِرْعَكَ الْحَصِينَةَ مِنْ شَرِّ جَمِيعِ خَلْقِكَ

رزام کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؑ کی تحریر کردہ دعا کو پڑھا تو اس کے بعد

اذیت رسانی سے میری جان چھوٹ گئی۔ (رجال کشی، ص ۳۴۱)

کھوئی ہوئی یادداشت واپس دلانا

سائب بن بشر بن زید کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سخت بیمار ہوا اور بیماری کی وجہ سے میری یادداشت کھو گئی۔ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے ایک پیالے میں مجھے پانی پلایا جس سے میری کھوئی ہوئی یادداشت واپس آ گئی۔

(رجال نجاشی، ص ۳۴)

موت کے وقت سے آگاہی

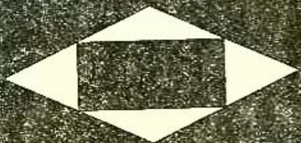
ذریح راوی ہیں کہ ہمارا ایک اونٹ بیمار ہوا اس وقت ہم بنی سلیم کے چشمے سے گزر رہے تھے۔ غلام نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

مولا! اگر اجازت ہو تو میں اسے نحر کر دوں؟

آپؑ نے فرمایا: ابھی ٹھہرو۔ پھر چار میل سفر کرنے کے بعد آپؑ نے فرمایا:

غلام! اترو اور اسے نحر کر دو۔ اعراب کو اس کا گوشت کھلانے سے یہ بہتر ہے کہ اس کو درندے کھا جائیں۔

○○○



حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

کے معجزات

پر مشتمل ہے

ائمہ علیہم السلام کی معجزانہ ولادت

ابوبصیر راوی ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سفر حج کے دوران مقام ابواء میں پیدا ہوئے اور اس سال ہم بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج کرنے گئے ہوئے تھے۔ جب ہمارا قافلہ مقام ابواء پر پہنچا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے تمام ہم سفر ساتھیوں کو کھانا کھلایا اور آپؑ کا دستور تھا کہ آپؑ جب بھی لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے تو دسترخوان پر انواع واقسام کی نعمات رکھتے تھے۔

ابھی ہم کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ حضرت کا ایک غلام آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ خیمہ میں آپؑ کی زوجہ حضرت حمیدہ آپؑ کو یاد کر رہی ہیں اور وہ کہہ رہی ہیں کہ اس وقت مجھے بے چینی محسوس ہو رہی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ میری گود ہری ہونے والی ہے اور آپؑ نے فرمایا تھا جب زچگی کا وقت آئے تو مجھے مطلع کرنا۔

پیغام سن کر آپؑ خیمہ کی طرف روانہ ہوئے اور کچھ دیر بعد آپؑ واپس تشریف لائے۔ آپؑ کے ساتھیوں نے عرض کیا:

خدا آپؑ کو ہمیشہ خوشیاں نصیب کرے فرمائیں گھر میں کیا پیدا ہوا؟

آپؑ نے فرمایا:

خدا حمیدہ کو سلامتی دے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اور وہ اللہ کی تمام مخلوق سے افضل ہے۔ حمیدہ نے مجھے ایک بات بتائی اور شاید وہ سمجھتی تھی کہ وہ مجھے نئی بات بتا رہی ہے جب کہ مجھے اس بات کا اس سے زیادہ پتہ ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ حمیدہ نے آپؑ کو کیا بتایا؟

آپؑ نے فرمایا: حمیدہ نے بیان کیا کہ اس بچے نے پیدا ہوتے ہی اپنے دونوں

ہاتھ زمین پر رکھا اور آسمان کی طرف سر بلند کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ رسولؐ خدا کی ولادت کے وقت آپؐ کی رسالت کی یہی پہچان تھی اور آپؐ کے بعد یہی چیز امام کی امامت کی علامت ہے۔

میں نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، پیغمبر اور ان کے اوصیاء کی علامات کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جس رات میرے دادا امام زین العابدین کا حمل قرار پایا تو اس شب کو میرے والد کے جد امام حسین علیہ السلام کے پاس ایک ہستی ایک کاسہ لے کر آئی جس میں ایک طرح کا شربت تھا جو پانی سے زیادہ رقیق، مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ اس نے وہ جام انہیں پلایا اور ان سے کہا کہ اب آپ اپنی زوجہ سے حقوق زوجیت ادا کریں۔ آپؑ نے حقوق زوجیت ادا کیے تو میرے دادا کا حمل قرار پایا۔ اور جس شب میرے والد کا حمل قرار پایا تو ایک ہستی آئی اور اس نے میرے دادا کو ویسا ہی کاسہ آب پیش کیا جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کو پیش کیا گیا تھا اور انہیں بھی یہی کہا گیا کہ آپؑ اپنی زوجہ سے مقاربت کریں۔ چنانچہ اس رات میرے والد کا حمل قرار پایا اور جس شب کو میرا حمل قرار پایا تو اس رات بھی وہی آنے والا میرے والد کے پاس آیا اور انہیں بھی ویسا ہی کاسہ آب پینے کے لیے دیا اور ان سے کہا کہ اب آپ اپنی زوجہ سے مقاربت کریں۔ چنانچہ اسی رات میرا حمل قرار پایا۔ اور جس شب کو میرے اس فرزند کا حمل قرار پایا تو اس شب کو میرے پاس وہی آنے والا آیا اس نے مجھے بھی ویسا ہی کاسہ آب پیش کیا اور مجھ سے کہا کہ آپؑ اپنی بیوی سے حقوق زوجیت ادا کریں۔ میں خوش ہو کر اٹھا کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ خدا کی طرف سے مجھے کیا ملنے والا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی زوجہ سے مقاربت کی اور اس مولود کا حمل قرار پایا۔ میرے بعد یہی تمہارا امام ہوگا اور سنو امام کا نطفہ اسی طرح سے قرار پاتا ہے جیسا کہ میں نے تجھے بتایا۔

چار ماہ شکم مادر میں رہنے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے' اللہ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جس کا نام "حیوان" ہے وہ فرشتہ اس کے دائیں بازو پر یہ آیت لکھ دیتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (الانعام: ۱۱۵)

اور جب امام شکم مادر سے نکل کر زمین پر آتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر آسمان کی طرف نظر کرتا ہے۔ اس وقت عرش کے درمیان سے ایک منادی رب العزت کی طرف سے افق اعلیٰ پر کھڑے ہو کر اس کا اور اس کے باپ کا نام پکارتا ہے اور کہتا ہے: اے فلاں بن فلاں! ثبات اختیار کرنا' تمہیں ثبات دیا جائے گا۔ میں نے تجھے ایک عظیم مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو میری مخلوق میں سے میرا پسندیدہ ہے اور میرے رازوں کا امین اور میرے علم کا مرکز اور میری وحی پر میرا امین اور میری زمین پر میرا خلیفہ ہے۔ میں نے تیرے اور تیرے چاہنے والوں کے لیے اپنی رحمت کو لازم کر دیا ہے اور میں نے تمہیں اپنی جنت بخشی ہے اور میں نے تمہیں اپنے قرب میں جگہ دی ہے۔

مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! میں تیرے دشمنوں کو شدید عذاب میں مبتلا کروں گا اگرچہ میں نے انہیں دنیا میں کتنی ہی وسعت رزق کیوں نہ دی ہو۔

اور جب منادی کی یہ صدا ختم ہوتی ہے تو پیدا ہونے والا امام اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر اور منہ آسمان کی طرف بلند کر کے یہ آیت پڑھتا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (آل عمران: ۱۸)

جب مولود یہ آیت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اول و آخر کا علم عطا کرتا ہے اور شب قدر میں روح القدس کے ذریعے سے علم کے اضافے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا روح سے مراد جبریل امینؑ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: روح ایک مخلوق ہے جو کہ جبریلؑ سے بھی زیادہ عظمت والی ہے۔ جبریلؑ کا تعلق صنف ملائکہ سے ہے جب کہ روح کی صنف ہی اور ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا:

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ

''اس رات ملائکہ اور روح القدس اترتے ہیں''۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ اور ہیں اور روح اور ہے۔

(الکافی، جلد ا، ص ۳۸۵)

حضرت حمیدہ کی خریداری

جابر بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے بلایا اور مجھ سے فرمایا:

اہلِ مغرب میں سے ایک بردہ فروش آیا ہے اس کے پاس کچھ کنیزیں موجود ہیں اور اس کے پاس ایک کنیز ہے جس کی یہ صفات ہیں اور تم یہ تھیلی لے جاؤ اور یہ تھیلی اس کے حوالے کرو اور اس سے مذکورہ اوصاف کی کنیز خرید کر ہمارے پاس لے آؤ۔

میں تھیلی لے کر وہاں گیا تو اس نے میرے سامنے کنیزیں پیش کیں لیکن مذکورہ اوصاف والی کنیز ان میں موجود نہیں تھی۔ میں نے اس سے کہا: کیا ان کنیزوں کے علاوہ بھی تمہارے پاس کوئی کنیز موجود ہے؟

اس نے کہا: ان کے علاوہ میرے پاس ایک اور کنیز ہے جو کہ بیمار ہے۔

میں نے کہا: تم مجھے وہی بیمار کنیز دکھاؤ۔ چنانچہ اس نے حمیدہ نامی ایک کنیز دکھائی تو اس میں مجھے وہ تمام اوصاف دکھائی دیئے جو آپؑ نے فرمائے تھے۔ میں نے اس سے اس کنیز کی قیمت دریافت کی تو اس نے کہا: میں یہ ستر دینار میں فروخت کروں گا۔

میں نے امام علیہ السلام کی دی ہوئی تھیلی اس کے سپرد کی تو بردہ فروش نے کہا: لا الٰہ الا اللہ، رات میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ رسولؐ خدا نے یہ تھیلی دے کر

ایک دشمن سے حسنِ سلوک

حسن بن محمد نے اپنے دادا سے اور اس نے متعدد اصحاب ومشائخ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب کی اولاد میں سے ایک شخص امام موسیٰ کاظمؑ کو اذیت پہنچایا کرتا تھا اور جب وہ آپؑ کو دیکھتا تو سب وشتم کرتا اور حضرت امیر المومنینؑ کے حق میں گستاخیاں کرنے لگ جاتا تھا۔

آپؑ کے ایک ساتھی نے عرض کیا: مولاؑ! اگر آپؑ کی اجازت ہو تو ہم اس کا کام تمام کر دیں۔ مگر آپؑ نے اسے سختی سے منع کیا اور اسے ڈانٹ دیا۔

اس کے بعد آپؑ نے اس کے پیشہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ کو بتایا گیا کہ وہ مدینہ کے قریب زراعت کرتا ہے۔ آپؑ اپنی سواری پر بیٹھ کر اس کے پاس گئے۔ اس وقت وہ اپنی کھیتی میں کام کر رہا تھا۔

آپؑ اپنی سواری سمیت اس کے کھیت میں چلے گئے۔ آپؑ کو آتا دیکھ کر اس نے چلا کر کہا:

ہماری کھیتی کو مت روندو اور اسے برباد نہ کرو۔ مگر آپؑ نے اس کے چلانے کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے پاس پہنچ کر آپؑ سواری سے اترے اور اس کو خوش کرنے اور ہنسانے کی کوشش کرنے لگ گئے۔

آپؑ نے اس سے پوچھا: جس کھیتی کے اجڑنے پر تم چیخ رہے تھے اس پر تمہارا کتنا خرچ ہوا ہوگا؟

اس نے کہا: اس پر میرے ایک سو دینار خرچ ہوئے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: تمہیں اس کھیت سے کتنی پیداوار کی توقع تھی؟

اس نے کہا: میں غیب کا علم نہیں جانتا۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں نے تمہاری توقع کی بات کی ہے۔

مجھ سے یہ کنیز خریدی تھی۔ چنانچہ اس نے مذکورہ کنیز میرے حوالے کی اور میں اسے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔ آپؑ نے اس سے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام حمیدہ بتایا۔

آپؑ نے فرمایا: تم دنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ ہوگی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ آیا وہ شوہر دیدہ ہے؟

اس نے جواب میں کہا کہ میں باکرہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: عجیب بات ہے بردہ فروش کے ہاتھ میں جو چیز لگتی ہے وہ اسے خراب کر دیتا ہے!

بی بی نے کہا: یہ بردہ فروش بری نیت سے جب بھی میرے پاس آتا تھا تو ایک خوبصورت شکل کا انسان ازغیب سے ظاہر ہو کر اسے منع کرتا تھا۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا:

یہ کنیز تم لے لو اس کے شکم سے خدا تمہیں وہ فرزند عطا کرے گا جو اپنے دور کے تمام اہلِ زمین سے بہتر ہوگا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۴۸)

لقب ''کاظم'' کی وجہ اور آپؑ کا مثالی حلم

ربیع بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ خدا کی قسم حضرت موسٰی بن جعفر علیہما السلام بڑے صاحبِ فراست انسان تھے اور وہ ان لوگوں کو جانتے تھے جو ان کی امامت پر توقف کریں گے اور ان کے فرزند کی امامت کا انکار کریں گے مگر آپؑ ہمیشہ ان پر بھی غصہ ضبط کیے رہتے تھے اور ان پر آپؑ نے یہ کبھی ظاہر نہیں کیا تھا کہ آپؑ ان کی حالت کو جانتے ہیں۔ چنانچہ اسی غصہ کو ضبط کرنے کی وجہ سے آپؑ کو ''کاظم'' کا لقب دیا گیا۔

(علل الشرائع' جلد ۱' ص ۲۳۵۔ عیون اخبار الرضا' جلد ۱' ص ۱۱۲)

اس نے کہا: مجھے اس سے دو سو دینار آمدنی کی توقع تھی۔

امام علیہ السلام نے ایک تھیلی اس کے سپرد کی جس میں تین سو دینار تھے اور آپ نے اس سے فرمایا:

دیکھ لو تمہاری کھیتی اپنی حالت پر بدستور موجود ہے اور اللہ تمہیں تمہاری توقع کے مطابق اس سے رزق عنایت فرمائے گا اور یہ رقم بھی اپنے پاس رکھ لو۔

حضرتؑ کا یہ حسنِ سلوک دیکھ کر وہ شخص کھڑا ہوا اور اس نے آپؑ کے سر کا بوسہ لیا اور اپنی گستاخیوں کے لیے حضرتؑ سے معذرت کی۔ آپؑ اس کے پاس سے مسکراتے ہوئے واپس اپنے گھر آ گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ شام کے وقت جب آپؑ مسجد نبوی میں گئے تو وہ شخص بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آپؑ کو دیکھ کر کہا:

اللّٰه اعلم حیث یجعل رسالته

''خدا خوب جانتا ہے کہ اپنا پیغام کن لوگوں کے حوالے کرے''۔

یہ سن کر اس کے احباب اس کے پاس پہنچے اور اسے کہنے لگے: تیرا کیا قصہ ہے؟ اور تیرے نظریات میں یہ تبدیلی اچانک کیسے آ گئی؟ اس سے قبل تو تو کچھ اور کہا کرتا تھا؟

اس نے کہا: میں نے انہیں دیکھ کر اس وقت جو کچھ کہا ہے وہ تو تم نے سن لیا ہے۔ اسی سے ہی تم اندازہ کر سکتے ہو کہ میرے نظریات بدل گئے ہیں۔ پھر وہ آپؑ کی تعریف و ثنا کرنے لگ گیا۔ اس کے دوست اس سے جھگڑنے لگے اور جواب میں اس نے اچھے طریقے سے حضرتؑ کی عظمت کا دفاع کیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مسجد سے اپنے گھر تشریف لائے تو آپؑ نے اپنے اس ساتھی سے فرمایا جس نے اس کے قتل کی اجازت طلب کی تھی، بتاؤ کون سا طرزِ عمل بہتر ثابت ہوا۔ کیا اس کا قتل کرنا بہتر تھا یا جس طرح سے میں نے اس کی اصلاح کی ہے یہ طریقہ بہتر ثابت ہوا؟

اب تم نے خود دیکھ لیا کہ میں اس کے شر سے محفوظ ہو گیا ہوں اور اس کی بدزبانی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ہے۔ (ارشاد مفید، ص ۲۹۷۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۹۶)

امام موسیٰ کاظمؑ اور شقیق بلخی

شقیق بلخی سے روایت ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے لیے روانہ ہوا اور ہم نے مقامِ قادسیہ پر قیام کیا۔ وہاں میں لوگوں کے حسین خیموں اور ان کی زیب و زینت کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ میری نظر ایک نوجوان پر جا پڑی جسے خدا نے حسین جسم دیا تھا اور وہ لاغر اندام تھا۔ اس کے لباس پر اُون کی ایک معمولی چادر تھی۔ اس نے شملہ دار عمامہ پہنا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر عبادت کے نشان تھے۔ اس کے ماتھے پر محراب تھا جو کہ کسی روشن ستارے کی مانند چمک رہا تھا اور وہ جوان باقی لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا تھا۔

اسے دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا: شاید یہ کوئی صوفی جوان ہے جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے۔ میں اس کے پاس جا کر اس کی سرزنش کروں اور اسے سمجھاؤں کہ اہلِ قافلہ پر بوجھ بننا اچھی بات نہیں ہے۔

یہ سوچ کر میں اس کے قریب گیا اور جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اس نے میرا نام لے کر کہا:

شقیق! اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات: ۱۲)

”بدگمانی سے بچتے رہو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں“۔

قرآن مجید کی آیت کا یہ حصہ پڑھ کر وہ جوان اپنے مقام سے اٹھا اور چلا گیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس جوان نے تو میری دلی کیفیت بھانپ لی ہے۔ یہ تو کوئی اللہ کا ولی ہے۔ میں اس کے پاس جا کر اپنی اس بدگمانی کی معافی طلب کروں گا۔

یہاں سے چل کر ہم مقام ”واقصہ“ پر پہنچے تو وہ جوان مجھے نظر آیا۔ وہ حجاج سے

ہٹ کر نماز پڑھنے میں مصروف تھا اور خوفِ خدا سے اس کا جسم لرز رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

میں نے انہیں پہچان لیا۔ میں معذرت کرنے کے لیے ان کے قریب گیا۔ جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا:

اے شقیق!

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ○

''میں یقیناً اسے بخش دیتا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عملِ صالح بجالائے پھر ہدایت پر قائم رہے''۔(طٰہٰ:۸۲)

یہ کہہ کر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے اور مجھے اس منزل پر تلاش کے باوجود بھی کہیں دکھائی نہ دیئے۔ میں نے سوچا کہ ہو نہ ہو یہ جوان ''ابدال'' ہے کیونکہ وہ میرے دل کی باتوں سے باخبر ہے۔

پھر جب ہم منزل ''زبالہ'' پر پہنچے تو میں نے اس جوان کو دیکھا وہ ایک کنوئیں پر کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ڈول تھا۔ وہ پانی بھرنا چاہتا تھا کہ وہ ڈول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر رسی سمیت کنوئیں میں جا گرا۔ اس نے آسمان کی طرف نظر کی اور کہا:

پروردگار! میرا پالنے والا تو ہی ہے جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو تو ہی مجھے پانی دیتا ہے اور بھوک کے وقت مجھے طعام عطا کرتا ہے۔

اے اللہ! اے مالک! میرے پاس اس وقت دوسرا ڈول موجود نہیں ہے' جب کہ مجھے پانی کی بھی ضرورت ہے۔ میرا ڈول مجھے واپس فرما۔

شقیق کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنوئیں میں جوش پیدا ہوا اور اس کا پانی اُبل کر اوپر آ گیا اور اس جوان نے ہاتھ بڑھا کر اپنا ڈول نکال لیا اور اس میں پانی بھر کر وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کی۔ پھر اس نے قریبی ٹیلے پر ریت کی کچھ مٹھیاں

اٹھا کر اپنے ڈول میں ڈالیں اور اسے پانی کے ساتھ ملا کر ہلایا۔ پھر اس نے اسے پینا شروع کیا۔

یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے مجھے جوابِ سلام دیا اور میں نے ان سے کہا: اللہ کی اس نعمت میں مجھے بھی شامل فرمائیں۔

اس نے کہا: شقیق! ہم پر ظاہر و باطن میں اللہ کی نعمات کا مسلسل نزول ہوتا رہتا ہے لہٰذا تم اپنے پروردگار کے متعلق نیک گمان رکھا کرو۔ پھر انہوں نے وہ ڈول میری طرف بڑھا دیا۔ جب میں نے اسے منہ سے لگایا تو وہ ستو اور شکر کا شربت تھا اور وہ اتنا لذیذ ستو کا شربت تھا کہ میں نے اپنی زندگی میں اس سے بہتر ستو کا شربت کبھی نہیں پیا تھا۔ چنانچہ میں نے خوب سیر ہو کر وہ شربت پیا اور اس کے بعد مجھے کئی دنوں تک کھانے پینے کی خواہش نہ ہوئی۔

میں نے وہ ڈول ان کے سپرد کیا۔ پھر وہ جوان میری نگاہوں سے غائب ہو گیا اور پورے راستے میں وہ مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔ جب میں مکہ پہنچا تو مناسکِ حج کے بعد میں نے اس جوان کو پانی کے قبے کے پہلو میں خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ نماز میں زار و قطار رو رہا تھا اور پوری رات وہ عبادت میں مصروف رہا۔ صبح ہوئی تو اس نے بیٹھ کر تسبیح پڑھی اور نماز فجر ادا کی۔ پھر بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا۔ میں بھی اس کے پیچھے نکلا تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس سواری کے جانور بھی ہیں اور نوکر چاکر بھی ہیں اور انہوں نے خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اور لوگ مسائل دریافت کرنے کے لیے وہاں جمع تھے۔ میں نے ان کے ایک غلام سے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟

اس نے مجھے بتایا: یہ عالم آل محمد ابو ابراہیم ہیں۔

میں نے کہا: مزید وضاحت کرو کہ یہ کون ہیں؟

اس نے بتایا کہ یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم

السلام ہیں۔

میں نے کہا کہ واقعاً ایسے معجزات ایسے ہی افراد کو زیب دیتے ہیں اور اسی خاندان کے لیے مخصوص ہیں۔

شقیق کے اس واقعہ کو بعض شعراء نے نظم میں بھی قلم بند کیا ہے۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۵۵-۱۵۶۔ کشف الغمہ' جلد۲' ص ۶۲-۶۳)

ہارون رشید کا خوفزدہ ہونا

وکیع نے اعمش سے روایت کی' اس نے کہا کہ ایک دفعہ ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظمؑ کو ضرر پہنچانے کے لیے اپنے پاس طلب کیا۔ جب آپؑ اس کے پاس گئے تو وہ جھک کر آپؑ سے ملا۔

آپؑ کے جانے کے بعد عیسیٰ بن ابان نے اس سے کہا:

امیرالمومنین! آپ کے تو کچھ اور ارادے تھے مگر آپؑ اچانک ان کے سامنے کیوں جھک گئے؟

ہارون رشید نے کہا: جب انہوں نے دربار میں قدم رکھا تو میں نے دیکھا تو میرے پیچھے ایک اژدہا منہ کھولے کھڑا تھا اور اس نے مجھے عربی زبان میں کہا

خبردار! تو نے ان کی اطاعت کرنا ہے اگر تو نے ان پر کوئی زیادتی کی تو میں تجھے نگل لوں گا۔ اس لیے میں نے ان سے یہ سلوک کیا اور جب تک وہ میرے ہاں سے واپس نہ گئے اس وقت تک وہ اژدہا منہ پھاڑے میرے پیچھے کھڑا رہا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۵۷۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۰۹)

زندان اور اعجازِ امامت

وکیع نے اعمش سے روایت کی ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون کے

زندان میں قید تھے تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ اچانک زندان سے غائب ہو جاتے تھے اور پھر کچھ دیر کے بعد آپؑ زندان میں دوبارہ دکھائی دیتے تھے۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۵۷۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۰۹)

ایک کٹے ہوئے درخت کا سرسبز ہو جانا

اعمش راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرتؑ کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستے میں ایک کٹا ہوا درخت پڑا تھا۔ آپؑ نے اس پر دستِ شفقت پھیرا تو وہ سرسبز ہو گیا اور اس پر پھل لگے۔ آپؑ نے اس کا پھل خود بھی کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۵۸)

زندان میں حضرتؑ کا معجزہ

غالب بن مرہ اور محمد بن غالب کا بیان ہے کہ ہم باپ بیٹا ہارون کے قید خانہ میں تھے اور وہاں نہ تو ہمیں صاف پانی پینے کو ملتا تھا اور نہ ہی کوئی سایہ دار درخت تھا۔ پھر انہی دنوں امام موسیٰ کاظمؑ کو ہمارے قید خانہ میں لایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے لیے ایک شفاف چشمہ پیدا کیا اور ایک درخت اگایا۔ آپؑ اس چشمہ کا ٹھنڈا پانی پیتے تھے اور درخت کے سایہ میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ آپؑ کی وجہ سے ہم بھی ٹھنڈا پانی پینے لگے اور ہمیں بھی درخت کا پرسکون سایہ نصیب ہوا۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ جب ہارون کا کوئی نمائندہ ہمارے زندان میں آتا تو اسے وہ چشمہ اور دخت دکھائی نہ دیتے تھے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۵۷)

آپؑ پر آسمانی خوان کا نازل ہونا

موسیٰ بن ہامان راوی ہیں کہ زندانِ ہارون میں میں نے کئی بار یہ منظر دیکھا کہ آسمان سے ایک خوان موسیٰ کاظم علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ جس سے آپؑ خود بھی

تناول کرتے تھے اور باقی قیدیوں کو بھی کھانا کھلاتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام قیدی سیر ہو کر کھا لیتے تھے مگر خوان جوں کا توں رہتا تھا۔ پھر وہ خوان اوپر چلا جاتا تھا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۵۸)

عصا کا سانپ بن جانا

ہارون کے غلام رشیق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہارون نے آپؑ کو زندان سے نکلوا کر اپنے دربار میں حاضر کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں انہیں شہید کر دوں۔ میں تلوار لے کر آگے بڑھا تو موسیٰ کاظمؑ نے اپنے عصا کو حرکت دی۔ وہ عصا سانپ بن گیا اور ہارون کے گلے میں لپٹ گیا۔ جب ہارون نے اس افتاد کو دیکھا تو مجھ سے کہا: انہیں کچھ نہ کہو۔ چنانچہ میں نے انہیں چھوڑ دیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۵۸)

درندے اور اطاعت امامؑ

عمارہ بن زید کا بیان ہے کہ ابراہیم بن سعد نے مجھ سے بیان کیا کہ ہارون الرشید نے چڑیا گھر کے درندوں کو کئی دن تک بھوکا رکھا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ تم موسیٰ کاظمؑ کو ان کے درمیان لے جاؤ تا کہ درندے انہیں کھا جائیں۔

ہارون کے حکم کے تحت میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بھوکے درندوں کے سامنے بھیج دیا۔ جیسے ہی درندوں کی نظر آپؑ پر پڑی تو وہ اٹھے اور آپؑ کے قدموں کو چاٹنے لگے اور آپؑ کے گرد طواف کرنے لگ گئے اور اپنی زبان میں آپؑ سے کچھ کہنے لگے۔

جب ہارون کو حضرت کی اس کرامت کا پتہ چلا تو اس نے آپؑ کو زندان سے آزاد کر دیا کہ کہیں لوگ اس طرح کے واقعات سن کر ان کے مزید گرویدہ نہ ہو جائیں۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۵۸)

حضرتؑ کا آسمان کی طرف پرواز کرنا

ابراہیم بن اسود کا بیان ہے کہ جس زمانے میں امام موسیٰ کاظمؑ ہارون کی قید میں تھے اور ہم زندان کے محافظ تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے دیکھا کہ زندان میں بیٹھے بیٹھے موسیٰ کاظمؑ نے پرواز کی اور آسمان کی طرف چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے ان کے ہاتھ میں نور کا ایک نیزہ تھا۔ انہوں نے وہ نیزہ ہمارے سامنے لہرا کر کہا:

تم لوگ مجھے ہارون سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو اور اگر میں چاہوں تو میں اس نیزہ سے اس پر حملہ کر کے اس کا قصہ تمام کر سکتا ہوں۔

رشید کو جیسے ہی اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ تین بار بے ہوش ہو گیا۔ پھر اس نے آپ کو رہا کر دیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۵۸)

علی بن یقطین اور شاہی جُبہ

علی بن یقطین کا بیان ہے کہ ایک دن میں ہارون کے پاس کھڑا تھا کہ شاہِ روم کے تحائف اس کے پاس لائے گئے۔ ان تحائف میں سیاہ دیباج کا ایک جبہ بھی تھا جس میں سونے کی تاریں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اس سے خوبصورت جبہ اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسی لیے میں گھور گھور کر اس جبہ کو دیکھنے لگا۔ جب ہارون نے میری اس دلچسپی کو ملاحظہ کیا تو اس نے مجھ سے کہا:

علیؑ! کیا یہ جبہ تمہیں پسند ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں امیر المومنین! مجھے یہ جُبہ بہت پسند آیا ہے۔

اس نے کہا: اچھا میں یہ جُبہ تجھے تحفہ میں دے رہا ہوں۔ تم اسے اپنے گھر لے جاؤ۔ میں نے اسے ایک رومال میں باندھا اور گھر آ گیا۔ پھر میں نے دل میں سوچا کہ اتنا قیمتی شاہی جُبہ مجھے زیب نہیں دیتا کیوں نہ یہ جُبہ اپنے امام علیہ السلام کی نذر کروں؟

پھر میں نے وہ جبہ اپنے آقا و مولا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا۔ اس واقعہ کو چھ سات ماہ گزر گئے کسی کو بھی اس کا علم نہ ہوا۔ ایک دن میں دربار ہارون سے اٹھ کر اپنے گھر گیا تو میرا ایک نوکر ایک رومال اور ایک خط لے کر میرے پاس آیا جس پر تازہ مٹی لگی ہوئی تھی اور اس پر مہر ثبت تھی۔

میرے نوکر نے مجھے بتایا کہ ابھی ابھی ایک شخص آیا ہے اور اس نے یہ خط اور یہ رومال دیا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ یہ دونوں چیزیں اپنے آقا کے پاس لے جاؤ۔

میں نے لفافہ کھول کر دیکھا تو وہ میرے آقا و مولاؑ کا خط تھا جس میں انہوں نے لکھا تھا:

علی! تمہیں اس وقت جبہ کی شدید ضرورت ہے اسی لیے یہ جبہ اپنے پاس رکھو۔

میں نے رومال کھول کر دیکھا تو اس میں شاہِ روم کا وہی جبہ موجود تھا۔ اتنے میں ہارون کا ایک خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو اس وقت خلیفہ نے یاد کیا ہے۔

میں نے پوچھا کیوں خیریت تو ہے میں تو ابھی اس کے پاس سے اٹھ کر آ رہا ہوں؟

اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔

علی بن یقطین بیان کرتے ہیں کہ میں دربار ہارون میں گیا تو اس وقت ہارون کے پاس عمر بن بزیع بھی بیٹھا ہوا تھا۔

ہارون نے مجھ سے کہا: وہ جبہ کہاں ہے جو میں نے تجھے ہبہ کیا تھا؟

میں نے کہا: آپ نے تو کئی بار مجھے لباس فاخرہ عطا کیا ہے آپ کس جبے کی بات کرتے ہیں؟

ہارون نے کہا: میں اس جبے کی بات کر رہا ہوں جو شاہِ روم نے مجھے تحفہ میں بھیجا تھا اور وہ جبہ سیاہ دیباج کا تھا اور اس میں سونے کی تاریں تھیں۔

میں نے کہا: آپ کا وہ جبہ میرے پاس محفوظ ہے البتہ جب آپ نے مجھے وہ جبہ

عنایت کیا تھا تو میں نے اسے پہن کر چار رکعت نماز پڑھی تھی۔

ہارون نے عمر بن بزیع کی طرف اشارہ کر کے کہا: اس سے کہو کہ وہ جُبہ اس وقت ہمارے سامنے پیش کرے۔

میں نے اسی وقت اپنے خادم سے کہا کہ میرے گھر جاؤ اور وہ جُبہ اٹھا کر لے آؤ۔ چنانچہ خادم گیا اور چند لحات بعد وہ جُبہ لے کر آ گیا۔ جب ہارون نے اس جُبہ کو دیکھا تو اس نے عمر سے کہا کہ اے عمر! آج کے بعد ہم علی بن یقطین کے متعلق کسی دوسرے کی بات پر کان نہ دھریں گے۔

اس کے بعد اس نے وہ جُبہ مجھے واپس کر دیا اور اس کے ساتھ پچاس ہزار درہم بطور انعام بھی مجھے دیئے۔ چنانچہ میں وہ جُبہ اور درہم لے کر اپنے گھر آ گیا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۵۸-۱۵۹۔ عیون المعجزات' ص ۹۹--۱۰۰)

اسی روایت کو طبرسی نے اعلام الوریٰ' شیخ مفید نے ارشاد' ابن شہر آشوب نے مناقب میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یوں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید اپنے وزیر علی بن یقطین پر بہت خوش ہوا تو اس نے اسے بہت سی خلعتیں اور کافی رقم انعام میں دی۔ ان خلعتوں میں ایک سیاہ رنگ کا ریشمی جُبہ بھی تھا جس میں سونے کی تاریں لگی ہوئی تھیں۔ علی بن یقطین نے ان میں سے چیدہ خلعتیں اور اپنے مال خمس کی رقم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس روانہ کر دی۔

امام علیہ السلام نے وہ رقم اور باقی کپڑے اپنے پاس رکھ لیے مگر آپؑ نے اس سیاہ رنگ کے زربفتی جُبہ کو اپنے پاس نہ رکھا اور وہ جُبہ علی بن یقطین کے پاس روانہ کر دیا اور قاصد سے فرمایا کہ اس سے کہنا کہ وہ اس جُبہ کو سنبھال کر رکھے' عنقریب اسے اس کی ضرورت محسوس ہوگی۔

کچھ دن گزرے کہ علی بن یقطین اپنے غلام پر ناراض ہوا۔ غلام کو معلوم تھا کہ علی بن یقطین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا عقیدت مند ہے اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس

نے ہارون سے ملنے والا جُبہ امام علیہ السلام کے پاس روانہ کر دیا ہے۔

چنانچہ وہ ہارون الرشید کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ آپ نے علی بن یقطین کو وزیر بنا رکھا ہے لیکن وہ موسیٰ کاظمؑ کا عقیدت مند ہے اور آپ نے اسے جو شاہی جُبہ عنایت کیا تھا اس نے وہ بھی اپنے امام کے پاس روانہ کر دیا ہے۔

ہارون نے جب یہ سنا تو اسے سخت غصہ آیا۔ اس نے کہا اگر تیری بات سچ ثابت ہوئی تو میں اسے قتل کرا دوں گا اور اگر تیری بات غلط ثابت ہوئی تو پھر میں تجھے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

اس کے بعد ہارون الرشید نے ایک خادم کو بھیج کر علی بن یقطین کو اپنے پاس طلب کیا۔ جب وہ آئے تو ہارون نے ان سے کہا: وہ جُبہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں عنایت کیا تھا؟

علی بن یقطین نے کہا کہ وہ جُبہ میرے پاس ایک تھیلے میں محفوظ ہے اور میں نے اسے خوشبو لگا کر اپنی ایک الماری میں رکھا ہوا ہے اور میرا دستور یہ ہے کہ میں روزانہ اس الماری کو کھول کر آپ کے عطا کردہ جُبہ کو بطور تبرک دیکھا کرتا ہوں اور پھر اسے چوم کر دوبارہ الماری میں رکھ دیتا ہوں۔

ہارون نے کہا: تم وہ جُبہ یہاں منگواؤ۔

علی بن یقطین نے اپنے ایک ملازم کو آواز دی وراس سے کہا تم میرے گھر چلے جاؤ اور میری کنیز سے فلاں کمرے کی چابیاں طلب کر کے کمرے میں جاؤ اور اس کمرے میں ایک الماری رکھی ہے اس میں سے فلاں رنگ کا تھیلا نکال کر یہاں لاؤ۔

نوکر گیا اور چند ہی لمحات میں وہ مذکورہ تھیلا لے آیا۔ ہارون نے اسے کھول کر دیکھا تو اسے اپنا عطا کردہ جُبہ دکھائی دیا۔ جُبہ کو دیکھ کر ہارون کا غصہ کافور ہو گیا اور اس نے علی بن یقطین سے کہا:

اب تم تسلی رکھو آج کے بعد ہم تمہارے خلاف کسی کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیں

گے۔اس کے ساتھ ہی اس نے علی بن یقطین کو شایانِ شان انعام واکرام سے نوازا۔ پھر اس نے اس کے نمک حرام غلام کو بلا کر کہا کہ تو نے اپنے آقا کے خلاف غلط بیانی کی ہے اور تو نے ان کو میرے ہاتھ سے ناجائز قتل کرانے کی سازش کی ہے۔اب تیری سزا یہ ہے کہ تجھے ایک ہزار کوڑے لگائے جائیں گے۔ پھر اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس غلام کو ایک ہزار کوڑے مارو۔جلاد نے ابھی پانچ سو کوڑے مارے تھے کہ غلام کا دم نکل گیا۔

(اعلام الوریٰ' ص ۲۹۳۔ ارشاد مفید' ص ۲۹۳-۲۹۴۔ مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۲۸۹۔ الثاقب فی المناقب ص ۴۴۹)

دل کی کیفیت سے آگاہی

خالد خزاز کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس ملنے کے لیے گیا تو آپؑ مقام رمیلہ میں اپنے گھر پر موجود تھے۔ جب میں نے آپؑ کو دیکھا تو میں نے دل میں کہا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان' آپؑ مظلوم ہیں اور آپؑ کے حقوق غصب کیے جارہے ہیں' آپؑ مجبور ومحکوم ہیں۔

پھر میں آپؑ کے قریب گیا اور میں نے آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور آپؑ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے بیٹھ گیا۔

آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ابن خالد! ہم اس امر کو زیادہ بہتر جانتے ہیں' تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے اور اگر ہم چاہیں تو اقتدار ہم تک پلٹ کر ابھی آسکتا ہے لیکن اللہ نے ان لوگوں کو ایک خاص وقت تک کے لیے مہلت دے رکھی ہے اور اس مہلت کی مدت کا ختم ہونا ضروری ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! آئندہ میں دل میں ایسی بات کبھی نہیں لاؤں گا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۵۹)

امور غیب سے واقفیت

ہشام بن سالم بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد میں اور صاحب الطاق مدینہ آئے۔ اس وقت بہت سے لوگ عبداللہ بن جعفر کو امام مان چکے تھے اور لوگوں کا یہ خیال تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر بڑے بیٹے میں کوئی نقص نہ ہو تو پھر امامت بڑے بیٹے کو ہی منتقل ہوتی ہے۔

چنانچہ ہم بھی انہیں آزمانے کی غرض سے ان کے پاس گئے۔ ہم نے ان سے پوچھا: زکوٰۃ کی مقدار کیا ہے؟

اس نے کہا: دوسو میں پانچ۔

ہم نے کہا: سو درہم میں سے کتنی زکوٰۃ دینی پڑے گی؟

اس نے کہا: اڑھائی درہم۔

ان کا جواب سن کر ہم بڑے مایوس ہوئے اور ہم نے کہا: یہی تو مرجئہ فرقہ کا نظریہ ہے۔ عبداللہ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا:

خدا کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے کہ مرجئہ کیا کہتے ہیں۔

ہشام کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ کے پاس سے سرگردان ہو کر اٹھے اور ہمیں علم نہیں تھا کہ ہمارا امام زمانہ کون ہے۔ چنانچہ میں اور ابو جعفر احول مدینہ کی گلیوں میں حیران و سرگردان پھرنے لگے۔ ایک گلی میں بیٹھ کر ہم رو رہے تھے کہ آخر ہم کہاں جائیں کیا ہم مرجئہ کی طرف جائیں یا قدریہ کی طرف جائیں یا زیدیہ یا معتزلہ یا خوارج کی طرف جائیں۔

ہم رو رو کر یہ باتیں کر رہے تھے کہ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بلایا۔ بوڑھے کے اشارہ کو دیکھ کر مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں اس کا تعلق ابو جعفر منصور کے مخبروں سے نہ ہو۔ کیونکہ ابو جعفر منصور نے مدینہ میں بہت سے

جاسوسوں کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ وہ دیکھیں کہ امام صادق علیہ السلام کے بعد شیعہ کسے اپنا امام مانتے ہیں اور جس پر ان کا اجتماع ہو جائے تو اسے اس کی اطلاع دی جائے تا کہ وہ ان کو قتل کرا دے۔

اسی خدشہ کے پیشِ نظر میں نے احول سے کہا: تم مجھ سے دور ہو جاؤ کیونکہ مجھے اپنے اور تمہارے متعلق خطرہ لاحق ہے۔ اس وقت بوڑھے نے مجھے اشارہ کر کے اپنی طرف بلایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ میں تو اس کی نظر میں آ گیا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی نظر میں نہ آؤ۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ تم مجھ سے کچھ دور ہو کر بیٹھو۔

اس کے بعد میں اس بوڑھے شخص کے پیچھے چلا گیا اور اس کے پیچھے چلتے وقت میں نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اب میں ہر قیمت پر پکڑا جاؤں گا اور میں ذہنی طور پر مرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ بوڑھا مجھے امام ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ کے دروازے پر لے گیا اور مجھے وہاں کھڑا کر کے خود چلا گیا۔ دروازے پر ایک خادم موجود تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ اللہ کا نام لے کر اندر چلے جاؤ۔

میں اندر گیا تو وہاں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام موجود تھے۔ آپؑ نے میرے کچھ کہے بغیر فرمایا:

مرجئہ وقدریہ وزیدیہ ومعتزلہ کی طرف مت جاؤ اور خوارج کی طرف بھی مت جاؤ۔ تم میری طرف آؤ۔ تم میری طرف آؤ۔

میں نے ان سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان' آپؑ کے والد کی وفات ہو گئی؟

فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا: ان کے بعد ہمارا رہبر و رہنما کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر خدا کو تمہاری ہدایت مطلوب ہوئی تو وہ تمہیں ضرور ہدایت عطا کرے گا۔

میں نے عرض کیا: عبداللہ گمان کرتا ہے کہ وہ اپنے والد کا جانشین ہے۔

آپؑ نے فرمایا: عبداللہ چاہتا ہے کہ اللہ کی عبادت ہی نہ ہو۔

میں نے عرض کیا: پھر آپؑ ہی بتائیں آپ کے والد کے بعد ہمارا امام کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر خدا کو تمہاری ہدایت مطلوب ہوئی تو وہ تمہیں ضرور ہدایت دے گا۔

میں نے کہا: تو کیا آپؑ امام ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے ابھی تک تم سے یہ بات نہیں کہی۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید میں صحیح طریقہ سے سوال ہی نہیں کرسکا۔ چنانچہ میں نے اپنے سوال کے الفاظ بدل دیئے اور کہا:

میں آپؑ پر قربان' کیا اس وقت آپؑ پر بھی امام کی اطاعت واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

میں نے جیسے ہی آپؑ سے یہ بات سنی تو میرا دل ان کی عظمت و ہیبت سے لبریز ہوگیا۔ میں نے ان سے کہا:

کیا آپؑ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ سے اس طرح کے سوال کروں جیسا کہ میں آپ کے والد سے کیا کرتا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ تمہیں تمہارے سوالات کے جواب دیئے جائیں گے لیکن تم اس بات کو عام نہ کرنا کیونکہ بات عام کرنے کا معنیٰ ذبح کرنا ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے سوالات کیے تو میں نے ایک ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا علم کا سمندر پایا۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان' اس وقت آپؑ اور آپؑ کے والد کے شیعہ حیران و سرگردان ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے ملوں اور انہیں آپ کی امامت کی دعوت دوں؟

آپؑ نے فرمایا: تمہیں جس کے اندر صلاحیت دکھائی دے تم اس سے ملو اور اس سے بھی رازداری کا وعدہ لو کیونکہ افشا کرنے کا معنیٰ تو قتل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

چنانچہ میں آپؑ کا سلام کر کے باہر آیا اور میں نے ابوجعفر احول سے ملاقات کی تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ سناؤ کیا خبر لائے ہو؟

میں نے کہا: میں ہدایت لے کر واپس آیا ہوں۔ پھر میں نے اسے تمام قصہ سنایا۔ بعد میں ہم نے فضیل اور ابوبصیر سے ملاقات کی۔ ان دونوں نے بھی امام موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات کی اور ان سے سوال جواب کیے اور انہیں آپؑ کی امامت پر کامل اطمینان ہوا۔ بعدازاں ہم بہت سے لوگوں سے ملے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عبداللہ کے پاس لوگوں کی آمدورفت انتہائی کم ہوگئی۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ آخر لوگ میرے پاس آنے سے کیوں رک گئے تو لوگوں نے اسے بتایا کہ ہشام نے لوگوں کو آپ سے منحرف کر دیا ہے۔

ہشام کا بیان ہے کہ عبداللہ نے بہت سے افراد میرے مارنے کے لیے مقرر کیے۔ مگر خدا نے مجھے سب سے نجات دی۔

(الکافی، جلد ا، ص ۳۵۱۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۹۱-۲۹۲)

علمِ آجال

اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ عبد صالح (امام موسیٰ کاظمؑ) ایک شخص کے سامنے اس کی موت کی پیشین گوئی کر رہے تھے۔

میں نے اپنے دل میں کہا: کیا انہیں اپنے شیعوں کی موت کے وقت کا بھی علم ہے؟

جیسے ہی میں نے یہ بات سوچی تو آپؑ نے ناراض ہوکر میری طرف دیکھ کر فرمایا:

اسحاق! رشید ہجری تو علم المنایا والبلایا سے واقف تھے تو کیا امام اس سے بے خبر ہوسکتا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

اسحاق! تجھے جو کچھ سرانجام دینا ہے دے لے تیری عمر ختم ہونے والی ہے اور تو دو سالوں کے اندر مر جائے گا اور تیرے بعد تیرا خاندان دربدر ہو جائے گا اور ان کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور وہ ایک دوسرے سے خیانت کرنے لگیں گے اور ان کے دشمن ان کی حالت پر ہنسیں گے۔

اسحاق نے کہا کہ میں اپنے دل کے غلط خیال سے استغفار کرتا ہوں۔

راویوں کا بیان ہے کہ حضرتؑ کا فرمان حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ دو سال کے عرصہ میں اسحاق مر گیا اور اس کے مرنے کے بعد بنی عمار نے اس کے خاندان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۴۸۴۔ بصائر الدرجات، الخرائج والجرائح، جلد ۲، ص ۷۱۲)

منصور کی موت کی پیشین گوئی

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا۔ انہوں نے فرمایا:

اس سال کے بعد منصور حج نہیں کر سکے گا۔

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ جب میں کوفہ گیا تو میں نے اپنے دوستوں سے حضرتؑ کا یہ فرمان نقل کیا۔ اگلے سال منصور حج کے لیے آمادہ ہوا تو میرے دوستوں نے مجھ سے کہا کہ وہ تو حج کے لیے جا رہا ہے۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! وہ ابد تک بیت اللہ کو نہیں دیکھ سکے گا۔ منصور کوفہ سے بستان تک پہنچ گیا تو میرے دوست میرے پاس آئے اور کہا:

اب کیا باقی رہ گیا ہے؟

میں نے کہا: دیکھتے رہو وہ بیت اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ پائے گا۔

پھر وہ بستان سے نکل کر بیر میمون پہنچا تو میں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو وہ محراب عبادت میں ایک طویل سجدہ میں مصروف تھے۔ پھر آپؑ نے سجدے سے سر اٹھایا اور مجھ سے فرمایا:

جاؤ باہر نکل کر دیکھو کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

میں باہر نکلا تو دیکھا لوگ منصور پر گریہ کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں اندر آیا اور آپؑ کو اس کی اطلاع دی۔ آپؑ نے فرمایا:

اللہ اکبر! اس کے لیے بیت اللہ کا دیکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۶۱)

انہدام مکان کی پیشین گوئی

عثمان بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ابراہیم بن عبدالحمید کو پیغام بھیجا کہ مکان تبدیل کر لو۔ مگر اس نے مکان تبدیل نہ کیا۔ آپ نے دوسری مرتبہ یہی پیغام بھیجا کہ مکان تبدیل کر لو۔ مگر اس کو مناسب مکان نہ ملا جس کی وجہ سے اس نے مکان تبدیل نہ کیا۔

پھر دوسرے دن ابراہیم نے مجھ سے کہا:

بھائی! ہم پر تو عجیب افتاد آئی ہے۔ میرے مولا نے مجھے دو بار مکان تبدیل کرنے کا حکم دیا ہے مگر میں نے کچھ مجبوریوں کی وجہ سے مکان تبدیل نہ کیا اور آج جب میں نے مکان کے صحن میں واقع کنوئیں سے پانی بھرا تو ڈول غلاظت سے بھرا ہوا برآمد ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گھر پر آسیب کا سایہ پڑ چکا ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ تم فوراً دوسرے مکان کا بندوبست کرو ورنہ میں تمہارے اس مکان پر کبھی نہیں آؤں گا۔

چنانچہ ابراہیم نے ایک کرایہ کا مکان تلاش کیا اور وہاں منتقل ہو گیا۔ اس کے دو دن بعد پھر ابراہیم مجھ سے ملا اور کہا:

بھائی! خدا کا شکر ہے کہ میں نے امام کا فرمان مان لیا ہے۔ میں سامان لے کر نئے گھر میں منتقل ہوا تو اس رات میرا مکان گر گیا۔ اور اگر میں نے مکان تبدیل نہ کیا ہوتا تو پھر خاندان سمیت ہلاک ہو جاتا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۶۱)

مہد میں گفتگو کرنا

یعقوب سراج کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے فرزند موسیٰ کے پنگھوڑے (جھولے) پر جھکے ہوئے تھے اور اس سے راز و نیاز کی گفتگو کر رہے تھے۔ جب آپؑ نے اپنی گفتگو تمام کر لی تو مجھ سے فرمایا:

تم اپنے آقا کے قریب جاؤ اور انہیں سلام کرو۔

میں موسیٰ کاظمؑ کے پنگوڑے کے قریب گیا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فصیح زبان میں مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے فرمایا:

جاؤ اور جا کر اپنی بیٹی کا نام تبدیل کرو کیونکہ کل تم نے اپنی بیٹی کا جو نام رکھا ہے وہ نام اللہ کو پسند نہیں ہے۔

یعقوب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے بیٹی عطا کی تھی اور میں نے اس کا نام ''حمیرا'' رکھا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

اپنے امام کے حکم پر عمل کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی بیٹی کا نام تبدیل کر دیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۳۱۰۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۱۵۸)

امام ابوحنیفہ کو جواب

ابوجعفر محمد بن علی شلغمانی کا بیان ہے کہ ایک بار ابوحنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملنے کے لیے آئے تو دروازے پر بیٹھ کر باریابی کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں موسیٰ کاظمؑ گھر سے باہر آئے اس وقت ان کی عمر پانچ برس کی تھی۔ ابوحنیفہ نے ان

سے کہا:

بچے! یہ بتاؤ اگر کسی مسافر کو تمہارے شہر میں رفع حاجت کرنا ہو تو وہ کہاں جائے؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے دیوار سے ٹیک لگا کر فرمایا:

اسے چاہیے کہ نہروں کے کناروں اور پھلوں کے گرنے کی جگہوں اور مسافروں کی رہائش گاہوں اور مساجد کے صحنوں سے پرہیز کرے اور قبلہ کی طرف نہ تو رخ کرے اور نہ ہی پشت کرے اور کسی بھی جگہ پر جا کر اپنی شرم گاہ کو چھپا کر رفع حاجت بجالائے۔

(دلائل الامامہ ص ۱۶۲)

ایک شخص کو اس کے بھائی کی موت کی اطلاع دینا

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ''رَے'' سے تعلق رکھنے والا ایک شخص آپؑ کی خدمت میں آیا۔ اس کا نام جندب تھا۔ اس نے حضرتؑ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ آپؑ نے اس کی خیر و عافیت دریافت کی اور اس سے فرمایا:

تمہارے بھائی کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: الحمد للہ وہ بخیریت ہے اور وہ آپؑ کو سلام عرض کر رہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: خدا تمہیں اس کی مصیبت پر اجر عطا فرمائے۔

نو وارد نے کہا: مگر تیرہ دن پہلے تو مجھے اس کی سلامتی کا خط ملا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ اس کے دو دن بعد فوت ہو گیا اور اس نے کچھ مال اپنی بیوی کو دیا ہے اور اس نے کہا تھا کہ یہ مال سنبھال کر رکھنا جب میرا بھائی واپس آ جائے تو اس کو دے دینا۔

چنانچہ اس عورت نے مال کو مکان میں دفن کر دیا ہے۔ جب تم اس کے پاس جاؤ تو اس سے نرمی سے گفتگو کرنا بلکہ اسے اپنے نکاح میں آنے کی دعوت دیں تو وہ عورت

تمام دولت تیرے سپرد کر دے گی۔

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ اس کے کچھ دنوں بعد جندب سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے امام علیہ السلام کے فرمان کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا:

خدا کی قسم! میرے مولاؑ نے بالکل سچ فرمایا تھا۔ اس میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہیں تھی۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۶۲)

اپنے بھائی کی موت کی پیشین گوئی

ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میرے والد علیہ السلام کی موت کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا:

فرزند! مجھے تم نے ہی غسل دینا ہے کیونکہ میں نے ہی اپنے والد کو غسل دیا تھا اور میرے والد نے اپنے والد کو غسل دیا تھا اور حجتِ خدا کو حجتِ خدا ہی غسل دیا کرتا ہے۔ پھر میرے والد علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تیرا بھائی عبداللہ بھی امامت کا دعویٰ کرے گا۔ تم اسے کچھ نہ کہنا کیونکہ میرے خاندان میں سے وہی سب سے پہلے آ کر مجھ سے ملاقات کرے گا۔

چنانچہ والد علیہ السلام کے فرمان کے مطابق میں نے ہی انہیں غسل و کفن دیا اور میں نے ہی انہیں اپنے ہاتھ سے دفن کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے تو اپنے دروازے پر پردہ لٹکا دیا جب کہ عبداللہ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ نے حج پر ایک قربانی کی جب کہ عبداللہ نے کئی اونٹ ذبح کیے؟

آپؑ نے فرمایا: یاد رکھو! عبداللہ ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا۔

آپؑ کا فرمان بالکل سچ ثابت ہوا اور عبداللہ اسی سال ہی فوت ہو گیا اور اسے

دوسری بار حج کرنے کا موقع نصیب نہ ہوا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۸)

برق زدہ شخص کو جلد دفن نہ کرنا چاہیے

علی بن حمزہ راوی ہیں کہ ایک سال مکہ مکرمہ میں آسمانی بجلیاں بکثرت گریں جس سے بڑا جانی نقصان ہوا۔ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں ان سے یہ مسئلہ پوچھنا چاہتا تھا۔ آپؑ نے میرے کہے بغیر از خود فرمایا:

پانی میں مرنے والے اور بجلی کی وجہ سے مرنے والے کو تین دن تک دفن نہ کیا جائے البتہ اگر ان کے جسم سے بدبو آنے لگے تو پھر جلد دفن کر دینا چاہیے۔

میں نے کہا: تو گویا آپؑ مجھے یہ بتا رہے ہیں کہ اس بار بہت سے زندہ افراد کو دفن کیا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! اس بار بہت سے زندہ افراد دفن ہوئے ہیں جو کہ اپنی قبروں میں جا کر مرے ہیں۔ (الکافی' جلد۳' ص ۲۱۰۔ تہذیب' جلد۱' ص ۳۳۸)

علمِ آجال

اخطل کاہلی راوی ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ اتنے میں عبداللہ بن یحییٰ کاہلی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا:

اس سال نیک عمل بجالاؤ۔ تمہاری موت قریب آ چکی ہے۔

آپؑ کی یہ پیشین گوئی سن کر عبداللہ رونے لگا۔

آپؑ نے فرمایا: رو کیوں رہے ہو؟

اس نے کہا: آپؑ نے مجھے میری موت کی پیشین گوئی کر دی ہے۔ یہ سن کر روؤں نہیں تو اور کیا کروں؟

آپؑ نے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو۔ تم ہمارے شیعہ ہو اور تمہارا انجام بہتر ہے۔
اخطل کا بیان ہے کہ عبداللہ بن یحییٰ کچھ عرصہ بعد اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔
(دلائل الامامۃ، ص ۱۶۳-۱۶۴)

علمِ امامؑ

عیسیٰ بن شلقان کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں آپ سے ابوالخطاب کے خودساختہ نظریات کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ آپؑ نے میرے سوال سے پہلے ہی مجھ سے فرمایا:

عیسیٰ! تم میرے فرزند موسیٰ کو مل کر اس سے یہ مسائل کیوں نہیں پوچھ لیتے؟

عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں اس وقت عبد صالح (موسیٰ کاظمؑ) کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت مکتب میں بیٹھے تھے اور ان کے ہونٹوں پر سیاہی لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

عیسیٰ! اللہ نے انبیاء سے نبوت کا میثاق لیا۔ انہوں نے اپنے میثاق سے انحراف نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اوصیاء سے وصیت کا میثاق لیا۔ وہ بھی اپنے میثاق پر قائم رہے۔ کچھ لوگوں کو اللہ نے کچھ عرصہ کے لیے ایمان عاریتاً دیا۔ پھر ان سے ایمان سلب کر لیا اور ابوالخطاب کا تعلق بھی ایسے ہی گروہ سے ہے جنہیں ایمان عاریتاً دیا گیا ہے اور پھر ان سے سلب کر لیا گیا۔

موسیٰ کاظمؑ کا یہ جواب سن کر میں نے انہیں سینے سے لگایا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میں نے کہا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان، آپؑ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ کے مصداق ہیں۔ بعدازاں میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا:

عیسیٰ! تمہارا کیا بنا؟

میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان، میں انکے پاس گیا تو انہوں نے میرا سوال سنے بغیر ہی مجھے جواب دیا جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ مستقبل کے امامِ عصر ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

عیسیٰ! اگر تو میرے فرزند سے قرآن مجید کے متعلق سوال کرتا تو وہ تجھے اس کا مکمل جواب دیتے۔ اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں مکتب سے نکال دیا۔ (قرب الاسناد، ص ۱۴۳۔ دلائل الامامۃ، ص ۱۶۴۔ الخرائج والجرائح، جلد ۲، ص ۶۵۳۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، ص ۲۹۳)

ایک گمنام شیعہ کی امداد

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ تم رازازین کے محلہ جاؤ اور جس گلی میں کنیزیں بکتی ہیں اس گلی کے سرے پر تمہیں ایک شخص دکھائی دے گا جس نے تھال میں بیری کے پھل رکھے ہوئے ہوں گے اور وہ بچوں کے ہاتھوں انہیں فروخت کرنے میں مصروف ہوگا۔ جب تم اس شخص کو دیکھو تو میری طرف سے اسے اٹھارہ درہم دے کر کہنا کہ ابوالحسن کہہ رہے ہیں کہ ان سے موت کے وقت تک استفادہ کرو۔

آپؑ کے بتائے ہوئے پتہ پر چل کر میں وہاں پہنچا تو مجھے وہ شخص دکھائی نہ دیا۔ میں نے لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ابھی وہ آنے ہی والا ہے۔ میں نے وہاں کچھ دیر تک انتظار کیا یہاں تک کہ وہ پہنچ گیا۔ میں اس سے ملا اور اس کو اپنے مولاؑ کے سلام پہنچائے اور حضرتؑ کی فراہم کردہ رقم بھی اس کے سپرد کی اور میں نے اس سے کہا کہ مولاؑ فرما رہے ہیں مرنے تک یہ رقم اپنے استعمال میں لے آؤ۔

وہ شخص یہ پیغام سن کر رونے لگا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا: میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اسی لیے روؤں نہیں تو اور کیا کروں؟

میں نے کہا: جو کچھ تیرے لیے خدا کے پاس ہے وہ کہیں بہتر و برتر ہے۔

پھر اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ میرا نام علی بن حمزہ ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ میرے آقا و مولا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں اپنا پیغام علی بن ابی حمزہ کے ذریعہ سے روانہ کروں گا۔

میں نے اس سے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے کیونکہ میں تو تمہیں نہیں پہچانتا۔

اس نے بتایا کہ میرا نام عبداللہ بن صالح ہے۔

میں نے اس سے اس کے مکان کا پتہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ اہلِ بربر کے محلّہ میں آ جانا اور وہاں پہنچ کر ابن ابی داؤد کا گھر پوچھ لینا۔ جب تم وہاں پہنچ جاؤ گے تو میرا گھر اس کے ساتھ ہی واقع ہے۔

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ ہماری اس ملاقات کو بیس دن گزر گئے۔ پھر میں اس کے بتائے ہوئے پتہ پر اس سے ملنے کے لیے گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ کچھ دنوں سے بیمار ہے۔ میں اس کی عیادت کے لیے اس کے پاس پہنچا تو وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے مجھے پہچان لیا۔

میں نے اس سے کہا تمہیں جو وصیت کرنی ہو ضرور کرو میں تمہاری وصیت پر پورا پورا عمل کروں گا۔

اس نے کہا: میں کس چیز کی وصیت کروں میں ایک جوان بیٹی چھوڑ کر جا رہا ہوں اور ایک یہ چھوٹا سا گھر چھوڑے جا رہا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد کسی دین دار شخص سے میری بیٹی کا نکاح کر دینا اور میرا یہ مکان فروخت کر کے اس کی رقم میرے آقا و مولاؑ کی خدمت میں بطور نذرانہ جمع کرا دینا۔ اور مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل و کفن دینا اور مجھے

اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارنا۔

اس کے بعد اس کی وفات ہوگئی اور میں نے اسے غسل وکفن دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کیا۔ پھر چند دنوں بعد میں نے اس کی بیٹی کا اپنے ایک مومن بھائی سے نکاح کر دیا اور میں نے اس کا مکان فروخت کر دیا اور جو رقم اس سے حاصل ہوئی وہ رقم میں نے اپنے آقا و مولا کی خدمت میں پیش کی اور میں نے آپؑ کو اس کی وصیت سے مطلع کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے وہ ہمارا گمنام شیعہ تھا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۶۴-۱۶۵)

امور غیب سے آگاہی

علی بن شعیب عقرقوقی راوی ہیں کہ میں نے اپنے غلام کو دو سو دینار دیئے اور اس کے ساتھ میں نے ایک خط بھی لکھ کر اس کے سپرد کیا اور اس سے کہا کہ وہ میری طرف سے یہ چیزیں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں جا کر پیش کرے۔

مذکورہ دو سو دیناروں میں سے ڈیڑھ سو دینار تو میرے ذاتی تھے۔ میں آپؑ کو دو سو دینار پورے کر کے بھیجنا چاہتا تھا اسی لیے میں نے اپنی بہن فاطمہ سے پچاس دینار ادھار مانگے لیکن اس نے کہا کہ مجھے اس رقم کی ضرورت ہے اسی لیے میں تمہیں ادھار نہیں دے سکتی۔

میں نے رقم پوری کرنے کے چکر میں بہن کو بتائے بغیر اس کے پچاس دینار اٹھائے اور انہیں اپنی رقم میں شامل کیا اور وہ رقم اپنے غلام کے ہاتھ امام عالی مقام کی خدمت میں روانہ کر دی۔

میرے غلام کا بیان ہے کہ میں رقم لے کر مدینہ پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام حج کے لیے مکہ روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر میں بھی مکہ روانہ ہوا۔ ایک

تاریک رات میں جب کہ میں سفر کر رہا تھا تو کسی نے میرا نام لے کر مجھے آواز دی اور کہا:

مبارک، مبارک! اے شعیب عقرقوقی کے غلام!

میں نے کہا: بندۂ خدا! تو کون ہے؟

اس نے کہا: میرا نام معتب ہے۔ مجھے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے تیرے پاس بھیجا ہے اور وہ فرما رہے ہیں کہ جو خط اور رقم تمہارے پاس ہے وہ میرے حوالے کرو۔

چنانچہ میں اپنے محمل سے اترا اور میں نے اسے وہ خط دیا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر منیٰ گیا جہاں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مناسکِ حج کے لیے قیام پذیر تھے۔ میں نے تھیلی کھول کر وہ دِوسو دینار آپؑ کے قدموں میں ڈالے۔ آپؑ نے ان میں سے کچھ دینار اپنے پاس رکھے اور کچھ دینار علیحدہ کر کے میرے حوالے کیے اور مجھ سے **فرمایا:**

مبارک یہ جو رقم میں نے علیحدہ کی ہے تم یہ رقم اپنے آقا شعیب کے حوالے کرنا اور اس سے کہنا کہ یہ دینار تم نے جہاں سے اٹھائے تھے وہیں واپس رکھ دو کیونکہ اس رقم کی مالکہ کو اس کی ضرورت محسوس ہوگی۔

مبارک کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ کو الوداع کہا اور اپنے مالک کے پاس آیا اور میں نے اس سے کہا کہ امام علیہ السلام نے یہ پچاس دینار علیحدہ کر کے تیرے پاس بھیجے ہیں اور انہوں نے فرمایا ہے کہ تم یہ رقم واپس اسی جگہ پر رکھو جہاں سے تم نے یہ رقم اٹھائی تھی۔ کیونکہ اس کی مالکہ کو اس کی ضرورت محسوس ہوگی۔

جب شعیب نے حضرتؑ کا یہ پیغام سنا تو اس نے کہا:

میرے آقا و مولاؑ نے بالکل سچ فرمایا۔ یہ رقم میری نہیں میری بہن فاطمہ کی تھی۔ میں نے اسے کچھ بتائے بغیر اس کی رقم کو اپنی رقم میں شامل کیا تھا۔ جب کہ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے اس رقم کی ضرورت محسوس ہونے والی ہے۔ اسی لیے امام علیہ السلام نے اس کے پچاس دینار واپس کر دیئے ہیں۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۶۵-۱۶۶)

صلہ رحمی کا ثمر

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

علی بن ابی حمزہ! کل اہلِ مغرب کا ایک شخص تم سے ملے گا اور وہ تم سے میرے متعلق دریافت کرے گا تو اس سے کہنا کہ خدا کی قسم! یہ وہی امام ہیں جن کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہمیں نص فرمائی تھی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر وہ تم سے حلال وحرام کے مسائل دریافت کرے تو تم میری طرف سے اسے جواب دینا۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، اس شخص کی پہچان کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ایک طویل القامت اور صحت مند شخص ہوگا اور اس کا نام یعقوب ہوگا۔ وہ اپنی قوم کا سردار ہے اور اگر وہ مجھ سے ملنا چاہے تو اسے میرے پاس لے آنا۔

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم، میں طواف میں مصروف تھا کہ ایک طویل القامت اور صحت مند شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے بولا کہ میں تم سے تمہارے سردار کے متعلق کچھ باتیں کرنے کا خواہش مند ہوں۔

میں نے کہا کہ میرے سردار سے تمہاری کیا مراد ہے؟

اس نے کہا: میں تم سے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر بن محمد کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام یعقوب بتایا اور کہا کہ اس کا تعلق اہلِ مغرب سے ہے۔

میں نے پوچھا کہ میرے متعلق تم کو کس نے بتایا ہے؟

اس نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے خواب میں بتایا ہے کہ تم نے جو کچھ پوچھنا ہو وہ علی بن ابی حمزہ سے پوچھ لینا اور مجھے خواب میں تمہاری شکل وصورت دکھائی گئی تھی۔ اسی

لیے مجھے تمہیں تلاش کرنے اور پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

میں نے اس سے کہا کہ تم یہاں بیٹھو میں طواف سے فارغ ہو کر تمہارے پاس آ جاؤں گا۔

پھر میں طواف سے فارغ ہوا اور میں نے اس سے گفتگو کی تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ دانا انسان ہے۔ اس نے مجھ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا:

یعقوب! کل تمہارا تمہارے بھائی سے جھگڑا ہوا تھا اور تم نے ایک دوسرے کو گالیاں دی تھیں۔ یاد رکھو گالی گلوچ نہ تو میرا شیوہ ہے اور نہ ہی میرے آبائے طاہرین کا شیوہ ہے اور ہم اپنے کسی عقیدت مند کو اس کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ خدا کا خوف کرو۔ عنقریب موت تم دونوں میں جدائی ڈال دے گی۔ تمہارے بھائی کو گھر پہنچنا نصیب نہ ہوگا اور سفر میں ہی وہ دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ پھر تمہیں اپنے جھگڑے پر ندامت محسوس ہوگی۔ تم دونوں نے ایک دوسرے کا مقاطعہ کیا اور تعلقات منقطع کیے ہیں اس لیے تم دونوں کی مدت حیات بھی کم کر دی گئی۔

یعقوب نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، میں کب مروں گا؟

آپؑ نے فرمایا: تمہاری موت بھی آ ہی چکی تھی لیکن تم نے فلاں مقام پر اپنی پھوپھی سے حسنِ سلوک کیا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری عمر میں تیس سال کا اضافہ کر دیا۔

علی بن ابی حمزہ بیان کرتے ہیں کہ پھر اگلے سال حج کے موقع پر میری اس شخص سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ امام علیہ السلام کا فرمان حرف بہ حرف سچا ثابت ہوا۔ یہاں سے واپسی پر سفر کے دوران میرے بھائی کی وفات ہوگئی اور اسے اپنا گھر دیکھنا نصیب نہ ہو سکا۔

(دلائل الامامۃ، ص ۱۶۶-۱۶۷۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، ص ۲۹۴)

صلہ رحمی سے موت بھی ٹل جاتی ہے

علی بن ابی حمزہ نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زیارت کے لیے مدینہ گیا لیکن مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہو گیا اور بیماری نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی۔ میرے واقف کار اور احباب میری عیادت کے لیے آتے تھے تو میں انہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس سفر میں اسحاق بن عمار بھی میرے ساتھ تھا۔ میری حالت دیکھ کر اسے میری موت کا یقین ہو گیا تھا۔

اسی بیماری کے دوران میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا تھیلا کھولو اور اس میں سے ایک سو درہم نکال کر غریب مومنین میں تقسیم کر دو۔ میرے ساتھیوں نے میری بات پر عمل کیا۔ پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے پانی کا ایک پیالہ میرے پاس روانہ کیا اور حضرتؑ کے غلام نے مجھ سے کہا کہ امام موسیٰ کاظم نے یہ پیالہ تیرے لیے روانہ کیا ہے اور وہ فرما رہے ہیں کہ تم یہ پی لو۔ خدا نے چاہا تو شفا نصیب ہو گی۔

میں نے حضرتؑ کا بھیجا ہوا پانی پیا جس سے میرا پیٹ کھل گیا اور معدہ صاف ہو گیا اور میری تمام تکلیفات زائل ہو گئیں اور میں تندرست ہو کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا مجھے دیکھ کر آپؑ نے فرمایا: اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! کیا کہوں بس مرتے مرتے بچا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کئی بار موت تم پر حملہ آور ہوئی ہے لیکن ہر بار تم صلہ رحمی کی وجہ سے بچ گئے ہو اور اللہ نے تمہاری عمر دراز کر دی ہے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۶۷-۱۶۸)

علم امامؑ

ابو خالد زبالی کا بیان ہے کہ مہدی عباسی کے زمانے میں جب محمد بن عبداللہ گرفتار

ہوا تھا تو ان دنوں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد جاتے ہوئے نوکروں اور خادموں سمیت ہماری آبادی میں اترے اور میں ان دنوں مذہب زیدیہ کا پیروکار تھا۔ ہم نے آپؑ کے قیام کے لیے دو بڑے بڑے خیمے نصب کرائے۔ سخت سردیاں تھیں اور ان دنوں آگ جلانے کے لیے لکڑیاں بھی میسر نہ تھیں۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابوخالد! آگ جلانے کے لیے لکڑیاں لے آؤ۔

میں نے عرض کیا: بخدا آج کل پورے علاقے میں لکڑیاں کہیں بھی دستیاب نہیں ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ابوخالد! ایسا نہ کہو۔ تم ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلے جاؤ تم دیکھو گے کہ ایک اعرابی کے پاس لکڑیوں کے دو بڑے گٹھے ہوں گے۔ تم وہ خرید لینا اور رقم کے بارے میں اس سے جھگڑا نہ کرنا۔

میں حضرتؑ کے فرمان کے تحت پہاڑیوں کے درمیان گیا تو میں نے ایک اعرابی کو دیکھا جس کے پاس لکڑیوں کے دو گٹھے موجود تھے۔ میں نے وہ خریدے اور آپؑ کے پاس آ گیا اور جب تک آپؑ نے قیام کیا اس سے آگ روشن کرتے رہے۔ میں نے اپنی حیثیت کے مطابق آپؑ کو کھانا بھی کھلایا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: تم ان غلاموں کے موزوں اور جوتوں کو دیکھ کر مرمت کرا دینا۔ ہم فلاں مہینہ کے فلاں دن یہاں آئیں گے۔

ابوخالد کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ کی آمد کی تاریخ لکھ لی اور موعودہ تاریخ کو میں گھر سے نکل کر راستے پر آ کر بیٹھ گیا اور آپؑ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

دن ڈوبنے کو آیا مگر آپؑ کی آمد کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ میں مایوس ہو کر لوٹنے والا ہی تھا کہ میں نے ایک سوار کو آتے ہوئے دیکھا۔ میں اسے دیکھ کر رک گیا اور اس سے پوچھا: کیا کوئی قافلہ بھی آ رہا ہے؟

اس نے کہا کہ جی ہاں بیس شتر سواروں کا ایک قافلہ آ رہا ہے جو کہ شکل وصورت سے مدنی دکھائی دیتے ہیں۔

پھر کچھ دیر بعد اونٹوں کا قافلہ نمودار ہوا۔ میں قافلہ کے استقبال کے لیے آگے بڑھا تو پہلے اونٹ پر امام موسیٰ کاظمؑ سوار تھے۔ آپؑ نے آواز دے کر فرمایا:

ابوخالد! ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اب تم وہ خیمے نصب کرو ہم یہاں قیام کریں گے۔

پھر آپؑ نے ہمارے ہاں رات گزاری اور آپؑ نے مجھ سے غلاموں کے موزوں اور جوتوں کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے سب کی مرمت کر دی ہے۔

میں نے آپؑ سے کہا کہ مولاؑ! میں پہلے زیدی العقیدہ تھا اور جب آپ سے ملاقات ہوئی اور آپ نے مجھے لکڑیوں کے گٹھے کے بارے میں بتایا اور پھر اپنی واپسی کی تاریخ کے متعلق مجھے بتایا اور آپؑ کے دونوں فرمان درست ثابت ہوئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ زمانہ کے امام آپؑ ہی ہیں اور اللہ نے ہم پر آپؑ کی اطاعت فرض کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ابوخالد! تمہیں حق کا یہ عقیدہ مبارک ہو اور یاد رکھو جو شخص اپنے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اسلام میں رہ کر جو اس نے کیا ہے اس کا حساب کیا جائے گا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۶۸-۱۶۹)

اپنی موت کی پیشین گوئی کرنا

ابوخالد زبالی کا بیان ہے کہ جب دورِ مہدی میں پہلی مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بغداد لے جایا جا رہا تھا تو آپؑ نے زبالہ میں قیام فریا۔ میں نے آپؑ سے ملاقات کی اور میں ان کی سلامتی کے بارے میں انتہائی پریشان تھا۔

آپؑ نے میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر فرمایا:

ابو خالد! اتنے پریشان کیوں ہو؟

میں نے عرض کیا: آپؑ کو ایک ظالم کے پاس لے جایا جا رہا ہے جب کہ ہمیں ان سے کسی بھلائی کی امید نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے کچھ نہیں ہوگا اور فلاں مہینہ کے فلاں دن میرا انتظار کرنا اور یہاں سے ایک میل آگے آ کر مجھ سے ملاقات کرنا۔

ابو خالد زبالی کا بیان ہے کہ دوسرے دن صبح ہوتے ہی آپ کو بغداد کی طرف بھیج دیا گیا۔ آپ کے جانے کے بعد میں بڑی بے چینی سے دن گننے لگا اور جب وعدہ کا دن آیا تو میں سواری پر سوار ہو کر ایک میل آگے جا کر آپؑ کا انتظار کرنے لگا۔ دن غروب ہونے کو آیا مگر آپؑ کی سواری ظاہر نہ ہوئی۔ میں مایوس ہو کر واپس پلٹنے کو تھا کہ آپؑ کا قافلہ نمودار ہوا۔ آپؑ قافلے کے آگے ایک خچر پر سوار تھے جیسے ہی آپؑ کی مجھ پر نظر پڑی تو آپؑ نے فرمایا: ابو خالد!

میں نے کہا: لبیک اے فرزندِ رسولؐ! خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو اس ظالم کے ہاتھ سے بچا لیا۔

آپؑ نے فرمایا: اس بار تو میں واپس آ گیا ہوں لیکن جب دوسری بار قید کیا جاؤں گا تو مجھے واپسی کی فرصت نہیں دی جائے گی۔ (الکافی' جلد ا' ص ۴۷۷)

مستقبل کی پیشین گوئی

داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ میں نے کچھ رقم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی۔ آپؑ نے اس میں سے کچھ رقم لے لی اور کچھ میرے پاس باقی رہنے دی۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! یہ ساری رقم آپؑ ہی کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ رقم تمہارے پاس باقی رہنی چاہیے۔ عنقریب اس کا مالک تم سے یہ رقم طلب کرے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرتؑ کی وفات (شہادت) ہوگئی اور آپؑ کی وفات کے کچھ دن بعد امام علی رضا علیہ السلام نے ایک غلام بھیجا اور فرمایا:

میرے والد کی رقم میرے حوالے کرو۔

میں نے بقیہ رقم امام علی رضا علیہ السلام کے سپرد کی۔

(الکافی، جلد ا، ص ۳۱۳۔ غیبت طوسی، ص ۳۹)

امام جعفر صادقؑ اور فرمانِ رسولؐ

یزید بن سلیط زیدی راوی ہیں کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی رفاقت میں مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں مَیں نے ان سے عرض کیا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان! آپؑ حضرات طاہر و مطہر امام ہیں لیکن موت سے کوئی ذی روح انکار نہیں کر سکتا۔ آپؑ فرمائیں کہ آپؑ کے بعد آپؑ کا جانشین کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ویسے تو یہ سارے ہی میرے فرزند ہیں اور یہ ان سب کا سردار ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے فرزند موسیٰ کاظمؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

اس کے پاس حکمت و فہم، سخاوت، حسنِ خلق، حسنِ معاشرت اور اس کے پاس ہر اس چیز کا علم ہے جس کی انسانوں کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ یہ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور ان سب کے علاوہ اس میں ایک اور خوبی بھی موجود ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! وہ اضافی خوبی کون سی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کی صلب سے اس اُمت کا غوث و مددگار پیدا کرے گا اور وہ اس اُمت کا پرچم اور نور اور وہ اُمت کی فہم و حکمت کا ترجمان ہوگا۔ وہ بہترین پیدا ہونے والا اور بہترین پرورش پانے والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے لوگوں کی جانوں کی حفاظت کرے گا اور لوگوں کے تنازعات ختم کرے گا اور اس کے

ذریعہ سے افرادِ اُمت کا شیرازہ جمع کرے گا اور نفرتوں کی دراڑیں ختم کرے گا اور اس کے ذریعے سے بے لباسوں کو لباس ملے گا اور بھوکوں کو طعام نصیب ہوگا اور خوف زدہ افراد کو امن نصیب ہوگا اور اس کے واسطہ سے بارانِ رحمت کا نزول ہوگا اور وہ بندوں پر احکامِ خداوندی کو جاری کرے گا۔ وہ بہترین جوان اور بہترین پرورش پانے والا ہوگا۔اس کا حکم اس کے قبیلہ کے لیے بشارت کا ذریعہ ہوگا۔اس کی گفتگو فیصلہ کن ہوگی اور اس کی خاموشی علم کا مظہر ہوگی۔لوگ جن باتوں میں اختلاف کرتے ہوں گے وہ ان اشیاء کو واضح کرے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ ان کے ہاں اولاد بھی ہوگی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں' پھر انہوں نے سلسلہ گفتگو منقطع کر دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ بعد میں نے امام ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ مولاؑ! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان' میری خواہش ہے کہ آپؑ بھی ہمیں اپنے جانشین کے متعلق ویسی ہی بات بتائیں جیسا کہ آپؑ کے والد ماجد نے مجھ سے بیان کیا تھا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد کا دور اور تھا جب کہ میرا دور کچھ اور ہے۔

روای کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ جو آپؑ کی اس مظلومی کو دیکھ کر خوش ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

یہ سن کر آپؑ نے تبسم کیا اور پھر فرمایا:

ابو عمارہ (حالات کی سنگینی تو ذرا دیکھو) میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جب میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے ظاہری طور پر اپنے تمام بیٹوں کو اپنا وصی مقرر کیا اور میں نے وصیت میں ان سب کو اپنے فرزند علی (رضا) کے ساتھ شریک کیا جب کہ علیحدگی میں مَیں نے صرف علی (رضا) کو ہی اپنا وصی مقرر کیا ہے۔

مجھے خواب میں حضرت رسولؐ خدا اور امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ رسول اکرمؐ کے پاس تلوار، انگشتری، عصا، کتاب اور عمامہ تھا۔

میں نے عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عمامہ خدا کی سلطنت و اقتدار کی علامت ہے۔ تلوار خدا کے غلبہ کی علامت ہے، کتاب اللہ کا نور ہے۔ عصا خدا کی قوت کی نشانی ہے جب کہ انگشتری ان سب کی جامع ہے۔

پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا: تیرے بعد امامت تیرے فرزند علی کو منتقل ہوگی۔

اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

یزید! یہ گفتگو تیرے پاس امانت ہے اور کسی عاقل یا صادق یا کسی ایسے شخص کے علاوہ جس کے قلب کا خدا نے ایمان کے لیے امتحان لے لیا ہو، کسی اور کو خبر نہ دینا اور اللہ کی نعمات کا انکار نہ کرنا اور اگر تجھ سے کبھی گواہی طلب کی جائے تو گواہی ضرور دینا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا (نساء: ۵۸)

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکین تک پہنچاؤ"۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ (البقرہ: ۱۴۰)

"اور اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا جو خدا کے ہاں گواہی کو چھپائے"۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولاؑ! میں کبھی گواہی نہیں چھپاؤں گا۔

(عیون اخبار الرضاؑ، جلد ۱، ص ۲۳، حدیث ۹)

مختلف زبانوں کا جاننا

ابوبصیر راوی ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان! امام کی پہچان کیسے کی جا سکتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

چند باتوں سے امام کو پہچانا جا سکتا ہے۔ امامت کی پہلی علامت تو یہ ہے کہ اس کے والد نے اشارہ سے اس پر نص کی ہو تاکہ لوگوں کے لیے حجت ہو سکے اور جب امام سے سوال کیا جائے تو وہ جواب دے اور اگر سائل خاموش ہو تو امام از خود ابتدا کرے اور امام کی ایک علامت یہ ہے کہ اسے آنے والے کل کے حالات کا علم ہو اور لوگوں کے ساتھ ہر زبان میں بات کر سکے۔

پھر آپ نے مجھ (ابوبصیر) سے فرمایا:

ابومحمد! یہاں سے اٹھنے سے قبل میں تجھے ایک امامت کی علامت دکھا دینا چاہتا ہوں۔

ابھی چند لمحات ہی گزرے تھے کہ خراسان کے رہنے والا ایک شخص آپؑ کے پاس آیا اور اس نے آپؑ سے عربی میں گفتگو کی۔ امام علیہ السلام نے اسے فارسی زبان میں جواب دیا۔

خراسانی نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو فارسی زبان آتی ہے تو میں آپؑ سے عربی میں گفتگو ہی نہ کرتا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر مجھے تمہاری زبان کا ہی علم نہ ہو تو پھر مجھے تم پر کیا فضیلت حاصل ہو گی؟

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابومحمد! امام سے کسی بھی شخص کی بات پوشیدہ نہیں ہوتی۔ امام صرف انسانوں کی

زبان سے ہی واقف نہیں ہوتا بلکہ وہ پرندوں اور جانوروں اور ہر ذی روح چیز کی زبان کو جانتا ہے اور جس میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں تو وہ امام ہی نہیں ہے۔

(الکافی' جلد۱' ص ۲۸۵' حدیث ۷۔ اثبات الھداۃ' جلد۳' ص ۷۱۵)

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حبشہ کے تیس غلام خرید کر آپؑ کے سامنے لائے گئے۔ آپؑ نے ان میں سے ایک خوبصورت جوان سے اس کی زبان میں گفتگو کی۔ اور آپؑ نے تمام مافی الضمیر کا اظہار حبشی زبان میں کیا۔ پھر آپ نے اسے کچھ درہم دیئے اور فرمایا:

ان میں سے ہر غلام کو ہر ماہ تیس درہم وظیفہ دینا۔

اس کے بعد غلام آپؑ کے پاس سے اٹھ کر گئے تو میں نے عرض کیا:

مولاؑ! آپ تو حبشی زبان میں بھی گفتگو کر سکتے ہیں۔ آپ نے اس جوان سے کیا رمایا؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے اسے تلقین کی ہے کہ وہ دوسرے غلاموں سے اچھا برتاؤ کرے اور ہر ماہ ہر ایک کو تیس درہم بطور وظیفہ دے۔ میں نے اس جوان کو ان کا اس لیے سربراہ مقرر کیا کیونکہ وہ مجھے عقل مند جوان دکھائی دے رہا تھا اور یہ حبشیوں کے ایک سردار کا بیٹا ہے اسی لیے میں نے اسے تمام ضروری باتیں سمجھا دی ہیں اور ویسے بھی وہ اچھا جوان ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

معلوم ہوتا ہے تم مجھے حبشی زبان بولتے دیکھ کر حیران ہوئے ہو؟ اگر یہ بات ہے تو پھر تمہیں تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ امام کے جو عجائبات تم سے پوشیدہ ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور مختلف زبانوں کے علم کی علمِ امام کے سامنے وہی حیثیت ہے جس طرح سے بھرے ہوئے سمندر میں سے کوئی پرندہ اپنی چونچ میں پانی لے لے۔ تو کیا پرندہ کی چونچ بھر پانی سے سمندر میں کوئی کمی آئے گی؟

اسی طرح سے امام سمندر کی مانند ہوتا ہے۔ امام کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اور اس کے عجائبات بے شمار ہوتے ہیں۔ پرندے کی ایک چونچ سے سمندر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح سے عالم کے علم میں بھی کوئی کمی نہیں آتی اور اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ (قرب الاسناد' ص ۱۴۴۔ عوالم العلوم' جلد ۲۱' ص ۱۷۹)

اپنے ایک فرزند کی پیدائش کی پیشین گوئی

حسین بن ابی العلاء راوی ہیں کہ ایک دفعہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جاؤ اور میرے لیے نوبیہ کی ایک کنیز خرید لاؤ۔

میں نے عرض کیا: میں نوبیہ کی ایک انتہائی اچھی کنیز کو جانتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ پورے نوبہ میں اس کی مثیل اور نظیر نہیں ہوگی البتہ اس میں ایک خرابی ہے اور وہ خرابی یہ ہے کہ وہ نہ تو آپؑ کی زبان جانتی ہے اور نہ آپؑ اس کی زبان جانتے ہیں۔

یہ سن کر آپؑ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ جاؤ میرے لیے وہی کنیز خرید کر لاؤ۔

راوی کہتے ہیں جب میں نوبیہ کی کنیز کو خرید کر آپؑ کے پاس لایا تو آپؑ نے اس سے اس کی زبان میں گفتگو شروع کر دی۔

بعد میں مَیں نے آپؑ سے پوچھا کہ آپؑ نے کنیز سے کیا کہا تھا تو آپؑ نے فرمایا:

میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام مونسہ ہے۔ میں نے کہا: تم واقعی ''مونسہ'' اُنس رکھنے والی ہی ہو لیکن تمہارا اصل نام ''حبیبہ'' ہے۔

جب اس نے میری زبان سے یہ بات سنی تو اس نے بے ساختہ کہا: آپؑ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابن ابی العلاء! یاد رکھنا' اس کے بطن سے اللہ تعالیٰ مجھے ایک فرزند عطا کرے گا جو

میری اولاد میں سب سے زیادہ سخی اور دلیر اور عبادت گزار ہوگا۔

میں (راوی) نے کہا: مولا! آپؑ اس کا نام کیا رکھیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا نام ابراہیم ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اپنے آقا و مولا کے ساتھ منیٰ میں تھا۔ آپؑ نے اپنا ایک قاصد روانہ کیا جس نے مجھے آپؑ کا یہ پیغام دیا کہ مجھ سے منزل ثعلبیہ میں ملنا۔ چنانچہ میں ثعلبیہ میں آپؑ سے ملا اور آپؑ کے ساتھ آپؑ کے اہل وعیال اور خادم عمران بھی تھا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

تم ثعلبیہ میں قیام کرنا پسند کرو گے یا مکہ میں؟

میں نے کہا: جہاں آپؑ حکم دیں گے میں وہیں قیام کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: تم مکہ چلے جاؤ وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ پھر آپؑ نے مجھے اپنے مکہ والے گھر بھیج دیا۔ پھر جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ مغرب کی نماز پڑھ چکے تھے اور مجھ سے فرمایا:

یہاں جوتے اتار کر بیٹھ جاؤ۔ میں آپؑ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر ایک دستر خوان بچھایا گیا جس میں کھجوروں کا حلوہ تھا۔ ہم نے آپؑ کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ پھر ہم آپس میں باتیں کرنے لگے۔ باتوں باتوں میں مجھے اونگھ آنے لگی تو آپؑ نے فرمایا:
چنانچہ میں سو گیا اور امام علیہ السلام نماز میں مصروف ہو گئے۔

آپؑ نماز شب سے فارغ ہو کر میرے پاس آئے اور مجھے بیدار کر کے فرمایا:

اٹھو وضو کرو اور مختصر نماز شب پڑھو۔

میں نے نماز شب پڑھی اور اس کے بعد نماز فجر ادا کی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

علی! میری کنیز کو دردزہ عارض تھا اسی لیے میں اس کو ثعلبیہ لے گیا تا کہ لوگ اس کے کراہنے کی آواز نہ سن سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے لڑکا عطا کیا ہے اور یہ وہی لڑکا ہے جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا اور یہ بڑا کریم، سخی اور دلیر ہوگا اور میں نے اس کا نام ابراہیم

رکھا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کا وہ لڑکا بڑا ہوا تو میں اس سے ملا اور جو صفات آپؑ نے بیان فرمائی تھیں اس میں وہ تمام صفات موجود تھیں۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۷۰-۱۷۱۔ الخرائج' جلد۱' ص ۳۱۰ بحوالہ واضح)

امام کائنات کی ہر لغت کا عالم ہوتا ہے

اسحاق بن عمار بیان کرتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپؑ کے پاس اہلِ خراسان میں سے ایک شخص آیا۔ آپؑ نے اس سے ایک ایسی زبان میں گفتگو کی جو کہ پرندوں کی زبان کے مشابہ تھی۔ جب وہ شخص آپؑ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تو میں نے آپؑ سے عرض کیا:

مولاؑ! یہ کون سی زبان تھی؟

آپؑ نے فرمایا: یہ خراسان کے ایک علاقہ کی زبان ہے جو کہ چینی زبان سے ملتی جلتی ہے اور یہ پرندوں کی زبان کے مشابہ ہوتی ہے اور امام کو اس زبان سے زیادہ حیران کن اور زبان نہیں دی گئی۔

میں نے عرض کیا: کیا امام کو پرندوں کی زبان بھی آتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' امام ہر چیز کی زبان جانتا ہے اور ہر ذی روح کی زبان کا عالم ہوتا ہے اور ہر وہ جملہ اور کلام جو کسی بھی زبان میں استعمال ہوتا ہے امام اس کا عالم ہوتا ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۷۱)

علم المنایا

حارث بن مغیرہ نصری راوی ہیں کہ ۱۷۰ھ میں مکہ میں موت کے لیے مشہور ہے اور اس سال مکہ میں طاعون کی وبا پھیلی تھی جس سے بہت بڑا جانی نقصان ہوا تھا اور اس

سال میں مکہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: تمہارے ساتھیوں میں سے بھی کوئی بیمار ہے؟

میں نے عرض کیا: عیسیٰ بن عثمان کی حالت انتہائی خطرناک ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے کہہ دو کہ مکہ چھوڑ دے۔ پھر میں نے آٹھ اور ساتھیوں کے نام لیے۔ آپؑ نے چار افراد کے متعلق حکم صادر فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ وہ مکہ چھوڑ دیں۔ باقی چار افراد کے لیے آپؑ نے کوئی حکم جاری نہ کیا۔

جن افراد کو آپؑ نے مکہ چھوڑنے کا حکم دیا تھا وہ سب کے سب تندرست ہو گئے اور جن چار افراد کے متعلق آپؑ نے کوئی حکم نہیں دیا تھا دوسرے دن وہ چاروں کے چاروں وفات پا گئے اور ہم نے انہیں دفن کیا۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۶۵)

حضرت حسن بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا محمد بن جعفر بیمار ہوئے اور ان کی بیماری نے اتنی شدت اختیار کی کہ ہمیں ان کی موت کا اندیشہ ہونے لگا۔ ایک دن ہم سب ان کے گھر میں تیمارداری کی غرض سے جمع تھے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ آپؑ کچھ دیر تک گھر کے ایک کونے میں خاموش ہو کر بیٹھے رہے جب کہ میرے چچا اسحاق مریض کے سرہانے بیٹھ کر رونے میں مصروف تھے۔ کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد آپ گھر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میں بھی اٹھ کر آپؑ کے پیچھے چلا آیا۔

راستے میں مَیں نے عرض کیا:

میں آپؑ پر قربان' آپؑ کے بھائی اور افراد خانہ آپؑ کو طعنے دیں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے اپنے چچا کو نزع کی حالت میں دیکھا اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے اسحاق کو دیکھا جو کہ بے ساختہ رو رہا تھا جب کہ تقدیر کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ بیمار ٹھیک ہو جائے گا اور یہ رونے والا اس سے پہلے مرے گا اور آج کا بیمار اس کی موت پر آنسو بہائے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ محمد بن جعفر ٹھیک ہو گئے اور کچھ دنوں کے بعد اسحاق کی وفات

ہوئی اور محمد بن جعفر اس کی وصیت پر روئے۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۷۱-۱۷۲۔ فرج المہموم' ص ۲۳۱)

منطق الطیر سے آشنائی

احمد بن محمد المعروف غزال بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ ان کے باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک چڑیا اڑتی ہوئی آپؑ کے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور چہچہانے لگی اور وہ کافی وقت تک چہچہاتی رہی اور مضطرب ہوتی رہی۔

آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو یہ چڑیا کیا کہہ رہی تھی؟

میں نے عرض کیا: اللہ' رسول اور ولی خدا ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کہہ رہی تھی یہاں ایک سانپ رہتا ہے جو کہ میرے نوزائیدہ بچوں کو کھانا چاہتا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: آؤ ذرا چل کر دیکھیں۔ ہم نے دیکھا تو ہمیں ایک سانپ لہراتا ہوا نظر آیا ہم نے اسے مار ڈالا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۷۲-۱۷۳)

طی الارض

ابی عقیلہ نے احمد تبان سے روایت کی' اس نے کہا کہ ایک رات میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے پاؤں کی ہلکی سی ٹھوکر ماری ہو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو ایک مرد خدا نے مجھ سے کہا:

اے شخص! کیا آلِ محمدؐ کے شیعہ سوتے ہیں؟

میں ہڑبڑا کر اٹھا۔ جب انہوں نے میری پریشانی دیکھی تو مجھے سینے سے لگایا۔

میں نے غور کر کے دیکھا تو وہ میرے آقا و مولا ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام تھے۔

انہوں نے مجھ سے فرمایا:

اٹھواور نماز کا وضو کرو۔ چنانچہ میں نے وضو کیا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے میرے دروازے سے باہر لے آئے۔ جب کہ حیرت کی بات یہ تھی کہ میں نے دروازہ مقفل کیا ہوا تھا مگر انہوں نے دروازہ بھی نہیں کھولا تھا اور اس کے باوجود وہ مجھے باہر لے آئے۔ دروازے پر ایک اونٹنی بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کا بازو کھولا اور مجھے اپنے پیچھے ناقہ پر سوار کیا اور ناقہ چل پڑی۔ تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے ناقہ کو بٹھایا اور خود اترے اور مجھے بھی اترنے کا حکم دیا۔ انہوں نے وہاں چوبیس رکعت نماز پڑھی اور میں نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا:

جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! مجھے علم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ میرے دادا حضرت حسین بن علی علیہما السلام کی قبر اطہر ہے۔

اس کے بعد آپؑ ناقہ پر سوار ہوئے اور کوفہ پہنچ گئے جب کہ شہر کے دروازے بند تھے اور پہریدار پہرہ دینے میں مصروف تھے مگر ہمیں کسی نے بھی نہ دیکھا۔ آپؑ مجھے مسجد کوفہ میں لے آئے اور آپؑ نے وہاں سترہ رکعت نماز پڑھی۔ پھر مجھ سے فرمایا:

جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ خود ہی بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ مسجد کوفہ ہے اور یہ ''دکۃ الطست'' ہے۔

اس کے بعد آپؑ پھر ناقہ پر سوار ہوئے اور چند لمحات بعد ایک مقام پر پہنچے۔ وہاں اتر کر میں نے آپؑ کے ساتھ چوبیس رکعت نماز پڑھی۔

آپؑ نے فرمایا: کیا اس جگہ کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ خود ہی بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ ابراہیم خلیلؑ کی قبر اطہر ہے۔

پھر آپؑ ناقہ پر سوار ہوئے اور چند لمحات بعد ایک جگہ پر پہنچے اور مجھ سے فرمایا:

کیاتم اس مقام کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: مولاؑ! آپؑ خود ہی اس جگہ کا تعارف کرائیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ مکہ ہے اور یہ بیت اللہ ہے اور یہ زم زم اور یہ صفا و مروہ ہے۔

پھر ہم وہاں سے چلے تو آپؑ مجھے ایک اور جگہ لے آئے اور وہاں میں نے آپؑ کے ساتھ چوبیس رکعت نماز پڑھی۔

آپؑ نے فرمایا: کیا اس مقام کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! آپ خود ہی ارشاد فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ میرے نانا رسولؐ خدا کی مسجد ہے اور یہ ان کی قبر مطہر ہے۔

پھر آپؑ وہاں سے چلے اور مجھے ''شعب ابی جبیر'' میں لے آئے اور مجھ سے فرمایا:

احمد! میں تمہیں قدرت امام کی ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! ضرور دکھائیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

یَالَـیۡلُ اَدۡبِـرۡ وَیَـانَـهَارُ اَقۡبِلۡ

''اے رات چلی جا اور اے دن تو آ جا''۔

جیسے ہی آپؑ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو رات اچانک ختم ہوگئی اور دن طلوع ہوگیا۔ اور کچھ دیر بعد وقت زوال ہوا۔ ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

وَیَـانَـهَارُ اَدۡبِـرۡ یَالَـیۡلُ اَقۡـبِلۡ

''اے دن چلا جا اور اے رات تو آ جا''۔

جیسے ہی آپؑ کے الفاظ ختم ہوئے تو دن ڈوب گیا اور ہم نے مغرب کی نماز پڑھی۔

آپؑ نے فرمایا: احمد! اتنی ہی جھلک کافی ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں میرے آقا و مولا!

پھر آپؑ چلے یہاں تک کہ آپؑ ایک پہاڑ پر پہنچے جس نے دنیا کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

جانتے ہو کہ تم اس وقت کہاں کھڑے ہو؟

میں نے عرض کیا: خدا، رسولؐ اور فرزند رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ پہاڑ ہے جس نے پوری روئے زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے اور وہاں پر ہمیں کچھ لوگ دکھائی دیئے جنہوں نے سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

احمد! یہ قوم موسیٰ ہیں ان پر سلام کرو۔

میں نے ان پر سلام کیا۔ انہوں نے ہمیں سلام کا جواب دیا۔

یہ تمام مناظر دیکھنے کے بعد میں کچھ تھک گیا اور میں نے مولاؑ سے عرض کیا:

مولا! مجھے نیند ستا رہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تو تم اپنے بستر پر سونا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپؑ نے پاؤں کی ہلکی سی ٹھوکر ماری اور مجھ سے فرمایا کہ سو جاؤ۔ مجھے نیند آ گئی اور جب بیدار ہوا تو میں اپنے گھر میں ہی اپنے بستر پر سویا ہوا تھا اور نماز فجر کا وقت ہو چکا تھا۔ میں اٹھا اور فجر کی نماز پڑھی۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۷۳-۱۷۴)

استجابت دعا

حسن بن علی وشاء کا بیان ہے کہ میں نے اپنے ماموں اسماعیل بن الیاس کے دور میں حج کیا تھا۔ میرے ماموں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں اس نے تحریر کیا۔

مولاؑ! میرے گھر میں اس وقت صرف بیٹیاں ہیں اور اس وقت تک میں اولادِ نرینہ سے محروم ہوں اور ہمارے خاندان میں مردوں کی قلت ہو چکی ہے۔ جب میں کوفہ سے چلا تھا تو میری بیوی حاملہ تھی۔ آپؑ سے التماس ہے کہ آپؑ اللہ تعالیٰ سے التجا کریں کہ وہ ہمیں اولاد نرینہ عطا فرمائے اور نومولود بیٹے کا نام بھی آپؑ خود ہی تجویز فرمائیں۔

امام علیہ السلام کی طرف سے جواب موصول ہوا جس میں آپؑ نے لکھا:

اللہ تعالیٰ نے تیری حاجت پوری کر دی ہے۔ تم اپنے بیٹے کا نام محمد رکھنا۔

جب ہم حج سے فارغ ہو کر کوفہ پہنچے تو ہمارے وہاں پہنچنے سے چھ دن قبل اللہ نے میرے ماموں کے گھر بیٹا عطا کیا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ اللہ نے اس بچے کو طویل عمر دی اور اس سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں۔ (قرب الاسناد' ص ۱۴۱۔ عوالم العلوم' جلد ۲۱' ص ۸۰)

اپنی وفات سے مطلع کرنا

علی بن سوید السائی کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے ایک خط لکھا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

سب سے پہلے تو میں تجھے اپنی وفات کی اطلاع دیتا ہوں جو کہ چند ہی راتوں میں واقع ہونے والی ہے اور میں موت سے نہ تو خوف زدہ ہوں اور نہ ہی کسی طرح کی ندامت محسوس کرتا ہوں اور نہ ہی خدا کے حتمی فیصلہ کے متعلق کسی شک و شبہہ میں مبتلا ہوں۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ آلِ محمدؐ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور وصی کے بعد والے وصی کی اطاعت کرتے رہنے اور یہی دین کی مضبوط رسی ہے۔

(قرب الاسناد' ص ۱۴۲)

انہدامِ مکان سے ہوشیار کرنا

احمد بن ابی محمود خراسانی کا بیان ہے کہ ہم مکہ سے مدینہ آرہے تھے میں نے مکہ و مدینہ کے درمیان پانی کے ایک تالاب میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو نہاتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ نے تہہ بند باندھا ہوا تھا اور منہ میں پانی لے کر کلی کر کے دوبارہ پانی میں ڈالتے تو پانی کا رنگ پیلا ہو جاتا تھا۔

میں نے تعجب سے کہا کہ یہ تو اس وقت تمام خلق خدا سے افضل فرد ہیں مگر وہ بھی بچوں کی طرح پانی سے کھیل رہے ہیں۔

پھر ہم مدینہ پہنچے اور ایک دن ہم امام علیہ السلام کو سلام کرنے کے لیے ان کے پاس گئے۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

تم نے کہاں رہائش رکھی ہے؟

میں نے کہا کہ میں نے ایک ساتھی سمیت فلاں محلہ میں فلاں کے مکان میں رہائش اختیار کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: فوراً وہاں جاؤ اور وہاں سے اپنا تمام ساز و سامان نکال لو اور وہ مکان چھوڑ دو۔

ہم گئے اور اس مکان سے اپنا تمام سامان نکال لیا اور جیسے ہی ہم سامان لے کر باہر نکلے تو وہ مکان گر گیا۔ (قرب الاسناد، ص ۱۴۴)

دل کی کیفیت جاننا

عثمان بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ایک کنیز ہبہ کی جس سے اس کی کئی اولادیں پیدا ہوئیں اور جب اس شخص کا باپ مر گیا تو کنیز نے اپنے مالک سے کہا کہ تیرے باپ نے مجھ سے جسمانی تعلقات قائم کیے تھے اور اس کے بعد اس نے مجھے

تیرے سپرد کیا تھا اسی لیے میں تجھ پر حرام ہوں۔

یہی مسئلہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

اس عورت کے بیان کی تصدیق نہ کرو وہ اپنے مالک کی بداخلاقی کی وجہ سے ایسا کہہ رہی ہے۔

جب یہی بات کنیز سے کہی گئی تو اس نے کہا:

خدا کی قسم! انہوں نے سچ کہا۔ میں اس کی بداخلاقی سے متنفر ہوں۔

(قرب الاسناد، ص ۱۴۵)

مُردہ گائے کو زندہ کرنا

عبداللہ بن مغیرہ کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام منیٰ سے گزر رہے تھے کہ آپؑ نے ایک عورت کو دیکھا جو زاروقطار رو رہی تھی اور اس کے اردگرد اس کے چھوٹے بچے بھی رو رہے تھے۔ آپؑ کو اس کی حالت پر ترس آیا اور اس کے قریب گئے اور اس سے فرمایا:

کنیز خدا! تو کیوں رو رہی ہے؟

اس نے کہا: اے بندۂ خدا! میں ایک صاحب اولاد بیوہ ہوں اور ہمارے پاس صرف ایک گائے تھی جس کے دودھ پر ہماری گزر معاش ہوتی تھی مگر آج میری وہ گائے مر گئی ہے اسی لیے میں اور میرے بچے رو رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے کنیز خدا! اگر تیری خواہش ہو تو میں اسے زندہ کر دوں؟

عورت نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ لوگوں سے کچھ دور چلے گئے اور آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سر اٹھایا اور زیر لب کچھ کلمات کہے اور گائے کو پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ گائے کو جیسے ہی ٹھوکر لگی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ مالکہ چیخ کر کہنے لگی:

رب کعبہ کی قسم! یہاں عیسٰی بن مریم آ گیا ہے۔ امام علیہ السلام مجمع میں چلے گئے اور لوگوں میں گھل مل گئے۔ (الکافی' جلد ا' ص ۴۸۴۔ بصائر الدرجات' ص ۲۷۲)

زمین سے سونا برآمد کرنا

ابراہیم بن موسیٰ راوی ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ایک مرتبہ مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیری کچھ مالی مدد کروں گا۔ کچھ دن گزر گئے مگر آپؑ کی طرف سے مجھے کچھ نہ ملا۔ پھر ایک دن میں آپؑ کے ساتھ مدینہ سے باہر گیا اور میں نے آپؑ سے عرض کیا:

مولاؑ! عید آ گئی ہے جب کہ میرے گھر میں ایک درہم تک بھی موجود نہیں ہے۔ یہ سن کر آپؑ سواری سے اترے اور آپؑ نے چابک سے زمین کو زور سے کریدا۔ پھر آپؑ نے ہاتھ بڑھا کر سونے کا ایک ٹکڑا نکال کر میرے حوالے کیا اور فرمایا: یہ لے جاؤ اور اپنے حالات بہتر کرو اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے لوگوں سے مخفی رکھو۔ (بصائر الدرجات' ص ۳۷۴۔ اختصاص مفید' ص ۲۷۰)

یحیٰی بن عبداللہ بن حسن کے خط کا جواب

عبداللہ بن ابراہیم جعفری کا بیان ہے کہ یحیٰی بن عبداللہ بن حسن نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس نے آپؑ کو لکھا:

اما بعد! میں اپنے نفس کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور آپؑ کو یہی نصیحت کرتا ہوں اور اللہ نے اولین و آخرین کو بھی یہی نصیحت کی ہے۔

وہ لوگ جو اللہ کے دین اور اس کی نشر و اشاعت میں اللہ کے مددگار ہیں' ان میں سے بعض نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ اگرچہ آپ نے ہماری کوئی مدد نہیں کی۔ اس کے باوجود مجھے آپ پر ترس آ رہا ہے۔ میں نے تو حکومت وقت کے خلاف مسلح خروج کے

لیے مشورہ حاصل کرنے کے لیے دعوت دی تھی اور میں چاہتا تھا کہ آلِ محمدؐ کے تمام افراد کی رائے اور مرضی ایک ہو جائے مگر آپ نے ہم سے کوئی تعاون نہ کیا اور آپ چھپ کر بیٹھ گئے اور اس سے قبل آپ کے والد نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اور آپ کی طرف سے یہ کوئی بات بھی نہیں ہے۔ آپ لوگ قدیم سے ایسے امر کا دعویٰ کرتے ہیں جو آپ لوگوں کے لیے نہیں ہے اور آپ اس چیز کے آرزو مند ہیں جو خدا نے آپ کے لیے مقرر ہی نہیں کی۔ آپ لوگ گمراہی میں مبتلا ہیں۔ میں پھر آپ کو اس امر سے ڈراتا ہوں جس سے اللہ نے آپ کو ڈرایا ہے۔

اس کے جواب میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اسے یہ خط تحریر فرمایا:

موسیٰ بن ابی عبداللہ جعفر اور علی کی طرف سے اور یہ دونوں اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے کوشاں ہیں، یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے نام!

امابعد! میں بھی تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ سے ڈراتا ہوں اور میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کا عذاب بہت سخت اور اس کی سزا کامل ہوتی ہے اور میں تمہیں اور اپنے آپ کو تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ نصیحت کلام کی زینت اور نعمت کے باقی رہنے کا سبب ہے۔ تمہارا خط ملا جس میں تم نے میرے لیے تحریر کیا ہے کہ میں حکومت و اقتدار کا مدعی ہوں اور میرے والد بھی حکومت و اقتدار کے خواہش مند تھے۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے یہ باتیں ہمارے منہ سے کبھی نہ سنی ہوں گی۔ کراماً کاتبین ہر بات لکھ رہے ہیں اور قیامت کے دن ان باتوں کی باز پرس بھی ہوگی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا دار حرصِ دنیا سے فارغ ہی نہیں ہیں اسی لیے وہ فکرِ آخرت سے محروم ہیں اور وہ دنیا میں رہ کر اپنی آخرت تباہ کرنے میں مصروف ہیں۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں تمہاری قیادت خود سنبھالنے کا خواہش مند ہوں اور اسی لیے میں لوگوں کو تمہارے ساتھ شامل ہونے سے روک رہا ہوں۔ اچھی طرح سے سن لو جس قیادت کو تم اپنے پاس سمجھتے ہو اگر مجھے اس قیادت کی خواہش ہوتی تو مجھے اس سے

کون منع کر سکتا تھا کیونکہ خدا کے فضل سے مجھ میں نہ تو علمی کمزوری ہے اور نہ ہی مجھ میں بصیرت و حجت کی کمی ہے۔

اگر تم کو اپنے علم پر اتنا ہی ناز ہے تو پھر بتاؤ جسم انسانی ''عترف'' کیا ہے اور ''صہلج'' کیا چیز ہے؟ مجھے خط کے ذریعہ سے ان کے متعلق لکھو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلیفہ وقت کی نافرمانی سے باز آ جاؤ اور اس کے حلقہ اطاعت میں رہو اور تم خلیفہ سے مل کر اپنے لیے امان حاصل کر لو تا کہ کل کلاں ایسا نہ ہو کہ حکومت اپنے آہنی پنجے سے تمہاری گردن پکڑ لے اور تمہیں ایسی جگہ نہ ملے جہاں تم سکون کی سانس لے سکو۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَا اَنَّ الْعَذَابَ
عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (طٰهٰ:۴۷-۴۸)

''ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو اور ہماری طرف وحی کی گئی
کہ عذاب اس کے لیے ہے جو تکذیب کرے اور منہ پھیر لے''۔

راوی کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا یہ خط کسی طرح سے ہارون رشید کے ہاتھ لگ گیا۔ جب اس نے خط کو پڑھا تو وہ کہنے لگا:

لوگ تو مجھے موسیٰ کاظمؑ کے خلاف بھڑکاتے ہیں مگر اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ اس الزام سے بالکل آزاد ہیں۔ (الکافی' جلد ا' ص ۳۶۶)

حسین شہیدِ فخ کے انجام کی پیشین گوئی

عبداللہ بن جعفر طیار کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن مفضل نے بیان کیا کہ جب حسین بن علی (شہیدِ فخ) نے حکومت کے خلاف خروج کیا اور شاہی افواج کو شکست دے کر مدینہ پر قبضہ کر لیا تو اس وقت اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا اور اس نے آپؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا: فرزندِ عم! مجھے وہ تکلیف نہ دے جو تیرے ابن عم نفس زکیہ نے

میرے والد کو دی تھی اور اس کے جواب میں میرے والد نے اس کے قتل کی پیشین گوئی کی تھی اور اگر تم نے مجھے مجبور کیا تو شاید مجھے بھی وہی جواب دینا پڑے گا جو میرے والد نے نہ چاہتے ہوئے دیا تھا۔

حسین بن علی نے کہا: میں نے آپؑ کے سامنے ایک تجویز رکھی ہے اگر آپؑ چاہیں تو شامل ہو جائیں اور اگر آپؑ کی مرضی نہ ہو تو پھر ہم مجبور نہیں کریں گے۔

آپؑ نے اسے الوداع کیا اور روانہ ہوتے وقت آپؑ نے فرمایا:

ابن عم! آپ قتل ہو جائیں گے' لوگ فاسق ہیں زبان سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور دلوں میں شرک چھپائے ہوئے ہیں۔ میں تم لوگوں کی موت پر اللہ سے صبر اور اجر کا سوال کرتا ہوں۔

آپؑ کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور مکہ کے قریب مقام فخ پر حسین شہید ہو گئے۔ (الکافی' جلد۱' ص ۳۶۶)

درخت اور اطاعت امامؑ

ابراہیم بن اسحاق نے محمد بن فلاں رافعی سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میرا ایک چچازاد بھائی تھا جس کا نام حسن بن عبداللہ تھا اور وہ بڑا عبادت گزار اور زاہد انسان تھا۔ اس کی عبادت کا دُور دُور تک شہرہ پھیلا ہوا تھا اور بادشاہ تک آ کر اس کی زیارت کرتے تھے اور وہ بعض اوقات بادشاہ کو بھی کھری کھری سنا دیتا تھا اور بادشاہ بھی اسے خدا کا نیک بندہ سمجھ کر اس کی باتیں برداشت کرتا تھا۔ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ پھر ایک دن امام موسیٰ کاظم مسجد میں تشریف لائے۔ آپؑ نے اسے دیکھا تو آپ اس کے قریب گئے اور اس سے فرمایا:

ابوعلی! میں تمہاری عبادت و زہد کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں لیکن تمہارے اندر ایک کمی ہے اور وہ ہے معرفت کی کمی۔ جاؤ اور جا کر معرفت حاصل کرو۔

اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان، کیسی معرفت؟

آپؑ نے فرمایا: جاؤ اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرو اور علمِ حدیث سیکھو۔

اس نے عرض کیا کہ میں کس سے یہ علم حاصل کروں؟

آپؑ نے فرمایا: تم مدینہ کے فقہاء کے پاس جاؤ۔ پھر ان احادیث کو میرے سامنے آ کر پیش کرو۔

اس شخص نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا اور وہ فقہائے مدینہ کے پاس جا کر ان سے علم حاصل کرتا تھا اور اسے لکھ کر امام علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔

آپؑ نے اس کی لکھی ہوئی تمام روایات پر قلم تنسخ پھیر دیا اور فرمایا:

جاؤ اور ابھی علم معرفت حاصل کرو۔

اس شخص کو بھی علمِ دین کا بہت شوق تھا۔ وہ فقہائے مدینہ کے پاس جاتا رہا۔ مگر اس کی نگاہیں ہمیشہ آپ پر مرکوز رہتی تھیں کہ کوئی موقع ملے تو ان سے ہی معرفت حاصل کروں۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ امام ابوالحسن اپنی زمینوں پر جا رہے تھے اس نے آپؑ کو جاتے ہوئے دیکھا تو وہ آپؑ کے پیچھے ہولیا اور راستے میں اس نے آپؑ سے ملاقات کی اور اس نے آپؑ سے کہا:

میں آپؑ پر قربان، قیامت کے دن میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آپؑ کے خلاف دعویٰ کروں گا اور کہوں گا کہ خدایا! انہوں نے مجھے معرفت سے آگاہ نہیں نہیں کیا تھا۔

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

اچھا بیٹھ جاؤ اور معرفت حاصل کرلو۔ پھر آپؑ نے اسے بتایا کہ امیر المومنین علیہ السلام رسولؐ مقبول کے صحیح جانشین ہیں اور حضرات شیخین نے انہیں ان کے حق سے محروم کیا تھا۔

حسن بن عبداللہ نے آپ کے تمام دلائل تسلیم کر لیے اور اس نے پوچھا کہ آپؑ مجھے سلسلۂ امامت کے افراد کے نام بتائیں۔

آپؑ نے حضرت علی علیہ السلام سے لے کر امام جعفر صادق علیہ السلام تک چھ ائمہؑ کا نام لیا اور جب ان کی اپنی باری آئی تو آپؑ خاموش ہو گئے۔

حسن بن عبداللہ نے عرض کیا: مولا! یہ بتائیں کہ دورِ حاضر کا امام کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر میں تمہیں بتا دوں تو کیا تم مان لو گے؟

اس نے کہا: جی ہاں، میں ضرور تسلیم کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: دورِ حاضر کا امام میں ہی ہوں۔

اس نے کہا: آپؑ کی امامت کی کوئی دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم سامنے کھڑے ہوئے درخت کے پاس جاؤ اور جا کر اس سے کہو کہ موسیٰ بن جعفر تمہیں حکم دیتے ہیں کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

حسن بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے جا کر درخت کو امام کا پیغام دیا تو زمین شگافتہ ہو گئی اور وہ درخت زمین کے سینے کو چیرتا ہوا آپؑ کے سامنے آ گیا۔

پھر آپؑ نے اسے واپسی کا اشارہ کیا تو وہ پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ آپؑ کا یہ معجزہ دیکھ کر وہ آپؑ کی امامت پر ایمان لایا اور خاموشی کو اپنا وطیرہ بنا لیا اور لوگوں سے گفتگو کرنا بند کر دی۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۳۵۲)

ایک نصرانی عالم کا مشرف بہ اسلام ہونا

یعقوب بن جعفر بن ابراہیم سے روایت ہے کہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں مقام عُریض پر موجود تھا۔ ایک نصرانی شخص آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

حضرت! میں بڑی دُور دراز سے سفر کی مشقتیں برداشت کر کے آپؑ کے پاس آیا ہوں اور تیس سال سے میں اللہ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں کہ وہ مجھے دین حق کی رہنمائی کرے اور اپنے کسی بہترین بندے اور بہترین عالم کی ملاقات کا شرف بخشے۔

ایک رات خواب میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھے دمشق کے بالائی حصہ میں

رہائش پذیر ایک عالم کی رہنمائی کی۔ چنانچہ میں نے سفر کیا اور اس کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے گفتگو کی۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں اپنے دین کا بڑا عالم ہوں مگر اس دنیا میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو مجھ سے بڑا عالم ہے۔

میں نے کہا کہ آپؒ اس عالم کی رہنمائی کریں میں صعوبت سفر برداشت کر کے ان کے پاس جاؤں گا۔ میں نے تلاشِ حق کے لیے انجیل پڑھی، مزامیر داؤدؑ پڑھے اور میں نے تورات کے اسفار اربعہ کا مطالعہ کیا اور میں نے قرآن مجید کا بھی تفصیل سے مطالعہ کیا ہے۔

اس عالم نے مجھ سے کہا: اگر تم نصرانیت کے علم کے خواہش مند ہو تو عرب و عجم میں مَیں ہی نصرانیت کا بڑا عالم ہوں اور اگر تم یہودیت کے علم کے متلاشی ہو تو باطی بن شراجیل سامری یہودیوں کا سب سے بڑا عالم ہے۔

اور اگر تم اسلام، تورات و انجیل و زبور اور کتابِ ہود اور صحف انبیاء اور آسمان سے نازل ہونے والی ہر خبر خیر کے جاننے کے خواہش مند ہو تو میں ان تمام اشیاء کے عالم کی طرف تیری رہنمائی کرتا ہوں۔ اگر تم کچھ حق و صداقت کو جاننے کے خواہش مند ہو تو پھر تم اس کے پاس چلے جاؤ۔ اگر سواری نہ ہو تو پیدل چل کر جاؤ۔ اگر قدم چلنے سے انکار کردیں تو گھٹنوں کے بل جاؤ اور اگر تمہارے گھٹنے بھی جواب دے جائیں تو گھسٹتے ہوئے جاؤ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سر کے بل جاؤ۔

میں نے اس عالمِ نصرانیت سے کہا: ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں جسمانی طاقت اور مال صرف کر کے ان کے پاس چلا جاؤں گا۔

اس نے کہا: اگر ایسا ہے تو تم فوراً یثرب چلے جاؤ۔

میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ''یثرب'' کہاں واقع ہے؟

اس نے کہا: اچھا اگر تم یثرب کے نام سے واقف نہیں تو اس شہر کو مدینۃ الرسولؐ بھی کہا جاتا ہے تم وہاں چلے جاؤ۔ اس شہر کی طرف ہی نبی عربیؐ نے ہجرت کی تھی اور اس

وقت اس نبی کا وصی وہاں موجود ہے۔ جب تم وہاں پہنچو تو بنی نجار کا محلّہ پوچھ لینا وہ مسجد نبویؐ کے بالکل قریب ہے اور وہاں کا والی ان کا مخالف ہے اور وہ ان پر تشدد کرتا رہتا ہے اور خلیفہ تو وہاں کے والی سے بھی ان پر زیادہ سخت ہے۔ پھر وہاں جا کر بنی عمر بن مبذول کو دریافت کرنا وہ لوگ بقیع زبیر میں رہتے ہیں اور وہاں پہنچ کر موسیٰ بن جعفر کا مکان پوچھ لینا اور معلوم کر لینا کہ وہ سفر میں ہیں یا گھر پر موجود ہیں۔ اگر بالفرض وہ سفر میں ہوں تو تم وہاں جا کر ان سے ملاقات کرو۔ وہ قریب ہی کہیں گئے ہوں گے۔ جب ان کی خدمت میں پہنچ جاؤ تو ان سے کہنا کہ شام کی بلندی پر رہنے والے ''مطران'' نے مجھے آپؑ کی نشاندہی کی ہے اور وہ آپؑ کو بہت سلام کہتا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے آپؑ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

یہ سارا واقعہ اس نے کھڑے ہو کر عصا پر ٹیک لگا کر بیان کیا۔ پھر اس نے کہا: اگر آپؑ اجازت دیں تو میں آپؑ کے سامنے سینہ پر ہاتھ باندھ کر بیٹھ جاؤں؟

آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ لیکن سینہ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھو۔

وہ بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ازراہ ادب اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور کہا:

اگر آپؑ کی طرف سے اجازت ہو تو میں کچھ کہوں؟

آپؑ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ تم اسی مقصد کے لیے تو آئے ہو۔

نصرانی نے کہا: آپؑ میرے سردار کے سلام کا جواب تو دیں کیا آپؑ اسے سلام و تسلیم نہیں کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر خدا نے اس کی ہدایت کر دی ہے تو پھر اس پر سلام و تسلیم ہو۔

نصرانی نے کہا: خدا آپؑ کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے آپؑ یہ بیان کریں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حٰمٓ ○ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا

مُنۡذِرِیۡنَ ○ فِیۡهَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ○ (دخان: ۱-۴)

ان آیات کی باطنی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: حٰمٓ سے محمد مصطفیٰؐ کی ذات مراد ہے اور کتاب ہود میں آپ کا نام حٰمٓ بیان کیا گیا ہے اور اصل میں اسم محمد کے پہلے اور آخری حروف کو کاٹ کر یہ لفظ بنایا گیا ہے۔

"کتاب مبین" سے امیر المومنین علیہ السلام مراد ہیں۔

لَیۡلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ سے حضرت فاطمہ زہراؑ مراد ہیں۔

فِیۡهَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ سے مقصود یہ ہے کہ اس سے خیر کثیر حاصل ہوگا اور اس کی نسل میں سے مسلسل مرد حکیم پیدا ہوتے رہیں گے۔ ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا اور یوں ہی اہلِ حکمت کا سلسلہ ان کی نسل میں جاری رہے گا۔

نصرانی نے کہا: یہ بتائیں کہ اس سلسلہ کا پہلا مرد حکیم کون ہے اور آخری مرد حکیم کون ہے؟ اور یہ سب حکیم مرد کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

ان کی صفات تو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اس سلسلے کا آخری حکیم بھی اسی نسل سے ہوگا اور اس کی صفات تمہاری کتابوں میں بھی موجود ہیں اگر تم لوگ اپنی سابقہ روش کے تحت تحریف نہ کرو تو تمہیں ان میں اس کی صفات نظر آ سکتی ہیں۔

نصرانی نے کہا: آپؑ جو کچھ فرمائیں گے میں اسے ہرگز نہیں چھپاؤں گا اور نہ ہی آپؑ کی تکذیب کروں گا اور آپؑ جانتے ہیں کہ میں جھوٹ کا عادی نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپؑ کو جو علم دیا ہے اور اس نے آپؑ کو جو نعمات عطا کی ہیں نہ تو کوئی ان پر پردہ ڈال سکتا ہے اور نہ ہی ان کا جھٹلانا ممکن ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا یہ بتاؤ کہ مادرِ مریمؑ کا نام کیا تھا اور یہ بتاؤ کہ حضرت مریمؑ کے اندر حضرت

عیسیٰؑ کی روح کس دن پھونکی گئی تھی؟ وہ کون سا دن تھا اور وہ کون سی ساعت تھی جب حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو جنم دیا تھا؟

نصرانی نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا میں تمہیں بتاتا ہوں۔ مادرِ مریمؑ کا عبرانی نام ''مرثا'' اور عربی نام ''وہیبہ'' ہے۔ جس دن حضرت مریمؑ حاملہ ہوئی تھیں وہ جمعہ کا دن تھا اور زوال کا وقت تھا اور یہی وہ دن ہے جس میں روح الامین اترے تھے اور یہ دن مسلمانوں کے ہاں عید کا درجہ رکھتا ہے اور ہمارے نبیؐ نے اس دن کا احترام کیا ہے اور انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کو عید اور خوشی کا دن قرار دو۔

اور سنو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت منگل کے روز ہوئی تھی اور دن کی ساڑھے چار گھڑیاں گزر چکی تھیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو کس نہر کے کنارے جنم دیا تھا؟

اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ نہر فرات تھی اس نہر کے کنارے کھجور اور انگور کثرت سے پائے جاتے ہیں اور کھجور و انگور کے لیے نہر فرات کی وادی باقی تمام زمینوں سے ممتاز ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: وہ دن جس میں ان کی زبان خاموش رہی اور انہوں نے چپ کا روزہ رکھا اور قیدوس نے اپنی اولاد اور متبعین کو آواز دی اور انہوں نے بڑھ کر ان کی مدد کی اور آلِ عمران کو نکال لائے تاکہ وہ مریمؑ کو دیکھیں اور ان لوگوں نے حضرت مریمؑ سے جو کچھ کہا تھا اس کا ذکر تمہاری کتابوں میں بھی ہے اور ہماری کتاب میں بھی ہے۔ کیا تم اس کو سمجھتے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں، میں نے آج ہی اس واقعہ کی تلاوت کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو تم اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پاؤ گے کہ اللہ تمہاری ہدایت کرے گا۔

نصرانی نے کہا: اچھا یہ بتائیں سریانی اور عربی زبان میں میری ماں کا نام کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: تیری ماں کا نام عنقالیہ اور تیری دادی کا نام عنقورہ تھا اور عربی میں تیری ماں کا نام موہیہ تھا اور تیرے باپ کا نام عبدالمسیح تھا اور میں اس کا نام عبداللہ رکھ رہا ہوں کیونکہ مسیح کا عبد کوئی بھی نہیں ہے۔

نصرانی نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔ اچھا یہ بتائیں کہ میرے دادا کا کیا نام تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا نام جبریل تھا اور میں اپنی طرف سے اس کا نام تبدیل کر کے اسے عبدالرحمٰن کا نام دیتا ہوں۔

نصرانی نے کہا: کیا وہ خدا کا فرمانبردار بندہ نہ تھا؟

آپؑ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ وہ تو شہید بھی ہوا تھا اور اہلِ شام کے لشکر نے اس کے گھر میں گھس کر اسے قتل کیا تھا۔

نصرانی نے کہا: اچھا یہ بتایئے کنیت سے پہلے میرا نام کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: تمہارا نام عبدالصلیب تھا۔

نصرانی نے کہا: تو آپؑ اب میرا کیا نام تجویز کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں تیرا نام عبداللہ رکھ رہا ہوں۔

اس نے کہا: میں خداوند عظیم پر ایمان لاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ واحد لاشریک ہے۔ وہ فرد اور صمد ہے اور اس کی صفات وہ نہیں ہیں جو نصاریٰ اس کے لیے تجویز کرتے ہیں اور یہودیوں اور مشرکین کی بیان کردہ صفات سے بھی وہ منزہ ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے عبد اور اس کے رسول ہیں اور اللہ نے انہیں ہر سفید فام اور سیاہ فام کے لیے مبعوث کیا ہے۔ جس نے انہیں دیکھنا چاہا اس نے انہیں

دیکھا اور جس نے ان سے ہدایت حاصل کرنا چاہی اسے ہدایت نصیب ہوئی جب کہ اہلِ باطل کے مشاہدہ سے اندھے ہی رہے اور وہ اپنے دعوؤں میں گمراہ تھے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ان کے ولی اور نائب نے جو بات بھی کہی ہے وہ حکمت سے بھرپور تھی۔ اور حضرت محمدؐ سے پہلے جتنے بھی انبیاء آئے انہوں نے حکمت و دانش کی باتیں کہیں اور لوگوں کو خدا کی باتوں کی تعلیم دی اور وہ ہمیشہ باطل اور اہلِ باطل اور اہلِ رجس سے دُور رہے اور انہوں نے گمراہی کے راستوں کی کبھی پیروی نہیں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی تاکہ لوگوں کو اطاعت الٰہی کا راستہ مل سکے اور نافرمانی کے غلط راستوں سے بچ سکیں۔ تمام انبیاء خدا کے دوست تھے اور دین خداوندی کے ناصر اور حامی تھے۔ انہوں نے لوگوں کو نیکی کا حکم دیا۔ میں اس سلسلہ ہدایت کے ہر صغیر و کبیر پر ایمان لایا اور میں رب العالمین پر ایمان لایا۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی زنار نوچ کر پھینک دی اور سونے کی جو صلیب اس نے گردن میں ڈال رکھی تھی وہ بھی اس نے توڑ ڈالی۔ اس کے بعد اس نے کہا: آپ حکم کریں کہ یہ چیزیں میں کس کو تصدق کروں؟

آپؑ نے فرمایا: یہاں تمہارا ایک بھائی رہتا ہے وہ بھی تمہاری طرح سے پہلے نصرانی تھا اور اس کا تعلق بنی ثعلبہ کے قبیلہ سے ہے وہ بھی تمہاری طرح سے اسلام لایا ہے۔ تم یہ نیکی کا سلوک اس کے ساتھ کرو۔ مگر میری طرف سے ایک بات یاد رکھنا کہ میں تم سے یہ وعدہ نہیں کرتا کہ میں تم دونوں کو اسلام میں تمہارا کوئی حق دلا سکوں گا۔

اس نے کہا: خدا آپ کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے۔ خدا نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے اور میں کسی کی مالی امداد کا ہرگز محتاج نہیں ہوں۔ میں اپنے وطن میں تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ چھوڑ کر آیا ہوں۔ میرے حق سے زیادہ تو آپ کا حق میرے مال میں بنتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اب تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہو تمہارا نسب

بدستور باقی رہے گا اور اسلام کی وجہ سے وہ تبدیل نہ ہوگا۔

وہ شخص پکا مسلمان بن گیا اور آپؑ نے بنی فہر کی ایک خاتون سے اس کا نکاح کرا دیا اور صدقات امیر المومنینؑ میں سے آپ نے پچاس دینار اس کا حق مہر ادا کیا اور اس کو ایک خادم دیا اور اس کے رہنے کے لیے آپؑ نے اسے ایک مکان عنایت فرمایا اور جب تک آپؑ مدینہ میں رہے وہ نومسلم بھی آپؑ کی ہمسائیگی میں زندگی بسر کرتا رہا اور جب آپؑ کو زندان میں ڈالا گیا تو وہ آپؑ کی قید کے اٹھائیس دن بعد وفات پا گیا۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۴۷۸۔ عوالم العلوم، جلد ۲۱، ص ۲۹۷۔ حلیۃ الابرار، جلد ۲، ص ۲۳۶۔ تفسیر البرہان، جلد ۴، ص ۱۵۷)

ایک راہب اور راہبہ کا مشرف بہ اسلام ہونا

یعقوب بن جعفر کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ اتنے میں نجران یمن کا رہنے ولا ایک راہب آیا اور اس کے ساتھ ایک راہبہ بھی تھی اور ان دونوں نے فضل بن سوار سے درخواست کی کہ وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ان کی ملاقات کرا دے۔

آپؑ نے فرمایا: ان دونوں سے کہو کہ وہ کل ''ام خیر'' کے کنوئیں پر آجائیں اور وہاں ان سے گفتگو ہوگی۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم دوسرے دن مقررہ مقام پر گئے تو وہ دونوں بھی وہاں پہنچ گئے۔ آپؑ نے اپنے غلاموں کو چٹائیاں بچھانے کا حکم دیا۔ آپؑ چٹائی پر بیٹھ گئے اور دونوں مہمان بھی چٹائی پر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد راہبہ نے سوالات کیے اور اس نے آپ سے بہت سے مسائل پوچھے۔ آپ نے ہر مسئلہ کا تسلی بخش جواب دیا۔ اس کے بعد آپؑ نے اس سے کچھ مسائل پوچھے تو وہ جواب نہ دے سکی اور جب وہ مسائل کے جواب سے عاجز آ گئی تو اس

نے اسلام قبول کرلیا۔

اس کے بعد راہب نے آپؑ سے بہت سے سوال کیے اور آپؑ نے ہر سوال کا علمی جواب دیا۔

راہب نے کہا کہ میں اپنے دین کا ایک زبردست عالم ہوں اور قوم نصاریٰ میں کوئی شخص بھی میرے پائے کا عالم نہیں ہے اور ایک مرتبہ میں نے سنا کہ ہندوستان میں ایک خدا کا بندہ رہتا ہے جو جب بھی چاہتا ہے تو بیت المقدس میں ایک ہی شب و روز میں پہنچ جاتا ہے۔ وہ بیت المقدس کا حج کرتا ہے اور حج سے جیسے ہی فارغ ہوتا ہے اپنے ملک ہندوستان پہنچ جاتا ہے۔

میں نے لوگوں سے کہا کہ ہندوستان تو بہت وسیع ملک ہے وہ ہندوستان میں کہاں قیام پذیر ہے؟

لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ ''سندان'' میں رہتا ہے۔

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کے پاس ایسی کوئی سی چیز ہے جس کی وجہ سے اسے یہ قدرت حاصل ہوئی ہے؟

لوگوں نے کہا کہ اس کے پاس وہ اسم اعظم ہے جو حضرت سلمان کے وزیر آصف کے پاس تھا جس کے ذریعے سے انہوں نے چشمِ زدن میں تخت بلقیس کو ملک سبا سے حاضر کیا تھا اور اس واقعہ کا تذکرہ تمہاری کتاب قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس راہب سے فرمایا:

اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ کے ایسے کتنے نام ہیں جن کے ذریعے سے دعا کی جائے تو دعا رد نہیں ہوتی؟

راہب نے کہا: ویسے تو اللہ کے بہت سے نام ہیں مگر یقینی نام صرف سات ہیں جن کے ذریعے سے سائل کی دعا رد نہیں ہوتی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

ان میں سے تم کو جو نام یاد ہوں مجھے وہ نام بتاؤ۔

راہب نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی اور جس نے عیسیٰؑ کو عالمین کے لیے باعثِ عبرت اور اہلِ عقل کے لیے ذریعہ شکر بنایا' جس نے محمد کو رحمت کائنات اور برکت کا وسیلہ اور علی کو عبرت و بصیرت اور ان کی نسل کو اوصیاء قرار دیا' مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ اسمائے الٰہی کون سے ہیں اور اگر بالفرض مجھے ان کا علم ہوتا تو میں آپؑ سے اس سلسلہ میں کلام ہی کیوں کرتا اور آپؑ سے دریافت کرنے کے لیے یہاں حاضر نہ ہوتا۔

حضرت ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا ان باتوں کو رہنے دو۔ تم اس مرد ہندی کا واقعہ بیان کرو۔

راہب نے کہا: میں نے اس کے متعلق لوگوں سے یہ بات سنی ہے کہ اس کے پاس کچھ اسماء ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا ہیں اور ان کا ظاہر و باطن کیا ہے اور وہ کیسے ہیں اور وہ ہندی ان کے ذریعہ سے دعا کیسے کرتا ہے؟ چنانچہ یہ سب کچھ معلوم کرنے کی غرض سے میں نے ہندوستان کا سفر کیا اور مقام سندان پر جا پہنچا اور وہاں جا کر میں نے لوگوں سے اس مردِ خدا کے متعلق پوچھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس نے پہاڑ میں ایک دَیر بنایا ہوا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے بنائے ہوئے آشرم میں رہتا ہے اور پورے سال میں صرف دو مرتبہ ہی وہاں سے باہر نکلتا ہے۔

اہلِ ہند اس کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ نے اس کے دَیر میں ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ بغیر بوئے اور جوتے ہوئے اسی کی کھیتی ہو جاتی ہے۔

بہر نوع میں اس کی ملاقات کی حسرت لے کر اس کے بنائے ہوئے دَیر کے دروازے پر جا پہنچا اور وہاں تین دن ٹھہرا رہا۔ اس دوران میں نے دستک دینے کی جرأت نہ کی اور نہ ہی میں نے دروازہ کھلوانے کی کوئی تدبیر کی۔

چوتھے دن اللہ نے میری مدد کی اور ایک گائے آئی جس پر لکڑیاں لدی ہوئی تھیں

اور اس کے تھن زمین پر گھسٹ رہے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس کے تھنوں سے ابھی دودھ بہہ نکلے گا۔ گائے نے دروازے پر ٹکر ماری اور دروازہ کھل گیا اور میں اس گائے کے پیچھے اندر داخل ہوا اور جب میں اندر داخل ہوا تو میں نے اس مردِ خدا کو دیکھا تو کبھی وہ آسمان کی طرف نظر اٹھاتا تھا اور روتا تھا اور کبھی زمین کو دیکھ کر روتا تھا اور کبھی پہاڑوں کو دیکھ کر روتا تھا۔

میں آگے بڑھا اور میں نے اس سے کہا:

سبحان اللہ' آپ جیسا انسان اس زمانے میں ملنا ناممکن ہے۔

اس بندۂ خدا نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں اور میں اس عظیم انسان کی کرامات میں سے ایک ہلکی سی کرامت ہوں جسے تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

میں نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ آپ کے پاس اسمائے الٰہی میں سے اسم اعظم ہے جس کے ذریعہ سے آپ بیت المقدس جاتے ہیں پھر اپنے گھر واپس آجاتے ہیں۔

اس نے کہا: جانتے ہو کہ بیت المقدس کیا ہے اور کہاں واقع ہے؟

میں نے کہا: یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے سیدھی سی بات ہے کہ بیت المقدس ایک مقدس مذہبی شہر ہے جو کہ ملک شام میں واقع ہے اس کے علاوہ تو اور کوئی بیت المقدس نہیں ہے۔

اس نے کہا: تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے وہ شہر یروشلم ''بیت المقدس'' نہیں ہے۔ بیت المقدس تو آلِ محمدؐ کا گھر ہے۔

میں نے کہا: آپ یہ کیا کہتے ہیں ساری دنیا تو کہتی ہے کہ شہر یروشلم ہی بیت المقدس ہے۔

اس نے کہا: لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے جس بیت المقدس کی آپ بات کرتے ہیں وہاں تو انبیاء کے محراب عبادت ہیں ابتدا میں اسے ''خطیرۃ المحاریب'' کہا جاتا تھا۔ جب حضرت عیسٰیؑ اس جہاں سے چلے گئے اور محمد مصطفٰےؐ بھی مبعوث نہیں ہوئے تھے تو اس

زمانے کو ''زمانہ فترت'' کہا جاتا تھا اور اس درمیانی عرصہ میں اہلِ شرک نے اہلِ ایمان پر مصائب کے پہاڑ توڑے اور شیطان صفت حکام نے اہلِ ایمان پر مظالم ڈھائے اور اسی زمانے میں ایک ظلم یہ کیا گیا کہ لوگوں نے بہت سی چیزوں کے نام ہی بدل ڈالے۔ اور اسی چیز کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے۔

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ (النجم: ۲۳)

''یہ تو بس نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ دیئے ہیں جن کے متعلق اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی''۔

چنانچہ اسی رسم قبیح کے تحت ''حظیرۃ المحاریب'' کا نام لوگوں نے تبدیل کر کے بیت المقدس رکھ دیا۔

راہب نے کہا: حضور میں بہت دُور دراز ملک سے آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ کے ملنے کے لیے میں نے سمندروں اور دریاؤں کو پار کیا میں نے اس سفر میں سختیاں جھیلیں اور مصائب برداشت کیے۔ تو کیا اتنی مشکلات کے بعد بھی میں محروم رہوں اور میری صبح و شام مایوسی کی نذر ہو جائے؟

اس بندۂ خدا نے جواب دیا: میرا خیال ہے جس وقت تیری ماں نے تم کو اپنے رحم میں جگہ دی تھی اس وقت اس کے پاس کوئی مکرم فرشتہ موجود تھا۔ اور جب تم باپ کی صلب سے شکمِ مادر کی طرف منتقل ہوئے تو اس وقت تمہارا والد بھی پاکیزہ حالت میں تھا اور تمہاری ماں حالت طہر میں تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ تیرے والد نے اس رات کی فجر کے وقت تورات کا ''سفر رابع'' پڑھا تھا جس کی وجہ سے اس کا انجام اچھائی پر ہوا۔ تمہارے لیے میرا یہی مشورہ ہے کہ تم جس ملک سے آئے ہو وہیں پلٹ جاؤ اور تم شہر یثرب میں جاؤ جسے نبی کے ہجرت کا گھر ہونے کا شرف حاصل ہے اور جس شہر کو طیبہ کہا جاتا ہے اور جب اس شہر میں پہنچو تو مقام بقیع میں ''دار مروان'' کا پتہ چلاؤ اور تم وہاں تین دن قیام

کرو۔ وہاں دروازے پر ایک بوڑھا حبشی رہتا ہے جو چٹائیاں بناتا ہے تم اس سے نرمی و شفقت کا برتاؤ کرو اور اس سے کہو کہ مجھے ہند سے اس شخص نے آپ کے پاس بھیجا ہے جو آپ کے پاس آ کر قیام کرتا ہے اور وہ آپ کے گھر کے اس گوشے میں ٹھہرتا ہے جہاں چار لکڑیاں رکھی ہوئی ہیں۔ پھر تم اس سے فلاں بن فلاں کے متعلق پوچھ لینا کہ وہ کہاں ہیں اور وہ ادھر سے کب گزرا کرتے ہیں۔ وہ تم کو ان کی مصروفیات کے بارے میں پوری معلومات دے گا۔

میں نے اس بندۂ خدا سے پوچھا کہ بھلا یہ بتاؤ کہ جب میں ان سے ملوں تو میں ان سے کیا کہوں؟

مرد ہندی نے کہا: تم ان سے گذشتہ اور آنے والے زمانوں کی باتیں پوچھ سکتے ہو۔

یہ سن کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جس سے تم مل کر آئے ہو اس نے تو تمہیں تمام باتیں بتا دی تھیں اور اس نے کیا بچایا تھا؟

راہب نے کہا: میں آپؑ پر قربان! آپؑ مجھے اس بندۂ خدا کا نام تو بتائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا نام متمم بن فیروز ہے اور وہ فارس کا رہنے والا ہے۔ وہ خدائے واحد پر ایمان لایا اور اس نے یقین و اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کی لیکن اس کی قوم نے اس کی مخالفت کی تو وہ وطن سے بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حکمت عطا کی اور اسے صراط مستقیم کی ہدایت دی اور اسے بزم متقین کا ایک فرد بنایا اور اپنے مخلص بندوں میں اسی کا تعارف کرایا۔ وہ ہر سال حج کے لیے مکہ آتا ہے اور وہ ہر مہینے عمرہ کی سعادت حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے شکر کرنے والوں کو ایسی ہی جزا عطا فرماتا ہے۔

پھر اس راہب نے آپؑ سے بہت سے سوال کیے۔ آپؑ نے ہر مسئلہ کا شافی

جواب دیا۔ اس نے کچھ ایسی اشیاء کے متعلق بھی سوال کیے جس کے متعلق اسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ آپؑ نے ان سب مسائل کے تسلی بخش جواب دیئے۔

اس کے بعد راہب نے کہا: آپؑ ان آٹھ حروف کی نشان دہی کریں جن میں سے چار زمین میں ظاہر ہوئے اور چار ہوا میں معلّق رہ گئے۔ ان معلّق حروف کے متعلق بتائیں کہ وہ کس پر نازل ہوں گے اور کون ان کی تفسیر کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ چار معلّق حروف ہمارے قائم آلِ محمد علیہ السلام پر نازل ہوں گے اور وہی ان کی تفسیر کریں گے اور یہ چار حروف ایسے ہیں جو ان سے پہلے کسی پر بھی نازل نہیں ہوئے۔

راہب نے کہا جو حروف زمین پر اترے آپؑ ان میں سے مجھے دو حروف کے متعلق تو بتائیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

تم دو حروف کی بات ہی کیوں کرتے ہو میں تمہیں چاروں حروف ہی بتائے دیتا ہوں۔ ان میں سے پہلا حرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے"۔ دوسرا حرف مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے جو کہ جانِ اخلاص ہے' تیسرا حرف ہم اہلِ بیتؑ ہیں اور چوتھا حرف یہ ہے: "ہمارے شیعہ ہم سے ہیں اور رسولؐ خدا سے ہیں اور رسولؐ خدا کا تعلق اللہ سے ہے"۔

یہ سن کر راہب نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے قابل نہیں' وہ واحدہ لاشریک ہے اور محمد مصطفیٰؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں وہ حق ہے اور آپؑ حضرات اللہ کے منتخب افراد ہیں اور آپؑ کے شیعہ پاک اور مظلوم ہیں اور خدا کی طرف سے انہی کے لیے آخری کامیابی ہے اور اللہ کی حمد ہے جو تمام عالمین کا رب ہے"۔

اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کے لیے ریشم کا جبہ اور کوہستانی

قمیص اور ریشمی چادر اور موزہ اور ٹوپی منگوائی اور مذکورہ تمام چیزیں اُس کے سپرد کیں۔ پھر آپؑ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور اس سے فرمایا کہ اب تم اپنا ختنہ کرالو۔

اس نے کہا کہ میری ولادت کے ساتویں دن میرا ختنہ ہوا تھا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۴۸۱۔حلیۃ الابرار' جلد ۲' ص ۲۴۰۔عوالم العلوم' جلد ۲۱' ص ۳۰۲)

نااہل بھتیجے کی داستان

حضرتؑ کے بھائی علی بن جعفر صادق کا بیان ہے کہ ہم عمرہ رجب کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے وہاں میرا بھتیجا محمد بن اسماعیل میرے پاس آیا اور اس نے کہا:

چچا! میں بغداد جانا چاہتا ہوں اور میں اپنے چچا ابوالحسن (موسیٰ کاظم) کو الوداع کہنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپ بھی حضرت ابوالحسن کے پاس میرے ساتھ چلیں۔

چنانچہ میں نماز مغرب کے کچھ دیر بعد اسے ساتھ لے کر حضرت کے دروازہ پر گیا اور میں نے آپؑ کے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے میرے بھائی نے آواز دی: کون ہے؟

میں نے کہا: آپ کا بھائی علی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں ابھی آتا ہوں۔

میں نے کہا: جلد آیئے۔

آپؑ باہر آئے۔آپؑ نے رنگدار چادر گلے میں لپیٹی ہوئی تھی اور آپ ڈیوڑھی پر آکر بیٹھ گئے۔میں نے جھک کر آپ کے سر کا بوسہ لیا اور میں نے عرض کیا:

میں ایک کام کے لیے آپؑ سے مشورہ طلب کرنے کے لیے آیا ہوں اگر وہ کام بہتر ہوا تو خدا سے اس کی تکمیل کی درخواست کریں گے اور اگر غلط ہوا تو ہم سے غلطیاں بھی ہوا ہی کرتی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا بات ہے؟

میں نے کہا: آپؑ کا بھتیجا محمد اسماعیل بغداد جانا چاہتا ہے اور وہ آپؑ سے الوداع کرنے کے لیے آیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ وہ کچھ فاصلہ پر دور کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے بلایا تو وہ قریب آیا اور اس نے بھی آپؑ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے وصیت کریں۔

آپؑ نے فرمایا: میری وصیت یہی ہے کہ میرے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرنا۔

اس نے کہا: جو آپؑ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو خدا اسے تباہ و برباد کرے۔ پھر وہ آگے بڑھا اور دوسری بار آپؑ کے سر کو چوما اور کہا:

چچا! مجھے وصیت فرمائیں۔

آپؑ نے دوسری بار بھی یہی جواب دیا کہ میرے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرنا۔

اس نے کہا: جو آپؑ کے متعلق برائی کا ارادہ کرے خدا اسے تباہ و برباد کرے۔ پھر اس نے تیسری بار آپؑ کے سر کا بوسہ لیا اور کہا:

چچا! مجھے وصیت فرمائیں۔

آپؑ نے تیسری بار بھی یہی فرمایا کہ خدا کا خوف کرنا اور میرے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرنا۔

اس نے کہا کہ جو آپؑ کے متعلق برائی کا ارادہ کرے خدا اسے تباہ و برباد کرے۔ اس کے بعد وہ چلا گیا تو میرے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

علی! ذرا ٹھہرو۔

میں رک گیا۔ آپؑ گھر میں گئے اور مجھے بھی گھر میں بلایا۔ آپؑ نے ایک سو دینار کی ایک تھیلی میرے حوالے کی۔ میں نے اسے اپنی چادر کے ایک کونے میں باندھا۔ پھر آپؑ نے سو سو دیناروں کی دو تھیلیاں مزید عطا کیں اور اس کے بعد آپؑ نے ایک چمڑی سرہانہ کھولا۔ اس میں تین ہزار درہم تھے۔ آپؑ نے وہ درہم بھی میرے سپرد کیے اور

فرمایا:

تم یہ ساری رقم اپنے بھتیجے کو دے دو اور اس سے کہو کہ وہ اس رقم سے اپنی ضروریات پوری کرے اور بغداد نہ جائے۔

میں نے کہا: جب آپؑ کو اس کے متعلق یہ علم ہے کہ وہ بغداد جا کر آپؑ کے خلاف سازش کرے گا تو آپؑ اس پر یہ نوازش کیوں کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں اس سے صلہ رحمی کر رہا ہوں اور جب وہ قطع رحمی کرے گا تو خدا اس کی عمر کی رسی کاٹ دے گا۔

میں حضرتؑ کے گھر سے باہر آیا اور میں نے محمد اسماعیل کو حضرتؑ کا عطیہ پیش کیا تو وہ بے حد خوش ہوا اور میں یہ سمجھا کہ یہ اب بغداد نہیں جائے گا۔ مگر اس پر بدبختی غالب تھی وہ بغداد گیا اور دربار ہارون میں پہنچا اور اسے خلیفۃ المسلمون کہہ کر سلام کیا اور اس سے کہا:

عجیب بات ہے کہ اس وقت زمین پر دو خلیفے بیک وقت موجود ہیں۔ بغداد میں آپ خلافت کر رہے ہیں جب کہ میرے چچا موسیٰ بن معرف کو بھی لوگ خلیفۃ المسلمین کہہ کر سلام کرتے ہیں۔

ہارون نے اس کے لیے ایک لاکھ درہم انعام کا حکم دیا۔ ابھی اس کے پاس ہارون کی رقم نہیں پہنچی تھی تو اسے پیچش کا عارضہ لاحق ہوا اور بیت الخلا میں گیا تو اس کی آنتیں باہر آگئیں۔ طبیبوں نے اس کے علاج کی بڑی کوشش کی لیکن وہ تندرست نہ ہو سکا اور اس پر نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ اتنے میں ہارون کے نوکر انعام کی رقم لے کر آئے تو اس نے کہا:

اب میں رقم کو لے کر کیا کروں گا۔ میں تو مر رہا ہوں اور یوں وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۴۸۵)

درندوں کی زبان سے واقفیت

علی بن ابی حمزہ بطائنی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ مدینہ سے باہر اپنی ایک جاگیر کی دیکھ بھال کے لیے روانہ ہوئے۔ میں بھی آپؑ کے ساتھ ہولیا۔ آپؑ خچر پر سوار تھے جب کہ میں اپنے گدھے پر سوار تھا۔

جب ہم مدینہ سے کچھ فاصلہ پر پہنچے تو راستہ میں ہمیں ایک شیر دکھائی دیا۔ میں تو خوف کی وجہ سے رک گیا مگر امام موسیٰ کاظمؑ نے شیر کی پرواہ نہ کی اور چلتے رہے۔ جیسے ہی آپؑ شیر کے قریب گئے تو شیر آپؑ کے سامنے ادب سے جھک گیا اور ہمہمہ کرنے لگا۔ آپؑ اس کے پاس رک گئے اور اس کے ہمہمہ کو غور سے سننے لگے۔ شیر نے اپنا ایک پنجہ آپؑ کی زین پر رکھ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر میں بہت خوفزدہ ہوگیا۔ امام ابوالحسن نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ پھر آپؑ نے ہاتھ کے اشارہ سے شیر کو واپس جانے کا حکم دیا۔

شیر نے اپنی زبان میں ہمہمہ کہا۔ آپؑ اس کے جواب میں آمین آمین کہتے رہے۔ پھر شیر واپس چلا گیا اور ہماری نگاہوں سے غائب ہوگیا۔

شیر کے جانے کے بعد میں نے اپنی سواری کو تیز دوڑایا اور آپؑ کے ساتھ مل گیا۔

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! شیر کا معاملہ کیا تھا؟ میں اسے دیکھ کر ہی خوفزدہ ہوگیا تھا۔

حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: اس کی مادہ کو زچگی میں پریشانی پیش آئی تھی اور وہ میرے پاس دعا کرانے کے لیے آیا تھا۔ میں نے اس کی آسانی کے لیے دعا کی اور میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ وہ نر جنے گی۔

اس کے بعد شیر نے مجھ سے کہا:

آپؑ خدا کی حفظ و امان میں چلے جائیں اور میری دعا ہے کہ اللہ آپؑ اور آپؑ کی اولاد اور آپؑ کے کسی شیعہ پر کسی درندہ کو مسلط نہ فرمائے۔

میں نے آمین کہا۔

(ارشاد مفید' ص ۲۹۵-۲۹۶۔ مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۲۹۸۔ الخرائج والجرائح' جلد۲' ص ۶۴۹۔ عوالم العلوم' جلد۲۱' ص ۱۲۱)

شیرِ قالین کا مجسم ہونا

علی بن یقطین بیان کرتے ہیں کہ ہارون الرشید کو ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو حضرت امام موسیٰ بن جعفر کی بات کی کاٹ کرے اور ان کی امامت کو جھوٹا ثابت کر دے اور پھر ان کو پوری مجلس میں شرمندہ و خوار کرے۔ لہٰذا اس کام کے لیے کسی عامل کو بلایا گیا اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بھی اس دستر خوان پر دعوت دی گئی۔

چنانچہ جب دستر خوان بچھایا گیا اور اس پر کھانا لگا دیا گیا تو اس عامل نے تمام روٹیوں پر جو امام کے سامنے رکھی تھیں اپنا موکل مقرر کر دیا۔ جس کے نتیجے میں حضرت امامؑ کا نوکر جو امامؑ کے نزدیک بیٹھا تھا' جب بھی روٹی کی طرف ہاتھ بڑھاتا روٹی اس کے سامنے سے اڑ جاتی۔ یہ دیکھ کر ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور بہت ہنسا۔

یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے سر اوپر کیا اور پردے پر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی تو اسے آواز دے کر فرمایا:

اے خدا کے شیر! اس دشمنِ خدا کو چیر پھاڑ کر اپنی خوراک بنا لے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کے حکم سے وہ مجسم تصویر زندہ شیر کی شکل میں تبدیل ہو گئی اور اس موکل پر جھپٹی اور چیر پھاڑ کر چٹ کر گئی۔ یہ دیکھتے ہی ہارون اور اس کے ساتھی منہ کے بل غش کھا کر گر پڑے۔ وہ سب کے سب حواس باختہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد جب ہارون ہوش میں آیا تو اس نے امام سے عرض کی:

آپؑ کو میرے حق کی قسم! آپؑ اس تصویر کو حکم دیں کہ وہ اس شخص کو واپس کر دے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر موسیٰ کے عصا نے جادوگروں کی ان رسیوں کو جو سانپ کی شکل میں تھیں نگل کر پھر اُگل دیا ہوتا تو یہ تصویر بھی تیرے اس نگلے ہوئے شخص کو واپس اُگل دیتی۔

زندان سے رہائی کی دعا

فضل بن ربیع کے ایک ساتھی نے فضل بن ربیع سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک رات میں اپنے بستر پر کنیز کے ساتھ محوِ خواب تھا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ میں چونک پڑا۔ کنیز نے کہا: کچھ نہیں' ہوا کی وجہ سے یہ آواز پیدا ہوئی ہوگی۔ ابھی چند لحات ہی گزرے تھے کہ میرے کمرے کا دروازہ کھلا اور ہارون رشید کا غلام خاص مسرور کبیر اندر آیا اور اس نے سلام تک نہ کیا اور مجھ سے کہا:

تجھے اس وقت خلیفہ نے یاد کیا ہے۔

نصف شب کے وقت میں یہ پیغام سن کر پریشان ہوگیا اور دل میں سوچا کہ یہ خلیفہ کا خاص غلام ہے اور رات کے اس وقت میری اجازت کے بغیر اندر آیا ہے اور اس نے مجھے سلام تک بھی نہیں کیا۔ ہو نہ ہو ہارون کسی بات پر مجھ سے ناراض ہوگیا ہے اور اس وقت مجھے دربار میں بلا کر قتل کرانا چاہتا ہے۔

یہ خیال آتے ہی میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور مجھے اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ اس سے کہوں کہ کچھ دیر انتظار کرلو تاکہ میں غسلِ جنابت ہی کرسکوں۔

جب کنیز نے میری پریشانی دیکھی تو اس نے کہا کہ خوف نہ کرو اور خدا پر توکل کرو۔ چنانچہ اس کے ہمت بندھانے پر میں اٹھا اور لباس تبدیل کر کے مسرور کے ساتھ روانہ ہوا اور خلیفہ کے محل میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ خلیفہ اپنے بستر پر نیم دراز تھا۔

میں نے اسے سلام کیا اس نے مجھے جواب سلام دیا اور خلیفہ کے رعب و دہشت کی وجہ سے میں بے ہوش کر گر پڑا۔

جب مجھے ہوش آیا تو خلیفہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تو انتہائی خوفزدہ ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں' ایسا ہی معاملہ ہے۔

اس نے کہا: اچھا تم اپنا خوف دور کرو اور لاان (باغ) میں کچھ دیر چہل قدمی کرلو۔ چنانچہ میں نے کچھ دیر چہل قدمی کی اور میرے حواس بجا ہوئے تو ہارون نے مجھ سے کہا:

جاؤ اور موسیٰ بن جعفر کو زندان سے نکالو اور انہیں تیس ہزار درہم پانچ پوشاکیں اور تین سواریاں دو اور ان سے کہو کہ انہیں ہماری طرف سے اختیار ہے چاہیں تو یہاں رہیں یا اپنے وطن واپس لوٹ جائیں۔

میں نے کہا: امیرالمومنین! کیا آپ مجھے موسیٰ بن جعفر کی رہائی کا حکم دے رہے ہیں؟

رشید نے کہا: ہاں' الغرض میں نے اس سے تین بار یہی سوال کیا اور اس نے ہر بار ہاں کہی۔

تیسری مرتبہ اس نے ناراض ہو کر مجھ سے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ میں اپنے عہد کی خلاف ورزی کروں؟

میں نے کہا: امیرالمومنین! کیسا عہد اور کس کے ساتھ عہد؟

اس نے کہا کہ آج رات میں اپنے بستر پر نیند کے مزے لے رہا تھا کہ اچانک ایک خوفناک حبشی میرے سینہ پر سوار ہو گیا اور یقین کرو کہ اس سے زیادہ قوی ہیکل حبشی میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس نے میری گردن دبا کر کہا:

ظالم! تو نے موسیٰ بن جعفرؑ کو قید کر رکھا ہے؟

میں نے کہا کہ میں ابھی ابھی انہیں رہا کرتا ہوں اور انہیں اپنی طرف سے عطیہ اور پوشاک بھی دوں گا خدا کے لیے تو مجھے چھوڑ دے۔ اس نے مجھ سے اللہ کی قسم لی اور

پختہ عہد لیا اور پھر وہ میرے سینہ سے اترا اور اس وقت میری کیفیت یہ تھی کہ میں اپنے آپ کو موت کے چنگل میں پڑا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ رہائی کا حکم لے کر میں قید خانے میں امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس پہنچا' دیکھا تو آپؑ نماز میں مصروف تھے۔ میں نے کچھ انتظار کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے انہیں رہائی کا مژدہ سنایا اور خلیفہ کے عطیات کی فہرست سے بھی انہیں آگاہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا: ان باتوں کو رہنے دو اور اگر تمہیں کوئی اور حکم (قتل) ملا ہے تو تم اس پر عمل درآمد کرو۔

میں نے کہا: ہرگز نہیں مجھے آپؑ کے ناناؐ کی رسالت کی قسم! مجھے ہارون نے وہی حکم دیا ہے جو میں نے آپؑ تک پہنچایا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اور کچھ نہیں کہا۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس کی کسی سواری اور پوشاک اور رقم کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کی تمام چیزوں میں افرادِ اُمت کے حق کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

میں نے کہا: آپؑ کو خدا کی قسم! آپ یہ تمام چیزیں لے لیں ورنہ وہ غصہ میں آجائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو پھر میں اس کی دی ہوئی چیزوں کو مستحقین میں خود ہی تقسیم کروں گا۔

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! اتنے بڑے ظالم سے آپؑ کو نجات کیسے ملی اور آپؑ نے ایسا کون سا عمل کیا جس کی وجہ سے وہ آپؑ کو رہا کرنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے آپؑ کو رہائی کی خوشخبری دی ہے اور میں نے ہی آپؑ کو قید سے رہا کیا ہے لہٰذا آپؑ پر میرا حق ہے کہ آپؑ مجھے اس مخصوص عمل سے مطلع فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا:

سنو! بدھ کی شب مجھے رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

موسیٰ! تم کو ظلم سے قید کر دیا گیا؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ! مجھے ظلم کے ساتھ قید میں ڈالا گیا ہے۔

آنحضرتؐ نے تین بار مجھ سے یہی سوال کیا اور تینوں بار میں نے ایک ہی جواب دیا۔ پھر آنحضرتؐ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَإِنْ أَدْرِيْ لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ (الانبیاء:۱۱۱)

پھر آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:

کل صبح روزہ رکھو اور جمعرات اور جمعہ کے دن بھی روزہ رکھو۔ جمعہ کے دن افطار کے وقت بارہ رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو اور جب چار رکعت نماز پڑھ لو تو سجدہ کرو اور سجدہ میں یہ دعا پڑھو:

يَا سَابِقَ الْفَوْتِ يَاسَامِعَ صَوْتٍ يَامُحْيِيَ الْعِظَامِ وَهِيَ رَمِيْمٌ
بَعْدَ الْمَوْتِ أَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْأَعْظَمِ أَنْ تُصَلِّيَ
عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلٰى أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ
الطَّاهِرِيْنَ وَأَنْ تُعَجِّلَ لِيَ الْفَرَجَ مِمَّا أَنَا فِيْهِ

چنانچہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نماز پڑھی تو خدا نے مجھے اس کے پنجۂ استبداد سے رہائی دلائی۔ (عیون اخبار الرضا، جلد۱، ص۷۳۔ حلیۃ الابرار، جلد۲، ص۲۶۲۔ عوالم العلوم، جلد۲۱، ص۲۸۹)

دعائے کفایۃ البلاء

عبداللہ بن فضل نے اپنے باپ فضل بن ربیع سے روایت کی، اس نے کہا کہ میں ہارون کا خصوصی دربان تھا۔ ایک دن وہ غصہ میں تھراتا ہوا اور تلوار چمکاتا ہوا میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا:

فضل! مجھے اپنی قرابتِ رسول کی قسم ہے اگر تو میرے ابن عم کو گرفتار کر کے ابھی میرے پاس لے کر نہ آیا تو میں اس تلوار سے تیری آنکھیں نکال لوں گا۔

میں نے کہا: میں کس کو گرفتار کر کے لاؤں؟

ہارون نے کہا: تم مردِ حجازی کو گرفتار کر کے لاؤ۔

میں نے کہا: کس مردِ حجازی کو گرفتار کروں؟

ہارون نے کہا: تم موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ کو گفتار کر کے میرے سامنے لاؤ۔

فضل کہتا ہے کہ میں موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے اللہ کے عذاب سے ڈرا لیکن بادشاہ کی سزا مجھ پر غالب آ گئی۔ میں نے کہا کہ میں جاتا ہوں اور آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

پھر ہارون نے کہا: جانے سے پہلے کوڑے مارنے والوں اور جلادوں کو بھی بلا لو۔ میں کوڑے مارنے والے اور جلادوں کو بھی بلا لایا۔ اس کے بعد میں موسیٰ کاظمؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوا اور کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ایک معمولی سی جھونپڑی کے دروازے پر پہنچا جہاں آپؑ رہائش پذیر تھے۔ دروازے پر ایک حبشی غلام کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا: اپنے مالک سے ملنے کی اجازت طلب کرو۔

اس نے کہا: بندۂ خدا! تم اندر چلے جاؤ۔ یہاں کوئی حاجب اور دربان نہیں ہے۔ میں اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک غلام کے ہاتھ میں مقراض تھا اور وہ آپؑ کی پیشانی اور ناک پر کثرتِ سجود کی وجہ سے پڑنے والے گھٹے کاٹ رہا تھا۔

میں نے حضرتؑ پر سلام کیا اور کہا کہ آپؑ کو خلیفہ نے یاد کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بھلا ہارون کو مجھ سے کیا کام ہے تو کیا وہ عیش و عشرت میں غرق ہونے کے باوجود بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا؟

اس کے بعد آپؑ اٹھے اور چلنے کے لیے تیار ہوئے اور چلتے وقت فرمایا:

اگر میں نے اپنے جدامجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی تو میں اس کے بلاوے پر کبھی بھی اس کے پاس نہ جاتا لیکن مجبور ہوں کیونکہ آنحضرت کا فرمان ہے:

''اپنی جان کی حفاظت کے لیے بادشاہ کی اطاعت واجب ہے''۔

میں نے کہا: ابوابراہیم! آپؑ ذہنی طور پر سزا کے لیے تیار ہو کر جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا میرے ساتھ وہ خدا نہیں ہے جو دنیا و آخرت دونوں کا مالک ہے۔

سنو! خدا نے چاہا تو آج وہ مجھے کوئی اذیت نہیں دے سکے گا۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپؑ نے اپنے ہاتھ کو سر کے اردگرد تین مرتبہ گردش دی۔ اس کے بعد میں اندر چلا گیا اور آپؑ باہر کھڑے ہو گئے۔

جب میں اندر گیا تو میں نے دیکھا کہ ہارون رشید کسی پسر مردہ ماں کی طرح بے چین تھا اور اس نے مجھ سے کہا:

فضل! کیا تم میرے ابن عم کو لے آئے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں میں انہیں لے آیا ہوں۔

ہارون نے کہا: کیا تو نے انہیں پریشان تو نہیں کیا تھا؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہارون نے کہا: میں ان پر ناراض تھا اور میں انہیں اذیت پہنچانا چاہتا تھا لیکن اب میں نے اپنے نفس پر قابو پالیا ہے۔ تم انہیں اندر لے آؤ۔

جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اندر قدم رکھا تو ہارون نے آگے بڑھ کر آپؑ کا استقبال کیا اور آپؑ کو گلے لگا کر کہنے لگا:

مرحبا' میرے بھائی' میرے ابن عم اور میرے مال و دولت کے وارث۔

پھر اس نے آپؑ کو اپنے ساتھ بٹھایا اور کہنے لگا:

کیا وجہ ہے آپؑ نے ایک عرصہ سے ہم سے ملاقات تک نہیں کی؟

آپؑ نے فرمایا: تمہاری سلطنت کی وسعت اور تمہاری حب دنیا کے باعث میں تمہارے پاس نہیں آیا۔

ہارون نے حکم دیا کہ قیمتی صندوقچہ لاؤ۔ صندوقچہ لایا گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے اُسے بند کیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ آپؑ کو کچھ پوشاکیں اور دیناروں سے بھری ہوئی دو تھیلیاں پیش کی جائیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

اگر نسل ابوطالب کے کنوارے نوجوانوں کی شادی مطلوب نہ ہوتی اور ان کی نسل کا تحفظ ضروری نہ ہوتا تو میں تمہارا یہ عطیہ کبھی بھی قبول نہ کرتا۔

پھر آپؑ الحمدللہ رب العالمین کہتے ہوئے دربار سے باہر آ گئے۔

آپؑ کی واپسی کے بعد فضل نے ہارون سے کہا کہ آپ تو ان کو سزا دینا چاہتے تھے مگر آپ نے انہیں خلعت وانعام سے نوازا' آخر کیا بات ہوئی؟

ہارون نے کہا:

سنو! جب تم انہیں لینے کے لیے گئے تو میں نے دیکھا کہ میرے محل کو کچھ لوگوں نے گھیر رکھا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے ہیں اور انہوں نے اپنے نیزوں کی انیاں محل کی بنیادوں میں گاڑ رکھی تھیں اور انہوں نے مجھ سے کہا:

"اگر تو نے فرزند پیغمبرؐ کو ذرا سی تکلیف بھی پہنچائی تو ہم تیرے اس محل کو زمین میں دھنسا دیں گے اور اگر تو حسنِ سلوک سے پیش آیا تو ہم واپس چلے جائیں گے اور تیرے محل کو کچھ نہیں کہیں گے"۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پیچھے گیا اور میں نے ان سے کہا کہ آپؑ نے ایسی کون سی دعا پڑھی تھی کہ آپؑ اس کے ظلم و ستم سے بچ گئے؟

آپؑ نے فرمایا:

میں نے اپنے دادا علی بن ابی طالب علیہ السلام کی دعا پڑھی تھی۔ آپؑ اس دعا کو پڑھ کر جب بھی کسی لشکر کے مدمقابل جاتے تو اسے شکست دیتے تھے اور جب بھی کسی شاہسوار سے مقابلہ کرتے تو اس پر غالب آجاتے تھے اور وہ دعا ''کفایۃ البلاء'' یعنی مصائب سے محفوظ رکھنے والی دعا ہے۔

میں نے عرض کیا: وہ کون سی دعا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ بِکَ اُسَاوِرُ وَبِکَ اُحَاوِلُ وَبِکَ اُحَاوِرُ وَبِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اَنْتَصِرُ وَبِکَ اَمُوْتُ وَبِکَ اُحْیَا اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ- اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلَقْتَنِیْ وَرَزَقْتَنِیْ وَبِلُطْفِ مَا خَوَّلْتَنِیْ وَاَغْنَیْتَنِیْ وَاِذَا ھَوَیْتُ رَدَدْتَنِی وَاِذَا عَثَرْتُ قَوَّمْتَنِیْ وَاِذَا مَرِضْتُ شَفَیْتَنِیْ وَاِذَا دَعَوْتُ اَجَبْتَنِیْ یَاسَیِّدِیْ اِرْضَ عَنِّیْ فَقَدْ اَرْضَیْتَنِیْ ـ

(عیون اخبار الرضا' جلد ا' ص ٦٧۔ اثبات الہداۃ' جلد ٣' ص ١٧٩)

دعا برائے حفاظت از شر دشمنان

علی بن یقطین راوی ہیں کہ امام موسیٰ کاظمؑ علیہ السلام کے پاس آپؑ کے خاندان کے کچھ افراد موجود تھے۔ اتنے میں کسی نے آکر کہا کہ خلیفہ مہدی عباسی آپؑ کے متعلق برا ارادہ رکھتا ہے۔

آپؑ نے اپنے اہلِ خاندان سے فرمایا کہ تم کیا مشورہ دیتے ہو؟

انہوں نے کہا کہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپؑ کچھ عرصہ کے لیے یہاں سے

چلے جائیں اور روپوشی کی زندگی اختیار کرلیں ورنہ اس کے شر سے آپؑ محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

یہ سن کر آپؑ مسکرانے لگے۔ پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور یہ دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ كَمْ مِنْ عَدُوٍّ شَحَذَ لِيْ ظُبَةَ مُدْيَتِهٖ وَاَرْهَفَ لِيْ شَبَا حَدِّهٖ وَدَافَ لِيْ قَوَاتِلَ سُمُوْمِهٖ وَلَمْ تَنَمْ عَنِّيْ عَيْنُ حِرَاسَتِهٖ فَلَمَّا رَاَيْتَ ضَعْفِيْ عَنِ احْتِمَالِ الْفَوَادِحِ وَعَجْزِيْ عَنْ مُلِمَّاتِ الْحَوَائِجِ صَرَفْتَ ذٰلِكَ عَنِّيْ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ لَا بِحَوْلِيْ وَقُوَّتِيْ فَاَلْقَيْتَهٗ فِي الْحَفِيْرِ الَّذِي احْتَفَرَهٗ لِيْ خَائِبًا مِمَّا اَمَّلَهٗ فِيْ دُنْيَاهُ مُتَبَاعِدًا عَمَّا رَجَاهُ فِيْ اٰخِرَتِهٖ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدْرَ اسْتِحْقَاقِكَ سَيِّدِي اَللّٰهُمَّ فَخُذْهُ بِعِزَّتِكَ وَافْلِلْ حَدَّهٗ عَنِّيْ بِقُدْرَتِكَ وَاجْعَلْ لَهٗ شُغْلًا فِيْمَا يَلِيْهِ وَعَجْزًا عَمَّا يُنَاوِيْهِ

اَللّٰهُمَّ وَاَعِدْنِيْ عَلَيْهِ مِنْ عَدْوٰى حَاضِرَةٍ تَكُوْنُ مِنْ غَيْظِيْ عَلَيْهِ شِفَاءً وَمِنْ حَنَقِيْ عَلَيْهِ وَفَاءً وَصِلِ اللّٰهُمَّ دُعَائِيْ بِالْاِجَابَةِ وَانْظِمْ شِكَايَتِيْ بِالتَّغْيِيْرِ وَعَرِّفْهُ عَمَّا قَلِيْلٍ مَا وَعَدْتَ الظَّالِمِيْنَ وَعَرِّفْنِيْ مَا وَعَدْتَ فِيْ اِجَابَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ اِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَالْمَنِّ الْكَرِيْمِ

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد سب لوگ منتشر ہو گئے۔ چند ہی دن بعد موسیٰ بن مہدی کی موت کی اطلاع کا آپؑ کے پاس خط آیا تو لوگ اس خط کے پڑھنے کے لیے ایک بار پھر جمع ہوئے۔ (عیون اخبار الرضا، جلد ۱، ص ۷۹۔ امالی طوسی، جلد ۲، ص ۳۵۔ عوالم العلوم، جلد ۲۱، ص ۲۳۳۔ امالی صدوق، ص ۳۰۷)

دشمن سے خلاصی کی دعا

ماجیلویہ نے علی سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی' اس نے کہا کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ جب ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظمؑ کو قید میں ڈالا اور رات تاریک ہوگئی تو آپؑ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ ہارون انہیں شہید نہ کرا دے۔ آپؑ نے وضو کیا اور روبہ قبلہ ہوکر چار رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہوکر آپؑ نے یہ دعا مانگی:

يَـاسَيِّدِىْ نَجِّنِىْ مِنْ حَبْسِ هَـارُوْنَ وَخَلِّصْنِىْ مِنْ يَدِهٖ
يَامُخَلِّصَ الشَّجَرِ مِنْ بَيْنِ رَمْلٍ وَطِيْنٍ وَمَآءٍ وَيَامُخَلِّصَ اللَّبَنِ
مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ وَيَامُخَلِّصَ الْوَلَدِ مِنْ بَيْنِ مَشِيْمَةٍ وَرِحْمٍ
وَيَامُخَلِّصَ النَّارِ مِنْ بَيْنِ الْحَدِيْدِ وَالْحَجَرِ يَامُخَلِّصَ الرُّوْحِ
مِنْ بَيْنِ الْاَحْشَآءِ وَالْاَمْعَآءِ خَلِّصْنِىْ مِنْ يَدَىْ هَارُوْنَ

جیسے ہی حضرتؑ کی یہ دعا مکمل ہوئی ہارون الرشید نے خواب میں ایک قوی ہیکل حبشی کو دیکھا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ اس کے سرہانے آیا اور کہا:

اے ہارون! اگر تو نے ابھی ابھی موسیٰ بن جعفرؑ کو قید سے رہا نہ کیا تو میں تیرے سر پر تلوار سے حملہ کردوں گا۔

یہ خواب دیکھ کر ہارون خوفزدہ ہوگیا اور اپنے دربان کو بلا کر اسے حکم دیا کہ تم ابھی ابھی قید خانے میں جاؤ اور موسیٰ بن جعفرؑ کو رہا کر کے میرے پاس لاؤ۔

دربان قید خانے کے دروازے پر پہنچا اور دروازے پر دستک دی۔ داروغہ نے پوچھا: کون ہے تو اس نے کہا: خلیفہ نے موسیٰ بن جعفرؑ کو اپنے پاس طلب کیا ہے لہٰذا تم انہیں آزاد کردو۔

داروغہ زندان نے آواز دے کر کہا کہ اے موسیٰ بن جعفرؑ! خلیفہ نے تمہیں یاد کیا ہے۔

یہ سن کر آپؑ خوفزدہ ہوئے کہ کہیں ہارون ان کو شہید نہ کرا دے۔ پھر آپؑ دربان کی معیت میں ہارون کے پاس پہنچے اور اسے سلام کیا۔ اس نے جواب سلام دیا اور کہا:

موسیٰ بن جعفرؑ! تجھے خدا کی قسم' کیا آج رات تم نے کوئی دعا پڑھی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں میں نے ایک دعا پڑھی تھی۔

پوچھا وہ دعا کیا تھی؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر آسمان کی طرف رخ کر کے یہ دعا پڑھی تھی۔ پھر آپؑ نے وہ تمام دعا اس کو سنائی۔

ہارون نے کہا: اللہ نے تمہاری دعا قبول کی ہے۔ آپؑ آزاد ہیں۔ پھر اس نے آپؑ کو تین شاہی پوشاکیں دیں' اپنی سواری کا گھوڑا دیا اور آپؑ کو اپنا ساتھی بنالیا۔ پھر کہا: اچھا اپنی دعا کے وہ کلمات تو بتاؤ۔

آپؑ نے پھر وہ کلمات بتائے۔ اس کے بعد اس نے آپؑ کی رہائی کا حکم صادر کیا اور حاجب سے کہا:

انہیں لے جا کر گھر تک پہنچا آؤ۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک آپؑ ہارون کے پاس بڑی عزت واحترام کے ساتھ رہے۔ چنانچہ ہر جمعرات کو آپؑ ہارون کے پاس جایا کرتے۔ یہاں تک کہ ہارون نے دوبارہ آپؑ کو قید کرنے کا حکم صادر کیا اور آپؑ کو سندی بن شاہک کی نگرانی میں دے دیا اور اس نے آپؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

(عیون اخبار الرضا' جلد ۱' ص ۹۳۔ امالی طوسی' جلد ۲' ص ۳۶۔ امالی صدوق' ص ۳۰۸۔ عوالم العلوم' جلد ۲۱' ص ۲۸۲)

امام علی رضاؑ کی امامت پر نص

محمد بن سنان راوی ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قید عراق سے ایک سال

قبل میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت حضرت علی رضاؑ آپؑ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: محمد!

میں نے عرض کیا: لبیک یابن رسول اللہ۔

آپؑ نے فرمایا: اس سال کچھ تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ تم ان سے مت گھبرانا۔ پھر آپؑ نے اپنا سر زمین کی طرف جھکایا اور زمین پر لکیریں ماریں۔ پھر آپؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر قرآنِ مجید کی یہ آیت پڑھی:

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (ابراهيم:۲۷)

''اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں چھوڑتا ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے سرانجام دیتا ہے''۔

میں نے عرض کیا: مولا! آپ کھل کر بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جس نے میرے اس فرزند کے حق پر ظلم کیا اور میرے بعد اس کی امامت کا انکار کیا تو وہ اس شخص جیسا ہوگا جس نے امیرالمومنین کے حق پر ظلم کیا ہو اور محمد مصطفیٰؐ کے بعد ان کی امامت کا انکار کیا ہو۔

آپؑ کے یہ الفاظ سن کر میں نے محسوس کیا کہ آپؑ مجھے اپنی وفات کی خبر دے رہے ہیں اور اپنے فرزند کی امامت پر نص فرما رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی دی تو میں ان کا حق ان کے سپرد کروں گا اور ان کی امامت کا اقرار کروں گا اور میں گواہی دوں گا کہ وہ آپؑ کے بعد مخلوق پر حجتِ خدا ہیں اور اللہ کے دین کے داعی ہیں۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

محمد! اللہ تمہاری عمر دراز کرے گا اور تو لوگوں کو ان کی اور ان کے فرزند کی امامت کی دعوت دے گا۔

میں نے کہا: ان کا جانشین کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا بیٹا محمد اس کا جانشین ہوگا۔

میں نے کہا: میں ان کے لیے بھی گردن جھکا دوں گا اور انہیں بھی امام تسلیم کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا:

جی ہاں! ایسا ہی ہوگا میں نے کتاب امیرالمومنینؑ میں تیرے متعلق ایسا ہی پڑھا ہے اور ہمارے شیعوں میں تیرا وہی مقام ہے جو تاریک رات میں برق کا ہوتا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

محمد! مفضل میرے لیے باعث تسکین ہوا کرتا تھا اور تو ان دونوں (علی رضا، محمد تقی علیہما السلام) کے لیے باعث تسکین ثابت ہوگا اور آگ کے لیے تیرے بدن کا چھونا ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ (عیون اخبار الرضا' جلد۱' ص ۳۲۔ غیبت طوسی' ص ۳۲۔ الکافی' جلد۱' ص ۳۱۹۔ ارشاد مفید' ص ۳۰۶۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۰۸)

سلیمان بن حفص مروزی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں آپؑ سے ان کے جانشین کے متعلق دریافت کروں۔ آپؑ نے مجھے دیکھ کر از خود فرمایا:

سلیمان! علی میرا فرزند اور میرا وصی اور میرے بعد بندوں پر اللہ کی حجت ہے اور وہ میری تمام اولاد سے افضل ہے۔ اگر تو میرے بعد زندہ رہے تو میرے شیعوں اور موالیوں کے سامنے اس بات کی گواہی دینا اور جو لوگ میرے جانشین کے متعلق معلوم کرنا چاہیں تو انہیں ان کی امامت کی خبر دینا۔ (عیون اخبار الرضا' جلد۱' ص ۲۶۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۱۷۸۔ الصراط المستقیم' جلد۲' ص ۱۶۵)

ہارون رشید آپؑ کی عظمتوں کا دل سے معترف تھا

سفیان بن نزار کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون کے پس پشت کھڑا تھا۔ اس

نے اہلِ دربار سے کہا:

جانتے ہو مجھے تشیع کی تعلیم کس نے دی؟

لوگوں نے کہا: نہیں ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔

مامون نے کہا: تو پھر سن لو مجھے تشیع کی تعلیم میرے والد رشید نے دی تھی۔

حاضرین نے تعجب سے کہا: وہ بھلا کیسے؟ رشید تو اہلِ بیت کو قتل کرتا رہتا تھا!!

مامون نے کہا: جی ہاں یہ سچ ہے۔ وہ اہل بیتؑ کو اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھتا تھا اسی لیے وہ انہیں قتل کرتا تھا کیونکہ ملک و اقتدار کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہوتی اور اقتدار ہمیشہ بانجھ اور عقیم ہوتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک سال میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لیے گیا۔ وہ حج کے بعد مدینہ آیا تو اس نے اپنے خادموں اور دربانوں کو ہدایت کی کہ مکہ و مدینہ کے باشندوں سے جو بھی اسے ملنے آئے خواہ اس کا تعلق نسل قریش سے ہو یا اولادِ انصار سے ہو تو وہ اپنا مکمل تعارف کرائے اور اپنا نسب نامہ بیان کرے۔ لہٰذا اس حکم کے بعد جو بھی آتا وہ بتاتا تھا کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں۔ میرے جد ہاشمی تھے یا قریشی تھے یا مہاجر تھے یا انصار تھے۔

پھر ہارون اس کے جد اعلیٰ کی قدر و منزلت کو ملحوظ رکھ کر ہر آنے والے کو ایک سو اور دو سو درہم سے لے کر پانچ ہزار درہم تک دیتا رہا۔

ایک دن میں اپنے والد کی پشت پر موجود تھا کہ میرے والد کا دربان فضل بن ربیع حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ دروازے پر ایک بزرگ ملنے کے لیے آئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ میں موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔

یہ سن کر ہارون ہماری طرف متوجہ ہوا اور اس وقت میں اور میرے دونوں بھائی امین اور مؤتمن اور لشکر کے تمام سردار موجود تھے۔ اس نے ہم سب سے کہا کہ مؤدب ہو جاؤ۔ پھر اس نے فضل سے کہا:

انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور اگر وہ سواری پر ہوں تو انہیں سواری پر سوار کرا کر اندر فرش تک لے آؤ۔

الغرض ہم لوگ ادب سے کھڑے ہو گئے' دیکھا تو ایک شخص اندر آیا جس کا چہرہ زرد تھا اور وہ سوکھی مشک کی طرح سے دبلا پتلا تھا اور سجدوں کی وجہ سے اس کی پیشانی اور ناک مجروح تھی۔ جب اس کی نظر رشید پر پڑی تو وہ سواری سے اترنے لگا۔ رشید نے چلا کر کہا: آپؑ کو خدا کا واسطہ آپؑ سواری سے مت اتریں۔

رشید کا حکم سن کر دربانوں نے ان کو سواری سے اترنے سے روک دیا۔ الغرض جب وہ فرش کے قریب پہنچے تو اپنی سواری سے اترے۔ رشید اپنی جگہ سے اٹھا اور لبِ فرش تک استقبال کے لیے آگے آیا اور اس نے آنے والے کی آنکھوں اور رخساروں کو چوما اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر صدر مجلس تک آیا اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور ان کی طرف رخ کر کے ان سے باتیں کرنے لگا۔

ہارون نے ان سے کہا: ابوالحسن! آپؑ کے متعلقین کتنے ہیں؟

انہوں نے کہا: پانچ سو سے کچھ زیادہ۔

ہارون نے کہا: تو کیا یہ ساری آپؑ کی اولادیں ہیں؟

انہوں نے کہا: نہیں ان میں اکثریت غلاموں اور نوکروں کی ہے اور تیس سے کچھ زیادہ اولاد ہے جن میں اتنے بیٹے اور اتنی بیٹیاں ہیں۔

تو ہارون نے کہا کہ آپ اپنی بیٹیوں کی شادی ان کے چچازاد بھائیوں سے یا کوئی اور کفو دیکھ کر کیوں نہیں کر دیتے؟

آپؑ نے کہا کہ غربت رکاوٹ بن رہی ہے۔

پوچھا: کھیتی باڑی کا کیا حال ہے؟

فرمایا: کبھی پیدا ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔

پوچھا: آپؑ نے کسی کا قرض وغیرہ تو نہیں دینا۔

فرمایا: ہاں' بالکل دینا ہے۔

پوچھا: کتنا ہے؟

فرمایا: دس ہزار دینار۔

رشید نے کہا: اے میرے چچازاد بھائی! ہم آپؑ کو رقم دیں گے اس سے آپ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کریں اور کھیتی باڑی کی بھی حالت اچھی کریں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں' اے میرے چچازاد بھائی! یہ آپ کا اچھا سلوک آپ کے خلوصِ نیت اور رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی دلیل ہے جس پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور کیوں نہ کروں رشتے داری بھی تو دُور کی نہیں ہے نسب تو ہم سب کا ایک ہی ہے۔ حضرت عباس نبی کریمؐ کے چچا تھے اور اُدھر وہ حضرت علیؑ کے بھی چچا اور ان کے باپ ابوطالب کے بھائی تھے۔ اگر آپ یہ حسنِ سلوک کریں گے تو بعید از قیاس تو نہیں ہے۔ آپ کا ہاتھ بھی کشادہ ہے' طبیعت میں بھی رحم و کرم ہے۔ اقبال بھی بلند ہے۔

اس نے کہا: ابوالحسن! میں ایسا ہی کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ نے والیانِ سلطنت پر فرض کیا ہے کہ وہ اُمت کے غریب و فقراء کی گری ہوئی حالت کو سنبھالیں۔ مقروض لوگوں کا قرض ادا کریں۔ لوگوں کے بوجھ کو ہلکا کریں۔ جن کے جسم پر لباس نہیں انہیں لباس پہنائیں۔ قیدیوں کے ساتھ احسن طریقے سے پیش آئیں اور آپ تو امیرالمومنین ہیں' آپ پر تو زیادہ فرض عائد ہوتا ہے۔

رشید نے کہا: ابوالحسن! میں ایسا ہی کروں گا۔

اس کے بعد حضرت ابوالحسنؑ اٹھ کھڑے ہوئے تو رشید بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اُن کے رخساروں کو بوسہ دیا۔ مامون روایت کرتا ہے کہ پھر میرا باپ میری طرف' امین کی طرف اور موتمن کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

اے عبداللہ' اے محمد اور اے ابراہیم! یہ میرے سامنے تمہارے چچا اور تمہارے

بزرگ کھڑے ہیں۔ جاؤ ان کی سواری کی رکاب تھامو اور انہیں سواری پر سوار کرو اور ان کے ساتھ ساتھ جا کر ان کے گھر پہنچا آؤ۔

پھر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھ سے چپکے چپکے بات کی اور مجھے خلافت کی خوشخبری سنائی اور کہا:

دیکھو! جب تم خلیفہ وقت بنو تو میرے بیٹے کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ الغرض ہم ان کو ان کے گھر چھوڑ کر آئے اور میں اپنے باپ کی اولاد میں سب سے زیادہ جسارت سے کام لیتا تھا۔

الغرض جب سب لوگ چلے گئے تو میں اور میرے باپ تنہا رہ گئے تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا: یہ کون صاحب تھے جن کی آپ نے اس قدر تعظیم و تکریم کی اور اپنے تخت سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا' انہیں صدر مجلس پر بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھے۔ پھر ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی رکاب تھامو؟

انہوں نے کہا: یہ لوگوں کے امام اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں۔ اللہ کے بندوں پر اللہ کے حقیقی خلیفہ ہیں۔

میں نے اپنے باپ سے کہا: اے امیرالمومنین! کیا یہ صفات وخوبیاں آپ کے اندر نہیں ہیں؟

انہوں نے کہا: میں جماعت کا بظاہر امام ہوں مگر موسیٰ بن جعفرؑ حقیقی امام ہیں اور اے میرے بیٹے! خدا کی قسم' واقعاً وہ رسول کریمؐ کی جانشینی میں مجھ سے زیادہ بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ حق دار و مستحق ہیں۔ مگر سن لو یہ حکومت وہ چیز ہے کہ کسی اور کا کیا سوال' اگر اس کے معاملے میں تم مجھ سے جنگ کرو گے تو میں تمہاری آنکھیں نکال دوں گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ حکومت بانجھ ہوتی ہے اس کے سامنے بیٹا بھی کچھ نہیں۔

الغرض جب میرے والد ہارون الرشید مدینہ سے روانہ ہونے لگے اور مکہ جانے لگے تو حکم دیا کہ سیاہ تھیلی لاؤ جس میں صرف دوسو دینار تھے۔ پھر فضل بن ربیع کی طرف

متوجہ ہوئے اور کہا: یہ لے جا کر موسیٰ بن جعفرؑ کو دے آؤ اور ان سے کہنا کہ امیر المومنین نے کہا ہے کہ اس وقت میرا ہاتھ تنگ ہے آئندہ میں آپؑ کو اور بھیج دوں گا۔

یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور کہا: اے امیر المومنین! تمام مہاجرین وانصار اور سارے قریش وبنی ہاشم کی اولاد کو بلکہ ان لوگوں کو بھی جن کے حسب ونسب سے بھی آپ واقف نہیں تھے ان میں سے ہر ایک کو آپ نے پانچ ہزار دینار بلکہ اس سے بھی زیادہ دیئے اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو صرف دوسو دینار۔ کیا یہی آپ نے ان کی عزت کی۔ ارے یہ تو جن لوگوں کو آپ نے عطا کیا ہے ان میں سب سے کم رقم ہے؟

رشید نے کہا: خاموش رہ تیری ماں مر جائے۔ اگر میں ان کے مرتبہ اور مقام کے مطابق رقم دے دوں تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ اپنے شیعوں اور اپنے ماننے والوں کے ساتھ ایک لاکھ تلواریں لے کر کل کو مجھ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ ان کی اور ان کے گھر والوں کی فقیری اور غربت میں میرے اور تیرے لیے امن وسلامتی ہے بجائے اس کے ان کو کشادگی اور فارغ البالی دی جائے۔

قصہ مختصر یہ کہ جب مخارق مغنی (گویا) نے یہ دیکھا کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو صرف دوسو دینار دیئے گئے تو اس کو بڑا غصہ آیا۔ اٹھ کر ہارون الرشید کے پاس گیا اور کہا اے امیر المومنین! مدینہ کے لوگ مجھ سے بھی مانگ رہے ہیں کہ میں بھی ان کو کچھ دوں۔ اور اگر میں ان کو کچھ دیئے بغیر یہاں سے چلا گیا تو لوگوں کو کیا پتہ چلے گا کہ میری عزت آپ کے قریب کیا ہے؟

رشید نے حکم دیا کہ گویا کو دس ہزار دینار دیئے جائیں۔

گویا نے پھر کہا یا امیر المومنین! یہ رقم تو میں فقرائے مدینہ میں تقسیم کروں گا جب کہ میں خود مقروض ہوں اور میں نے لوگوں کا قرض دینا ہے لہٰذا قرض کی ادائیگی کے لیے بھی میری مدد کریں۔

ہارون نے حکم دیا کہ اسے مزید دس ہزار دینار دیئے جائیں۔

اس کے بعد اس گویّے نے کہا:

امیرالمومنین! میں نے بیٹیوں کی شادیاں بھی کرنی ہیں اور ان کے جہیز کے لیے مجھے رقم کی ضرورت ہے۔

ہارون نے حکم دیا کہ اسے مزید دس ہزار دینار دیئے جائیں۔

گویّے نے پھر کہا: امیرالمومنین! میری بیٹیوں اور میرے ہونے والے دامادوں کو غلہ کی ضرورت بھی پڑے گی۔ مہربانی کر کے آپ کچھ جائیداد بھی مجھے لکھ دیں تا کہ اس سے غلہ کی ضرورتیں پوری کی جاسکیں۔

ہارون نے اس کے نام مدینہ کی کچھ زمین لکھ کر دی جس کے غلہ کی سالانہ آمدنی دس ہزار دینار ہوتی تھی۔

اس کے بعد وہ گویّا وہاں سے اٹھا اور سیدھا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس گیا اور اس نے کہا:

جو کچھ اس لعین نے آپؑ کے ساتھ سلوک کیا وہ میں نے دیکھ لیا۔ میں نے حیلے بہانے سے اس سے تیس ہزار دینار نقد حاصل کیے ہیں اور اس کے علاوہ ایک جاگیر کا قبالہ بھی حاصل کیا ہے جس سے سالانہ دس ہزار دینار کا غلہ پیدا ہوتا ہے۔ جب کہ مجھے نہ تو اس رقم کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کی جائیداد کی ضرورت ہے۔ میں یہ دولت بھی آپ کی نذر کرتا ہوں اور جائیداد کا یہ قبالہ بھی آپ کے حوالے کرتا ہوں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تیرے مال میں برکت دے اور تجھے جزائے خیر دے۔ میں تم سے نہ تو رقم لیتا ہوں اور نہ ہی جائیداد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں تیری ہمدردی اور نیکی کی قدردانی کرتا ہوں۔ تم واپس چلے جاؤ اور اس سلسلہ میں مجھ سے دوبارہ رابطہ نہ کرنا۔

چنانچہ مخارق گویّے نے آپؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔

(عیون اخبار الرضا' جلد ا' ص ۸۸۔ عوالم العلوم' جلد ۲۱' ص ۲۴۵)

جنات سے گفتگو

سید رضی ''المناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاہرہ'' میں رقم طراز ہیں۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں ایک دن درسِ حدیث حاصل کرنے کے لیے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک سانپ نے اپنا منہ ان کے کان کے قریب کیا ہوا تھا اور آپؑ اس کی گفتگو سن رہے تھے۔ جب وہ اپنی باتیں مکمل کر چکا تو موسیٰ بن جعفر نے اس سے ایسی زبان میں گفتگو کی جو کہ میری سمجھ سے بالا تھی۔ پھر سانپ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا:

احمد! یہ قومِ جنات کا قاصد تھا۔ ایک مسئلہ میں ان کا اختلاف ہو گیا تھا اور یہ مجھ سے وہ مسئلہ پوچھنے آیا تھا اور میں نے اسے مسئلہ سمجھا دیا ہے۔ احمد! تمہیں خدا کا واسطہ میری زندگی میں یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

احمد کہتے ہیں کہ میں نے موسیٰ بن جعفر کی زندگی میں یہ واقعہ کسی سے بیان نہیں کیا تھا۔

علمِ غیب

زید بن علی بن حسین بن زید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوا اور طبیب مجھے دیکھنے کے لیے آیا۔ اس نے میرے لیے کچھ دوائیں تجویز کیں کہ کل صبح سے ان دواؤں کو اتنے دنوں تک استعمال کروں۔

طبیب تو نسخہ لکھ کر چلا گیا مگر وہ دوائیں مجھے بازار سے نہ مل سکیں جب میں دوا کے حصول سے مایوس ہوا تو دروازے پر دستک ہوئی اور امام موسیٰ بن جعفر کا ایک ساتھی آیا۔ اس نے ایک تھیلی دی اور کہا: اس میں دوا ہے جو تم نے اتنے دنوں تک استعمال کرنی ہے۔

جب میں نے تھیلی کھولی تو اس میں وہی دوائیں تھیں جو طبیب نے میرے لیے تجویز کی تھیں۔ (ارشاد مفید' ص ۳۳۲۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۲۸۱-۲۸۲)

قبولیتِ دعا

زیاد قندی کا بیان ہے کہ حکومت کی رقم کے ہیر پھیر کے الزام میں مجھے زندان میں ڈالا گیا۔ میں نے زندان سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو عریضہ تحریر کیا اور ان سے رہائی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپؑ نے مجھے جوابی خط میں تحریر کیا:

نماز فریضہ پڑھنے کے بعد طویل سجدہ شکر کرو اور اس میں یَااَحَدُ یَامَنْ لاَّ اَحَدَلَہٗ اتنی بار کہو کہ سانس ٹوٹ جائے۔

پھر یَامَنْ لاَّ یَزِیْدُہٗ کَثْرَۃُ الدُّعَآءِ اِلاَّ جُوْدًا وَّکَرَمًا اتنی بار کہو کہ سانس ٹوٹ جائے۔

پھر یہ الفاظ کہو:

یَارَبَّ الْاَرْبَابِ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ الَّذِیْ اِنْقَطَعَ الرَّجَآءُ اِلاَّ مِنْکَ یَاعَلِیُّ یَاعَظِیْمُ

خدا نے چاہا تو رہا ہو جاؤ گے۔

زیاد کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا مجھے رہائی نصیب ہوئی۔

ابراہیم ساربان اور علی بن یقطین

محمد بن علی صوفی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ابراہیم ساربان نے ابوالحسن علی بن یقطین (جو کہ ہارون کے وزیر تھے) سے ملاقات کی اجازت چاہی مگر اسے ملاقات کی اجازت نہ ملی۔ وہ مایوس ہو کر اپنے گھر کوفہ لوٹ گیا۔ اسی سال علی بن یقطین حج کرنے گئے اور مکہ سے فارغ ہو کر مدینہ گئے اور اس نے امام موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپؑ نے ملاقات کا وقت نہ دیا۔ وہ دوسرے دن آیا تو آپؑ نے اسے ملاقات کا

وقت نہ دیا

علی بن یقطین نے دربان سے کہا: تم میرے آقا و مولا سے پوچھو کہ آخر میرا گناہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے کہلا بھیجا کہ تمہارا ایمانی بھائی ابراہیم ساربان تم سے ملنے کے لیے آیا تھا لیکن تم نے اسے ملاقات کا وقت نہیں دیا تھا۔

علی بن یقطین نے کہا: مولا! میں اس سے اگر معافی بھی چاہوں تو کیسے چاہوں جب کہ وہ تو کوفہ میں ہے اور میں یہاں مدینہ میں ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم اس سے معافی چاہتے ہو تو ہم یہ انتظام بھی کر دیتے ہیں۔ جب رات ہو جائے تو اکیلے بقیع کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک گھوڑا ملے گا جس پر زین رکھی ہوئی ہو گی تم اس پر سوار ہو جانا وہ تمہیں بہت جلد اس کے پاس کوفہ میں پہنچا دے گا۔

رات ہوئی علی بن یقطین بقیع گئے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں کوفہ جا پہنچے اور ابراہیم ساربان کے دروازے پر جا کر گھوڑا رک گیا۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی اور کہا: میں علی بن یقطین ہوں۔

اندر سے ابراہیم ساربان نے کہا کہ میرے دروازے پر علی بن یقطین کیسے آ سکتا ہے؟

علی بن یقطین نے کہا: میرا تم سے بہت بڑا کام ہے مجھے ملنے کی اجازت دو۔

ابراہیم نے اجازت دی۔ دروازہ کھولا اور یہ اندر گئے اور کہا:

بھائی جب تک آپ مجھے معاف نہ کریں گے اس وقت تک میرے آقا و مولا مجھ سے ملاقات پر آمادہ نہ ہوں گے۔

ابراہیم ساربان نے کہا: جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا اللہ تم کو معاف کرے۔

علی بن یقطین نے کہا: تم میرے چہرے پر اپنا گرد آلود پاؤں رکھو اور میں اپنا

چہرہ جا کر اپنے امام کو دکھاؤں گا اور ان سے عرض کروں گا کہ ابراہیم نے مجھے معاف کر دیا ہے اور میرے رخسار پر معافی کی سند تحریر ہے۔

ابراہیم نے انکار کیا مگر علی بن یقطین کے مسلسل اصرار پر وہ راضی ہو گیا اور علی بن یقطین لیٹے۔ اس نے ان کے چہرے پر پاؤں کا نشان بنا دیا اور علی بن یقطین نے اس دوران کہا:

خدایا! گواہ رہنا کہ ابراہیم ساربان نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ اسی گھوڑے پر سوار ہوئے اور اسی شب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ آپ نے اسے ملاقات کی اجازت دی اور انہوں نے جا کر حضرتؑ سے ملاقات کی۔ (عیون المعجزات، ص ۱۰۰-۱۰۱۔ عوالم العلوم، جلد ۲۱، ص ۱۳۴)

وضو کا طریقہ

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ پاؤں کا مسح کیسے کیا جائے کیا پاؤں کی انگلیوں سے شروع کر کے ٹخنے تک مسح کیا جائے یا ٹخنے سے شروع کر کے پاؤں کی انگلیوں کے سروں تک کیا جائے۔

علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو عریضہ تحریر کیا اور اس میں لکھا کہ ہمیں آپؑ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ آپ بتائیں کہ پاؤں کا مسح کس طرح سے کرنا چاہیے؟

اس خط کے جواب میں حضرت ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ نے تحریر فرمایا کہ تم نے وضو کے متعلق لوگوں کے باہمی اختلاف کا تذکرہ کیا ہے۔ تیرے لیے میرا حکم یہ ہے کہ وضو سے پہلے تین مرتبہ کلی کرو، پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو۔ پھر تین مرتبہ منہ دھوؤ اور داڑھی کے بالوں میں خلال کر کے پانی پہنچاؤ۔ پھر پورے سر کا مسح کرو، پھر کانوں کا اندر اور باہر سے مسح کرو، پھر اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو لو اور جو کچھ میں تمہیں حکم دے رہا ہوں

اسی پر عمل کرنا اور اس کی مخالفت نہ کرنا۔

جب علی بن یقطین کو حضرتؑ کا یہ خط ملا تو اسے بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ یہ طریقہ تو عامہ کا ہے جب کہ اہل بیتؑ کا یہ طریقہ نہیں ہے۔

پھر اس نے کہا: میرے امام نے جو کچھ لکھا ہے میں اس کی تعمیل کروں گا کیونکہ اپنے فرمان کی مصلحت وحکمت کو وہ خود بہتر جانتے ہیں۔ چنانچہ خط ملنے کے بعد علی بن یقطین نے فرمانِ امامؑ کے تحت وضو کرنا شروع کر دیا۔

ادھر انہی ایام میں ہارون رشید سے اس کے کسی مصاحب نے شکایت کی کہ آپؐ نے علی بن یقطین کو اپنا وزیر بنا رکھا ہے جب کہ وہ تو مذہب شیعہ کا پیروکار ہے۔

ایک دن ہارون نے اپنے ایک حاشیہ نشین سے کہا کہ میرے پاس علی بن یقطین کی شکایات پہنچی ہیں اور شکایت کرنے والوں نے کہا ہے کہ وہ مذہب جعفری کا پیروکار ہے جب کہ اس کی خدمات میں کبھی کوتاہی دیکھنے میں نہیں آئی اور میں کئی بار اس کی آزمائش بھی کر چکا ہوں مگر اس پر کوئی بھی الزام آج تک ثابت نہیں ہو سکا لیکن اس کے باوجود میں اس کے متعلق مکمل تحقیق کرنے کا خواہش مند ہوں۔

ہارون کے حاشیہ نشین نے اس سے کہا کہ اس کا تو آسان حل موجود ہے کیونکہ روافض کے وضو کا طریقہ اہلِ سنت کے طریقہ سے مختلف ہے اگر آپ اسے آزمانا چاہتے ہیں تو آپ چھپ کر اس کا وضو دیکھیں لیکن اسے اس نگرانی کا علم نہیں ہونا چاہیے۔

ہارون نے کہا: بالکل ٹھیک ہے۔ پھر وہ موقع کی تلاش میں رہا اور ایک دن اس نے علی بن یقطین کو اپنے مکان میں کسی کام پر مامور کر دیا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ہارون مکان کی بالکونی میں چھپ کر بیٹھ گیا تا کہ وہ اس کا وضو کا طریقہ خود دیکھ سکے۔ علی بن یقطین نے پانی منگوا کر وضو شروع کیا اور امام علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق اس نے وہی وضو کیا جو اہلِ سنت کیا کرتے ہیں۔

جب ہارون نے اس کا وضو دیکھ لیا تو وہ ضبط نہ کر سکا اور سامنے آ گیا اور کہا:

علی بن یقطین! وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تمہیں رافضی کہتے ہیں۔ آج کے بعد میں تمہارے خلاف کسی کی بات کو قبول نہیں کروں گا۔

اس واقعہ کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا خط پہنچا جس میں آپؑ نے تحریر کیا:

علی بن یقطین! آج سے ویسے ہی وضو کرو جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔ ایک مرتبہ وجوب کی نیت سے چہرہ پر پانی ڈالو اور دوسری مرتبہ قصد استحباب سے پانی ڈالو۔ اور پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سے دھونا شروع کرو اور انگلیوں تک دھوؤ۔

پھر سر کے سامنے والے حصہ پر مسح کرو۔ پھر پاؤں کے اوپر والے حصہ پر مسح کرو۔ میرا پہلا حکم منسوخ سمجھو اب وہ خطرہ ٹل گیا ہے۔

(ارشاد مفید' ص ۲۹۴۔ اعلام الوریٰ' ص ۲۹۳۔ مناقب ابن شہر آشوب' جلد ۴' ص ۲۸۸۔ الثاقب فی المناقب' ص ۴۵۱ بحوالہ محمد بن اسماعیل' اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۱۹۴)

ایک گستاخ انصاری سے گفتگو

ایوب ہاشمی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ انصار کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص ہارون رشید کی ڈیوڑھی پر پہنچا اور اس کا نام "نقیع انصاری" تھا۔ اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہو کر وہاں پہنچے۔ دربان آپ سے عزت و احترام سے پیش آیا اور اندر جا کر اجازت لایا۔

نقیع انصاری حسد سے جل بھن گیا اور اس نے عبدالعزیز بن عمر سے کہا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ یہ آل ابوطالبؑ کے بزرگ ہیں اور آل محمدؐ کے سردار ہیں اور یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔

نقیع انصاری نے کہا کہ یہ لوگ بھی کیسے احمق ہیں کہ وہ اس شخص کا احترام کر رہے ہیں جو انہیں تخت و تاج سے بھی محروم کر سکتا ہے۔ جب یہ باہر آئیں گے تو میں ان کی خبر لوں گا۔

عبدالعزیز نے کہا: ایسا نہ کرنا۔ یہ لوگ اہل بیت رسولؐ ہیں کہ جس نے بھی ان سے بدکلامی کی تو انہوں نے ایسا جواب دیا جو اس کے لیے رسوائی کا ذریعہ بن گیا۔

راوی کہتا ہے کہ جب امام علیہ السلام دربار سے برآمد ہوئے تو نفیع انصاری نے بڑھ کر آپؑ کے گدھے کی لگام پکڑی اور پوچھا آپ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

اگر تو میرا نسب پوچھنا چاہتا ہے تو میں محمد حبیب اللہ بن اسماعیل ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں۔

اور اگر تو میرا وطن پوچھنا چاہتا ہے تو میں اس شہر کا باسی ہوں جس کا حج اللہ نے مسلمانوں پر واجب کیا ہے اور اگر تو مسلمان ہے تو پھر تجھ پر بھی وہاں کا حج واجب ہے۔

اور اگر تو قومی شرافت ونجابت کے متعلق پوچھنا چاہتا ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جنگِ بدر میں میری قوم کے مشرک افراد بھی تیری قوم کے مسلمانوں کو اپنا کفو اور ہمسر نہیں سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے پکار کر کہا تھا کہ محمد! ہمارے مقابلہ میں کسی ہمسر کو بھیج ان سے لڑنا تو ہماری توہین ہے۔

اور اگر تو میری قدر ومنزلت پوچھنا چاہتا ہے تو ہم وہ ہیں کہ اللہ نے نماز میں ہم پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اگر تو نماز پڑھتا ہے تو تو بھی اللھم صل علی محمد وآلِ محمد کہتا ہی ہوگا۔ جن پر تو درود بھیجتا ہے ہم وہی ہیں۔ اب میرے گدھے کی لگام کو چھوڑ دے۔

یہ سن کر اس کے ہاتھ کانپنے لگے اور اس نے فوراً لگام چھوڑ دی اور شرمندہ ہو کر واپس آیا۔ عبدالعزیز نے اس سے کہا:

سناؤ کیسی رہی؟ میں نے تو تجھے پہلے ہی منع کیا تھا مگر تو باز نہیں آیا۔

(امالی مرتضیٰ، جلد ا، ص ۲۷۴۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۹۷)

حضرتؑ کی اسیری کا سبب

ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قید کا سبب یہ تھا کہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو جعفر بن محمد بن اشعث کی شاگردی میں دیا جس کی وجہ سے یحییٰ بن خالد برمکی کو حسد پیدا ہوا اور اس نے سوچا کہ اگر ہارون کے بعد خلافت اس کے بیٹے کو ملی تو پھر حکومت ہمارے خاندان سے نکل کر جعفر بن محمد کے گھر چلی جائے گی۔ اس لیے اس نے جعفر بن محمد کے خلاف سازش کی۔

جعفر بن محمد در پردہ امام موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل تھا۔ چنانچہ یحییٰ برمکی نے جعفر بن محمدؒ سے دوستی کر لی اور اس کے پاس آمد و رفت شروع کر دی تا کہ اس کے رازوں کی اطلاع ہارون کو دے سکے اور ہارون کی نظر میں جعفر بن محمدؒ کا مقام گرا دے۔

پھر اس نے ایک دن اپنے قابلِ اعتماد ساتھی سے کہا:

کیا تم آلِ ابوطالبؑ میں سے کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو پریشان حال ہو اور جو مجھ سے رشوت لے کر مجھے میرے مطلب کی معلومات فراہم کر سکے۔

اس کے ساتھی نے بتایا کہ اس کام کے لیے علی بن اسماعیل بن جعفر صادق بالکل موزوں ہے۔

چنانچہ یحییٰ نے اس کے پاس کچھ رقم روانہ کی حالانکہ امام موسیٰ کاظمؑ بھی ہمیشہ اس پر شفقت کیا کرتے تھے اور بعض اوقات اس سے راز کی باتیں بھی کہتے تھے۔

یحییٰ بن خالد برمکی نے حکم دیا کہ علی بن اسماعیل کو اس کے پاس روانہ کیا جائے۔

اس حکم سے امام موسیٰ کاظمؑ کو خطرے کا احساس ہوا اسی لیے آپؑ نے علی بن اسماعیل کو بلا کر اس سے فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟

اس نے کہا: میں بغداد جا رہا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیوں کیا کام ہے؟

اس نے کہا: میں قرضدار اور تہی دست ہوں۔

آپؑ نے فرمایا کہ میں تمہارا قرض ادا کروں گا اور جو کچھ مجھ سے مزید ممکن ہوا وہ بھی تمہارے ساتھ کروں گا۔ مگر علی بن اسماعیل نے آپؑ کی پیش کش پر توجہ نہ کی۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اچھا اگر تم نے بغداد جانا ہی ہے تو میری اولاد کو یتیم نہ بنانا۔ یہ تمہارے لیے انتہائی خطرناک ہوگا۔

یہ فرما کر آپؑ نے اس کو تین سو دینار اور چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب وہ آپؑ کے پاس سے اٹھا تو آپؑ نے حاضرین سے کہا:

بخدا یہ میرا خون بہانے کی کوشش کرے گا اور یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا اور میری اولاد یتیم ہو جائے گی۔

لوگوں نے آپؑ سے کہا: پھر یہ سب کچھ جان کر بھی آپؑ اس سے احسان کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے یہ سلوک اس لیے کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جب کوئی قطع رحمی کرے اور اس کا رشتہ دار اس سے صلہ رحمی کرے مگر وہ پھر بھی قطع رحمی کرے تو اللہ اس کی زندگی کی رسی کو کاٹ دیتا ہے۔

بہر نوع علی بن اسماعیل وہاں سے نکلا اور سیدھا یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچا۔ یحییٰ نے اس سے حضرت موسیٰ کاظمؑ کے متعلق معلومات حاصل کیں اور اسے ہارون رشید تک پہنچایا۔ ہارون نے اس سے امام علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا:

ان کے پاس مشرق و مغرب سے مال آ رہا ہے اور ان کے پاس اتنی زیادہ دولت ہے کہ وہ بیت المال میں نہیں سماتا۔ اسی لیے انہوں نے کئی بیت المال بنا رکھے ہیں اور انہوں نے تیس ہزار دینار سے ایک جائیداد خریدی ہے جس کا نام "یسیرہ" رکھا ہے اور جب وہ جائیداد خرید کر رہے تھے تو سابقہ مالک نے کہا کہ مجھے ان سکوں کی بجائے

دوسرے سکوں میں قیمت چاہیے تو انہوں نے کہا تھا کہ ان سکوں کو واپس بھیج دو اور اسے ان سکوں سے ادائیگی کرو جن میں یہ چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کی ادائیگی اس کے مطلوبہ سکوں میں کی گئی۔

ہارون الرشید نے علی بن اسماعیل کے لیے دو لاکھ درہم دینے کا اعلان کیا۔ اس کے علاوہ اس نے بغداد کے قریب ایک جاگیر دینے کا بھی حکم جاری کیا۔ علی بن اسماعیل نے بغداد کی مشرقی سمت کو ہی پسند کیا۔ علی بن اسماعیل کے آدمی خزانے سے اس کے لیے رقم لینے کے لیے گئے تو وہ بیت الخلاء میں گیا' پیٹ میں پیچش کا شدید مروڑ اٹھا۔ اس نے زور لگایا تو اس کی آنتیں باہر نکل آئیں اور وہ گر پڑا۔ طبیبوں نے بڑی کوشش کی کہ اس کی آنتیں اندر چلی جائیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ وہ نزع کے عالم میں تھا کہ اس کے آدمی دو لاکھ درہم لے کر آئے۔

اس نے کہا: اب میں اس رقم کو لے کر کیا کروں گا' میں تو مر رہا ہوں۔

ہارون الرشید نے اسی سال حج کیا۔ وہ روضہ رسولؐ پر پہنچا اور کہنے لگا:

یا رسولؐ اللہ! میں نے جس کام کا ارادہ کیا ہے اس کے لیے آپؐ سے معذرت خواہ ہوں۔ میں موسیٰ بن جعفرؑ کو قید کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ آپ کی اُمت میں تفریق پیدا کرنا چاہتا ہے اور خون ریزی کرانے کا خواہش مند ہے۔

پھر اس نے حکم دیا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کو مسجد نبوی سے قید کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ پھر اس نے اپنے محل سے سواری کے دو خچر نکالے جن پر عماریاں نصب تھیں اور عماریوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ اور اس نے ایک پر موسیٰ بن جعفرؑ کو سوار کیا اور اس نے دونوں خچروں کے ساتھ فوج کا ایک ایک دستہ بھی مقرر کیا۔ ایک خچر کو بصرہ روانہ کیا اور دوسرے کو کوفہ بھیجا گیا اور اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ امام کو کس شہر میں بھیجا گیا ہے۔

امام علیہ السلام کو بصرہ بھیجا گیا اور اپنے قاصد سے کہا کہ وہ انہیں حاکمِ بصرہ عیسیٰ

بن جعفر بن منصور کے سپرد کر دے۔ چنانچہ حاکم بصرہ نے انہیں ایک سال تک اپنی قید میں رکھا۔ پھر اس نے ہارون الرشید کو خط لکھا کہ تم اپنا قیدی مجھ سے واپس لے کر کسی اور کے حوالے کرو ورنہ میں ان کو رہا کر دوں گا۔ اس قیدی کی شرافت کی انتہا یہ ہے کہ میں نے ان کی دعا کو کئی بار کان لگا کر سنا مگر انہوں نے آج تک نہ تو تجھے بددعا کی ہے اور نہ مجھے بددعا کی ہے وہ تو ہمیشہ خدا سے رحمت و مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔

ہارون نے آپؑ کو بصرہ سے بغداد منتقل کیا اور فضل بن ربیع کی قید میں دے دیا۔ آپؑ ایک طویل عرصہ تک اس کی قید میں رہے۔

ہارون نے چاہا کہ فضل کے ہاتھوں آپؑ کو شہید کرا دے مگر ہر بار اس نے انکار کر دیا۔ ایک مرتبہ جب کہ ہارون مقام رقہ میں تھا تو اسے معلوم ہوا کہ فضل نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بڑے آرام سے رکھا ہوا ہے تو اس نے اپنے خادم مسرور کو قاصد بنا کر بھیجا اور اسے حکم دیا کہ تم فوراً بغداد جاؤ اور جا کر دیکھو کہ موسیٰ کاظمؑ کس حال میں ہیں اور اگر وہ آرام و سکون میں ہوں تو میرا ایک خط عباس بن محمد کو دے دینا اور اس سے کہنا کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے اور دوسرا خط سندی بن شاہک کو دے کر کہنا کہ وہ عباس بن محمد کے حکم کی تعمیل کرے۔

الغرض مسرور روانہ ہوا اور فضل بن یحییٰ کے پاس آ کر ٹھہرا مگر کسی کو اس کی آمد کا مقصد معلوم نہیں تھا۔ پھر وہ امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس گیا تو اس نے دیکھا کہ فضل نے انہیں آرام و سکون میں رکھا ہوا تھا۔ وہ فوراً عباس بن محمد اور سندی بن شاہک کے پاس پہنچا اور ان دونوں کو ہارون کے خطوط دیئے۔ وہاں سے نکل کر سیدھا فضل بن یحییٰ کے پاس آیا اور اسے ڈرا دھمکا کر عباس بن محمد کے پاس لایا۔ پھر اس نے سندی بن شاہک سے کہا کہ فضل کو کھینچ لو اور اسے سو کوڑے مارو۔ سندی نے اسے سو کوڑے مارے۔ فضل وہاں سے نکلا تو رنگت بدلی ہوئی تھی اور چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس نے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تماشائیوں کو سلام کیا اور اپنے گھر چلا گیا۔

پھر مسرور نے تمام حالات ہارون کو لکھ بھیجے۔ ادھر سے حکم آیا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کو سندی بن شاہک کی تحویل میں دے دو۔

اس کے بعد ہارون نے ایک جلسہ کیا اور کہا لوگو!

فضل بن یحییٰ نے میری نافرمانی کی اور میرے حکم سے روگردانی کی ہے لہٰذا میں اس پر لعنت کرتا ہوں تم بھی اس پر لعنت کرو۔

ہر طرف سے فضل بن یحییٰ پر لعنت برسنے لگی اور پورا جلسہ گاہ لعنت کی آوازوں سے گونجنے لگی۔ جب یہ اطلاع یحییٰ بن خالد کو ملی تو وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر ہارون الرشید کے پاس پہنچا اور خاص دروازے سے داخل ہو کر ہارون کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا اور اس نے ہارون سے کہا کہ ذرا میری طرف بھی توجہ فرمائیں۔

اس نے مڑ کر دیکھا تو یحییٰ نے کہا:

فضل سے غلطی ہو گئی ہے مگر جو کچھ آپ چاہتے ہیں اس پر میں تیار ہوں۔

یہ سن کر ہارون خوش ہو گیا اور مجمع سے خطاب کر کے کہا:

لوگو! فضل نے میرا ایک حکم نہ مانا تھا میں نے اس پر لعنت کی تھی مگر اب اس نے معافی مانگ لی ہے اور میری اطاعت پر آمادہ ہے اسی لیے تم بھی اس کو اپنا دوست سمجھو۔

حاضرین نے کہا: جس سے آپ کی دوستی ہے ہماری بھی اس سے دوستی ہے اور جس سے آپ کو دشمنی ہے ہمیں بھی اس سے دشمنی ہے۔

پھر یحییٰ بن خالد بغداد آیا اور اسے دیکھ کر لوگوں میں کھلبلی سی مچ گئی اور قیاس آرائیاں ہونے لگیں لیکن اس نے یہ ظاہر کیا کہ میں انتظامی امور کی درستگی اور ملازمین کی کارکردگی کا جائزہ لینے آیا ہوں۔ پھر اس نے سندی بن شاہک کو بلایا اور اسے ہدایات دیں کہ وہ موسیٰ بن جعفرؑ کی زندگی کا چراغ گل کر دے۔ چنانچہ سندی بن شاہک نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے

اجازت دیں کہ میں آپؑ کو کفن دوں مگر آپؑ نے انکار کر دیا اور آپؑ نے فرمایا:

ہم اہل بیتؑ کی یہ روش ہے کہ ہم اپنی عورتوں کا مہر اور حج اور اپنا کفن اپنے طیب و طاہر مال سے فراہم کیا کرتے ہیں اور میرے پاس میرا کفن موجود ہے۔ جب آپؑ کا انتقال ہوا تو بغداد کے فقہاء و علماء اور سرکردہ افراد آپؑ کی میت پر آئے جن میں ہیثم بن عدی وغیرہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے آکر دیکھا کہ آپؑ کے جسم پر تشدد کے ظاہری آثار موجود نہیں تھے۔ ان لوگوں نے اس پر اپنی گواہیاں ثبت کیں۔ اس کے بعد آپؑ کی میت پل بغداد پر لائی گئی اور حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ کی میت ہے جس نے دیکھنا ہو آکر دیکھ لے۔ لوگ آتے رہے اور زیارت کرتے رہے۔

طالبین میں سے ایک شخص کی روایت ہے کہ پل بغداد پر یہ اعلان کیا گیا یہ موسیٰ بن جعفر ہے جس کے متعلق روافض کا خیال ہے کہ وہ نہیں مریں گے وہ مرچکے ہیں اور آکر دیکھ لو یہ ان کی میت ہے۔ لوگ آکر دیکھتے رہے۔

لوگوں کا بیان ہے پھر آپؑ کی میت کو وہاں سے اٹھا کر مقابر قریش لایا گیا اور عیسیٰ بن عبداللہ نوفلی کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔

(ارشاد مفید' ص ۲۹۸-۲۹۹۔ کشف الغمہ' جلد۲' ص ۲۴۰۔ غیبت طوسی' ص ۳۶)

(نوٹ: آج کل جہاں کاظمین شہر قائم ہے اسے پہلے مقابر قریش کہا جاتا تھا)

قید کے حالات

احمد بن عبداللہ قروی نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک مرتبہ فضل بن ربیع کے پاس گیا اور وہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے قریب آنے کے لیے کہا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا: گھر کے اندر اس حصہ میں ذرا جھانک کر دیکھو۔ میں نے جھانک کر دیکھا۔

اس نے پوچھا: تمہیں کوئی چیز دکھائی دی ہے۔

میں نے کہا: مجھے تو اس کمرے کے فرش پر ایک کپڑا پڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔
اس نے کہا: تم نے پورے غور سے نہیں دیکھا۔ اب ذرا پوری توجہ سے دیکھو۔
میں نے پوری توجہ سے دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ کپڑا نہیں بلکہ ایک شخص سجدہ میں پڑا ہوا ہے۔

اس نے کہا: کیا تم اسے جانتے ہو؟

میں نے کہا: نہیں مجھے معلوم نہیں ہے۔

اس نے کہا: یہ تمہارے مولاؑ ہیں۔

میں نے تعجب سے کہا: میرے مولا کون؟

اس نے کہا: تم شاید تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہو؟

میں نے کہا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں واقعی نہیں جانتا کہ کون مولا؟

اس نے کہا: پھر سنو یہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں۔ صبح سے شام تک وہ اسی حالت میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ صبح کی نماز کے بعد کچھ تعقیبات پڑھتے ہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے اس کے بعد یہ سجدہ کرتے ہیں جو کہ زوالِ آفتاب تک جاری رہتا ہے۔ اور آپؑ کو زوال کا وقت بتانے کے لیے ایک شخص مقرر ہے جو آپؑ کو زوال آفتاب کی خبر دیتا ہے اور جب وہ غلام آپؑ کو زوالِ آفتاب کی خبر دیتا ہے تو یہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اسی صبح کے وضو سے نماز ظہر ادا کرتے ہیں۔ اس سے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے اتنا وقت سجدہ میں گزارا ہے اور سوئے نہیں ہیں۔ پھر اسی وضو سے آپؑ عصر کی نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد آپؑ ایک طویل سجدہ کرتے ہیں جو غروبِ آفتاب تک جاری رہتا ہے۔ پھر اسی وضو سے مغرب کی نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر تعقیبات میں مصروف ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جو انہیں غذا دی جاتی ہے وہ اس سے افطار کرتے ہیں۔ پھر تجدید وضو کر کے اور ساری رات کھڑے ہو کر نماز میں مصروف رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اور غلام انہیں

فجر کے وقت کی اطلاع دیتا ہے اور وہ اٹھ کر فجر کی نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد نماز فجر کی تعقیبات پڑھتے ہیں اور جب سے یہ میری نگرانی میں آئے ہیں تب سے ان کا یہی معمول ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے فضل سے کہا:

فضل! خدا سے ڈرو اور ان پر کوئی ظلم وستم نہ کرنا ورنہ تم پر زوال آجائے گا اور تم جانتے ہو کہ آج تک جس کسی نے بھی اس خاندان کے کسی فرد پر ظلم کیا وہ تباہ و برباد ہوا۔

فضل نے کہا کہ میرے پاس بھی کئی بار ہارون کا قاصد یہ پیغام لے کر آیا ہے کہ تم انہیں کسی صورت سے قتل کر دو لیکن میں نے ہر بار انکار کر دیا اور کہلا بھیجا خواہ مجھے قتل ہی کیوں نہ کر دیں میں انہیں کسی قیمت پر شہید نہیں کروں گا۔

جب فضل بن ربیع نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو شہید کرنے سے انکار کر دیا تو ہارون نے آپؑ کو فضل بن یحییٰ برمکی کی تحویل میں دے دیا۔ چنانچہ آپؑ ایک عرصہ تک اس کی قید میں رہے اور روزانہ آپؑ کا کھانا فضل بن ربیع کی طرف سے آیا کرتا تھا اور اس نے دوسرے لوگوں کو کھانا بھیجنے سے منع کر دیا تھا۔ لہٰذا آپؑ وہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ تین دن تک تو یہی صورت حال رہی مگر چوتھے دن آپؑ کے سامنے فضل بن یحییٰ برمکی کا بھیجا ہوا کھانا سامنے رکھا گیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کھانے پر نظر پڑتے ہی آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کی:

پروردگار! بے شک تو جانتا ہے اگر یہ کھانا میں نے آج سے پہلے کھایا ہوتا تو ہلاک ہو چکا ہوتا۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اس کھانے میں سے کچھ کھانا کھایا اور کھانا کھاتے ہی آپؑ بیمار پڑ گئے۔ دوسرے دن ایک طبیب کو آپؑ کے پاس بھیجا گیا تا کہ طبیب آپؑ کی بیماری کے بارے میں دریافت کرے۔

طبیب نے آکر آپؑ کا حال پوچھا۔ آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے

بار بار آپؑ کی صحت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے اپنی ہتھیلی دکھائی اور کہا: دیکھو! یہ ہے میری بیماری۔ اس وقت آپؑ کی ہتھیلی سبز رنگ کی ہوچکی تھی۔ پھر لوگ وہاں جمع ہوگئے تو طبیب نے ان لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا کہ خدا کی قسم! تم لوگوں نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اسے معلوم ہے۔ تھوڑی دیر بعد آپؑ کا انتقال ہوگیا۔

(عیون اخبار الرضا، جلد ۱، ص ۱۰۶۔ امالی صدوق، ص ۱۲۶۔ عوالم العلوم، جلد ۲۱، ص ۴۳۴)

حضرتؑ کی شہادت اور تجہیز و تکفین

عمر بن واقد راوی ہیں جب ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فضائل و کرامات کا شہرہ سنا اور اس نے محسوس کیا کہ شیعہ انہیں امام مانتے ہیں اور دن رات وہ ان کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں تو اسے اپنی سلطنت کے متعلق خطرہ محسوس ہوا اور اس نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ اس نے کچھ تازہ کھجوریں منگوائیں۔ ان میں سے چند دانے خود کھائے۔ پھر اس نے بیس دانے علیحدہ کیے اور ان میں دھاگے سے زہر ملائی اور اس نے کئی بار یہ عمل دہرایا پھر اس نے اپنے خادم سے کہا کہ تم یہ کھجوروں کا طبق موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ ان میں سے کچھ کھجوریں خلیفہ نے خود کھائی ہیں اور بقیہ آپؑ کے لیے بھیجی ہیں اور اس نے آپؑ کو قسم دی ہے کہ آپؑ یہ تمام کھجوریں تناول فرمائیں اور خلیفہ کی یہ خواہش ہے کہ ان کھجوروں کو آپؑ تنہا کھائیں کسی دوسرے کو اس میں شامل نہ کریں۔

نوکر وہ کھجوریں لے کر آپؑ کے پاس آیا اور خلیفہ کا پیغام پہنچایا۔ آپؑ نے اس خادم سے کہا:

ایک خلال لاؤ۔ اس نے آپ کو ایک خلال لا کر دیا۔ اور وہ آپؑ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ آپؑ نے زہر آلود کھجوریں کھانی شروع کیں۔ وہاں قریب ہی ہارون رشید کی ایک پیاری کتیا بھی موجود تھی جو سونے اور جواہرات کی زنجیر سے بندھی ہوئی تھی۔ اس نے

زنجیر توڑی اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ آپؑ نے دانتوں میں خلال کیا اور وہی خلال اس کتیا کی طرف پھینک دیا۔ اس نے اس خلال کو کھایا اور موقع پر ہی مر گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا گوشت ہڈیوں سے جدا ہو کر گرنے لگ گیا۔ آپؑ نے بقیہ کھجوریں بھی کھائیں اور خالی طبق خادم کے حوالے کیا جسے وہ ہارون کے پاس لے گیا۔

ہارون نے خادم سے پوچھا کیا انہوں نے وہ تمام کھجوریں کھائی تھیں؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ انہوں نے سب کھجوریں کھالی ہیں۔

ہارون نے کہا: اب ان کا کیا حال ہے؟

خادم نے کہا: مجھے تو ان میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیا۔

پھر ایک نوکر نے ہارون کو اس کی کتیا کی موت کی خبر دی اور اسے بتایا کہ اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ مر گئی۔ ہارون کو کتیا کی موت کا دکھ ہوا اور خود اٹھ کر آیا اور کتیا کا مرا ہوا جسم دیکھا۔ پھر اس نے خادم کو بلایا اور اس کے سر پر تلوار سونت کر کہا: سچ بتا کہ وہ کھجوریں کہاں گئیں ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

اس نے کہا کہ میں نے وہ کھجوریں موسیٰ بن جعفرؑ کے سامنے پیش کیں اور میں نے انہیں آپ کا پیغام بھی سنایا۔ انہوں نے مجھ سے ایک خلال منگوایا۔ اتنے میں آپ کی کتیا رسی تڑوا کر وہاں آ گئی۔ انہوں نے وہ خلال اپنے دانتوں میں مارا پھر انہوں نے وہی خلال کتیا کے سامنے پھینک دیا۔ آپ کی کتیا نے وہ خلال کھا لیا اور باقی ماندہ کھجوریں بھی انہوں نے ہی کھائی تھیں۔

ہارون الرشید نے کہا: ہائے افسوس! ہم نے موسیٰ بن جعفرؑ کو بہترین کھجوریں بھی کھلائیں اور ہم نے اپنا زہر بھی ضائع کیا اور ہمیں اپنی کتیا سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔ اس کے باوجود بھی ہمیں ان سے چھٹکارا نہ مل سکا۔

راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی وفات سے تین دن قبل اپنے زندان

بان مسیّب کو بلایا اور فرمایا:

اے مسیّب!

اس نے کہا: لبیک میرے آقا و مولا!

آپؑ نے فرمایا: میں آج رات اپنے ناناؐ کے شہر مدینہ منورہ جاؤں گا تاکہ جو عہدہ مجھے والد سے ملا ہے میں وہی منصب امامت اپنے فرزند علی کے سپرد کروں گا اور میں انہیں اپنا وصی و جانشین بناؤں گا اور اسرار امامت ان کے سپرد کروں گا۔

مسیّب کہنے لگا: آقا و مولا! کیا آپؑ مجھے وہ تمام تالے کھولنے کا حکم دے رہے ہیں جب کہ ہر دروازے پر پہرے دار بھی موجود ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: مسیّب! شاید تمہیں اللہ اور اہل بیت پیغمبرؐ پر بہت کم یقین ہے۔ اگر تمہیں یقین ہوتا تو تم اس اندیشہ کا اظہار نہ کرتے۔

مسیّب کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا:

آپؑ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ثابت قدم رکھے۔

آپؑ نے دعا فرمائی: خدایا اسے ثابت قدم رکھنا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اب میں اس اسم اعظم کے ذریعے سے دعا مانگتا ہوں جس کے وسیلہ سے حضرت آصف نے چشمِ زدن میں شاہزادی بلقیس کا تخت ملک سبا سے اٹھا کر حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کیا اور آج اسی اسم اعظم کی برکت سے میں مدینہ جاؤں گا اور اپنے فرزند علی رضاؑ سے ملوں گا۔

مسیّب کا بیان ہے کہ پھر آپؑ نے دعا پڑھی اور آپؑ اچانک مصلّی سے غائب ہوگئے اور میں وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ آپؑ واپس زندان میں آگئے اور اپنی زنجیریں اپنے پاؤں میں ڈال دیں۔

یہ دیکھ کر میں نے سجدۂ شکر کیا کہ خدا نے مجھے معرفتِ امام عطا کی۔ اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

میتب! سر اٹھاؤ اور سنو میں آج سے ٹھیک تیسرے دن رحلت کر جاؤں گا۔

یہ سن کر میں رونے لگا۔ آپؑ نے فرمایا:

میتب! روؤ نہیں' میرے بعد میرا فرزند علی (رضا) تمہارا امام اور مولا ہے۔ اگر تم ان کی ولایت سے وابستہ رہے تو تم گمراہی سے محفوظ رہو گے۔

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر تیسرے دن رات کے وقت مولا نے مجھے بلایا اور فرمایا:

میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں دنیا سے رحلت کرنے والا ہوں اور تم سے پانی طلب کروں گا۔ اور جب میں پانی پی لوں گا تو تم دیکھو گے کہ میرا پیٹ پھول جائے گا اور میرے جسم کا رنگ زرد ہو جائے گا' پھر سرخ ہو جائے گا اور آخر میں سبز ہو جائے گا۔ اس وقت میری وفات ہو جائے گی۔ میری وفات کی خبر اس ظالم کو دینا اور میری وفات سے قبل کسی کو کوئی اطلاع نہ دینا۔

میتب بن زہیر کا بیان ہے کہ میں آپؑ کے فرمان کے مطابق انتظار کرنے لگا۔ آپؑ نے پانی طلب کیا اور پانی پینے کے بعد فرمایا:

میتب! سنو اس نجس ترین شخص سندی بن شاہک کا خیال یہ ہو گا کہ وہ مجھے غسل دے گا اور کفن دے کر دفن کرے گا۔ وہ ایسا ہرگز نہ کر سکے گا۔ پھر مجھے قریش کے مشہور قبرستان میں لے جایا جائے گا۔ تم لوگ میری قبر بنانا مگر میری قبر کو چار انگشت سے زیادہ بلند نہ کرنا اور میری قبر کی مٹی کو بطور تبرک نہ اٹھانا۔ میرے جد اطہر امام حسینؑ کی مٹی کے علاوہ باقی کسی مٹی کو بطور تبرک کھانا حرام ہے۔ میرے جد اطہر کی مٹی کو اللہ نے ہمارے شیعوں اور دوستوں کے لیے خاکِ شفا بنایا ہے۔

میتب کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بالکل مشابہ تھا آپؑ کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا اور یہ ہمارے آقا امام علی رضا علیہ السلام تھے جو ابھی کم سن تھے۔ اسی لیے میں نے ان سے کچھ پوچھنا چاہا تو امام موسیٰ کاظمؑ

نے پکار کر فرمایا:

میسّب! کیا میں نے تم کو خاموش رہنے کا حکم نہیں دیا تھا؟

پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور امام علی رضاؑ بھی نظروں سے غائب ہوگئے۔ میں نے آپؑ کی وفات کی اطلاع ہارون کو پہنچائی تو سندی بن شاہک زندان میں آیا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ لوگ اپنے خیال میں آپؑ کو غسل دے رہے تھے مگر ان کا ہاتھ آپؑ تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ اور وہ اپنے خیال میں آپؑ کو حنوط کر رہے تھے اور کفن پہنا رہے تھے مگر ان کے ہاتھ آپؑ تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہی جوان جو زندان میں ان کے پاس آیا تھا وہی آپؑ کی تجہیز و تکفین کر رہا تھا اور میرے علاوہ وہ کسی اور کو نظر نہیں آ رہے تھے۔

غسل و کفن سے فارغ ہونے کے بعد وہ جوان میری طرف متوجہ ہوا اور کہا:

میسّب! کب تک شک میں مبتلا رہو گے میرے متعلق کبھی شک نہ کرنا میں تمہارا امام اور مولاؑ اور اپنے والد گرامی کے بعد تم پر خدا کی حجت ہوں۔

میسّب! میری مثال اس وقت حضرت یوسفؑ کی سی ہے جب ان کے بھائی ان کے پاس پہنچے تھے تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا مگر بھائیوں نے انہیں نہیں پہچانا تھا۔

آپؑ کی میت اٹھائی گئی اور آپؑ کو ''مقابر قریش'' میں دفن کیا گیا اور اس وقت آپؑ کی قبر کو زمین سے صرف چار انگشت بلند رکھا گیا تھا۔ بعد میں لوگوں نے اسے اونچا کیا اور اس پر روضہ تعمیر کیا۔ (عیون اخبار الرضا' جلد۱' ص ۱۰۰-۱۰۱۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۱۸۱۔ عوالم العلوم' جلد۲۱' ص ۴۵۵)

حضرتؑ کا لوگوں کو زہر خورانی کی اطلاع دینا

محمد بن بشار کا بیان ہے کہ محلّہ قطیعۃ الربیع کے رہنے والے ایک اہلِ سنت شیخ نے

مجھ سے کہا کہ کچھ لوگ موسیٰ بن جعفرؑ کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ حق بجانب ہیں میں نے اپنی پوری زندگی میں ان جیسا عابد وزاہد نہیں دیکھا۔

میں (راوی) نے کہا: تم نے انہیں کب دیکھا تھا؟

اس نے کہا کہ سندی بن شاہک نے شہر کے ۸۰ معززین اور اہلِ خیر کو جمع کیا جن میں، میں بھی شامل تھا اور وہ ہمیں موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے گیا اور اس نے کہا:

آپ حضرات اس شخص کو اچھی طرح سے دیکھ لیں۔ کیا تمہیں اس پر کہیں کوئی تشدد کا نشان دکھائی دیتا ہے جب کہ لوگ ہم پر الزام لگا رہے ہیں اور اس طرح کی بہت سی باتیں بنائی جا رہی ہیں۔ دیکھو یہ اس کی رہائش گاہ ہے اور یہ اس کا بستر ہے۔ ہم نے اس پر کوئی تنگی نہیں کی ہے اور خلیفہ نے اس کے متعلق کسی بھی برائی کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ خلیفہ نے تو اسے یہاں اس لیے نظر بند کر رکھا ہے کہ وہ آ کر خلیفہ سے مباحثہ کرے باقی اسے یہاں کسی طرح کی تنگی کا سامنا نہیں ہے۔

ہم لوگوں کا مقصد صرف ان کا دیدار کرنا تھا۔ موسیٰ بن جعفرؑ نے کہا:

جہاں تک مکان کی فراخی کی بات ہے تو وہ درست ہے۔ البتہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ سات کھجوروں میں مجھے ان لوگوں نے زہر دی ہے کل میرا جسم سبز ہو جائے گا اور پرسوں میں دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔

جب ہم نے سندی بن شاہک کی طرف دیکھا تو وہ بید کی طرح لرزنے لگ گیا۔

ابراہیم بن ابی محمود کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علی رضاؑ سے پوچھا:

کیا امام کو اپنی موت کے وقت کا علم ہوتا ہے؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔

میں نے کہا: جب یحییٰ بن خالد نے زہریلی کھجوریں آپؑ کے والد کے پاس بھیجی تھیں تو کیا آپؑ کے والد کو ان کا علم تھا؟

آپ نے کہا: جی ہاں۔

میں نے کہا: تو کیا انہوں نے زہریلی کھجوریں جان بوجھ کر کھائی تھیں اور اپنے ہاتھوں اپنی موت کو دعوت نہیں دی تھی؟

امام علی رضاؑ نے فرمایا: نہیں۔ وہ اس سے قبل جانتے تھے لیکن جب وہ مخصوص وقت آیا تو اللہ نے ان کے دل پر نسیان طاری کر دیا تھا تا کہ حکمِ الٰہی نافذ ہو سکے۔

(بصائر الدرجات، ص ۴۸۱۔ عوالم العلوم، جلد ۲۱، ص ۴۶۷۔ بحارالانوار، جلد ۲۷، ص ۲۸۵، جلد ۴۸، ص ۲۳۵)

امام موسیٰ کاظمؑ اور قرأت انجیل

ہشام بن الحکم نے ''بریہ'' کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس کو لے کر امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس لا رہے تھے کہ راستے میں امام ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات ہوئی اور ہشام نے حضرت موسیٰ کاظمؑ سے اس کا واقعہ بیان کیا۔ جب ہشام نصرانی عالم بریہ کی داستان سنا چکے تو حضرت موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

تمہیں اپنی کتاب کا کس حد تک علم ہے؟

اس نے کہا: میں انجیل کا عالم ہوں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

تم انجیل کی تفسیر و تاویل کتنی جانتے ہو؟

نصرانی عالم نے کہا: میں بہت اچھی تفسیر جانتا ہوں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا تم مجھ سے کچھ انجیل سنو۔ پھر آپؑ نے اسے کچھ انجیل پڑھ کر سنائی تو نصرانی عالم نے بے ساختہ کہا:

مجھے تو آپؑ جیسی شخصیت کی پچاس برس سے تلاش تھی۔ اس کے بعد ''بریہ'' اسلام لایا اور اس کے ساتھ جو عورت تھی اس نے بھی اسلام قبول کر لیا اور بعد میں وہ اچھا

مسلمان ثابت ہوا۔

الغرض جب نصرانی عالم اوراس کے ساتھ آنے والی خاتون نے اسلام قبول کرلیا تو ہشام انہیں ساتھ لے کر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئے اورانہوں نے امام صادق علیہ السلام کے سامنے امام موسیٰ کاظمؑ کی قرأت انجیل کا واقعہ اور عیسائیوں کے قبولِ اسلام کا واقعہ بیان کیا تو امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (آل عمران: ۳۴)

''یہ ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے''۔

نومسلم بریہ نے کہا: آپؑ حضرات کے پاس تورات وانجیل اور صحائف انبیاء کا علم کہاں سے آ گیا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ان انبیاء سے ہمیں بطور میراث منتقل ہوا ہے اور ہم صحائف انبیاء کو اسی طرح سے پڑھتے ہیں جیسے وہ انبیاء خود انہیں پڑھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو زمین پر اپنی حجت بناتا ہی نہیں جو کسی سوال کے جواب میں ''لَا اَدْرِیْ'' میں نہیں جانتا' کہے۔ (الکافی' جلد۱' ص ۲۲۷۔ حلیۃ الابرار' جلد۲' ص ۲۴۰)

حضرتؑ کے قتل کی ایک ناکام کوشش

مسیّب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قتل کرانے کا ارادہ کیا تو اس نے اطراف کے اپنے حکام کو خط لکھا۔ کچھ ایسے وحشی افراد میرے پاس روانہ کرو جنہیں نہ تو خدا کے متعلق کچھ علم ہو اور نہ رسول کے متعلق انہیں کچھ معلومات ہوں۔ مجھے ایک مہم کے لیے ایسے افراد کی شدید ضرورت ہے۔

حکام نے ''عبدہ'' قبیلہ کے پچاس افراد اس کے پاس روانہ کیے جو کہ بالکل اُجڈ تھے اور انہوں نے اپنی زندگی میں خدا اور رسول کا کبھی نام تک بھی نہیں سنا تھا۔

ہارون نے انہیں اپنے باورچی خانہ کے قریب ایک مکان میں ٹھہرایا اور ان کے

پاس مال و دولت کی تھیلیاں اور قیمتی جواہرات بھیجے۔ پھر انہیں اپنے پاس بلایا اور ایک ترجمان کی وساطت سے ان سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟

انہوں نے کہا: ہم نے ''رب'' کا لفظ اپنی پوری زندگی میں کبھی سنا ہی نہیں۔

ہارون نے انہیں قیمتی پوشاکیں دیں اور ان سے کہا:

ساتھ والے کمرے میں میرا ایک دشمن رہتا ہے تم اندر چلے جاؤ اور تلواروں سے اس کے ٹکڑے اڑا دو۔

وحشی افراد تلواریں لے کر اندر گئے جہاں امام موسیٰ کاظمؑ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہارون اپنے مکان کی چھت سے یہ منظر دیکھنے لگا۔ جب ان وحشی افراد کی نظر امام موسیٰ کاظمؑ پر پڑی تو انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور امام علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔

امام موسیٰ کاظمؑ اٹھے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ان کی مادری زبان میں ان سے گفتگو کرنے لگے۔

جب رشید نے یہ منظر دیکھا تو بے ہوش ہو گیا اور چلا کر ترجمان سے کہا: انہیں یہاں سے باہر نکالو۔ وہ الٹے پاؤں امام علیہ السلام کے کمرے سے باہر نکلے۔ پھر وہ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔ (مشارق انوار الیقین' ص ۹۵-۹۶۔ بحار الانوار' جلد ۴۸' ص ۲۴۹۔ عوالم العلوم' جلد ۲۱' ص ۲۸۵)

آگ سے محفوظ رہنا

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت پر نص فرمائی تھی۔ مگر ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے عبداللہ نے امامت کا دعویٰ کر دیا اور یہ وہی عبداللہ ہے جسے ''افطح'' کہا جاتا تھا۔

ایک دن بہت سے افراد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس جمع تھے۔ آپؑ نے

اپنے خادموں کو حکم دیا کہ محفل کے درمیان بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے رکھیں۔

لکڑیاں جمع ہو گئیں تو آپؑ نے اپنے بھائی عبداللہ کو اپنے پاس بلایا اور وہ آ کر محفل میں بیٹھ گیا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ لکڑیوں کو آگ لگا دی جائے۔ چنانچہ لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی اور جب لکڑیاں جل کر سرخ انگاروں میں تبدیل ہو گئیں تو آپ اٹھے اور آگ کے درمیان جا کر بیٹھ گئے اور لوگوں سے باتیں بھی کرتے رہے۔

پھر آپؑ آگ کے انگاروں سے اس حالت میں اٹھے کہ آپؑ کے کپڑوں کو بھی آگ نے نہیں جلایا تھا۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنے بھائی عبداللہ سے فرمایا:

اگر تم بھی امام ہو تو اٹھو اور اس آگ میں میری طرح سے جا کر بیٹھ جاؤ۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ کا چہرہ فق ہو گیا اور وہ حضرتؑ کی محفل سے اٹھ کر چلا گیا۔ (الخرائج والجرائح، جلد ۱، ص ۳۰۸۔ عوالم العلوم، جلد ۲۱، ص ۱۴۸)

مردہ جانور کا زندہ کرنا

علی بن ابی حمزہ راوی ہیں کہ ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے شہر سے باہر لے آئے۔ جب ہم صحرا میں پہنچے تو ہم نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سامان ادھر ادھر بکھرا پڑا تھا اور وہ شخص زار و قطار رو رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک مردہ گدھا پڑا ہوا تھا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

بندۂ خدا! تو کیوں پریشان ہے؟

اس نے کہا: میں قافلہ کے ساتھ حج کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا لیکن یہاں صحرا میں آ کر میرا گدھا مر گیا اور میرے ساتھی تنہا چھوڑ کر آگے چلے گئے اور میں یہاں تنہا رہ گیا ہوں۔ میرے پاس سواری کا جانور نہیں ہے جس پر میں اپنا سامان لاد دوں اور سفر جاری رکھ سکوں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: شاید یہ گدھا مرا ہی نہ ہو۔

اس شخص نے کہا: آپؑ مجھ پر رحم کریں اور مجھ سے مذاق نہ کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے ایک اچھی دعا یاد ہے۔

اس شخص نے کہا: آپؑ مجھے میرے حال پر رہنے دیں اور میری بے چارگی کا مذاق نہ اڑائیں۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد آپؑ مرے ہوئے گدھے کے پاس گئے اور آپؑ نے کوئی ایسی کلام کی جسے میں سمجھ نہ سکا۔ پھر آپؑ نے وہاں پر پڑی ہوئی ایک لکڑی اٹھائی اور گدھے کو ماری۔ گدھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کے بعد آپؑ نے اس شخص سے فرمایا:

کیا ہم نے تم سے مذاق کیا تھا؟ گدھے پر سامان لا دو اور قافلہ کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

اس شخص نے سامان بار کیا اور چلا گیا۔

علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن چاہ زمزم پر کھڑا تھا تو اس شخص نے مجھے دیکھ لیا اور میرے پاس آیا اور اس نے میرے ہاتھوں کو بوسے دیئے۔ میں نے اس سے کہا:

تمہارا گدھا کیسا ہے؟

اس نے کہا کہ وہ بالکل تندرست ہے۔

پھر اس نے کہا وہ بزرگوار کہاں ہیں جنہوں نے عیسیٰ نفس ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے میرے مردہ گدھے کو زندہ کیا تھا؟

میں نے کہا: تمہارا مقصد پورا ہو گیا اس سے زیادہ تمہیں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (الخرائج والجرائح' جلد ۱' ص ۳۱۴۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۲۴۷)

چوری کی تلافی

بکارتی روایت کرتا ہے کہ میں نے چالیس حج کیے۔ جب آخری حج کرنے لگا تو اخراجات کے لیے رقم ختم ہوگئی۔ میں مکہ آیا اور وہیں پر ہی قیام کیا۔ میرا ارادہ تھا کہ جب سب لوگ مکہ سے چلے جائیں تو میں مدینہ جاؤں گا۔ قبر رسولؐ کی زیارت کروں گا اور اپنے مولا حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کروں گا اور ممکن ہے کہ کوئی کام مل جائے تو اس سے رقم کما کر کوفہ واپس جانے کے اخراجات پورے کروں گا۔

اسی مقصد کے تحت میں مدینہ آ گیا۔ روضہ رسولؐ پر پہنچ کر سلام کیا پھر ''مصلی'' (ایک جگہ کا نام ہے) کی طرف آیا جہاں مزدور مزدوری کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ میں بھی ان ہی میں جا کر کھڑا ہوگیا اس امید پر کہ اللہ کوئی مزدوری دے دے گا تو کام بن جائے گا۔

ابھی میں وہاں کھڑا ہی تھا کہ اسی وقت ایک شخص آیا اور سارے مزدور اس کے گرد اکٹھے ہوگئے۔ میں بھی ان کے ساتھ جا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ شخص ان میں سے چند مزدوروں کو لے کر چلا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا اور کہا' اے اللہ کے بندے! میں ایک مسافر ہوں اگر مناسب ہو تو مجھے بھی ساتھ لے چلو اور جو دل چاہے مزدوری کرالینا۔

اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم کوفے کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

اس نے کہا: اچھا تم بھی چلو۔

چنانچہ میں بھی مزدوروں کے ساتھ چل دیا۔ وہاں ایک بڑا مکان بن رہا تھا۔ اس میں مَیں نے کام شروع کر دیا اور چند دن تک کام کیا۔ وہاں ہمیں مزدوری ہفتہ میں ایک دن ملتی تھی۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ بڑے مستری خود کام نہیں کرتے تھے تو میں نے ٹھیکیدار سے کہا آپ مجھے ان مزدوروں کا بڑا مستری بنا دیں میں ان مزدوروں سے بھی

کام کراؤں گا اور خود بھی کام کروں گا۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے میں تمہیں ان کا بڑا مستری بناتا ہوں ان سے کام کراؤ اور خود بھی کام کرو۔

راوی روایت کرتا ہے کہ ایک دن میں سیڑھی پر کھڑا ہوا تھا کہ دیکھا حضرت ابوالحسنؑ تشریف لا رہے ہیں۔ آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

اے بکار! تم نیچے اترو۔ میں نیچے اترا۔ آپؑ مجھے ایک طرف لے گئے اور پوچھا: تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

میں نے عرض کی: میں آپؑ پر قربان جاؤں' میرا سارا سفر کا خرچ ختم ہو چکا تھا اس لیے سفر کا خرچ اکٹھا کرنے کے لیے میں نے یہاں مزدوری شروع کر دی ہے۔

الغرض جب دوسرا دن ہوا اور مزدوری تقسیم ہونے لگی تو ابوالحسنؑ خود تشریف لائے اور دروازے پر بیٹھ گئے۔ تو وکیل ایک ایک مزدور کو بلاتا اور مزدوری دیتا لیکن جب میں قریب جانے کی کوشش کرتا تو آپؑ ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ فرما دیتے۔ آخرکار جب سب کو مزدوری دے چکے تو مجھ سے فرمایا:

ادھر آؤ۔ میں قریب گیا تو آپؑ نے رقم کی ایک تھیلی دی جس میں پندرہ دینار تھے اور فرمایا: لو یہ تمہارا کوفے تک کے سفر کا خرچ ہے۔

پھر فرمایا: کل ہی روانہ ہو جاؤ۔

میں نے عرض کی: بہت اچھا' میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ میں آپؑ کی بات کو رد نہ کر سکا اور اس کے بعد آپؑ تشریف لے گئے اور اس کے بعد اپنے ایک آدمی کو بھیجا اور اس نے آ کر مجھے کہا کہ ابوالحسنؑ نے فرمایا ہے کہ جانے سے پہلے میرے پاس آنا۔ دوسرے دن میں آپؑ کی خدمت میں گیا' آپؑ نے فرمایا: ابھی چلے جاؤ تاکہ مقام "فید" پر پہنچ سکو کیونکہ کچھ لوگ کوفے جا رہے ہیں ان کا اور تمہارا ساتھ ہو جائے گا اور یہ خط لو اور یہ خط علی ابن ابی حمزہ کو دے دینا۔

راوی روایت کرتا ہے کہ میں وہاں سے روانہ ہوا اور خدا کی قسم مجھے راستے میں

کوئی بھی نہ ملا یہاں تک کہ مقام "فید" پر پہنچ گیا۔ وہاں دیکھا کہ کچھ لوگ کوفے جانے کی تیاری کر رہے ہیں اور کل روانہ ہوں گے۔ میں نے ایک اونٹ خریدا اور ان کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گیا۔ رات کے وقت کوفہ میں داخل ہوا۔ دل میں کہا اس وقت اپنے گھر چلتا ہوں آج رات آرام سے سو جاؤں کل صبح کو مولاؑ کا خط علی ابن ابی حمزہ کو پہنچا دوں گا۔ یہ سوچ کر میں اپنے گھر آیا تو لوگوں نے بتایا کہ میرے آنے سے چند دن پہلے میری دکان کی چوری ہو گئی ہے۔

جب صبح ہو گئی تو میں نے نماز صبح پڑھی اور نماز کے بعد یہ سوچ رہا تھا کہ میری دکان سے کیا کیا چوری ہو گیا ہوگا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ علی ابن ابی حمزہ ہیں۔ میں نے اس سے مصافحہ کیا۔ سلام کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا:

اے بکار! آقا کا خط مجھے دو۔

میں نے کہا: ہاں ہاں میں خود ہی لے کر آنے والا تھا۔

انہوں نے کہا: اچھا لاؤ اب تو میں خود ہی لینے آ گیا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کل رات ہی یہاں پہنچے ہو۔ چنانچہ میں نے خط نکال کر انہیں دیا۔ انہوں نے خط لیا اسے بوسہ دیا' آنکھوں سے لگایا اور پھر رونے لگے۔

میں نے کہا: آپ رو کیوں رہے ہیں؟

انہوں نے کہا: آقا سے ملنے کے لیے بے قرار ہوں۔ اس کے بعد خط کھول کر پڑھا اور سر اٹھا کر کہا:

اے بکار! تمہارے ہاں چوری ہو گئی ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں' سب کچھ چور لے گئے۔

انہوں نے کہا: لو خدا نے تمہارا نقصان پورا کر دیا۔ میرے مولاؑ نے اس خط میں مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا نقصان پورا کر دوں اور انہوں نے مجھے چالیس دینار دیئے

ہیں۔

راوی روایت کرتا ہے کہ میں نے اپنی دکان دوبارہ سجائی اور نقصان کا اندازہ کیا تو پتہ چلا کہ چالیس دینار کا مال چوری ہوا تھا۔ امام علیہ السلام نے میرا نقصان پورا کر دیا اور میری چوری کی تلافی کر دی گئی۔

گذشتہ اور آئندہ کا علم

داؤد بن کثیر رقی کا بیان ہے کہ خراسان سے ایک شخص جس کا نام ابوجعفر تھا' وہ خراسان سے روانہ ہوا تو اہلِ خراسان نے اس سے کہا کہ آپ مدینہ جا رہے ہیں تو ہماری کچھ رقم بھی لیتے جاؤ اور ہماری طرف سے امام زمانہؑ کے حضور نذر کر دینا اور انہوں نے چند مسائل بھی لکھ کر دیئے کہ ان کا جواب امام زمانہؑ سے لے کر آنا۔

ابوجعفر خراسان سے روانہ ہوا اور کوفہ پہنچا۔ پھر اس نے نجف اشرف میں امیرالمومنینؑ کی قبرِ مطہر کی زیارت کی۔ اس نے وہاں دیکھا کہ امیرالمومنینؑ کے روضہ کے ایک گوشہ میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں کی ایک جماعت اس کے اردگرد جمع تھی۔

اس نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کے گرد بیٹھے ہوئے افراد کون ہیں تو اسے بتایا گیا کہ یہ بزرگ ابوحمزہ ثمالی ہیں اور ان کے گرد فقہائے شیعہ بیٹھے ہوئے ان سے احادیث سن رہے ہیں۔ چنانچہ خراسانی بھی اس مجمعے میں جا کر بیٹھ گیا۔ ابھی یہ محفل جاری تھی کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ میں مدینہ سے آ رہا ہوں اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہو گئی ہے۔

یہ خبرِ غم سن کر ابوحمزہ ثمالی زار وقطار روئے اور پھر انہوں نے سسکیاں بھرتے ہوئے اس شخص سے پوچھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے کس کو اپنا وصی مقرر کیا ہے؟

اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے فرزند عبداللہ اور اپنے فرزند موسیٰ اور خلیفہ منصور دوانیقی کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔

ابوحمزہ ثمالی نے کہا: خدا کا شکر ہے۔ انہوں نے چھوٹے کی نشاندہی کی اور بڑے کے متعلق وضاحت کر دی اور امر امامت کو راز میں رکھا۔

اس کے بعد ابوحمزہ قبر امیر المومنینؑ پر آئے اور انہوں نے وہاں نماز پڑھی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب ابوحمزہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں (داؤد رقی) نے کہا: آپ اپنی بات کی وضاحت کریں۔

ابوحمزہ ثمالی نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بڑے بیٹے کے متعلق بتایا کہ اس میں نقص ہے کیونکہ اگر اس میں نقص نہ ہوتا تو آپ اس کے ساتھ اپنے دوسرے بیٹے کو شامل ہی کیوں کرتے؟ اور منصور کو انہوں نے اس لیے اپنا وصی مقرر کیا تا کہ وہ ان کے حقیقی وصی کو قتل نہ کر دے۔

مرد خراسانی کا بیان ہے کہ میں ابوحمزہ ثمالی کی وضاحت کو نہ سمجھ سکا اور وہاں سے چل کر مدینہ روانہ ہوا۔ میرے ساتھ لوگوں کی امانتیں بھی تھیں اور جب میں خراسان سے روانہ ہوا تھا تو ایک غریب مومنہ جس کا نام شطیطہ تھا' اس نے مجھے ایک درہم اور ایک رومال دیا تھا اور کہا تھا کہ تم میری طرف سے امام علیہ السلام کے حضور یہ نیاز پیش کرنا۔ میں نے اس سے کہا کہ بی بی ایک درہم بھی کوئی دینے کی چیز ہے؟ اگر تم کہو تو میں اپنی طرف سے ایک سو درہم امام کی خدمت میں تمہارے نام سے پیش کر دوں؟

اس مومنہ نے کہا تھا کہ ابوجعفر! آخر ایک درہم میں عیب ہی کیا ہے۔ میں اپنی حیثیت کو مدنظر رکھ کر یہی پیش کر رہی ہوں۔

ابوجعفر کا بیان ہے کہ میں نے اس مومنہ کا ایک دینار اور رومال لے لیا تھا اور میں نے یادداشت کے لیے اس کے درہم کو ٹیڑھا کر دیا تھا۔ اور جب میں مدینہ پہنچا تو میں نے لوگوں سے امام صادق علیہ السلام کے وصی کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کا بڑا بیٹا عبداللہ ان کا وصی ہے۔

میں ان کے پاس گیا' دیکھا کہ دروازے پر جھاڑو اور چھڑکاؤ کیا گیا تھا اور

دروازے پر ایک دربان بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے یہ انداز پسند نہ آیا اور میں نے ملاقات کی اجازت چاہی اور اندر داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ امام صادق علیہ السلام کے وصی آپ ہی ہیں؟

انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر میں نے ان سے کہا:

دوسو درہم پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے؟

انہوں نے کہا: پانچ درہم۔

میں نے پوچھا کہ ایک سو درہم پر کتنی زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

انہوں نے کہا: اڑھائی درہم۔

پھر میں نے ان سے کہا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے آسمان کے تاروں کی تعداد کے مطابق طلاق دیتا ہوں تو کیا گواہوں کے بغیر طلاق واقع ہو جائے گی؟

انہوں نے کہا کہ ہاں' ستاروں کے جھرمٹ میں سے راس جوزا کے تین ستارے ہی کافی ہیں۔

مجھے ان کے جوابات پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر انہوں نے کہا کہ کیا اپنے علاقہ سے ہمارے لیے تحفے تحائف بھی لائے ہو؟

میں نے کہا: میں تو صرف قبر رسولؐ کی زیارت کے مقصد سے یہاں آیا ہوں اور میرے پاس کوئی تحفے اور ہدیے نہیں ہیں۔

پھر میں ان کے پاس سے اٹھ کر قبر رسولؐ پر گیا اور زیارت کے بعد اپنی قیام گاہ پر پہنچا۔ وہاں ایک حبشی غلام میرے دروازے پر کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا۔ پھر اس نے سلام کے بعد مجھ سے کہا:

جس سے تم ملنا چاہتے ہو' انہوں نے آپ کو اپنے ہاں بلایا ہے۔

میں اس کے ہمراہ چل دیا۔ وہ مجھے لے کر ایک دروازہ پر پہنچا اور پہلے وہ خود اندر

گیا اور پھر اس نے مجھے بھی اندر بلالیا۔ میں نے دیکھا کہ امام موسیٰ کاظمؑ مصلّے پر بیٹھے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: ابوجعفر! ادھر آؤ اور میرے نزدیک آکر بیٹھ جاؤ۔

میں ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے آپؑ سے بہت سے مسائل دریافت کیے۔ آپؑ کے جوابات سے مجھے معلوم ہوا کہ آپؑ میں آثار امامت موجود ہیں۔ گفتگو کے بعد آپؑ نے فرمایا:

لوگوں کی امانتیں ہمارے حوالے کرو۔ میں نے سب کچھ آپؑ کے سامنے پیش کیا۔ پھر آپؑ نے ایک تھیلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اسے کھولو۔

میں نے اس تھیلی کو کھولا تو آپؑ نے اس میں سے شطیطہ کا بھیجا ہوا رومال اور ٹیڑھا درہم اٹھایا اور فرمایا:

بے شک اللہ حق کے متعلق کوئی شرم نہیں کرتا۔

ابوجعفر! شطیطہ کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ ساری تھیلی اس کے سپرد کر دینا۔

اس کے علاوہ تم جتنے افراد کے ہدیے لائے ہو وطن جا کر سب کو واپس کر دینا۔

میں نے چند دن آپؑ کے پاس قیام کیا اور اس عرصہ میں حضرتؑ نے مجھے بہت کچھ تعلیم فرمایا۔ پھر ایک دن آپؑ نے فرمایا:

تمہیں یاد ہے کہ قبر امیر المومنینؑ کے پاس ابوحمزہ ثمالی نے میرے والد کے حقیقی وصی کی صحیح نشاندہی کی تھی؟

میں نے کہا کہ جی ہاں، انہوں نے کہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: مومن ہمیشہ اشاروں کی زبان سے بھی صحیح مقصد نکال لیتا ہے اور ایسے اشخاص کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں اور اگر میری وصایت کا تمہیں پتہ کرنا مطلوب ہو تو جا کر میرے والد کے ثقہ اصحاب سے بھی پوچھ لو۔

میں نے امام صادق علیہ السلام کے ثقہ اصحاب سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی

کہا کہ ان کے صحیح جانشین موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔

اس کے بعد ابوجعفر اپنے وطن خراسان پہنچے۔ داؤد رقی کا بیان ہے کہ ابوجعفر نے مجھے بتایا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جن جن لوگوں کے تحائف واپس کیے تھے وہ سب کے سب ''فطحیہ'' ہو چکے تھے مگر شطیطہ اپنے اعتقاد پر قائم تھی۔ میں نے اسے امام موسیٰ کاظمؑ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ مولاؑ نے تمہارا تحفہ قبول کیا اور تمہارے علاوہ سب کے تحفے واپس کر دیئے ہیں اور تمہارے لیے انہوں نے رقم کی ایک تھیلی بھی عطا کی ہے۔

مومنہ نے کہا کہ یہ تھیلی تم اپنے پاس رکھو اس کی دولت میرے کفن کے کام آئے گی۔ اس کے تین دن بعد اس مومنہ کا انتقال ہو گیا۔

(الخرائج والجرائح، جلد۱، ص ۳۲۸۔ اثبات الہداۃ، جلد۳، ص ۱۹۸)

اصحاب احقاف کی نشان دہی

خلیفہ مہدی نے قادسیہ اور عذیب کے درمیان ''قبرالعبادی'' کے مقام پر حجاج کے لیے ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ جب مزدور اچھا خاصا کنواں کھود چکے تو اندر سے ایک زہریلی ہوا برآمد ہوئی جس سے کچھ مزدور موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ کنوئیں کا کام روک دیا گیا۔ بعدازاں علماء وفقہاء سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو کسی نے بھی اس کا جواب نہ دیا۔ یہی مسئلہ مہدی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

یہ اصحاب احقاف ہیں ان کا تعلق قومِ عاد کی باقیات سے ہے اور یہی عذاب الٰہی کی آندھی چلی تھی جس نے پوری قوم کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔

(الخرائج، جلد۲، ص ۶۵۵۔ الصراط المستقیم، جلد۲، ص ۱۹۳)

نیت سے آگاہی

احمد بن عمر الحلال کا بیان ہے کہ اخرس نامی ایک شخص دشمن آلِ محمدؐ تھا اور اس نے

ایک دفعہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق نازیبا جملے کہے۔ میں نے دل میں ارادہ کرلیا کہ میں اس بدبخت کو اب زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے اسی کام کے لیے بازار سے تیز دھار والی چھری خریدی اور دل میں سوچا کہ جب یہ مسجد جا رہا ہوگا تو میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔

ابھی میں اپنے منصوبہ کی جزئیات پر غور وفکر کرنے میں مصروف تھا کہ کسی نے مجھے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ایک رقعہ پہنچایا۔ جب میں نے رقعہ کھول کر پڑھا تو اس میں آپؑ نے یہ عبارت تحریر کی تھی:

''تجھے ہمارے حق کا واسطہ ''اخرس'' پر حملہ نہ کرنا۔ میں خدا پر بھروسہ رکھتا ہوں اور وہی میرے لیے کافی ہے''۔

احمد کا بیان ہے کہ مولاؑ کا رقعہ پڑھ کر میں نے اپنا منصوبہ ترک کر دیا۔ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ وہ شخص مر گیا۔

(الخرائج' جلد۲' ص ۶۵۱ ۔ الثاقب فی المناقب' ص ۴۳۸)

اپنی موت کی خبر دینا

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد برمکی سے مشورہ کیا کہ بتاؤ ہمیں موسیٰ بن جعفرؑ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

اس نے کہا کہ میرا مشورہ مانیں تو صلہ رحمی کا ثبوت دیں اور انہیں رہا کر دیں۔

رشید نے کہا: اچھا تم ان کے پاس جاؤ اور ان کے زنجیر کھول دو اور انہیں زندان سے رہا کر دو اور انہیں میری طرف سے سلام پہنچاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کا ابن عم (ہارون الرشید) آپؑ کے متعلق یہ قسم کھا چکا تھا کہ وہ آپ کو اس وقت تک رہا نہیں کرے گا جب تک آپؑ اپنی زبان سے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا اقرار نہ کریں گے اور مجھ سے معافی طلب نہیں کریں گے جب کہ آپ کو اقرار کرنے میں کوئی عار بھی نہیں تھی

اور مجھ سے معافی طلب کرنے میں کوئی عیب بھی نہیں تھا (مگر اس کے باوجود آپؑ نے نہ تو الزامات تسلیم کیے اور نہ ہی مجھ سے معافی طلب کی) مگر اس کے باوجود میں آپؑ کو رہا کرتا ہوں اور اپنی قسم کا فدیہ ادا کرتا ہوں۔

جب یحییٰ نے آپؑ کو ہارون کا یہ پیغام سنایا تو آپؑ نے یحییٰ سے فرمایا:

ابوعلی! میں دنیا سے رخصت ہونے کو ہوں اور ایک ہفتہ بعد میں دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔ فی الحال میری موت کی پیشین گوئی کو اپنے تک محدود رکھنا اور تم جمعہ کے دن آنا اور میری نماز جنازہ میں شریک ہونا اور ہاں میں تجھے خبردار کرتا ہوں کہ جب یہ طاغوت رقہ جائے اور وہاں سے پھر واپس بغداد و عراق آئے تو تم اور تمہاری اولاد اسے نظر نہیں آنی چاہیے کیونکہ تیرا اور تیری اولاد کا ستارہ گردش میں آنے والا ہے اسی لیے تم اس سے بچ کر رہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ابوعلی! میری طرف سے اسے یہ پیغام دینا کہ موسیٰ بن جعفر کہہ رہے ہیں کہ جمعہ کے دن میں اپنا قاصد آپ کے پاس روانہ کروں گا اور وہ میرے فیصلہ سے آپ کو آگاہ کرے گا۔ اور تجھے اس دن پتہ چلے گا جب تم خدا کے حضور جواب دو گے کہ ہم میں سے کس نے کس پر ظلم کیا تھا؟

جب یحییٰ نے ہارون کے سامنے امامؑ کا جواب پیش کیا تو ہارون نے کہا:

"مجھے تو دکھائی دیتا ہے کہ یہ چند دنوں بعد نبوت کا دعویٰ کر لیں گے"۔

پھر اگلے جمعہ کے دن آپؑ کی وفات ہوگئی۔

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، ص ۲۹۰۔ غیبت طوسی، ص ۲۴-۲۵)

ملفوف مسائل کے جواب

ابی علی بن راشد کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دورِ امامت میں شیعوں کا ایک گروہ نیشاپور میں جمع ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہم ہر سال اپنے شرعی حقوق

امام علیہ السلام کے پاس روانہ کرتے ہیں جب کہ امر امامت کے دعویدار آج کل زیادہ ہو چکے ہیں اسی لیے ہمیں تحقیق کر لینی چاہیے کہ حقیقی امام کون ہے اور اس کام کے لیے انہوں نے اپنے ایک دانا شخص ابوجعفر محمد بن ابراہیم کا انتخاب کیا اور انہوں نے اپنے سالانہ حقوق اس کے سپرد کیے جس میں تیس ہزار دینار اور پچاس ہزار درہم اور دو ہزار کپڑوں کے تھان تھے جن میں سے کچھ سلے کپڑے تھے اور کچھ بغیر سلے کپڑے تھے۔

جب ابوجعفر سامان باندھ رہا تھا تو ایک نیک شیعہ عورت اس کے پاس آئی اور اس خاتون کا نام شطیطہ تھا اور اس نے ابوجعفر کو ایک درہم اور دو دانق (دو آنے) کی رقم پیش کی اور سوت کا بنا ہوا موٹا جھوٹا کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی پیش کیا جس کی زیادہ سے زیادہ قیمت چار درہم ہوگی۔ پھر اس خاتون نے ابوجعفر سے کہا:

اس سال مجھ پر یہی حق واجب ہوا ہے لہٰذا تم میری طرف سے یہ حقیر سا نذرانہ امام زمانہؑ کی خدمت میں پیش کر دینا۔

ابوجعفر نے کہا: بی بی مجھے تو تمہارا ایک درہم اور کپڑے کا یہ حقیر سا ٹکڑا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

شطیطہ نے کہا: اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔ اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔ تم میرا یہ حق امامؑ کی خدمت میں پیش کر دو کیونکہ میں ان کے حق کی غاصب بن کر مرنا پسند نہیں کرتی۔

ابوجعفر کہتے ہیں کہ میں نے اس مومنہ خاتون کا درہم لے کر نشانی کے طور پر ٹیڑھا کر دیا اور اسے ایک تھیلی میں ڈالا جو کہ خلف بن موسیٰ لؤلؤی نے میرے سپرد کی تھی اور اس تھیلی میں چار سو درہم موجود تھے۔ میں نے اس مومنہ خاتون کے کپڑے کا ٹکڑا ایک گانٹھ میں باندھا جس میں نوح بن اسماعیل کے دو بیٹوں کے بیس کپڑے تھے۔

اس کے بعد وہاں کے شیعہ میرے پاس کاغذوں کی ایک گڈی لائے جس میں ستر ورق تھے اور ہر ورق پر ایک مسئلہ تحریر تھا اور اس کے نیچے جواب کے لیے جگہ چھوڑ دی

گئی تھی اور ہر ورق کو لپیٹ کر دھاگے سے باندھ دیا گیا تھا اور ان پر تین مہریں لگائی گئی تھیں۔ ان لوگوں نے ابوجعفر سے کہا کہ یہ مسائل رات کے وقت امام کو دینا اور صبح کے وقت ان سے واپس لے لینا اور اگر اس گڈی کی مہریں ٹوٹی ہوئی نہ ہوں تو تم ان میں سے کوئی سے پانچ اوراق کی مہریں توڑ کر تسلی کر لینا کہ ان کا جواب بھی دیا گیا ہے یا نہیں۔ اگر انہوں نے جواب دیئے ہوں تو وہ ہمارے حقیقی امام اور رہنما ہیں اور وہ ہمارے مال کے جائز اور صحیح حق دار ہیں۔ اور جب تم کو یقین ہو جائے تو یہ مال ان کی خدمت میں پیش کرنا ورنہ ہمارے اموال واپس لے آنا۔

ابوجعفر اہل نیشاپور کا سامان لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور سفر کے پہلے مرحلہ میں وہ کوفہ آئے اور امیر المومنینؑ کی قبر مطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد امیر المومنینؑ کے دروازے پر میں نے ایک بزرگوار کو دیکھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے جن کے ابرو ان کی آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک چادر اپنے جسم سے لپیٹ رکھی تھی اور ایک چادر بطور تہ بند باندھ رکھی تھی۔ انؒ کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا جو کہ ان سے حلال وحرام کے مسائل پوچھ رہے تھے اور وہ بزرگوار مذہب امیر المومنینؑ کے تحت انہیں جواب دے رہے تھے۔

میں نے وہاں پر موجود ایک شخص سے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟

اس نے مجھے بتایا کہ یہ ابوحمزہ ثمالی ہیں۔

میں ان کے پاس گیا اور انہیں سلام کر کے ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھ سے میرا نام پتہ پوچھا تو میں نے انہیں اپنا نام و پتہ بتایا اور اپنے سفر کا مقصد ان سے بیان کیا۔

ابوحمزہ یہ ساری باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے گلے لگایا اور میری پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا:

اگر دنیا ایسے لوگوں سے خالی ہو جائے تو آل محمدؐ حقوق سے محروم ہو جائیں گے۔

پھر انہوں نے مجھ سے کہا: تم آلِ محمدؐ کی خدمت کی وجہ سے ان کا جوار حاصل کرو گے۔ ابھی میں ابوحمزہ ثمالی سے محوِ گفتگو تھا کہ انہوں نے اپنے ابرو اوپر کیے اور دُور افق کی طرف دیکھ کر فرمایا:

لوگو! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی اسے دیکھ رہے ہو؟

حاضرین نے کہا: آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟

ابوحمزہ نے کہا: مجھے ایک ناقہ سوار ادھر آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

جب ہم نے اس سمت دیکھا تو دور سے ایک ناقہ سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ کچھ دیر بعد وہ ہمارے پاس آیا اور اس نے اپنی ناقہ کو بٹھایا اور ہم پر سلام کیا۔ حضرت ابوحمزہ نے نووارد سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟

اس نے کہا کہ میں مدینہ منورہ سے آ رہا ہوں۔

ابوحمزہ ثمالی نے فرمایا: وہاں سے کیا خبر لائے ہو؟

نووارد نے کہا: امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوگئی ہے۔

ابوجعفر کہتے ہیں جب میں نے یہ خبر سنی تو میری تو کمر ہی ٹوٹ گئی اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اب میں کہاں جاؤں اور کس کے پاس جاؤں۔

ابوحمزہ ثمالی نے نووارد سے کہا کہ انہوں نے اپنا وصی کس کو مقرر کیا تھا؟

اس نے کہا کہ امام صادق علیہ السلام نے تین افراد یعنی منصور دوانیقی، اپنے فرزند عبداللہ اور اپنے دوسرے فرزند موسیٰ کاظمؑ کو وصی مقرر کیا تھا۔

نووارد کی زبان سے یہ سن کر ابوحمزہ ثمالی نے مجھ سے کہا کہ تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جان لیا ہے کہ ان میں سے امام کون ہے۔

میں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

انہوں نے کہا: سنو! امام جعفر صادق علیہ السلام نے منصور کو اس لیے وصیت کی تاکہ وہ آپؑ کے حقیقی وصی کو قتل نہ کر سکے اور بیک وقت امام صادق علیہ السلام نے اپنے

دو فرزندوں کو بھی اپنا وصی مقرر کیا جب کہ ان میں سے ایک تو ان کا بڑا فرزند ہے اور وہ عبداللہ ہے اور رسولؐ خدا کا فرمان ہے:

''امامت بڑے فرزند کا حق ہے جب تک اس میں کوئی نقص نہ ہو''۔

اگر عبداللہ میں کوئی نقص نہ ہوتا تو امام صادق علیہ السلام اس کی موجودگی میں موسیٰ کاظمؑ کو وصی کیوں مقرر کرتے؟ لہٰذا امام صادق علیہ السلام کا ایک ہی حقیقی جانشین ہے اور وہ موسیٰ کاظمؑ ہے۔

ابوجعفر کا بیان ہے کہ میں نے قبر امیر المومنین کی الوداعی زیارت کی اور ابوحمزہ کو خدا حافظ کہا اور مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ سفر کی منزلیں طے کر کے میں مدینہ منورہ پہنچا اور میں نے ایک مسافر خانہ میں قیام کیا اور مسجد نبوی گیا جہاں رسولؐ خدا کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور نماز پڑھی۔ پھر میں نے لوگوں سے پوچھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا وصی کس کو مقرر کیا تھا؟

لوگوں نے کہا کہ انہوں نے اپنے فرزند عبداللہ افطح کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔

میں نے پوچھا: کیا وہ فتویٰ بھی دیتے ہیں؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں، وہ فتویٰ بھی دیتے ہیں۔

میں ان کے دروازے پر گیا تو میں نے وہاں غلاموں کی ایک فوج ظفر موج کو کھڑے پایا۔ میں نے اپنے دل میں تعجب سے کہا کہ یہ کیسے امام ہیں اور غلام تو امیر شہر کے دروازے پر بھی نہیں ہوتے!!

پھر میں نے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ امام کے افعال پر رائے زنی کرنا صحیح نہیں ہوتا۔ میں نے غلام سے کہا کہ اندر جاؤ اور ان سے کہو کہ ایک دُور دراز علاقہ سے تعلق رکھنے والا شخص آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔

غلام اندر گیا۔ پھر اس نے آ کر مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟

میں نے دل میں کہا کہ یہ تو میرے امام نہیں ہو سکتے کیونکہ امام اس طرح کے رسمی

تعارف سے بے نیاز ہوتا ہے۔ پھر میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دی کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے تقیہ کی بنا پر کیا ہو۔

میں نے غلام سے کہا کہ ان سے جا کر کہو کہ فلاں خراسانی آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔

پھر کچھ دیر بعد وہ غلام آیا اور مجھے ان کی محفل میں لے گیا۔ اندر کا منظر کسی بادشاہ کے دربار کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اندرونی منظر دیکھ کر میرا دل مضطرب ہوا کہ امام کو یہ ٹھاٹھ باٹھ تو زیب نہیں دیتی لیکن انہوں نے یہ سب کچھ کیوں کر رکھا ہے؟

اس بار بھی میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کے اضطراب کو تسلی دی کہ وہ امام ہیں اور ان کے اس کام میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحتِ امامت مضمر ہوگی۔

بہرنوع میں اندر گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے قریب بٹھایا اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھ سے خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد پوچھا: کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا کہ میں حج پر جا رہا ہوں اور یہاں آپ سے کچھ مسائل معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں۔

انہوں نے کہا: پوچھو جو کچھ پوچھنا ہو؟

میں نے کہا: دو سو درہم پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے؟

انہوں نے کہا: پانچ درہم۔

میں نے کہا: ایک سو پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے؟

انہوں نے کہا: اڑھائی درہم۔

میں نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے آسمان کے تاروں کی تعداد کے مطابق طلاق دیتا ہوں تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

انہوں نے کہا: اس کے لیے تو جوزاء کے تین ستارے ہی کافی ہیں۔

جب میں نے ان کی لاعلمی کا مشاہدہ کیا تو میں نے ان سے اجازت چاہی اور

اپنے آپ سے کہا کہ میں ان کے پاس دوبارہ نہیں آؤں گا۔

عبداللہ نے کہا: اگر ہمارے لائق کوئی بھی خدمت ہو تو ہم وہ خدمت ضرور بجا لائیں گے۔

الغرض میں عبداللہ کے پاس سے اٹھ کر قبر پیغمبرؐ پر گیا اور وہاں جا کر زار و قطار رویا اور میں نے کہا:

یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، میں جو مسائل لیے پھرتا ہوں ان کے جواب کے لیے میں کس کی طرف رجوع کروں؟ کیا میں یہودیوں کے پاس جاؤں، نصاریٰ کے پاس جاؤں، مجوسیوں کے پاس جاؤں یا نواصب کے فقہاء کے پاس جاؤں۔ یارسولؐ اللہ! فریاد ہے آپؐ ہی فرمائیں میں کس کے پاس جاؤں؟؟

الغرض میں کافی دیر تک آپؐ کی قبر اطہر کے پاس بیٹھ کر روتا رہا اور فریاد کرتا رہا۔ میں ابھی رونے میں مصروف تھا کہ ایک شخص نے آ کر مجھے حرکت دی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ ایک حبشی غلام تھا جس نے ایک بوسیدہ سی قمیص پہنی ہوئی تھی اور اس کے سر پر ایک پرانی سی پگڑی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا:

ابوجعفر نیشاپوری! تیرے آقا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ تم میری طرف آؤ۔ یہود، نصاریٰ، مجوس اور نواصب کے فقہاء کے پاس جانے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے۔ میں اللہ کی حجت اور اللہ کا ولی ہوں اور میں نے تو کل ہی تمہارے تمام مسائل کے جوابات لکھ دیئے تھے۔ تم میرے پاس آؤ اور میرے پاس شطیطہ کی رقم جو کہ ایک درہم اور دو دانق ہے جسے تم نے لوئلوئی کی تھیلی میں رکھا ہے جس میں چار سو درہم ہیں، وہ بھی لاؤ اور اس کا بھیجا ہوا کپڑے کا وہ ٹکڑا بھی لے آؤ جسے تم نے فرزندان اسماعیل کی گانٹھ میں باندھا ہوا ہے۔

ابوجعفر کہتے ہیں جب میں نے یہ پیغام سنا تو میرے تو ہوش و حواس ہی اڑ گئے۔ میں اپنے مسافر خانے گیا اور وہاں سے میں نے ملفوف مسائل کا تھیلا اٹھایا اور شطیطہ

خاتون کی مختصر رقم اوراس کے کپڑے کا ٹکڑا اٹھایا اوراس حبشی غلام کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ غلام مجھے ایک اجڑے ہوئے گھر کے دروازے پر لے آیا جہاں کسی دربان کا کوئی تکلف نہیں کیا گیا تھا۔ وہی غلام مجھے اندر لے گیا جہاں آپؑ چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

مایوس کیوں ہو اور پریشان کیوں ہے؟ یہود و نصاریٰ و مجوس اور نواصب کی طرف کیوں جاتے ہو۔ میں خدا کی حجت اور اس کا ولی ہوں کیا ابوحمزہ ثمالی نے تمہیں میری امامت کے متعلق رہنمائی نہیں کی تھی؟

یہ سن کر میری بصیرت وعقیدت میں اضافہ ہوا اور مجھے ان کی امامت کا یقین ہوگیا۔ میں نے لوئلوئی کی تھیلی حضرتؑ کی خدمت میں پیش کی جس میں چار سو درہم کے علاوہ شطیطہ کا ایک درہم اور دو دانق تھے۔

آپؑ نے اس تھیلی کو کھولا اور اس میں سے شطیطہ کا ایک درہم اور دو دانق نکال کر مجھ سے فرمایا: شطیطہ نے یہی رقم روانہ کی تھی ناں؟

میں نے کہا: جی ہاں مولاؑ!

پھر آپؑ نے اس گانٹھ کو کھولا جس میں بیں کپڑوں کے ساتھ شطیطہ کا بھیجا ہوا کپڑے کا ٹکڑا بھی تھا۔ آپؑ نے اس میں سے اسی خاتون کا بھیجا ہوا کپڑا اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا' پھر فرمایا:

ابوجعفر! شطیطہ سے میرا اسلام کہنا اور اس سے کہنا کہ میں نے تمہارے کپڑے کے اس ٹکڑے کو اپنے کفن کے ایک ٹکڑے کے طور پر رکھ لیا ہے۔

پھر فرمایا: میں اپنے کفن میں سے ایک کپڑا اس کو دیتا ہوں جو ''صریا'' نامی گاؤں کی کپاس سے بنا ہوا ہے اور وہ گاؤں میری دادی فاطمہ زہراؑ کی ملکیت ہے اور اس کا سوت میری بہن حکیمہ بنت جعفر صادقؑ کے ہاتھوں کا کاتا ہوا ہے۔ تم اس ٹکڑے کو اپنے کفن میں رکھ لینا۔

پھر آپؑ نے اپنے غلام معتب کو صدا دے کر فرمایا کہ وہ صندوقچہ لے آؤ جہاں ہم اپنی ضرورت کی رقم رکھا کرتے ہیں۔

معتب ایک صندوقچی لایا تو امام علیہ السلام نے شطیطہ کی ارسال کردہ رقم اس میں ڈال دی اور پھر اس میں سے چالیس درہم نکال کر ابو جعفر کے سپرد کیے اور فرمایا:

اُس سے ہمارا سلام کہنا اور اس سے کہہ دینا کہ جب ابو جعفر نیشا پور پہنچے گا تو تم اس کے بعد انیس راتیں زندہ رہو گی۔ اس رقم میں سے سولہ درہم خرچ کرنا اور چوبیس درہم اپنی طرف سے صدقہ کر دینا اور میں خود آ کر تیری نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ اور سنو:

ابو جعفر! جب تم مجھے اس مومنہ کے جنازہ میں دیکھو تو کسی کو میرے متعلق کچھ نہ بتانا اور میری آمد کو شرکائے جنازہ میں مشہور نہ کرنا اور یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور باقی رقم جو دوسرے افراد نے بھیجی ہے تم یہ رقم ان سب کو واپس کر دینا اور تم ان مہروں کو توڑ کر دیکھو کیا میں نے تمہارے یہاں آنے سے پہلے ان کے جوابات لکھ دیئے ہیں یا نہیں؟

ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ان مسائل کی گڈی سے ایک ورق نکالا اور اسے دیکھا تو اس میں یہ تحریر تھا:

کیا فرماتے ہیں عالم علیہ السلام کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اپنے تمام ''قدیم'' غلاموں کو آزاد کر دوں گا جب کہ اس کے پاس کافی غلام موجود ہیں۔ اس صورت میں اس کے کتنے غلام آزاد ہوں گے؟

اس کے نیچے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دست مبارک سے یہ جواب تحریر تھا:

''ایسے تمام غلام آزاد ہوں گے جنہیں اس کی غلامی میں رہتے ہوئے چھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہوا ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ

''اور ہم نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ
پرانی شاخ کھجور کی طرح سے ہو جاتا ہے''۔ (یٰس: ۳۹)

اور ایک نئی شاخ کھجور چھ ماہ بعد پرانی شاخ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''قدیم'' کا اطلاق چھ ماہ سے اوپر پر ہوتا ہے۔

پھر میں نے دوسرے ورق کی مہر توڑی تو اس میں یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا:

''کیا فرماتے ہیں عالم علیہ السلام کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ خدا کی قسم میں ''کثیر'' مال راہِ خدا میں تصدق کروں گا۔اب وہ کتنا مال صدقہ کرے؟''

اس کا جواب بھی امام علیہ السلام کے قلم سے اس کے نیچے تحریر تھا:

''اگر قسم کھانے والا بکریوں کا مالک ہے تو چوراسی بکریاں صدقہ کرے اور اگر وہ اونٹوں کا مالک ہے تو چوراسی اونٹ راہِ خدا میں تصدق کرے اور اگر وہ درہموں کا مالک ہے تو چوراسی درہم راہِ خدا میں خرچ کرے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ (توبہ: ۲۵)

''اللہ نے کثیر مواقع پر تمہاری مدد فرمائی''۔

اور جب ان ''کثیر'' مواقع کو شمار کیا گیا تو وہ چوراسی تھے۔

پھر میں نے تیسرے مسئلے کی مہر توڑی تو اس میں یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا:

''کیا فرماتے ہیں عالم علیہ السلام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک میت کی قبر کھودی۔میت کا سر کاٹا اور اس کا کفن چوری کیا؟''

اس کے نیچے آپ علیہ السلام نے یہ جواب تحریر کیا تھا:

''کفن چوری پر اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور میت کا سر کاٹنے پر وہ سو دینار بطور دیت ادا کرے گا اس لیے کہ میت اور ماں کے شکم کا وہ بچہ جس میں ابھی روح داخل نہ ہوئی ہو دونوں برابر ہیں۔جب کہ نطفے کی دیت بیس دینار ہے اور علقہ کی بیس دینار ہے اور مضغہ کی بیس دینار ہے اور گوشت کی بیس دینار ہے اور جب اس کی خلقت کامل ہو جائے تو بیس دینار ہے اور یہ کل ملا کر ایک سو دینار بنتے ہیں اور اگر جنین میں روح

آ جائے تو پھر اس کی دیت ہزار دینار ہے۔

مگر وہ دیت میت کے وارثوں کو نہیں دی جائے گی بلکہ اسے راہِ خدا میں صدقہ کر دیا جائے گا یا اس سے حج پڑھی جائے یا اس رقم کو جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا جائے کیونکہ صورت مسئولہ میں ایک شخص نے مردہ شخص کی قبر کھود کر سر قطع کیا ہے۔

مولاؑ سے ملاقات کے بعد میں نے بیت اللہ کا حج ادا کیا اور وہاں سے واپس اپنے گھر آیا۔ اہلِ شہر نے میرا استقبال کیا اور ان استقبال کرنے والوں میں شطیطہ خاتون بھی شامل تھی۔ میں نے امام علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اسے امامؑ کے سلام پہنچائے اور امامؑ کی عطا کردہ رقم اس کے حوالے کی اور امامؑ نے جو کفن اس کے لیے بھیجا تھا میں نے وہ بھی اس کے سپرد کیا۔

شطیطہ خاتون بے حد خوش ہوئی۔ لوگوں نے جب اس کا مقام سنا تو اس سے حسد کرنے لگ گئے۔ پھر میں نے مسائل کے اوراق ان کے حوالے کیے۔ لوگوں نے مہر توڑ کر جوابات ملاحظہ کیے۔ میرے نیشاپور پہنچنے کے بعد وہ خاتون انیس دن زندہ رہی اور ٹھیک بیسویں دن اس کی وفات ہوگئی۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں اس کے جنازہ میں شریک ہوئے اور جب نماز جنازہ کے لیے صفیں قائم ہونے لگیں تو میں نے دیکھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ناقہ پر وہاں تشریف لائے اور ناقہ کو بٹھا کر آپؑ آگے بڑھے اور مومنہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر آپؑ اس کی قبر میں اترے اور اسے قبر میں رکھا اور امام حسین علیہ السلام کی تربت اس کی قبر میں ڈالی۔ جب تدفین مکمل ہوگئی تو آپؑ اپنی ناقہ پر بیٹھے اور صحرا کی طرف رخ کیا اور جاتے وقت مجھے فرمایا:

"ابو جعفر! اپنے اصحاب کو میری آمد کی اطلاع کر دو اور میری طرف سے ان کو سلام پہنچاؤ اور ان سے یہ کہہ دو کہ میں یا جو بھی میرا جانشین ہوگا وہ تمہارے جنازوں میں ضرور شریک ہوگا۔ خواہ تمہارا تعلق کسی بھی خطہ زمین سے کیوں نہ ہو۔ لہٰذا تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور تقویٰ سے وابستہ رہو"۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ جب آپؑ کچھ فاصلے پر پہنچے تو میں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے اور انہوں نے تمہارے نام پر یہ پیغام دیا ہے۔ یہ سن کر حسرتِ تعارف کی وجہ سے لوگوں کو سخت حسرت ہوئی اور یوں دکھائی دیتا تھا کہ ان کی جان ہی نکل جائے گی۔ (الثاقب فی المناقب، ص۴۳۹۔ الخرائج والجرائح، جلد۲، ص۷۲۰)

زندان سے نکلنا اور مستقبل سے آگاہ ہونا

ناصح بن علیہ برجی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اتفاق سے میں اور ابن سکیت سندی بن شاہک کے گھر کے سامنے والی مسجد میں جمع ہوئے اور ہم نے عربی گرائمر کے متعلق بحث کی۔ مسجد میں ایک اور شخص بھی موجود تھا جسے ہم نہیں جانتے تھے۔ اس نے ہم سے کہا: زبان کو درست کرنے کی تمہیں اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی تمہیں اپنے عقائد درست کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد اس نے ہم سے مختلف دینی مسائل کے متعلق بحث کی یہاں تک کہ امام زمانہؑ کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ اس شخص نے کہا کہ تمہارے اور امام زمانہؑ کے درمیان بس ایک دیوار کا فاصلہ ہے۔

ہم نے کہا تو کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ قیدی موسیٰ کاظمؑ ہی امام زمانہؑ ہیں۔

اس نے کہا: جی ہاں یہی امام زمانہؑ ہیں۔

ہم نے کہا: بھائی تمہیں خدا کا واسطہ ایسی باتیں کر کے ہمیں حکومت کے عتاب کا نشانہ مت بناؤ۔

اس نے کہا: ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ ان کی اجازت اور فرمان کے تحت ہی کہا ہے۔ اور یاد رکھو امام زمانہؑ ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہماری گفتگو سن رہا ہے اور اگر وہ چاہے تو یہاں آ بھی سکتا ہے۔

ہم نے کہا: بھائی! اگر ایسی بات ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ وہ یہاں آ جائیں لہٰذا تم

انہیں یہاں بلالو۔

ابھی ہم یہ بات کر ہی رہے تھے کہ مسجد کے دروازے سے آپؑ تشریف لائے اور آپؑ کو آتا دیکھ کر ہمارے ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے ہمارے سامنے کہا:

مجھے پہچانو میں ہی موسیٰ بن جعفرؑ ہوں۔ پھر وہ مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ ہم نے بہت سے افراد کے دوڑ بھاگ کی آوازیں سنیں۔ چند لمحات میں سندی بن شاہک اپنے ساتھیوں سمیت دوڑتا ہوا مسجد میں آیا۔ اس نے ہم سے ہمارا بیان لیا تو ہم نے کہا کہ ہم یہاں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ہم سے امام زمانہؑ کے موضوع پر بحث کی۔ پھر اچانک یہ بزرگوار یہاں آ گئے اور جیسے ہی یہ مسجد میں داخل ہوئے تو ان کی دعوت دینے والا یہاں سے چلا گیا۔

پھر سندی بن شاہک امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے آیا اور اس نے چیخ چیخ کر کہا:

تجھ پر افسوس! تو کتنی بار اپنے جادو کے زور پر ان دیواروں کو پھلانگ کر نکلے گا اور تو کتنے تالے اور دروازے توڑ کر باہر آتا رہے گا۔ کاش تو یہاں آنے کی بجائے بہت دور بھاگ جاتا تو مجھے زیادہ اچھا لگتا کیا تو صرف یہی چاہتا ہے کہ خلیفہ مجھے قتل کرا دے؟

اس کے جواب میں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے کہا:

میں دور دراز بھاگ کر کیوں جاؤں جب کہ میری شہادت تم لوگوں کے ہاتھوں سے ہونا باقی ہے اور شرف شہادت کے ذریعہ سے مجھے ابدی عزت اور تمہیں دائمی ذلت نصیب ہونے والی ہے۔ اس کے بعد سندی بن شاہک انہیں لے کر چلا گیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۲۹۵-۲۹۷)

جنت میں حضرتؑ کی کنیزیں

عامری سے روایت ہے کہ ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس

زندان میں ایک حسین وجمیل کنیز بھیجی۔ آپؑ نے کنیز لانے والوں سے فرمایا کہ ہارون سے کہہ دو:

بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِکُمْ تَفْرَحُوْنَ (النمل: ۳۶)

''تم لوگ اپنے ہدیہ پر خوش ہو رہے ہو''۔

مجھے اس کنیز کی ضرورت ہے نہ اس جیسی کسی دوسری کنیز کی ضرورت ہے۔ اسے واپس لے جاؤ۔

چنانچہ ہارون کے خادم اس کنیز کو واپس لے گئے۔ ہارون نے کہا کہ تم جا کر موسیٰ بن جعفر سے کہو۔ میں نے تمہاری مرضی کے مطابق تمہیں قید نہیں کیا اور نہ ہی اس کنیز کو تمہاری مرضی سے واپس بلاؤں گا۔ یہ کنیز زندان میں تمہارے پاس رہے گی۔

الغرض ہارون کے نوکر آئے اور انہوں نے حضرتؑ کو ہارون کا پیغام پہنچایا اور کنیز کو قید خانے میں آپؑ کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔

پھر ہارون نے ایک غلام کو قید خانے کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ غلام نے جا کر دیکھا کہ وہ کنیز سجدہ میں پڑی ہوئی تھی اور قُدُّوْسٌ سُبْحَانَکَ سُبْحَانَکَ کہہ رہی تھی۔

جب غلام نے ہارون کو یہ اطلاع دی تو اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ نے اس کنیز پر بھی جادو کر دیا ہے۔ اس کنیز کو میرے پاس لے آؤ۔

جب کنیز ہارون کے سامنے لائی گئی تو اس کا سر آسمان کی طرف بلند تھا اور وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

ہارون نے کہا: تو نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟

اس نے کہا کہ جب میں قید خانے میں گئی تو میں ان کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی مگر انہوں نے میری طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی اور وہ دن رات نماز پڑھتے رہے۔ جب وہ تسبیح و تقدیس میں مصروف ہوئے تو میں نے ان سے کہا:

اگر آپؑ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔

انہوں نے کہا: مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے کہا: مجھے آپؑ کی خدمت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

کنیز کہتی ہے کہ اس کے بعد میں نے ایک طرف رخ کیا تو مجھے ایک وسیع و عریض باغ نظر آیا جو کہ پھولوں سے بھرا ہوا تھا اور اس میں حریر و دیبا کے فرش بچھے ہوئے تھے اور وہاں غلام اور کنیزیں موجود تھیں جو کہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھیں اور انہوں نے ایسا بہترین لباس پہنا ہوا تھا جو کہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان کے جسم پر سبز حریر کا لباس تھا اور ان کے سر پر موتیوں اور یاقوت کا تاج تھا اور ہاتھ میں لوٹا اور رومال موجود تھا اور ان کے پاس انواع و اقسام کے کھانے بھی موجود تھے۔

جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میری زندگی کی کایا ہی پلٹ گئی اور میں سجدے میں گر پڑی۔ پھر آپؑ کے غلام نے آ کر مجھے سجدہ سے اٹھایا۔

ہارون نے کہا: خبیثہ! تجھے سجدے میں نیند آ گئی اور تو نے یہ سب کچھ خواب میں دیکھا۔

کنیز نے کہا: خدا کی قسم! ایسی بات نہیں ہے میں نے یہ سارا منظر سجدہ سے پہلے دیکھا اور اس کے بعد میں نے سجدہ کیا۔

ہارون نے حکم دیا کہ اس کنیز کو بھی گرفتار کر کے قید میں ڈال دو تا کہ اس کی زبانی لوگ یہ باتیں سن کر موسیٰ بن جعفرؑ پر شیفتہ نہ ہو جائیں۔

قید میں وہ کنیز دن رات نمازیں پڑھتی تھی اور جب لوگ اس سے کہتے کہ تو اتنی عبادت کیوں کر رہی ہے تو وہ کہتی تھی میں عبد صالح کو دن رات مصروف عبادت دیکھ چکی ہوں اور مجھے یاد ہے کہ اس باغ کی کنیزوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تو عبد صالح سے دور ہٹ جا تا کہ ہم ان کی خدمت کر سکیں۔ ہماری موجودگی میں انہیں تمہاری کیا ضرورت ہے؟

الغرض کنیز اسی حالت میں چند دن زندہ رہی اور جلد ہی مرگئی اور یہ واقعہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت سے چند دن پہلے کا ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب' جلد ۴' ص ۲۹۷-۲۹۸۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۱۴)

ابن مہران شیروں کا نوالہ کیوں بنا؟

ایک مرتبہ رشید نے اپنے حاجب حمید بن مہران کو حکم دیا کہ تم جعفر بن موسیٰؑ کی بے ادبی کرو۔

چنانچہ اس نے امام عالی مقام کے سامنے گستاخی کرتے ہوئے کہا: لوگ تو خواہ مخواہ آپؑ کے دیوانے ہو گئے ہیں۔ اگر آپؑ میں قوت ولایت موجود ہے تو آپؑ شیروں کی ان دو تصاویر کو حکم دیں کہ مجسم ہو کر مجھے کھا جائیں۔

آپؑ نے تصاویر کو دیکھ کر فرمایا:

مجسم ہو جاؤ اور اس دشمنِ خدا کو پکڑ لو۔

آپؑ کے فرمانے کی دیر تھی کہ تصاویر مجسم ہو گئیں اور انہوں نے اس کو چیر پھاڑ کر کھالیا۔

پھر انہوں نے کہا: مولاؑ کوئی اور حکم؟ کیا ہم رشید کو کھا جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں' دوبارہ اپنے مقام پر چلے جاؤ۔ اس کے بعد وہ مجسم شیر تصویروں کے قالب میں ڈھل گئے۔

مہدی عباسی کا خواب

جب محمد مہدی خلیفہ بنا تو اس نے آدھی رات کے وقت حمید بن قحطبہ کو بلا کر کہا: تیرے والد اور تیرے بھائی کی خدمات تو ہمارے ہاں سورج سے بھی زیادہ روشن ہیں البتہ تمہارے اخلاص کا مجھے ابھی تک کوئی علم نہیں ہے۔

حمید بن قحطبہ نے کہا کہ میں آپ پر اپنی تمام دولت اور جان تک قربان کرسکتا ہوں۔

مہدی نے کہا کہ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی اتنی قربانی تو عام لوگ بھی دینے پر آمادہ ہیں۔

حمید بن قحطبہ نے کہا کہ میں آپ پر اپنی دولت' جان اور اولاد تک نچھاور کرسکتا ہوں۔

اس کا یہ جواب سن کر مہدی خاموش رہا۔ پھر اس نے مہدی سے کہا:

میں آپ پر اپنی دولت' جان' بیوی بچے اور دین و ایمان بھی قربان کرنے پر تیار ہوں۔

مہدی نے خوش ہو کر کہا کہ ہوئی نا بات۔ اب میں تمہارے ذمہ یہ کام لگاتا ہوں کہ صبح کے وقت اٹھ کر موسیٰ بن جعفرؑ کو اچانک قتل کر دینا۔

حمید نے کہا: آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔

پھر مہدی عباسی سویا تو اسے خواب میں حضرت علیؑ کی زیارت ہوئی۔ آپؑ نے اس کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ (محمد: ۲۲)

''کیا ایسا تو نہیں کہ تم زمین پر حکومت حاصل کرو اور زمین پر فساد پھیلاؤ اور قطع رحمی کرو''۔

یہ خواب دیکھ کر مہدی ہڑبڑا کر اٹھا اور حمید کو اسی وقت بلا کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قتل کرنے سے روک دیا۔ اور اس نے امام علیہ السلام سے بہتر سلوک کیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۳۰۰۔ عوالم العلوم' جلد۲۱' ص ۲۲۲)

لکڑی کے مجسمہ پر قتلِ امامؑ کی مشق

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ ہارون الرشید اپنے خادموں سے یہ کہتا رہتا تھا کہ جب موسیٰ بن جعفرؑ میرے پاس سے اٹھ کر باہر جانے لگیں تو تم لوگ ان کو قتل کر دو۔ مگر ہر بار جب وہ امام علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کرتے تو ان کے دلوں پر ایسا رعب چھا جاتا تھا کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔

جب اس بات کو ایک عرصہ گزر گیا تو ہارون نے لکڑی کا ایک مجسمہ بنوایا جس کا منہ امام موسیٰ کاظمؑ کے چہرے کے مشابہ تھا اور جب اس کے خادم شراب کے نشہ میں دھت ہو جاتے تو وہ حکم دیتا تھا کہ اس مجسمہ کو چھریوں سے ذبح کرو۔

کئی دنوں تک یہ مشق ہوتی رہی اور وہ اس کے مکمل عادی ہو گئے تو ایک دن ہارون نے ان سب کو جمع کیا اور انہیں خوب شراب پلائی گئی اور ان کے ہاتھوں میں چھریاں پکڑا دی گئیں۔ پھر حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ان کے سامنے سے گزارا گیا۔

جب خادموں نے دیکھا تو وہ حسب معمول مجسمہ سمجھ کر آگے بڑھے اور جب آپؑ کو ان کے ارادوں کا علم ہوا تو آپؑ نے ترکی اور خزری زبان میں ان سے گفتگو کی۔ ان سب نے چھریاں پھینک دیں اور دوڑ کر آپؑ کے قدموں پر گرے اور آپؑ کے پاؤں چومنے لگے اور انہوں نے آپؑ کو آپؑ کی منزل تک پہنچایا۔

ہارون کے ترجمان نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا:

یہ بزرگ ہر سال ہمارے وطن میں آتے رہتے ہیں۔ ہمارے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرتے ہیں اور متحارب افراد میں صلح کراتے ہیں اور جب ہمارے وطن میں قحط سالی ہوتی ہے تو ہم ان کا واسطہ دے کر خدا سے بارش طلب کرتے ہیں اور جب ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ہم ان سے ہی فریاد کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہارون نے کہا کہ آئندہ تم سے اس طرح کا کام نہیں لیا جائے گا۔

(مناقب ابن شہرآشوب، جلد ۴، ص ۳۰۰-۳۰۱۔ عوالم العلوم، جلد ۲۱، ص ۲۸۵)

ایک مومن کو بادل پر سوار کرنا

خالد سمان کا بیان ہے کہ ہارون الرشید نے علی بن صالح طالقانی نامی ایک شخص کو بلا کر کہا:

کیا تو وہی شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ تو بادل پر سوار ہو کر ملکِ چین سے طالقان پہنچا؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

ہارون الرشید نے کہا: اچھا' پورا واقعہ بیان کرو۔

علی بن صالح نے کہا: سنو!

میں نے سمندری سفر کیا کہ سمندر میں طوفان آ گیا اور میرا جہاز طوفان میں ٹوٹ گیا اور میں تین دن تک جہاز کے ایک تختہ پر سوار رہا۔ سمندری لہریں مجھے ادھر ادھر لیے پھرتی رہیں۔ پھر ایک لہر نے مجھے خشکی پر پہنچا دیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ طرح طرح کے درخت تھے اور وہاں میٹھے پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ میں کئی دنوں کا تھکا ماندہ تھا اسی لیے ایک درخت کے نیچے بیٹھا تو نیند کی وادی میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک خوفناک آواز سنائی دی جس کی وجہ سے میں بیدار ہو گیا اور خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا۔ میں نے گھوڑے کی شکل کے دو عظیم الجثہ جانوروں کو آپس میں لڑتے دیکھا اور وہ جانور اتنے حسین تھے کہ میں ان کا وصف بیان نہیں کر سکتا۔ جب ان جانوروں نے مجھے دیکھا تو وہ سمندر میں چلے گئے۔

ابھی میں اس بات پر غور ہی کر رہا تھا کہ ایک بہت بڑا پرندہ ایک پہاڑی غار کے دہانے پر آ کر بیٹھا۔ میں اس کو اچھی طرح سے دیکھنے کے لیے درختوں میں سے چھپتا ہوا غار کے دہانے کے قریب پہنچا۔ پرندے نے جیسے ہی مجھے دیکھا تو وہ اڑ کر چلا گیا۔

جب میں غار کے قریب پہنچا تو اندر سے تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن کی آواز آ

رہی تھی۔ غار کے اندر سے کسی نے مجھے آواز دے کر کہا:

علی بن صالح طالقانی! اللہ تم پر رحم کرے اندر آ جاؤ۔

میں اندر گیا اور سلام کیا۔ میں نے وہاں ایک صحت مند' معتدل قامت' بھاری جسم' کشادہ پیشانی اور بڑی آنکھوں والے ایک بزرگ کو تشریف فرما دیکھا۔ انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا:

علی بن صالح طالقانی! تمہارا تعلق اس معدن سے ہے جس میں کئی خزانے موجود ہیں اور اگر اللہ تم پر رحم نہ کرتا تو تم بھوک پیاس اور خوف میں مبتلا ہو جاتے۔ اللہ نے تمہیں ان تمام چیزوں سے نجات دی ہے اور تمہیں طیب و طاہر پانی سے سیراب کیا۔ میں اس وقت کو جانتا ہوں جب تم کشتی پر سوار ہوئے تھے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم کتنے دن سمندر میں رہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری کشتی طوفان میں کب پھنسی اور کب اس کے تختے جدا ہوئے اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ تم کتنے دنوں تک تختہ پر سوار رہے اور ایک بار تو تم لہروں کے تھپیڑوں سے اتنے بزدل ہوئے تھے کہ تم نے خودکشی کا ارادہ کر لیا تھا اور مجھے اس وقت کا بھی علم ہے جب خشکی پر پہنچے اور جب تم دو خوبصورت جانوروں کی لڑائی دیکھنے میں مصروف تھے تو اس وقت میں تمہیں دیکھ رہا تھا اور جب تم پرندے کو دیکھنے کے لیے غار کی طرف چلے تو اس وقت بھی میری نگاہیں تمہیں دیکھ رہی تھیں۔ خیر' اب ادھر آ کر میرے پاس بیٹھ جاؤ' اللہ تم پر رحم کرے گا۔

علی بن صالح کا بیان ہے کہ جب میں نے اس بزرگوار سے اپنے واقعات کی تفصیل سنی تو میں حیران رہ گیا اور میں نے ان سے کہا:

خدارا! آپ یہ بتائیں کہ میرے واقعات کی پوری تفصیل آپؑ کو کس نے بتائی ہے؟

انہوں نے کہا: مجھے اس خدا نے تمہارے حالات سے آگاہ کیا ہے جو غائب و حاضر کا عالم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ تمہیں بھوک تو ستا رہی ہو گی؟

پھر انہوں نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور ایک خوان رومال سے ڈھکا ہوا سامنے آ گیا۔ انہوں نے رومال ہٹایا اور فرمایا:

قریب آ جاؤ اللہ نے تمہاری روزی بھیج دی ہے۔ اسے جی بھر کر کھاؤ۔

چنانچہ میں نے جی کھول کر کھانا کھایا اور وہ کھانا اتنا لذیذ تھا کہ میں نے اتنا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا تھا۔ پھر انہوں نے مجھے پانی پلایا اور اتنا شیریں پانی مجھے زندگی میں کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ پھر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے فرمایا:

کیا تم اپنے وطن واپس جانا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: وطن جانا تو چاہتا ہوں لیکن یہاں سے مجھے وطن کون پہنچائے گا؟

انہوں نے کہا: ہمیں اپنے محبوں سے پیار ہے اور ہم ان کی مدد کیا کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے کچھ دعائیں پڑھیں اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے "الساعۃ الساعۃ" (ابھی ابھی) کے الفاظ کہے۔

اس کے بعد بادلوں کے ٹکڑے غار کے دروازے پر آنے لگے۔ جب کسی ابر کا ٹکڑا غار کے دروازے پر آتا تو وہ انہیں سلام کر کے کہتا تھا کہ اے ولی خدا اور حجتِ خدا آپؑ پر میرا سلام ہو۔

اس کے جواب میں آپؑ کہتے تھے: اے ہماری بات سننے والے اور اطاعت کرنے والے بادل تم پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

پھر آپؑ اس سے پوچھتے تھے تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہتا کہ میں فلاں سرزمین کی طرف جا رہا ہوں۔ آپؑ پھر پوچھتے تھے کہ رحمت بن کر جا رہے ہو یا عذاب بن کر جا رہے ہو؟

اس کے جواب میں وہ بتاتا کہ وہ رحمت بن کر جا رہا ہے یا عذاب بن کر جا رہا ہے۔

پھر ایک خوش منظر اور چمکدار بادل آیا اس نے آپؑ پر سلام کیا اور آپ نے بھی اسے سلام کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے بادل سے فرمایا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟

اس نے کہا: میں طالقان جا رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا کہ رحمت بن کر جا رہے ہو یا عذاب بن کر جا رہے ہو؟

اس نے کہا: میں رحمت بن کر جا رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں اللہ کی خوشنودی کے لیے ایک امانت تیرے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ اسے اٹھا کر وہاں لے جاؤ۔

بادل نے کہا: آپؑ کے حکم کی اطاعت ہوگی۔

آپؑ نے کہا کہ پھر حکمِ خدا کے تحت زمین پر اتر آؤ۔

وہ زمین پر اترا تو آپؑ نے میرا بازو تھاما اور اس بادل پر سوار کر دیا۔ روانہ ہونے سے پہلے میں نے اس بزرگوار سے عرض کیا:

آپؑ کو اللہ کا واسطہ اور حضرت محمد خاتم الانبیاءؐ کا واسطہ اور حضرت علی سید اوصیاءؑ کا واسطہ، آپؑ کو ائمہ طاہرین کا واسطہ، آپؑ اپنا تعارف کرائیں کہ آپ کون ہیں؟

انہوں نے کہا:

علی بن صالح طالقانی! تم پر افسوس، اللہ اپنی زمین کو آنکھ جھپکنے کی دیر تک کے لیے بھی حجت سے خالی نہیں رکھتا خواہ وہ حجت ظاہر ہو یا پوشیدہ اور میں اس وقت خدا کی حجت ظاہر ہوں اور میں جانشین رسولؐ ہوں اور میں حجت ناطق ہوں، میں موسیٰ بن جعفرؑ ہوں۔

پھر انہوں نے ابر کو پرواز کا حکم دیا۔ بادل نے پرواز کیا اور خدا کی قسم اس سفر میں مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی مجھے خوف و حزن لاحق ہوا اور تھوڑی سی دیر میں اس نے مجھے طالقان کی اس گلی میں اتار دیا جہاں میرا گھر تھا۔

ہارون رشید نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے تاکہ یہ اس واقعہ کو بیان نہ کر سکے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، جلد۴، ص ۳۰۱-۳۰۲۔ عوالم العلوم، جلد ۲۱، ص ۱۵۸)

مفضل کی موت کی خبر دینا

خالد بن نجیح کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے کچھ ساتھی کوفہ سے آئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ مفضل سخت تکلیف میں مبتلا ہے۔ آپؑ اس کی شفایابی کے لیے دعا فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ دکھوں سے نجات پا گیا ہے۔

آپؑ نے یہ الفاظ اس کی موت کے تین دن بعد کہے تھے۔

خطوط کا جواب

اسماعیل بن سلام اور ابی حمید راوی ہیں کہ علی بن یقطین نے ہم دونوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور کہلایا کہ تم دو سواریاں خرید کرو اور مشہور راستے سے ہٹ کر غیر معروف راستے پر سفر کرو۔ پھر اس نے ہمیں کچھ رقم اور کچھ خطوط دیئے اور کہا کہ تم یہ چیزیں ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں اس طرح سے پہنچاؤ کہ کسی کو اس کی کانوں کان خبر تک نہ ہو۔

چنانچہ ہم غیر معروف راستوں سے سفر کرتے ہوئے ''بطنِ رُمّہ'' پہنچے اور وہاں ہم نے اپنی سواریوں کو باندھا اور ان کے سامنے چارہ ڈالا اور ہم خود بھی کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ہم نے ایک سوار کو دیکھا جس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ جب وہ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں۔ ہم ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے اور انہیں سلام کیا۔ پھر ہم نے وہ خطوط اور رقم ان کے سپرد کی۔

آپؑ نے اپنی آستین سے کچھ خطوط نکالے اور فرمایا:

یہ تمہارے خطوط کے جواب ہیں۔

ہم نے کہا: ہمارا سامان سفر ختم ہو کا ہے اگر آپؑ اجازت دیں تو مدینہ میں چلے

جائیں وہاں قبر پیغمبرؐ کی زیارت بھی کر لیں گے اور سامان بھی خرید لیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: پہلے تم مجھے اپنا سامان سفر دکھاؤ۔ ہم نے انھیں اپنے سامان دکھایا تو انہوں نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور ہم سے کہا کہ یہ تمہارے لیے کوفہ تک کافی ہے۔ اور جہاں تک زیارت رسولؐ کا تعلق ہے تو تم پہلے بھی زیارت کر چکے ہو۔ میں ان لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر آیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ظہر کی نماز بھی ان لوگوں کے ساتھ پڑھوں۔ لہٰذا تم لوگ یہیں سے واپس چلے جاؤ۔

(الثاقب فی المناقب' ص ۴۵۷۔ عوالم العلوم' جلد ۲۱' ص ۱۳۰)

دریا پر حکمرانی

اسحاق بن امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر بصرہ سے واپس آرہے تھے تو میں بھی کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھا۔ جب ہم مدائن کے قریب پہنچے تو دریا کی لہروں میں تلاطم پیدا ہوا اور ہمارے پیچھے ایک اور کشتی بھی آرہی تھی اس میں ایک دولہا دلہن بھی سوار تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایک دوسری کشتی سے چیخ کی آواز بلند ہوئی۔

آپؑ نے دریافت کیا کہ یہ آواز کیسی ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ دلہن نے چلو پانی لینے کے لیے دریا میں ہاتھ ڈالا تو اس کے ہاتھ سے سونے کا کنگن دریا میں گر گیا اور وہ چیخ رہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ کشتی روکو اور دوسری کشتی کے ملاح سے کہو کہ وہ بھی کشتی روک لے۔ چنانچہ دونوں کشتیاں رک گئیں۔ پھر آپؑ نے کشتی پر ذرا سہارا لیا اور زیرلب کوئی دعا پڑھی۔ پھر فرمایا:

اس کشتی کے ملاح سے کہو کہ دریا میں اتر جائے' کنگن مل جائے گا۔

خدا کی قدرت سے دریا کی تہہ انتہائی بلند ہوگئی اور اس میں کنگن پڑا ہوا تھا۔ ملاح

کشتی سے اترا اور اس نے وہ کنگن اٹھالیا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کنگن دلہن کو دے دو اور اس سے کہو کہ وہ خدا کا شکر بجالائے۔

اس کے بعد ہم آگے بڑھے تو میں نے ان سے درخواست کی کہ بھائی جان! آپ وہ سریع الاثر دعا مجھے بھی تعلیم فرمائیں۔

نعوذ باللہ

آپؑ نے فرمایا: میں تمہیں اس دعا کی تعلیم دیتا ہوں مگر یہ دعا کسی نااہل کو نہ سکھانا اور شیعہ کے علاوہ کسی کو اس کی تعلیم نہ دینا۔ اس کے بعد آپؑ نے یہ دعا لکھوائی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔

يَاسَابِقَ كُلِّ فَوْتٍ يَاسَامِعَ كُلِّ صَوْتٍ يَابَارِئَ النُّفُوْسِ بَعْدَ الْمَوْتِ يَاكَاسِىَ الْعِظَامِ لَحْماً بَعْدَ الْمَوْتِ يَامَنْ لَّا تَغْشَاهُ الظُّلُمَاتُ الْحِنْدَسِيَّةُ وَلَا تَتَشَابَهُ عَلَيْهِ الْاَصْوَاتُ المختلفةُ يَامَن لَّا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ يَامَنْ لَهُ عِنْدَ كُلِّ شَیْءٍ مِنْ خَلْقِهٖ سَمْعٌ حَاضِرٌ وَبَصَرٌ نَافِذٌ لَا يُغَلِّطُهُ كَثْرَةُ الْمَسَائِلِ وَلَا يُبْرِمُهُ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّيْنَ

يَاحَیُّ حِيْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَيْمُوْمَةِ مُلْكِهٖ وَبَقَائِهٖ يَامَنْ سَكَنَ الْعُلَا وَاحْتَجَبَ عَنْ خَلْقِهٖ بِنُوْرِهٖ يَامَنْ اَشْرَقَ بِنُوْرِهٖ دَيَاجِیَ الظُّلَمِ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ الْفَرْدِ الْوِتْرِ الصَّمَدِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ الطَّيِّبِيْنَ الْاَخْيَارِ

(الثاقب فی المناقب' ص ۴۵۹۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۰۳)

امام علی رضاؑ کی شہادت کی پیشین گوئی

سلیمان بن حفص مروزی کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

میرے بیٹے علیؑ کو زہر ستم سے شہید کیا جائے گا اور وہ طوس میں ہارون کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔ جو اس کی زیارت کرے گا تو گویا اس نے رسولؐ خدا کی زیارت کی۔ (عیون اخبار الرضاؑ، جلد۲، ص ۲۶۰)

علی بن عبداللہ بن قطرب راوی ہیں کہ امام علی رضاؑ کا امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس سے گزر ہوا۔ اس وقت آپؑ جوانی چڑھ رہے تھے۔ حضرتؑ کے دوسرے فرزند آپؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:

میرا یہ فرزند مسافرت کی سرزمین پر وفات پائے گا جو اس کے امر امامت کو تسلیم کرے اور اس کے حق کو پہچان کر اس کی زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے شہدائے بدر کا اجر عطا فرمائے گا۔

○○○



حضرت امام علی رضا علیہ السلام

کے معجزات

پر مشتمل ہے

حضرتؑ کی ولادت کے معجزات

ہشام بن احمد راوی ہیں حضرت ابوالحسن اول (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) نے مجھ سے فرمایا:

تمہیں معلوم ہے یہاں اہلِ مغرب کا کوئی بردہ فروش آیا ہوا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں ایک تاجر آیا ہوا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ یہ فرما کر ہم اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے یہاں تک کہ ہم اس تاجر کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے پاس کچھ کنیزیں فروخت کے لیے موجود تھیں۔

ہم نے اس سے کہا کہ ہمیں کنیز دکھاؤ۔ اس نے ہمیں سات کنیزیں دکھائیں مگر آپؑ ہر کنیز کو دیکھ کر فرماتے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے اس تاجر سے فرمایا: ان کے علاوہ اگر کوئی کنیز تیرے پاس موجود ہے تو وہ ہمیں دکھا۔

اس نے کہا: جی ہاں میرے پاس باقی صرف ایک کنیز ہے مگر وہ بیمار ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم وہ کنیز دکھا دو تو اس میں تمہارا کیا حرج ہے؟

مگر اس نے آپؑ کو وہ کنیز نہ دکھائی۔ بالآخر آپؑ وہاں سے واپس آ گئے۔ پھر دوسرے دن آپؑ نے مجھے روانہ کیا اور فرمایا کہ اس تاجر سے جا کر ملاقات کرو اور اس سے کہو کہ آخر وہ اس کنیز کی کیا قیمت لینا چاہتا ہے۔ اور جب وہ قیمت بتا دے تو اس سے کہنا کہ مجھے تمہاری بتائی ہوئی قیمت قبول ہے۔

ہشام کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام کی ہدایت پر میں اس تاجر کے پاس گیا اور اس

سے اس کنیز کی قیمت دریافت کی۔ اس نے اس کی قیمت بتائی تو میں نے اس کی مطلوبہ قیمت پر کنیز خرید لی۔

تاجر نے کنیز میرے سپرد کی اور کہا: اچھا یہ بتاؤ کل جو بزرگوار تمہارے ساتھ آئے تھے وہ کون تھے؟

میں نے کہا کہ وہ بنی ہاشم کے بزرگ ہیں۔ پھر اس نے آپؑ کا تفصیلی حسب نسب جاننا چاہا تو میں نے مزید معلومات دینے سے انکار کر دیا۔

اس نے کہا: اچھا اب اس کنیز کے متعلق بھی کچھ سن لو۔ جب میں نے اسے ملک مغرب کے انتہائی دور دراز مقام سے خرید کیا تو میرے پاس ایک اہلِ کتاب عورت آئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو نے یہ کنیز کس کے لیے خریدی ہے؟

میں نے کہا کہ میں نے یہ اپنے لیے خریدی ہے۔

اس نے کہا: نہیں ایسا ممکن ہی نہیں۔ یہ کنیز تجھ جیسے انسان کے لیے نہیں ہے۔ یہ کنیز اس کی مملوکہ بنے گی جو روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر ہوگا اور جب یہ اس کی زوجیت میں آئے گی تو کچھ عرصہ بعد یہ ایک ایسے بچے کو جنم دے گی جس کے سامنے مشرق و مغرب کے تمام افراد کم رتبہ دکھائی دیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اس کنیز کو لے کر امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد اس کے بطن سے امام علی رضا علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(عیون اخبار الرضاؑ، جلد ۱، ص ۱۷۔ اصول کافی، جلد ۱، ص ۴۸۶۔ امالی طوسی، جلد ۲، ص ۳۳۱)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے والدہ امام علی رضاؑ کے متعلق فرمایا تھا:

میں نے یہ کنیز اللہ کے حکم اور وحی سے خرید کی تھی۔ آپؑ سے اس کی وضاحت طلب کی گئی تو آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا تو میرے نانا جان اور میرے والد خواب میں تشریف

لائے اور ان کے پاس ریشم کا ایک ٹکڑا تھا۔ انہوں نے وہ کپڑا میرے سامنے پھیلایا تو اس میں اس کنیز کی تصویر تھی۔ پھر آنحضرتؑ نے مجھ سے فرمایا:

موسیٰ! اس کنیز کے بطن سے خدا تجھے وہ فرزند عطا کرے گا جو تمام اہلِ زمین سے بہتر ہوگا اور جب تمہارے ہاں اس سے بیٹا پیدا ہو تو اس کا نام "علی" رکھنا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس فرزند کے ذریعے سے عدل، رأفت اور رحمت کو ظاہر کرے گا۔ خوشخبری ہے اس کے لیے جو اس کی تصدیق کرے اور ہلاکت ہے اس کے لیے جو اس سے عداوت رکھے اور اس کی تکذیب کرے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۷۵-۱۷۶)

عون بن محمد کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حمیدہ مصفاۃ کا تعلق عجم کے معزز ترین گھرانے سے تھا۔ انہوں نے ایک کنیز خریدی جس کی پیدائش عرب میں ہی ہوئی تھی اور اس کا نام "تکتم" تھا اور وہ کنیز عقل وفہم اور دینداری کے لحاظ سے بہترین عورت تھی اور وہ اپنی مالکہ کی اتنی تعظیم کرتی تھی کہ ازروئے تعظیم وہ اپنی مالکہ کے سامنے بیٹھنا مناسب نہیں سمجھتی تھی۔

ایک دن حمیدہ مصفاۃ نے اپنے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا:

پیارے فرزند! میں نے اس کنیز سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔ اور اگر اس سے نسل کا سلسلہ قائم ہوا تو اللہ اس کی نسل کو طیب وطاہر بنائے گا اور میں یہ کنیز آپؑ کو ہبہ کرتی ہوں اور تم سے درخواست کرتی ہوں کہ اس کا خیال رکھنا۔

چنانچہ جب "تکتم" کے بطن سے امام علی رضاؑ پیدا ہوئے تو ان کا لقب "طاہرہ" رکھا گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ امام علی رضاؑ ایامِ رضاعت میں اپنی والدہ کا زیادہ دودھ پیا کرتے تھے اور آپؑ مکمل صحت مند بچے تھے اسی لیے ان کی والدہ تکتم طاہرہ نے کہا کہ میری مدد کے لیے ایک اور آیا کا انتظام کرو۔

جب ان سے کہا گیا کہ کیا دودھ کم ہوگیا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں جھوٹ بولنے

کی عادی نہیں ہوں۔ دودھ میں تو کوئی کمی نہیں آئی البتہ میں کچھ اوراد و تعقیبات اور تسبیحات پڑھنے کی عادی ہوں اور جب سے خدا نے مجھے یہ فرزند دیا ہے تو میری تعقیبات میں کمی آ گئی ہے۔ (عیون اخبار الرضاؑ' جلد ۱' ص ۱۴)

علی بن میثم نے اپنے والد سے روایت کی جب امام موسیٰ کاظمؑ کی والدہ حمیدہ مصفاۃ نے امام علی رضاؑ کی والدہ نجمہ کو خرید اتو ایک دن انہوں نے کہا کہ مجھے خواب میں رسول کریمؐ کی زیارت نصیب ہوئی آپؐ نے فرمایا:

''اے حمیدہ! تیری یہ کنیز نجمہ تیرے فرزند موسیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے بطن سے ایک بچہ ہوگا جو تمام اہلِ زمین میں سے بہتر ہوگا''۔

اس خواب کے بعد حضرت حمیدہ نے وہ کنیز امام موسیٰ کاظمؑ کو ہبہ کر دی اور جب اس کے بطن سے امام علی رضاؑ پیدا ہوئے تو امام موسیٰ کاظمؑ نے ان کو طاہرہ کا لقب دیا۔ امام علی رضاؑ کی والدہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے نجمہ' اروی' سکن' سمان اور تکتم زیادہ مشہور ہیں۔

علی بن میثم کہتے ہیں کہ میری دادی کہا کرتی تھی کہ جب حضرت حمیدہ نے جناب نجمہ کو خریدا تو وہ اس وقت باکرہ تھیں۔ (عیون اخبار الرضاؑ' جلد ۱' ص ۱۶)

ولادتِ امام علیہ السلام

علی بن میثم کا بیان ہے کہ میری دادی نے حضرت نجمہ سے روایت کی کہ جب میرا فرزند علی رضاؑ میرے شکم میں منتقل ہوا تو مجھے حمل کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا اور جب میں سویا کرتی تھی تو اس وقت خواب میں مجھے اپنے بطن سے تسبیح و تہلیل و تمجید کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور میں گھبرا کر چونک پڑتی تھی اور جب بیدار ہوتی تھی تو آوازیں بند ہو جاتی تھیں اور جب میرا یہ فرزند پیدا ہوا تو اس نے اپنے قدم زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیے۔ ان کا سر آسمان کی طرف بلند تھا اور ان کے دونوں لب متحرک تھے

اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ کہہ رہے ہیں۔

پھر ان کے والد امام موسیٰ کاظمؑ کمرے میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا:

نجمہ! تجھے یہ اللہ کا کرم مبارک ہو۔ میں نے اس بچے کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر انہیں دے دیا۔ انہوں نے اپنے فرزند کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر آپ فرات سے ان کا تالو اٹھایا اور مجھے دے کر فرمایا:

یہ زمین پر اللہ کی بقیہ امانت ہے۔ (عیون الاخبار' جلد ا' ص ۲۰)

امورِ غیب سے آگاہی

صفوان بن یحیٰی کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد جب امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی امامت کا اعلان کیا تو ہمیں ان کے متعلق خطرہ محسوس ہوا۔ ان سے کہا گیا کہ آپؑ نے امر عظیم کا اظہار کیا ہے اور ہمیں آپؑ کے متعلق اس سرکشی (ہارون) کا خطرہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ چاہے جتنی بھی کوشش کر لے مگر وہ مجھے کوئی نقصان نہ دے سکے گا۔

ایک مقروض کا قرض ادا کرنا

احمد بن عبداللہ نے غفاری سے روایت کی ہے کہ آل ابی رافع کے ایک شخص جس کا نام ''طیس'' تھا مجھ سے قرض لینا تھا اور اس نے مجھ سے قرض کی واپسی کا شدت سے تقاضا کیا۔ لیکن میرے معاشی حالات خراب تھے۔ میں قرض ادا کرنے کے قابل نہیں تھا۔ جب میں اپنے قرض خواہ کے تقاضوں سے تنگ ہوا تو میں مسجد نبویؐ میں گیا اور فجر کی نماز وہاں ادا کی اور پھر امام علی رضاؑ سے ملنے کے لیے ''عریض'' چلا گیا۔ جب میں آپؑ کے دروازے پر پہنچا تو آپؑ اس وقت گھر سے برآمد ہوئے۔ آپؑ اس وقت گدھے پر سوار

تھے اور آپؑ نے قمیص اور رداء پہنی ہوئی تھی۔ جب میں نے آپؑ کو دیکھا تو آپؑ سے تعاون کی مدد کرتے ہوئے حیا محسوس ہوئی۔ آپؑ میرے سامنے آئے۔ میں نے آپؑ پر سلام کیا اور یہ رمضان کا مہینہ تھا۔

آپؑ نے مجھ سے میری آمد کا مقصد پوچھا تو میں نے کہا:

مولاؑ! میں آپؑ پر قربان' آپؑ کے غلام طیس نے مجھ سے قرض لینا ہے اور اس نے مجھے خوب رسوا کر رکھا ہے۔

سائل کہتا ہے کہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ حضرتؑ زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے کہ آپؑ اپنے غلام کو سمجھائیں گے۔ آپؑ نے مجھ سے یہ تک نہ پوچھا کہ تم نے اس کا کتنا قرض دینا ہے۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

میرے آنے تک یہاں بیٹھے رہو۔ میں نماز مغرب تک آپؑ کے در دولت پر بیٹھا رہا۔ پھر میں نے مغرب کی نماز پڑھی اور میں حضرتؑ کی آمد سے مایوس ہو گیا اور میں نے واپسی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ آپؑ واپس تشریف لائے۔

آپؑ کے آنے سے قبل سائل آ چکے تھے اور آپؑ نے سب کو کچھ نہ کچھ خیرات دی۔ سائلوں سے فارغ ہو کر آپؑ اپنے گھر تشریف لے گئے اور پھر مجھے اپنے پاس طلب کیا۔ میں آپؑ کے پاس گیا اور میں نے امیر مدینہ میتب کے متعلق گفتگو شروع کی۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

میرا خیال ہے کہ تم نے ابھی تک افطاری نہیں کی۔

میں نے کہا: جی ہاں' ابھی تک میں نے افطاری نہیں کی۔ پھر آپؑ نے طعام منگوا کر میرے سامنے رکھوایا اور غلام سے فرمایا کہ تم بھی ان کے ساتھ کھانا کھالو۔ جب میں کھانے سے فارغ ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

تکیہ اٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے ہو وہ اٹھا لو۔

میں نے تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے دینار تھے۔ میں نے وہ دینار اٹھائے اور انہیں

آستین میں رکھا۔ آپؑ نے اپنے چار نوکروں سے فرمایا کہ وہ مجھے گھر تک پہنچا آئیں۔

میں نے کہا: مولاؑ! رات کا وقت ہے اس وقت طائف بن میتب گشت کر رہا ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ وہ آپؑ کے غلاموں کے ساتھ مجھے دیکھے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارے ساتھ جائیں گے اور جہاں سے تم انہیں واپس کرنا چاہو گے تو یہ واپس چلے آئیں گے۔

الغرض میں حضرتؑ سے الوداع کر کے روانہ ہوا اور جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو میں نے حضرتؑ کے غلاموں کو واپس بھیج دیا۔ میں اپنے گھر میں گیا تو میں نے چراغ طلب کر کے دیناروں کو دیکھا تو وہ اڑتالیس دینار تھے۔ جب کہ میں اٹھائیس دینار کا مقروض تھا۔ ان دیناروں میں ایک دینار زیادہ چمک رہا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر غور سے دیکھا تو اس پر یہ عبارت تحریر تھی:

تو نے اٹھائیس دینار قرض دینا ہے اور جو باقی بچ جائیں وہ تمہارے ہیں۔ (الکافی' جلد۱' ص ۴۸۷۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۵۰۔ روضۃ الواعظین' ص ۲۲۲-۲۲۳)

جعفر بن یحییٰ برمکی کی بربادی کی پیشین گوئی

علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب کی زبانی یہ روایت نقل کی۔

امام علی رضا علیہ السلام ایک سال حج کے لیے روانہ ہوئے اور اسی سال ہارون بھی حج کرنے کے لیے آیا۔ آپؑ نے مکہ کے قریب بائیں ہاتھ پر واقع ایک پہاڑ کی طرف دیکھا جسے "فارع" کہا جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

"فارع" پر مکان تعمیر کرنے والا اور اس کا منہدم کرنے والا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہمیں آپؑ کے اس فرمان کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ جعفر بن

یحییٰ برمکی بھی حج پر آیا ہوا تھا۔ وہ اس پہاڑ پر چڑھا تو اسے اس پہاڑ پر ایک جگہ پسند آ گئی اور اس نے وہاں ایک محل تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

چند ہی دنوں میں وہاں عظیم الشان محل تعمیر ہو گیا اور پھر ایک دن وہی جعفر بن یحییٰ وہاں آیا تو اس کا دل اس محل سے بھر گیا۔ اس نے اس محل کے منہدم کرنے کا حکم جاری کر دیا اور جب وہ مکہ سے عراق واپس گیا تو اس پر ہارون کا عتاب نازل ہوا اور اسے ہارون کے حکم سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۴۸۸۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۵۰)

زمین کے خزانے تصرفِ امامؑ میں

ابراہیم بن موسیٰ راوی ہیں کہ میں مفلسی کا شکار ہو گیا اور میں نے امام علی رضاؑ سے عرض کیا کہ وہ میری مدد کریں اور میں نے اس کے لیے آپؑ سے خاصا اصرار کیا۔ اور آپؑ نے بھی فرمایا کہ میں تمہاری کسی وقت مدد کروں گا۔

ایک مرتبہ آپؑ والی مدینہ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے اور میں بھی آپؑ کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں درختوں کا جھنڈ آیا تو آپؑ نے وہاں کچھ دیر کے لیے قیام کیا۔ اس وقت صرف ہم دو ہی افراد تھے اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ میں نے آپؑ کو یاددہانی کراتے ہوئے عرض کیا کہ مولاؑ!

عید سر پر آ چکی ہے اور میرے گھر میں ایک درہم تک بھی موجود نہیں ہے اور ویسے بھی آپؑ نے اعانت کا وعدہ فرمایا تھا۔

آپؑ نے اپنے چابک کے ساتھ زمین کو زور سے کھرچا۔ پھر آپؑ نے ہاتھ بڑھا کر سونے کا ایک ٹکڑا زمین سے نکال کر مجھے دیا اور فرمایا:

اسے فروخت کر کے اس کی رقم سے فائدہ حاصل کرو اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے پوشیدہ رکھو۔ (الکافی' جلد ا' ص ۴۸۸۔ اختصاص مفید' ص ۲۷۰۔ دلائل الامامۃ' ص ۱۹۰۔ بصائر الدرجات' ص ۳۷۴)

ذوالریاستین کا انجام

یاسر کا بیان ہے کہ جب مامون خراسان سے بغداد کی طرف روانہ ہوا تو اس سفر میں امام علی رضا علیہ السلام کے علاوہ فضل بن سہل ذوالریاستین بھی شامل تھا۔ دورانِ سفر فضل بن سہل کو اس کے بھائی حسن بن فضل کا ایک خط موصول ہوا جس میں اس نے لکھا تھا کہ میں نے علمِ نجوم کے تحت جب اس سال کی تحویل پر نظر کی تو اس میں مجھے یہ دکھائی دیا کہ فلاں مہینہ کے بدھ کے دن تمہاری جان کو خطرہ ہے اور اس دن تم کو لوہے اور آگ سے تکلیف پہنچنے کا امکان ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم اور امیر المومنین اور حضرت امام علی رضاؑ اس دن حمام جاؤ اور وہاں فصد کھلواؤ اور اپنے جسموں پر خون مل لو۔ اس سے نحوست ختم ہو جائے گی۔

فضل نے مامون کے پاس آدمی بھیجا اور اس سے تحریری طور پر درخواست کی کہ آپ بھی میرے ساتھ حمام چلیں اور امام علی رضاؑ کو بھی حمام چلنے کے لیے کہیں۔

مامون نے امام علی رضاؑ کو رقعہ لکھا جس میں اس نے بدھ کے دن حمام چلنے اور فصد کھلوانے کی درخواست کی۔

امام عالی مقامؑ نے جواب میں لکھا کہ میں کل حمام نہیں جاؤں گا بلکہ میں آپ کے متعلق بھی یہی رائے رکھتا ہوں کہ آپ بھی حمام نہ جائیں اور فضل کے لیے میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ حمام نہ جائے۔

اس موضوع پر دو مرتبہ رقعوں کا تبادلہ ہوا۔ آخری رقعہ میں امام علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ میں نے اس رات رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ علی! کل تم حمام نہ جانا۔ اسی لیے میں تو حمام ہرگز نہیں جاؤں گا اور آپ کے لیے اور فضل کے لیے بھی میری یہی رائے ہے کہ آپ حضرات بھی حمام نہ جائیں۔

مامون نے جواب میں تحریر کیا کہ آقاؑ! آپؐ نے سچ فرمایا اور حضرت رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سچ فرمایا۔ میں کل حمام نہیں جاؤں گا البتہ فضل اپنے معاملہ میں خودمختار ہے۔

یاسر کہتے ہیں کہ جب منگل کا سورج غروب ہوا تو امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے تمام غلاموں کو جمع کر کے فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھتے رہو:

نعوذ باللّٰہ من شر ما ینزل فی ھذہ اللیلۃ

''ہم آج رات کے نازل ہونے والے شر سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں''۔

ہم سب نے یہ دعا پڑھی۔ صبح ہوئی امام علیہ السلام نے نماز فجر پڑھی اور ہم سے فرمایا: اب تم یہ دعا پڑھو:

نعوذ باللّٰہ من شر ما ینزل فی ھذا الیوم

''آج دن میں نازل ہونے والے شر سے ہم خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں''۔

پھر جب آفتاب طلوع ہونے کے قریب ہوا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

ذرا مکان کی چھت پر جاؤ اور سنو کیا تمہیں کوئی شور وغل سنائی دیتا ہے؟

جب میں چھت پر گیا تو ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں بلند تھیں اور اتنے میں مامون حضرتؑ کے پاس اس دروازے سے آیا جو آپؑ کے اور مامون کے گھر کے درمیان تھا اور اس نے آ کر کہا:

یاسیدی یا ابوالحسن! فضل کی موت پر صبر کریں اللہ آپؑ کو اس کا اجر دے گا۔ وہ حمام میں گیا تھا۔ کچھ لوگ تلواریں لیے ہوئے وہاں پہنچے اور انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور قاتل بھی گرفتار ہو گئے ہیں۔ قاتل تین افراد تھے ان میں سے ایک فضل کا خالہ زاد بھائی ذوالقلمین بھی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر فوج کے سردار اور فوجی اور فضل کے آدمی جمع ہو کر مامون

کے دروازے پر آئے اور انہوں نے مظاہرہ کیا اور انہوں نے فضل کے قتل کا تمام تر الزام مامون کے سر پر لگایا اور انہوں نے کہا کہ مامون نے اسے اپنے آدمی بھیج کر فضل کو دھوکے سے قتل کرایا ہے اور ہم اس کے خون کا بدلہ لیں گے۔

مامون نے امام علیہ السلام سے کہا:

آقا! آپؑ تکلیف کریں اور اس مجمع کو منتشر فرمائیں۔

یاسر کہتے ہیں کہ آپؑ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپؑ نے مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ ہم دروازے سے نکلے تو ہم نے دیکھا کہ مجمع سخت مشتعل تھا اور وہ مامون کے دروازے کو آگ لگانا چاہتے تھے۔ اتنے میں امام علیہ السلام مشتعل مجمع کے پاس گئے اور انہیں منتشر ہونے کا حکم دیا۔

آپؑ کا فرمان سنتے ہی تمام مجمع منتشر ہو گیا اور کچھ دیر بعد وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص۱۵۹۔ الکافی' جلد۱' ص۴۹۰)

مستقبل سے آگاہی

وشاء نے مسافر سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ جب ہارون بن میسب نے محمد بن جعفر کی فوج سے لڑائی کا ارادہ کیا تو امام علی رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

تم ہارون بن میسب کے پاس جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ وہ کل کے دن محمد بن جعفر کے ساتھ لڑائی کے لیے روانگی اختیار نہ کرے کیونکہ اگر اس نے کل کے دن روانگی اختیار کی تو اسے شکست ہوگی اور اس کی فوج کا سخت جانی نقصان ہوگا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر ہارون بن میسب تم سے یہ کہے کہ کہ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی تو تم اس سے کہنا کہ میں نے خواب میں ایسا ہی دیکھا ہے۔

مسافر کا بیان ہے کہ میں ہارون بن میسب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم جنگ کے لیے کل روانگی اختیار نہ کرو اور اگر تم نے کل روانگی کی تو تمہیں شکست ہوگی اور

تمہاری فوج کا شدید جانی نقصان ہوگا۔

حسب توقع ہارون نے مجھ سے کہا کہ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟

میں نے کہا: میں نے یہ بات خواب میں دیکھی ہے۔

ہارون نے بڑی بے مروتی سے کہا: رات کو سوتے وقت تم نے استنجا نہیں کیا ہوگا۔

چنانچہ اس نے اسی دن روانگی اختیار کی اور جب اس کی فوج کا جعفر بن محمد کی فوج سے آمنا سامنا ہوا تو ہارون کو شکست ہوئی اور اس کی بہت زیادہ فوج قتل ہوگئی۔

(الکافی' جلد۱' ص۴۹۱۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۵۱۔ کشف الغمہ' جلد۲' ص ۲۸۰)

مسافر کا بیان ہے کہ میں منیٰ میں امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ یحییٰ بن خالد برمکی کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے دھول سے بچنے کے لیے سر پر رومال باندھ رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

افسوس ان بے چاروں کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اس سال ان پر کیا افتاد پڑنے والی ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ میں اور ہارون ان دو انگلیوں کی طرح سے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی دونوں انگلیوں کو آپس میں ملایا۔

مسافر کہتے ہیں کہ حضرتؑ کی دونوں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ اسی سال برامکہ پر شاہی عتاب نازل ہوا اور ہارون نے ان کے خاندان کو تباہ و برباد کر دیا اور جب چند سال بعد امام علی رضا علیہ السلام ہارون کی قبر کے پاس دفن ہوئے تو اس وقت ہمیں آپؑ کے فرمان کا مفہوم سمجھ میں آیا۔

حضرتؑ کے ہاتھوں سے سونے کا جاری ہونا

علی بن محمد قاسانی کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک ساتھی نے یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ

امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بہت سا مال پیش کیا گیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس مال کو دیکھ کر آپؑ کو کوئی خاص خوشی نہ ہوئی۔ مجھے آپؑ کی اس روش پر افسوس ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ آپؑ بھی عجیب انسان ہیں' اتنا مال ملنے پر بھی آپؑ کو کوئی خوشی نہ ہوئی۔

آپؑ نے اپنے غلام کو صدا دی اور فرمایا کہ پانی اور طشت لاؤ۔ آپؑ کرسی پر بیٹھ گئے اور غلام سے فرمایا:

میرے ہاتھوں پر پانی ڈالو۔

غلام نے پانی ڈالنا شروع کیا تو آپؑ کی انگلیوں سے پانی کی جگہ پر سونا بہہ کر طشت میں گرنے لگا۔

پھر آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

جس کی انگلیوں سے سونا بہتا ہو وہ بھلا تمہارے اس مال کی کیا پرواہ کرے گا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۴۹۱۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۵۲)

پتھر سے پانی برآمد کرنا

وکیع کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام کے آخری دنوں میں مَیں نے ان سے کہا تھا کہ مولاؑ!

آپؑ کوئی علامت امامت دکھائیں جسے میں لوگوں سے بیان کروں۔

آپؑ نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا تو اس سے پانی بہنے لگ گیا۔ ہم نے اس سے جی بھر کر پانی پیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۸۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۰۹)

بھوسے کا دیناروں میں تبدیل ہونا

عمارہ بن زید کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے ایک غریب شخص کی مدد کے لیے درخواست کی۔

آپؑ نے مجھے ایک توڑا بھوسے کا بھر کر دیا اور فرمایا یہ اس کے دروازے پر پہنچا دو۔

حکمِ امام سمجھ کر مجھے بھوسہ واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی۔ میں نے بھوسے کا توڑا اٹھایا اور اس شخص کے دروازے پر لے گیا اور اس سے کہا کہ تمہارے لیے امام علی رضاؑ نے یہ تحفہ بھیجا ہے۔

اس شخص نے میرے سامنے اس بوری کو کھولا تو اس میں بھوسے کی بجائے دینار ہی دینار تھے جس سے نہ صرف وہ شخص بلکہ اس کی کئی نسلیں دولت مند بن گئیں۔

پھر دوسرے دن میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا:

مولاؑ! وہ جو کل آپؑ نے بھوسہ دیا تھا وہ تو دیناروں میں تبدیل ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اسی لیے تو ہم نے بھیجا تھا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۸۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۰۹)

آپؑ کی امامت کی گواہی جمادات نے دی

سعد بن سلام کا بیان ہے کہ میں دس افراد کو لے کر آپؑ کے پاس گیا اور ہم نے ان سے کہا کہ آپؑ میں امامت کی صلاحیت نہیں ہے کیونکہ آپؑ کے والد نے آپؑ کی امامت پر نص نہیں کی تھی۔

جب ہم نے یہ بات کی تو ہمارے نیچے پتھر کے فرش سے یہ آوازیں آنے لگیں:

"یہ میرا امام ہے اور یہ ہر چیز کا امام ہے"۔

اس کے بعد امام علی رضا "شہر ابوجعفر" کی مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد کے در و دیوار آپؑ سے کلام کرنے لگے اور در و دیوار سے آپؑ پر سلام کی آوازیں بلند ہوئیں۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۸۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۰۹)

مُردوں کو زندہ کرنا

معمّر بن جنید شامی کا بیان ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آج کل ہر جگہ آپؑ کے عجائبات اور معجزات کا چرچا ہے اگر آپؑ مجھے بھی کوئی معجزہ دکھا دیں تو میں اس کا تذکرہ کرتا رہوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: میری خواہش ہے کہ آپؑ میرے ماں باپ کو زندہ کر دیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم گھر جاؤ۔ تمہارے جانے سے قبل وہاں تمہارے ماں باپ موجود ہوں گے۔ میں نے انہیں خدا سے زندگی دلا دی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں گھر آیا تو میرے والدین وہاں زندہ سلامت موجود تھے اور وہ دس دن تک میرے پاس رہے پھر ان کی وفات ہو گئی۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۸۶-۱۸۷۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۱۰)

ابراہیم بن سہل کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام گدھے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا:

اکثر شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپؑ کے والد نے آپؑ کی امامت پر کوئی نص نہیں کی تھی مگر آپؑ نے پھر بھی امامت کا دعویٰ کر دیا ہے!!

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ تمہارے نزدیک امام کی کیا وصف ہونی چاہیے؟

میں نے کہا کہ امام تو وہ ہو سکتا ہے جو غیب کی خبر دے اور مردوں کو زندہ کرے اور زندوں کو موت دے سکے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ اوصاف تو مجھ میں موجود ہیں۔ اس وقت تیرے پاس پانچ دینار ہیں اور تیری بیوی کو مرے ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ میں نے اس وقت اسے زندہ کر دیا ہے اور میں اسے ایک سال تک تیرے پاس رہنے دوں گا پھر اسے

تجھ سے جدا کر لوں گا اور میں یہ اس لیے کر رہا ہوں تاکہ تجھے میری امامت پر یقین آجائے۔

راوی کہتا ہے کہ یہ الفاظ سن کر میرے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم سکون سے گھر جاؤ۔

میں گھر چلا گیا اور میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ میری بیوی زندہ سلامت میرے گھر میں موجود تھی۔

میں نے اس سے کہا: تو یہاں کیسے واپس آ گئی؟

اس نے کہا: میں سوئی ہوئی تھی کہ ایک آنے والا آیا۔ پھر اس نے اس کا حلیہ بیان کیا تو وہ حلیہ امام علی رضاؑ کا تھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اٹھو اور اپنے شوہر کے گھر چلی جاؤ۔ موت کے بعد خدا تجھے ایک بیٹا عطا کرے گا چنانچہ اس عورت کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور ٹھیک ایک سال بعد وہ مر گئی۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۸۷۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۱۰)

صحرا میں پھل کھلانا

عمارہ بن زید کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ مکہ کا سفر کیا اور میرے ساتھ میرا ایک غلام بھی تھا۔ راستے میں میرا غلام بیمار ہوا اور اس نے مجھ سے انگوروں کا مطالبہ کیا۔ جہاں پر اس نے انگوروں کی خواہش کا اظہار کیا تھا وہ جگہ بیابان تھی اور ہر طرف ریت کے ٹیلے دکھائی دیتے تھے۔

اتنے میں امام علی رضا علیہ السلام نے میرے پاس تازہ انگور بھیجے اور اپنے غلام کے ذریعے سے کہلوا بھیجا کہ تمہارے غلام نے انگوروں کی خواہش کی ہے۔ لہٰذا یہ انگور اسے کھلاؤ اور ذرا سامنے نگاہ کرو۔

جب میں نے سامنے نظر کی تو مجھے ایک عظیم الشان باغ دکھائی دیا جس میں انگور اور انار لگے ہوئے تھے۔ ہم نے انگور اور انار اکٹھے کیے اور مکہ تک انہیں استعمال کیا۔ پھر ان میں سے کچھ بقیہ انگور وانار کو بغداد لے گیا اور میں نے اس واقعہ کا تذکرہ لیث بن سعد اور ابراہیم بن سعد جوہری کے سامنے کیا۔ وہ کچھ عرصہ بعد امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے میرا بیان کردہ واقعہ سنا کر آپؑ سے اس کی تصدیق چاہی۔

آپؑ نے ان سے فرمایا:

وہ باغ تم دونوں سے بھی دُور نہیں ہے۔ انہوں نے دیکھا تو وہ باغ میں موجود تھے جس میں ہر طرح کے پھل اور میوے موجود تھے۔ انہوں نے جی بھر کر باغ کے میوے کھائے اور کچھ ذخیرہ کر لیے۔ (دلائل الامامۃ ‘ص ۱۸۷۔ اثبات الہداۃ ‘ جلد ۳ ‘ ص ۳۱۰)

علم ما یکون

ابو جعفر محمد بن ولید کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام بغداد تشریف لائے تو میں نے آپؑ کو ایک خط لکھا جس میں مَیں نے تحریر کیا کہ میں مصر جا کر تجارت کرنا چاہتا ہوں تو کیا میرے لیے مصر جانا بہتر ہے یا نہیں؟

آپؑ نے جواب دیا کہ جب تک خدا چاہے یہاں قیام کرو۔

چنانچہ میں دو سال تک بغداد میں رہا۔ پھر میں نے خط لکھ کر آپؑ سے مصر جانے کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے جواب میں لکھا: اب چلے جاؤ خدا تمہارا بھلا کرے گا۔

چنانچہ میں مصر چلا گیا اور میرے جانے کے بعد بغداد میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ خدا کے فضل سے میں اس سے محفوظ رہا۔ (دلائل الامامۃ ‘ ص ۱۸۷-۱۸۸)

ابو محمد کوفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ مجھ سے گفتگو کرتے رہے پھر اچانک آپؑ نے گفتگو کے دوران فرمایا:

اللہ تعالیٰ جس مومن بندے کو کسی آزمائش میں مبتلا کرے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

مجھے حضرت کے اس جملہ پر تعجب ہوا کیونکہ یہ جملہ بالکل بے موقع تھا اور ہماری گفتگو میں بیماری وغیرہ کا ذکر تک نہیں تھا اور میں نے دل ہی دل میں کہا کہ میں نے یہاں آ کر غلطی کی ہے کہ انہیں گفتگو کرنے کا بھی پورا فن نہیں آتا۔

میں نے حضرتؑ کو سلام کیا اور چلا گیا اور اسی رات میرے پاؤں میں درد اٹھا جس نے مجھے بے چین کر کے رکھ دیا۔

اس وقت میں نے دل میں کہا کہ امام علیہ السلام کا یہ فرمان کسی طور بھی بے موقع نہ تھا۔ دوسرے دن میرے پاؤں پر ورم آ گئی اور جب میں مدینہ پہنچا تو اس سے پیپ بہنے لگی اور اتنا بڑا زخم ہو گیا کہ میں سو نہیں سکتا تھا اور میں کئی مہینے بستر پر پڑا رہا پھر کئی ماہ بعد مجھے افاقہ نصیب ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ اس کا یہ افاقہ بھی عارضی ثابت ہوا۔ کئی دنوں کے بعد اس پر بیماری نے دوبارہ حملہ کیا اور وہ اسی بیماری سے مر گیا۔

(دلائل الامامۃ، ص ۱۸۸۔ عوالم العلوم، جلد ۲۲، ص ۱۰۲)

امورِ غیب کی خبر دینا

عبداللہ بن مغیرہ کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد میں "واقفی" بن گیا (واضح رہے کہ واقفیہ ایک فرقہ تھا جن کا عقیدہ تھا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ وہ غیبت میں چلے گئے ہیں اور قیامت سے پہلے وہ ظہور کریں گے) اور اسی حالت میں مَیں حج کیا اور جب میں مکہ پہنچا تو میرے دل میں خلجان سا پیدا ہوا اور مقام "ملتزم" پر کھڑا ہو کر میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

"پروردگار! میں ہدایت کا طالب ہوں مجھے بہترین دین کی رہنمائی فرما"۔

دعا کے بعد میرے دل میں یہ خیال سا پیدا ہوا کہ مجھے امام علی رضا علیہ السلام سے ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں مدینہ گیا اور آپؑ کے دروازے پر پہنچا اور میں نے غلام سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ ایک عراقی دروازے پر موجود ہے اور وہ ملاقات کا خواہش مند ہے۔

آپؑ نے اندر سے آواز دے کر فرمایا:

عبداللہ بن مغیرہ! اندر چلے جاؤ۔ میں اندر گیا تو آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

عبداللہ! اللہ نے تیری دعا قبول کر لی ہے اور تجھے اپنے دین کی ہدایت کی ہے۔

میں نے بے ساختہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ خدا کی حجت ہیں اور اس کی مخلوقات پر امین ہیں۔ (الکافی' جلد۱' ص ۳۵۵۔ عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۹)

امام موسیٰ کاظمؑ کے فرمان پر عمل

مسافر بیان کرتے ہیں کہ جب ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر کو گرفتار کیا گیا تو آپؑ نے حضرت ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام کو ہدایت کی کہ جب تک تمہارے پاس میری موت کی خبر نہ آئے تو تم روزانہ شب کو میرے دروازے پر سویا کرنا۔

مسافر کا بیان ہے کہ میں روزانہ ہر رات امام علی رضا علیہ السلام کے لیے ڈیوڑھی پر بستر لگایا کرتا تھا اور آپ نماز عشاء کے بعد آتے اور وہیں آرام فرماتے تھے اور صبح کو اپنے گھر واپس جاتے تھے۔ یہ سلسلہ چار سال تک جاری رہا۔ ایک رات میں نے آپؑ کے لیے بستر لگایا مگر آپؑ نہ آئے جس کی وجہ سے گھر والے بہت پریشان ہوئے اور ان کے دل میں بڑا خطرہ محسوس ہوا۔

آپؑ دوسرے دن گھر میں آئے اور امام موسیٰ کاظم کی زوجہ ام احمد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

میرے والد بزرگوار نے جو امانتیں تیرے سپرد کی تھیں وہ امانتیں اب میرے سپرد کردو۔

یہ سن کر وہ چیخنے چلانے لگی اور اس نے اپنا گریبان چاک کیا اور کہا کہ ہائے میرے سردار کی وفات ہوگئی ہے۔

آپؑ نے اس کو منع کیا اور فرمایا جب تک بغداد سے والیٔ مدینہ کے پاس سرکاری طور پر اس کی خبر نہ آجائے اس وقت تک اپنا منہ بند رکھو اور کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کرو۔

یہ سن کر اُم احمد خاموش ہوگئی اور اس نے ایک ٹوکری اور دو ہزار یا چار ہزار دینار نکالے اور حضرت علی رضاؑ کے سپرد کیے۔

اُم احمد کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مجھ پر خصوصی شفقت کرتے تھے اور آپؑ نے گرفتاری کے وقت مجھ سے خاموشی سے کہا تھا کہ ان امانتوں کی حفاظت کرنا اور میری موت سے پہلے ان امانتوں کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا اور میری وفات کے بعد میری اولاد میں سے جو تم سے یہ امانت طلب کرے تو یہ امانت اس کے سپرد کر دینا اور جان لینا کہ میں دنیا سے کوچ کر چکا ہوں۔

الغرض امام علی رضا علیہ السلام نے وہ امانتیں لے لیں اور اہلِ خانہ کو سختی سے ہدایت کر دی جب تک سرکاری طور پر وفات کی خبر نہ آئے اس وقت تک خاموش رہیں۔

اس کے بعد آپؑ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اس کے بعد آپؑ سونے کے لیے نہ آئے۔ہم چند دن خاموش رہے۔پھر بغداد سے آپؑ کی موت کا اطلاع نامہ آیا۔ میں نے دن شمار کیے اور وقت یاد رکھا تو سرکاری اطلاع نامہ میں بھی وہی دن اور وقت درج تھا جس دن امام علی رضا علیہ السلام نے اُم احمد سے امانتیں طلب کی تھیں اور سونا چھوڑ دیا تھا۔ (الکافی' جلد۱' ص ۳۸۱۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۴۹۔ عوالم العلوم' جلد۲۱' ص ۴۷۱)

جنات سے گفتگو

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی دختر حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک دن امام علی رضا علیہ السلام کو ایندھن کے کمرے کے دروازے پر کھڑا دیکھا اور وہ کسی سے محوگفتگو تھے جب کہ مجھے دوسرا شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔

میں نے عرض کیا: میرے سردار! آپؑ کس سے گفتگو کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ عامر زہرائی مجھ سے کچھ مسائل پوچھنے کے لیے آیا ہے اور کچھ باتوں کی مجھ سے شکایت کر رہا ہے۔

میں نے عرض کیا: میں بھی اس کی گفتگو سننا چاہتی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم نے اس کی گفتگو سن لی تو تمہیں پورے سال تک بخار میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

میں نے کہا: میرے سردار چاہے کچھ بھی ہو میں اس کی گفتگو سننا چاہتی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: لو پھر سن لو۔ میں نے کان لگائے تو مجھے سیٹیوں جیسی آوازیں سنائی دیں۔ اس کے بعد مجھے بخار چڑھا جو کہ پورے سال تک جاری رہا۔

(الکافی' جلد ۱' ص ۳۹۵۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۴۹۔ عوالم العلوم' جلد ۲۲' ص ۷۵)

زبیری کی موت کی وجہ

سلیمان بن جعفر جعفری کا بیان ہے کہ میں مقام حمراء پر امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ وہاں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا اور اس پر دسترخوان بچھایا گیا اور ہم آپ کے ساتھ کھانا کھانے میں مشغول تھے۔ آپؑ نے سر اٹھا کر دیکھا تو دور سے ایک شخص تیزی سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ آپؑ نے کھانے سے ہاتھ ہٹا لیا۔ چند ہی لمحات بعد وہ شخص آیا اور اس نے کہا:

آپؑ کو بشارت ہو' زبیری مر گیا ہے۔

آپؑ نے زمین کی طرف سر کو جھکا لیا اور آپؑ کا رنگ بدل گیا اور آپؑ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ پھر آپؑ نے سر اٹھا کر فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آج رات کوئی گناہ کیا ہے اور گناہ بھی ایسا کیا ہے جو کہ اس کی معمولات کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا

''انہیں ان کی خطاؤں کے سبب غرق کیا گیا اور انہیں دوزخ میں ڈالا گیا''۔

پھر آپؑ نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا تناول کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپؑ کا ایک غلام آیا تو اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان' زبیری مر گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی موت کا سبب کیا تھا؟

غلام نے عرض کیا: اس نے رات ضرورت سے زیادہ مے نوشی کی جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۴۷۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۱۸۷۔ عوالم العلوم' جلد ۲۲' ص ۶۷۔ الخرائج' جلد ۲' ص ۷۲۷)

امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت کی پیشین گوئی

احمد بن محمد بن عیسٰی کا بیان ہے کہ حسین بن قیاماصیرفی نے مجھ سے کہا کہ میرے لیے امام علی رضا علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت طلب کرو۔ میں نے آپؑ سے اس کی اجازت طلب کی تو آپؑ نے فرمایا: اسے آنے دو۔

جب وہ آپؑ کے سامنے آیا تو اس نے آپؑ سے کہا کہ کیا آپؑ امام ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' میں امام ہوں۔

ابن قیاما نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ امام نہیں ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: تم کیسے گواہی دیتے ہو کہ میں امام نہیں ہوں؟

ابن قیاما نے کہا: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ بات سنی تھی کہ امام بے اولاد نہیں ہوتا۔ آپؑ اس عمر کو پہنچ چکے ہیں جب کہ ابھی تک آپؑ بے اولاد ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور پھر کہا:

پروردگار! میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ شب و روز کا سلسلہ ختم نہ ہوگا یہاں تک کہ مجھے ایک ایسا فرزند عطا ہوگا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے وقت شمار کیا تو آپؑ کے اس فرمان کے چند ماہ بعد ہی امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے۔

قبر میں ایک ''واقفی'' کا انجام

حسن بن علی الوشاء راوی ہیں کہ ہم امام رضا علیہ السلام کے ساتھ خراسان میں تھے ایک دن نماز عصر کے بعد آپؑ نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا:

حسن! آج علی بن ابی حمزہ بطائنی مر گیا ہے اور ابھی اسے قبر میں دفن کیا گیا۔ اس کے پاس نکیرین آئے اور انہوں نے اس سے اس طرح کے سوال جواب کیے:

نکیرین: تیرا رب کون ہے؟

بطائنی: اللہ میرا رب ہے۔

نکیرین: تیرا نبی کون ہے؟

بطائنی: محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں۔

نکیرین: تیرا دین کیا ہے؟

بطائنی: میرا دین اسلام ہے۔

نکیرین: تیری کتاب کیا ہے؟

بطائنی: قرآن میری کتاب ہے۔

نکیرین: تیرا ولی کون ہے؟

بطائنی: علی علیہ السلام میرے ولی ہیں۔

نکیرین: اس کے بعد کون؟

بطائنی: حسن مجتبیٰ علیہ السلام

نکیرین: پھر کون ہیں؟

بطائنی: امام حسین علیہ السلام

نکیرین: پھر کون ہیں؟

بطائنی: علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام

نکیرین: پھر کون ہیں؟

بطائنی: محمد باقر علیہ السلام

نکیرین: پھر کون ہیں؟

بطائنی: جعفر صادق علیہ السلام

نکیرین: پھر کون ہیں؟

بطائنی: موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

نکیرین: پھر کون ہیں؟

اس کے جواب میں بطائنی کی زبان لڑکھڑا گئی۔ نکیرین نے اس سے دوبارہ یہی سوال کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد نکیرین نے اسے دوزخ کا ایک گرز مارا جس سے اس کی قبر انگاروں سے بھر گئی اور وہ قیامت تک اس میں جلتا رہے گا۔

حسن بن علی کا بیان ہے کہ حضرتؑ سے یہ خبر سن کر میں نے تاریخ اور وقت لکھ لیا یہاں تک کہ کوفہ سے مجھے ایک خط ملا جس میں علی بن ابی حمزہ بطائنی کی موت کی خبر دی گئی

تھی اور خط میں بھی اس کی موت کی وہی تاریخ درج تھی جس دن آپؑ نے مجھے اس کی موت کی اطلاع دی تھی۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۸۸۔عوالم العلوم' جلد۲۲' ص ۱۱۱)

امین اور صادق کے متعلق پیشین گوئی

حسین بن بشار کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

''عبداللہ' محمد کو قتل کرے گا''۔

میں نے کہا کہ کیا آپؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہارون الرشید کا بیٹا عبداللہ (مامون) ہارون کے بیٹے محمد (امین) کو قتل کرے گا؟

آپ نے فرمایا: جی ہاں۔خراسان والا بغداد والے محمد بن زبیدہ کو قتل کرے گا۔

آپؑ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۰۹۔اثبات الھداۃ' جلد۳' ص ۲۶۲)

آپؑ کا ہاتھ رسولؐ خدا کے ہاتھ کے مشابہ تھا

ابی حبیب بناجی کا بیان ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گاؤں کی مسجد نباج میں تشریف لائے۔آپؐ مسجد میں آ کر بیٹھے کہ کسی نے آپؐ کے سامنے کھجوروں کا ایک ٹوکرا پیش کیا۔ عالمِ خواب میں مَیں بھی آنحضرتؐ کے سلام کے لیے گیا۔آپؐ نے مٹھی بھر کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں۔ جب میں نے انہیں گنا تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں۔

میرے ذہن میں اس کی یہ تعبیر آئی کہ میں اٹھارہ سال تک زندہ رہوں گا۔ایک دن میں اپنی زمین پر کام کر رہا تھا کہ مجھے پتہ چلا کہ امام رضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے ہیں اور لوگ دوڑ کر آپؑ کی زیارت کے لیے جا رہے تھے۔

میں بھی حضرتؑ کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ جب گاؤں میں پہنچا تو معلوم ہوا

آپؑ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ میں مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے سامنے کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا ہوا تھا۔ میں نے آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپؑ نے مٹھی بھر کر کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے انہیں گنا تو ان کی تعداد اٹھارہ تھی۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کچھ اور عطا فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میرے جد اطہر نے تجھے اور دی ہوتیں تو میں بھی تمہیں اور کھجوریں دیتا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۸۹)

اندرونی کیفیت سے آگاہی

محمد بن عبداللہ قمی راوی ہیں کہ ایک دن میں امام علی رضا علیہ السلام کی محفل میں بیٹھا تھا۔ مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی مگر میں نے اٹھ کر پانی پینا مناسب نہ سمجھا۔ آپؑ نے پانی طلب کیا اور ایک جام بھرا اور اسے چکھ کر میرے حوالے کیا اور فرمایا:

محمد! لو پانی پی لو۔ یہ ٹھنڈا پانی ہے۔ چنانچہ میں نے پانی پیا اور خدا کا شکر بجالایا۔

(عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۰۴)

نماز اور زکوٰۃ کی نصیحت

ابو حامد سندی بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو ایک عریضہ لکھا اور میں نے اس میں انؑ سے دعا کی درخواست کی۔

آپؑ نے جوابی خط میں لکھا کہ ہم نے تیرے لیے دعا کر دی ہے۔ نماز عصر میں تاخیر نہ کیا کرو اور زکوٰۃ نہ روکو۔

ابو حامد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے خط میں ان باتوں کا ذکر نہیں کیا تھا اور خدا کے علاوہ میری اس کوتاہی سے کوئی بھی واقف نہیں تھا۔ اصل میں میری روش یہ تھی کہ میں

نمازِ عصر کو آخری وقت میں پڑھتا تھا اور زکوٰۃ فرض ہونے کے کافی دیر بعد میں اس کی ادائیگی کیا کرتا تھا۔ اسی لیے حضرتؑ نے مجھے اس طرف متوجہ فرمایا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۹۱)

کبھی دور رہنا بھی صلہ رحمی میں شامل ہوتا ہے؟

عمیر بن برید بیان کرتے ہیں کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی محفل میں بیٹھا تھا کہ امام جعفر صادق کے فرزند محمد کا ذکر چل نکلا۔ آپؑ نے فرمایا:
"میں قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس کے نیچے ایک چھت کے نیچے جمع نہیں ہوں گا"۔
آپؑ کی یہ بات سن کر مجھے دھچکا سا لگا اور میں نے دل میں کہا کہ عجیب بات ہے آپؑ ہمیں تو صلہ رحمی کی تبلیغ کرتے ہیں اور خود اپنے چچا کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں۔
آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:
بندۂ خدا! یہ چیز بھی صلہ رحمی میں شامل ہے جب وہ میرے پاس آئے گا، وہ میرے متعلق لوگوں سے جھوٹی باتیں کرے گا تو لوگ اس کی بات کو تسلیم کریں گے اور جب اس کی میرے پاس آمد و رفت ہی نہیں ہوگی اور میری بھی اس کے پاس آمد و رفت نہ ہوگی تو وہ میرے متعلق جو کچھ کہے گا لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔
(عیون الاخبار، جلد ۲، ص ۲۰۴)

بے موسمی چیز کا علم

ابوالحسن صائغ نے اپنے چچا سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا: جب رجاء بن ابی الضحاک امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان لایا تھا تو اس سفر میں مَیں بھی آپ کے ہمراہ موجود تھا۔ میں نے ایک دن آپؑ سے عرض کیا کہ اگر آپؑ حکم دیں تو میں اس رجاء بن ابی ضحاک کو قتل نہ کر دوں؟
آپؑ نے مجھے منع کرتے ہوئے فرمایا:

کیا تو کافر کے بدلے میں مومن کو قتل کرنا چاہتا ہے؟

جب آپؑ سفر کرتے ہوئے اہواز پہنچے تو آپؑ نے فرمایا: میرے لیے گنا تلاش کرو۔

اس کے جواب میں کچھ بے عقل اہلِ اہواز نے کہا: یہ بے چارہ اعرابی ہے اسے تو یہ معلوم بھی نہیں ہے کہ گنا موسم گرما میں نہیں پایا جاتا۔

حضرتؑ کے ساتھیوں نے عرض کیا: اس وقت گنا موجود نہیں ہے گنا صرف سردیوں میں ہی ہوتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم تلاش کرو ضرور مل جائے گا۔

اسحاق بن محمد نے کہا: میرے مولاؑ نے ایک چیز طلب کی ہے وہ تو ضرور موجود ہوگی۔

پھر انہوں نے ہر طرف اپنے آدمی بھیج دیئے۔ اتنے میں اسحاق کے مزارعین آئے اور انہوں نے کہا:

ہم نے کچھ گنے بیج کے لیے رہنے دیئے تھے۔ ہم وہ گنے امام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

جب آپؑ قریہ میں پہنچے تو میں نے سنا کہ آپؑ سجدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے:

لک الحمد ان اطعتک ولا حجة لی ان عصیتک ولا صنع ولا لغیری فی احسانک ولا عذر لی ان اسأت ما اصابنی من حسنة فمنک یا کریم اغفر لمن فی مشارق الارض ومغاربها من المؤمنین والمؤمنات ۔

ہم نے کئی ماہ تک آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ آپ ہمیشہ پہلی رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ قدر پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ اخلاص پڑھتے تھے۔

(عیون اخبار الرضاؑ، جلد۲، ص ۲۰۵۔ اثبات الہداۃ، جلد۳، ص ۲۶۳)

مستقبل کی پیشین گوئی

اسحاق بن موسیٰ راوی ہیں کہ جب میرے چچا محمد بن جعفر نے مکہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی حکومت کی دعوت دی اور اس نے اپنا لقب امیر المومنین رکھا اور لوگوں نے خلافت پر اس کی بیعت کی تو امام علی رضا علیہ السلام اس کے پاس گئے اور میں بھی حضرتؑ کے ساتھ تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا:

چچا جان! آپ اپنے والد اور اپنے بھائی کی تکذیب نہ کریں۔ آپ اس مہم میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

پھر آپؑ اور میں مدینہ چلے گئے۔ چند دنوں بعد اس کا مقابلہ ''جلودی'' کی فوج سے ہوا جس میں اسے شکست فاش ہوئی اور اس نے امان طلب کی اور عباسیوں کا سیاہ لباس پہنا اور خلافت سے سبکدوشی کا اعلان کیا اور کہا کہ خلافت مامون کا حق ہے اور میرا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ پھر اسے خراسان لے جایا گیا جہاں جرجان میں اس کی وفات ہوئی۔ (عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۰۷۔ عوالم العلوم، جلد۲۲، ص ۸۰)

محمد بن اثرم راوی ہے اور وہ ایام ''ابی اسرایا'' میں محمد بن سلیمان علوی کے مدنی لشکر کا سالار تھا۔ اس نے کہا کہ بنی ہاشم اور قریش کا اجتماع ہوا جس میں انہوں نے محمد بن سلیمان کو بطور خلیفہ نامزد کیا اور کسی نے اس سے کہا کہ اگر تم امام علی رضا علیہ السلام کو اس میں شامل کرلو تو زیادہ بہتر ہوگا۔

محمد بن سلیمان نے مجھ سے کہا کہ تم امام علی رضا علیہ السلام کے پاس جاؤ اور میری طرف سے انہیں سلام کہو اور ان سے جا کر کہو کہ آپ کے افراد خاندان کا اجتماع ہے اور ان کی خواہش ہے کہ آپ بھی اس اجتماع میں شرکت کریں۔

راوی کہتا ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گیا۔ اس وقت آپ مقام ''حمراء'' پر قیام پذیر تھے۔ میں نے آپ کو محمد بن سلیمان کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے جواب

میں فرمایا کہ میری طرف سے بھی اسے سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ بیس دن بعد میں تیرے پاس آ جاؤں گا۔

میں نے محمد بن سلیمان کو آپؑ کا پیغام پہنچایا۔ دن گزرتے رہے اور اس پیغام کے ٹھیک اٹھارہویں دن ''جلودی'' کا سالار ''ورقاء'' اپنی فوج لے کر ہمارے مقابلہ پر آیا اور اس نے ہم سے جنگ کی اور اس جنگ میں ہمیں شکست ہوئی۔ میں ''صورین'' کی طرف بھاگ کر جا رہا تھا کہ کسی نے میرا نام لے کر پکارا: اثرم!

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ امام علی رضا علیہ السلام تھے۔ انہوں نے کہا:

بیس دن پورے ہوئے ہیں یا نہیں؟

(وضاحت: محمد بن سلیمان کا نسب نامہ یہ ہے۔ محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن امیر المومنین علیہ السلام)

(عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۰۷۔ اثبات الہداۃ، جلد۳، ص ۲۶۴)

دل کے رازوں سے واقفیت

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں نے خراسان سے امام علی رضا علیہ السلام کے دروازے پر معمر سے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو امام علیہ السلام سے میرے لیے سفارش کرو کہ وہ مجھے اپنا ایک کپڑا عنایت فرمائیں اور جن سکوں پر آپؑ کا نام کندہ ہے، ان سکوں میں سے مجھے کچھ درہم عنایت فرمائیں۔

معمر گئے اور انہوں نے واپس آ کر مجھ سے کہا کہ میں جونہی امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابھی میں نے گفتگو نہ کی تھی کہ آپؑ نے از خود مجھ سے فرمایا:

معمر! کیا ریان کی یہ خواہش نہیں کہ ہم اسے اپنا ایک کپڑا عنایت کریں اور اپنے نام سے ڈھالے گئے درہموں میں سے کچھ درہم دیں؟

میں نے کہا: مولا! ریان دروازے پر کھڑا ہے اور اس نے مجھے آپؑ کے پاس

اسی مقصد کے لیے بھیجا ہے۔

یہ سن کر آپ مسکرا دیئے اور فرمایا:

مومن خدا کی طرف سے توفیق یافتہ ہوتا ہے۔ جا کر اس سے کہو کہ وہ میرے پاس آئے۔

ریان کہتے ہیں کہ میں اپنے مولا کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے مجھے سلام کا جواب دیا اور آپؑ نے اپنے دو کپڑے مجھے عطا کیے اور جب میں اٹھنے لگا تو آپؑ نے اپنے مخصوص درہموں میں سے تیس درہم مجھے عنایت فرمائے۔ (قرب الاسناد' ص ۱۴۸۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۹۶)

مستقبل سے آگاہی

حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ بنی ہاشم کے چند نوجوان امام رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں جعفر بن عمر علوی کا ہمارے پاس سے گزر ہوا اور اس نے انتہائی بوسیدہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کی حالت پر ہنسنے لگے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب تم دیکھو گے کہ یہ بڑا مالدار ہوگا اور کئی لوگ اس کے پیچھے چل رہے ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس بات کو ابھی ایک ماہ کا ہی عرصہ گزرا تھا کہ خلیفہ نے اسے مدینہ کا والی مقرر کر دیا اور اس کی حالت بہتر ہوگئی اور بعد میں وہ جب بھی ہمارے پاس سے گزرتا تو اس کے پیچھے نوکروں کی فوج ہوتی تھی۔

(وضاحت: جعفر بن عمر کا نسب نامہ یہ ہے: جعفر بن عمر بن حسن بن علی بن عمر بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام)

(عیون الاخبار' جلد ۲' ص ۲۰۸۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۱۱)

موسیٰ بن مہران راوی ہیں کہ مدینہ میں امام علی رضا علیہ السلام نے ''ہرثمہ'' کو دیکھ کر فرمایا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ اسے ''مرو'' لے جایا جائے گا اور وہاں اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔

حضرتؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۰)

ایک شخص کو خواب میں دوا بتانا

عبداللہ بن عبدالرحمٰن صفوانی سے روایت ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور ڈاکوؤں نے قافلہ میں موجود ایک دولت مند شخص کو یرغمال بنا لیا اور انہوں نے ایک مدت تک اسے اپنے پاس رکھا اور اس پر سختیاں کرتے رہے اور وہ اسے برف پر باندھ کر کھڑا کر دیتے تھے اور اس کے منہ میں برف ڈالتے تھے تا کہ وہ مجبور ہو کر فدیہ میں رقم دے کر آزادی حاصل کرے۔

ڈاکوؤں کی ایک عورت کو اس پر رحم آ گیا اور اس نے رات کے وقت اس کی رسیاں کھول کر اسے آزاد کر دیا۔ وہ وہاں بھاگ نکلا مگر برف کی وجہ سے اس کا منہ اور زبان ایسے متاثر ہوئے کہ وہ صحیح طریقہ سے بات کرنے کے قابل نہ رہا۔

جب وہ شخص خراسان آیا تو اس نے سنا کہ حضرت علی رضا علیہ السلام نیشاپور آئے ہوئے ہیں۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہہ رہا تھا کہ امام علی رضا خراسان میں آئے ہوئے ہیں تم اپنا مرض ان سے بیان کرو اور وہ تمہارے لیے کوئی نسخہ تجویز فرمائیں گے۔ پھر اس نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ اس نے امامؑ کے سامنے اپنی تکلیف کی شکایت کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

زیرہ' پودینہ اور نمک کو باریک پیس کر سفوف بنا لو اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منہ میں رکھو۔ خدا نے چاہا تو صحت نصیب ہوگی۔

وہ شخص خواب سے بیدار ہوا مگر اس نے خواب کو کوئی اہمیت نہ دی اور وہ نیشاپور چلا گیا۔ جب وہ شہر کے دروازے پر گیا تو اسے معلوم ہوا کہ امام علیہ السلام شہر نیشاپور سے چلے گئے ہیں اور اس وقت ''رباط سعد'' میں ہیں۔ وہ شخص ''رباط سعد'' گیا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپؑ سے عرض کیا:

فرزند رسولؐ! مجھے ڈاکوؤں نے اغوا کر لیا تھا اور تاوان کی وصولی کے لیے انہوں نے مجھے کئی دن تک یرغمال بنائے رکھا اور انہوں نے میرے منہ میں برف بھری جس کی وجہ سے میرا منہ اور زبان متاثر ہوئی ہے اور میں صحیح طریقے سے بات نہیں کر سکتا۔ آپؑ اس کے لیے کوئی نسخہ تجویز فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے تو تمہیں خواب میں نسخہ بتایا تھا تم اسی پر عمل کرو۔

اس نے کہا: فرزند رسولؐ! میں چاہتا ہوں کہ آپؑ اسے ایک بار دہرا دیں۔

آپؑ نے فرمایا: تھوڑا سا زیرہ، پودینہ اور نمک لے کر سفوف بنالو اور دن میں دو تین مرتبہ اسے استعمال کرو۔ خدا نے چاہا تو صحت یاب ہو جاؤ گے۔

اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؑ کے تجویز کردہ نسخہ پر عمل کیا اور ٹھیک ہو گیا۔

ابو حامد احمد بن علی بن حسین ثعالبی کہتے ہیں کہ میں نے صفوانی سے سنا کہ میں نے خود اس شخص سے ملاقات کی تھی اور اسے دیکھا تھا اور میں نے اس کی زبان سے سارا واقعہ سنا تھا۔ (عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۱۱۔ اعلام الوریٰ، ص ۳۱۱-۳۱۲۔ اثبات الہداۃ، جلد۳، ص ۲۶۷۔ عوالم العلوم، جلد۲۲، ص ۲۳۸)

اسرار دل سے آشنائی

ریان بن صلت راوی ہیں کہ جب میں نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو سوچا کہ امام علی رضا علیہ السلام سے الوداع کہہ لوں اور میں نے دل میں سوچا کہ جب آپؑ کی

زیارت کروں گا تو میں آپؑ کے ملبوسات میں سے ایک لباس طلب کروں گا تاکہ میں اسے اپنے کفن کے ساتھ پہن سکوں اور آپؑ کے طیب و طاہر مال میں سے کچھ درہم بھی طلب کروں گا تاکہ اپنی بیٹیوں کے لیے انگوٹھیاں بنوا سکوں۔ اور جب میں آپؑ سے رخصت ہونے لگا تو آپؑ کی جدائی کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور رونے لگ گیا اور اپنا سوال بھول گیا۔ جب میں رخصت ہو کر بیت الشرف کے دروازے تک پہنچا تو آپؑ نے آواز دے کر مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا:

کیا تم نہیں چاہتے کہ میں اپنے ملبوسات میں سے ایک لباس تمہارے کفن کے لیے دوں اور اپنے درہموں میں سے کچھ درہم دوں تاکہ تم اپنی بیٹیوں کے لیے انگوٹھیاں بنوا سکو؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میرے دل میں تو یہ ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے یہ دونوں چیزیں طلب کروں گا لیکن آپؑ کی جدائی کے غم کی وجہ سے مجھے یہ چیزیں یاد نہ رہیں۔

پھر آپؑ نے تکیہ اٹھایا اور ایک قمیص نکال کر مجھے عطا فرمائی اور مصلّے کا ایک گوشہ اٹھایا اور کچھ درہم نکال کر عطا کیا۔ جب میں نے انہیں گنا تو وہ تیس درہم تھے۔

(الثاقب فی المناقب، ص ۴۷۶۔ عیون الاخبار، جلد ۲، ص ۲۱۱)

احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کا بیان ہے کہ مجھے امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کی امامت میں شک تھا۔ میں نے آپؑ کو ایک خط لکھا اور حاضری کی اجازت طلب کی اور میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ جب ملاقات ہوگی تو میں ان سے قرآن مجید کی ایسی تین آیات کی تفسیر کے لیے سوال کروں گا جو میری سمجھ سے بالا تھیں۔

بزنطی کہتا ہے کہ آپؑ نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف کرے اور ہم سے درگزر فرمائے۔ تم نے ملاقات کی اجازت طلب کی ہے فی الحال یہ مشکل ہے کیونکہ ہم پر پابندیاں ہیں اور لوگوں کا ہم تک پہنچنا مشکل ہے۔ خدا نے چاہا تو عنقریب ملاقات ہوگی۔

پھر آپؑ نے ان تین آیات کا بھی مفہوم تحریر کیا جن کے متعلق میرا ارادہ تھا کہ آپؑ سے ان کا مطلب دریافت کروں گا لیکن میں ان آیات کو خط میں نہیں لکھ سکا تھا مگر اس کے باوجود آپ نے ان کا جواب لکھ بھیجا اور مجھے اس وقت تو بات سمجھ نہ آئی کہ یہ میرا ہی جواب ہے مگر بعد میں مجھے یاد آیا تو مجھے پتہ چلا کہ یہ میرے دل میں چھپی ہوئی خواہش کا صحیح اور حقیقی جواب ہے۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۱۲۔ الثاقب فی المناقب' ص ۴۷۷)

یہی بزنطی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام نے میرے پاس سواری بھیجی اور میں اس پر سوار ہو کر آپؑ کے پاس گیا اور وہاں حضرت کی خدمت میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ بیت گیا اور جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپؑ نے فرمایا:

میرا خیال ہے کافی رات بیت چکی ہے اب تم مدینہ نہ جا سکو گے۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان' آپؑ نے صحیح فرمایا۔

آپؑ نے فرمایا: مناسب یہی ہے کہ تم آج رات یہاں ہی ٹھہر جاؤ اور جب کل دن ہو گا تو خدا کی حفاظت و امان میں واپس چلے جانا۔

میں نے عرض کیا: بہت بہتر میں آپؑ پر قربان۔

پھر آپ نے کنیز کو صدا دی اور اس سے فرمایا:

اس کے لیے میرا بستر بچھا دو اور میرا لحاف اس پر رکھ دو اور میرا ہی تکیہ بستر پر لگا دو۔

جب میں آپ کے بستر پر بیٹھ گیا تو میں نے دل ہی دل میں کہا:

آج کی رات اللہ تعالیٰ نے مجھے جو عزت و شرف عطا کیا ہے وہ میرے دوستوں میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ امام علیہ السلام نے اپنی سواری بھیج کر مجھے بلایا اور میرے لیے اپنا بستر لگوایا اور میرے آرام کے لیے اپنا لحاف اور تکیہ دیا۔ بھلا میرے علاوہ کسی اور کو یہ شرف کب ملا ہو گا؟

بزنطی کہتا ہے کہ آپ میرے ساتھ تشریف فرما تھے اور میں دل ہی دل میں اپنے مقدر پر ناز کر رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

احمد! سنو! ایک مرتبہ امیرالمومنین علیہ السلام صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو وہ لوگوں میں اس امر پر فخر کا اظہار کرنے لگا لہٰذا تم اپنے نفس میں فخر ومباہات کو پیدا نہ ہونے دینا بلکہ اللہ کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے کام لینا۔

یہ کہہ کر آپؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۲۔ عوالم' جلد۲۲' ص ۸۶۔ مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۳۳۵-۳۳۵)

"واقفیہ" سے گفتگو

ابی مسروق راوی ہیں کہ واقفیوں کی ایک جماعت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں علی بن حمزہ بطائنی' محمد بن اسحاق' حسین بن عمران اور حسین بن ابی سعید مکاری شامل تھے۔

علی بن حمزہ بطائنی نے آپؑ سے کہا: آپؑ کے والد کا کیا بنا۔

آپؑ نے فرمایا: ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

علی بن حمزہ نے کہا: ان کے بعد عہدہ امامت کا وارث کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: امامت کا عہدیدار میں ہوں۔

اس نے کہا: آپ جو دعویٰ کر رہے ہیں حضرت علی سے لے کر آپ کے آباء تک کسی نے بھی کھل کر یہ دعویٰ نہیں کیا۔

آپؑ نے فرمایا: میرے آبائے طاہرین میں سے جو سب سے افضل تھے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو انہوں نے تو اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا۔

علی بن حمزہ نے کہا: کیا آپؑ امامت کا دعویٰ کرتے ہوئے دشمنوں سے خوف

محسوس نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر میں ان سے ڈرتا تو جا کر ان کا مددگار بن جاتا۔ سنو! ایک مرتبہ ابولہب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ کو دھمکیاں دیں۔

آپؐ نے اس سے فرمایا تھا: اگر تیری طرف سے مجھے بال برابر بھی نقصان پہنچ گیا تو پھر سمجھ لینا کہ میرا دعوائے نبوت جھوٹا ہے اور میں نبی نہیں ہوں۔

یہ پہچان بتا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے دلوں میں اپنی نبوت کی طرف سے پیدا ہونے والے شکوک کو دُور کیا اور آج میں بھی تمہیں پہلی پہچان بتا کر اپنی امامت کی طرف سے تم لوگوں کے شکوک کو دُور کرتا ہوں۔ اگر ہارون کی طرف سے مجھے بال برابر بھی نقصان پہنچ گیا تو پھر میں جھوٹا امام ہوں اور میرا دعوائے امامت جھوٹا ہے۔

حسین بن مہران نے کہا: اگر آپ اتنے ہی بے خوف ہیں تو پھر آپ ڈنکے کی چوٹ پر اپنی امامت کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟

آپ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خود ہارون کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ میں امام ہوں اور تو جھوٹا اور مفتری ہے۔ رسولؐ خدا نے ابتدائے بعثت میں تو ایسے نہیں کیا تھا۔ آپ نے بھی ابتدا میں اپنی نبوت کا اعلان صرف اپنے اہلِ خاندان اور اپنے احباب اور قابلِ بھروسہ افراد کے سامنے کیا تھا۔ تم لوگ بھی عجیب ہو میرے آبائے طاہرین کی امامت کا عقیدہ رکھتے ہو اور اب تم یہ کہہ رہے ہو کہ علی رضا تقیہ کی وجہ سے اپنے والد کی زندگی کا انکار کر رہا ہے اور جب میں تم سے تقیہ نہیں کرتا اور کہتا ہوں کہ میں امام ہوں اور اگر میرے والد زندہ ہوتے تو ان کو زندہ کہنے میں مجھے تقیہ کی کیا ضرورت تھی؟

شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ امام علی رضاؑ کو ہارون سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ انہیں علمِ امامت سے معلوم تھا کہ ان کا واسطہ ہارون کی بجائے مامون سے پڑے گا۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۳۔ اثبات الہداۃ' جلد ا' ص ۲۶۷۔ العوالم' جلد۲۲' ص ۶۰)

قتلِ امام کی ناکام کوشش

ہرثمہ بن اعین راوی ہیں کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کا شوقِ زیارت لے کر مامون کے محل میں گیا تو وہاں یہ افواہ تھی کہ امام کی وفات ہوگئی ہے۔ میں نے تحقیق کی تو یہ افواہ غلط ثابت ہوئی۔ میں حضرتؑ کی ملاقات کے لیے ان کے در دولت پر حاضر ہوا۔ مامون کا ایک قابلِ اعتماد غلام جو کہ امام علیہ السلام سے بھی محبت رکھتا تھا اور اس کا نام ''صبیح'' تھا وہ اندر سے برآمد ہوا اور مجھے دیکھ کر اس نے کہا:

ہرثمہ! تم کو تو علم ہی ہوگا کہ میں مامون کا قابلِ اعتماد غلام ہوں؟

میں نے کہا: جی ہاں مجھے پتہ ہے۔

پھر اس نے کہا: سنو! میں تمہیں عجیب واقعہ سناؤں۔

مامون نے آج رات تہائی حصہ شب کا گزرنے کے بعد مجھے اور میری طرح کے ۳۰ قابل اعتماد غلاموں کو بلایا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں اتنی شمعیں روشن تھیں کہ رات پر دن کا گمان ہوتا تھا اور اس کے سامنے بہت سی بے نیام تلواریں رکھی ہوئی تھیں۔

اس نے ہم میں سے ہر ایک غلام کو الگ الگ بلایا اور ہم سب سے عہد و پیمان لیا کہ میں جو کچھ کہوں گا تم اس پر عمل کرو گے۔ ہم سب نے حلف اٹھا کر اقرار کیا۔

پھر اس نے کہا کہ تلواریں لے لو اور علی رضاؑ کے حجرے میں چلے جاؤ اور انہیں جس بھی حالت میں پاؤ' حملہ کر دو اور ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ پھر ان پر ان کا بستر الٹ دو۔ اور اپنی تلواروں کے خون کو ان کے بستر سے صاف کر کے میرے پاس چلے آؤ اور اس کام کے عوض میں تم میں سے ہر ایک کو دس دس درہموں کی تھیلیاں اور دس دس جاگیریں دوں گا اور جب تک میں زندہ رہا تمہاری قدردانی کرتا رہوں گا۔

صبیح نے کہا کہ ہم نے تلواریں اٹھائیں اور امام علی رضا علیہ السلام کے حجرے

میں داخل ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپؑ بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھوں کو اُلٹا کر کے کچھ پڑھ رہے تھے جو کہ ہم نہ سمجھ سکے۔ سب غلاموں نے ان پر تلواریں برسانی شروع کر دیں اور میں نے اپنی تلوار رکھ دی اور کھڑا ہو کر یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ اور ہمیں یوں لگا جیسے ان کو اسی حملے کی پہلے سے خبر ہو اور انہوں نے ایسا لباس پہنا ہوا تھا جس پر تلوار کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد غلاموں نے ان کا بستر ان پر پلٹ دیا اور وہاں سے نکل کر سیدھے مامون کے پاس گئے۔

مامون نے ان سے ان کی کارکردگی دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آپؑ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔

مامون نے کہا کہ اچھا اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

رات گزر گئی اور جب صبح صادق نمودار ہوئی تو مامون اپنی خوابگاہ سے نکل کر اپنی نشست گاہ میں سر برہنہ اور گریبان چاک کر کے آیا اور اس حلیہ سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ امام علی رضاؑ کی وفات ہو چکی ہے اور وہ تعزیت قبول کرنے کے لیے بیٹھا ہوا ہے۔

پھر وہ امام علی رضاؑ کا حال دیکھنے کے لیے پابرہنہ اٹھا۔ اس وقت میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب وہ حجرے میں داخل ہونے لگا تو اسے اندر سے دھیمی سی آواز سنائی دی تو مامون نے بلند آواز سے کہا کہ یہ کون ہے؟

میں نے کہا کہ مجھے علم نہیں ہے۔

مامون نے کہا کہ اندر جا کر معلوم کرو کہ کون ہے؟

میں حجرے میں گیا تو میں نے دیکھا کہ امام علی رضاؑ نماز اور تسبیح میں مشغول ہیں۔

میں نے باہر نکل کر کہا: امیر المومنین! ایک شخص مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اور وہ نماز و تسبیح میں مصروف ہے۔

یہ سن کر مامون گھبرا گیا اور کہا: خدا تم سب پر لعنت کرے تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ پھر اس نے میری طرف منہ کر کے کہا:

صبیح! تم تو انہیں اچھی طرح سے پہچانتے ہو جا کر تسلی سے دیکھو کہ کون نماز پڑھ رہا ہے؟

صبیح کہتا ہے کہ میں اندر گیا اور مامون اُلٹے پاؤں پھرا۔ پھر جب میں دروازے کی چوکھٹ پر پہنچا تو امام علی رضا علیہ السلام نے آواز دے کر فرمایا:

صبیح! میں نے عرض کیا: لبیک یا سیدی۔ یہ کہہ کر میں منہ کے بل گرا اور قدم چومے۔ آپؑ نے فرمایا: اٹھو اللہ تم پر رحم کرے۔ اس کے بعد آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ (الصف: ۸)

''وہ اپنی پھونکوں سے خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ اپنے نور کو حد کمال تک پہنچانے والا ہے خواہ یہ بات کافروں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو''۔

صبیح کہتا ہے کہ میں مامون کے پاس پلٹا تو اس کا چہرہ کسی شب سیاہ کی طرح سے کالا ہو چکا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: کیا دیکھ کر آئے ہو؟

میں نے کہا: امیر المومنینؑ! خداہ گواہ ہے کہ وہ اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے مجھے آواز دے کر یہ بات کہی ہے۔

یہ سن کر اس نے اپنے گریبان کے بٹن کھول دیئے اور حکم دیا کہ میرے لیے لباس لاؤ۔ پھر کہا: اگر کوئی تم سے علی رضاؑ کے متعلق دریافت کرے تو کہنا کہ انہیں غش آیا تھا اور اب بالکل ٹھیک ہیں۔

ہرثمہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور اس کے بعد میں اپنے آقا و مولا کی خدمت میں پہنچا۔ آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا:

ہرثمہ! جو کچھ تم سے صبیح نے بیان کیا ہے اسے ہر شخص کے سامنے بیان نہ کرنا اور

اگر تم نے یہ واقعہ بیان بھی کرنا ہو تو صرف کسی ایسے شخص سے بیان کرنا جس کے دل میں ہماری محبت ہو۔

میں نے کہا: ایسا ہی ہوگا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جب تک خدا نے ہماری زندگی رکھی ہے اس وقت تک ان کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہو سکے گی۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۱۴۔ دلائل الامامۃ' ص۱۸۴-۱۸۵)

اپنے متعلق پیشین گوئی

جعفر بن مہمد نوفلی کا بیان ہے کہ جب امام علی رضا علیہ السلام طوس جا رہے تھے تو ''اربک'' کی پل پر میں نے ان سے ملاقات کی۔ میں نے انہیں سلام کیا اور پھر میں نے عرض کیا:

مولاؑ! کچھ لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ آپؑ کے والد زندہ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا ان پر لعنت کرے' انہوں نے جھوٹ کہا۔ اگر میرے والد زندہ ہوتے تو ان کی میراث تقسیم نہ کی جاتی اور ان کی بیوگان دوسرا نکاح نہ کرتیں۔ انہوں نے بھی اسی طرح سے موت کا ذائقہ چکھا ہے جیسا کہ ان سے پہلے امیرالمومنین نے چکھا تھا۔

میں نے کہا: پھر میرے لیے آپؑ کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم میرے فرزند محمد (تقی) سے رابطہ رکھنا اور میں تو دُور دراز کے سفر پر جا رہا ہوں جہاں سے مجھے واپسی نصیب نہیں ہوگی۔ خدا طوس کی قبر پر برکت نازل کرے اور بغداد کی دو قبروں پر برکت نازل فرمائے۔

میں نے عرض کیا: بغداد کی ایک قبر کا تو مجھے علم ہے (امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر) جب کہ مجھے دوسری قبر کا علم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: عنقریب تمہیں اس کا بھی علم ہو جائے گا (یعنی محمد تقی بھی وہیں دفن ہوں گے) جب کہ میری اور ہارون کی قبران دو انگلیوں کی طرح سے ایک دوسرے کے قریب ہو گی۔ پھر آپؑ نے دونوں انگلیاں آپس میں ملا لیں۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۶۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۱۲۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۷۱)

حمزہ بن جعفر ارجانی کا بیان ہے مسجد حرام کے ایک دروازے سے ہارون نکلا اور دوسرے دروازے سے امام علی رضاؑ باہر آئے۔ آپؑ نے ہارون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

ہم دونوں کے گھر تو ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں لیکن ہماری ملاقات کتنی قریب ہے اے طوس' اے طوس' اے طوس کی سرزمین تو مجھے اور اس کو ایک جگہ پر اکٹھا کر دے گی۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۶۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۱۲)

اعجاز امامت سے چشمہ کا ظاہر ہونا

محمد بن حفص بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک غلام نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ صحرا کا سفر کر رہے تھے کہ ہمیں پیاس نے تنگ کیا اور پیاس اتنی بڑھی کہ ہمیں اپنی اور اپنے جانوروں کی موت کا یقین ہو گیا۔

جب ہماری اس تشنگی کا امام علی رضا علیہ السلام نے مشاہدہ کیا تو فرمایا:

فلاں مقام پر جاؤ وہاں تمہیں پانی مل جائے گا۔

ہم آپؑ کی بیان کردہ جگہ پر پہنچے تو وہاں پانی کا چشمہ جاری تھا۔ ہم نے خود بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پانی پلایا اور ہم نے پانی سے اپنی مشکیں بھر لیں۔ پھر ہم نے وہاں سے کوچ کیا۔ کچھ دیر بعد امام علی رضاؑ نے ہم سے فرمایا کہ اس چشمہ کو جا کر تلاش کرو۔ ہم وہاں آئے تو چشمہ کا کہیں نام و نشان تک موجود نہیں تھا البتہ ہمارے اونٹوں کی

لید پڑی ہوئی تھی۔(عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۱۶۔بحار الانوار' جلد۴۹' ص۴۷)

قبرِ رسولؐ کا آخری سلام

محول سجستانی راوی ہیں کہ جب امام علی رضا علیہ السلام کو لینے کے لیے مامون کا دستہ آیا تو میں اس وقت مدینہ میں تھا۔آپؑ قبرِ رسولؐ کے سلام کے لیے مسجد نبوی میں آئے اور اس وقت آپؑ کی حالت یہ تھی کہ بار بار قبر اطہرؐ سے رخصت ہوتے تھے اور زار وقطار روتے تھے۔

یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور آپؑ کو سلام کیا اور آپؑ کو ولی عہدی کی مبارک باد دی۔

آپؑ نے فرمایا: میری اچھی طرح سے زیارت کرلو۔ مجھے میرے نانا جانؐ کے پہلو سے نکالا جا رہا ہے اور غربت و مسافرت کے عالم میں مجھے موت آئے گی اور مجھے ہارون الرشید کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کے جانے کے بعد میں نے بھی آپؑ کے پیچھے پیچھے اسی راستے سے سفر کیا اور وہی کچھ رونما ہوا جو آپؑ نے کہا تھا۔

طوس میں آپؑ کا انتقال ہوا اور ہارون کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۱۷۔عوالم العلوم' ص۲۲' ص۲۲۶)

عالمِ اسرارِ دل

ابی کثیر کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد کچھ لوگوں نے امام علی رضاؑ کی امامت کے متعلق توقف کیا۔ میں نے اس سال بیت اللہ کا حج کیا۔امام رضا علیہ السلام میرے قریب سے گزرے۔میں نے اپنے دل میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

اَبَشَرًا مِّنَّا نَتَّبِعُهٗ (القمر:۲۴)

"کیا ہم اپنے جیسے ایک انسان کی پیروی کریں"۔

جیسے ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا تو امام علی رضا علیہ السلام بجلی کی تیزی سے میری طرف لپکے اور انہوں نے مجھ سے فرمایا:

جی ہاں' میں ہی وہ انسان ہوں جس کی اتباع تجھ پر واجب ہے۔

میں نے کہا: میں خدا سے معافی طلب کرتا ہوں اور آپؑ سے بھی معذرت طلب کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ہم نے تمہیں معاف کیا۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۷۔ بحار الانوار' جلد ۴۹' ص ۳۸)

اپنے متعلق پیشین گوئی

حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مامون کا بھیجا ہوا سرکاری دستہ مجھے مدینہ سے لینے کے لیے آیا تو میں نے اپنے اہلِ خاندان کو جمع کیا اور میں نے ان سے کہا کہ وہ جی بھر کر مجھے رولیں اور اتنا روئیں کہ میں خود ان کی آواز سن سکوں۔ بعدازاں میں نے ان میں بارہ ہزار دینار تقسیم کیے اور میں نے ان سے کہا:

اب میں تمہارے پاس پلٹ کر نہیں آؤں گا۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۷۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۱۲)

لڑکے لڑکی کی پیشین گوئی

موسیٰ بن عمر بن بزیع کا بیان ہے کہ میرے گھر میں میری دو کنیزیں تھیں اور دونوں ہی حاملہ تھیں۔ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کے بطن سے اولاد نرینہ عطا فرمائے۔

آپؑ نے جواب میں لکھا: میں ان شاء اللہ دعا کردوں گا۔

پھر آپؑ نے ایک علیحدہ خط میں لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری آخرت اچھی بنائے اور ہمیشہ اپنے سایہ کرم میں رکھے۔ تمام امور اللہ کے دستِ قدرت میں ہیں وہ جس کے لیے جو چاہتا ہے مقدر کردیتا ہے اور تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور ایک لڑکی پیدا ہوگی۔ لڑکے کا نام محمد رکھنا اور لڑکی کا نام فاطمہ رکھنا۔

موسیٰ کا بیان ہے کہ پھر چند دنوں بعد خدا۔ نے میرے گھر میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی عطا کی۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۸۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۷۳)

امورِ غیب سے آگاہی

داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی کچھ رقم میرے پاس تھی۔ آپؑ نے مجھ سے کچھ رقم وصول کی اور کچھ رقم میرے پاس رہنے دی اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

میرے بعد جو تجھ سے اس رقم کا مطالبہ کرے وہی تیرا امام ہوگا۔

جب آپؑ کی وفات ہوگئی تو امام علی رضا علیہ السلام نے میرے پاس پیغام بھیجا:

ہماری امانت جو کہ اتنی مقدار میں ہے ہمارے پاس روانہ کرو۔

چنانچہ میں نے حضرتؑ کے پاس بقایا رقم روانہ کردی۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۱۹۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۳۹)

سوال سے قبل جواب

بزنطی کا بیان ہے کہ میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ جب امام علی رضا علیہ السلام سے ملوں گا تو ان سے ان کی عمر دریافت کروں گا۔

پھر کچھ دنوں بعد مجھے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تو آپؑ نے باتوں باتوں میں مجھ سے پوچھا کہ اس وقت تمہاری عمر کتنی ہے؟

میں نے کہا: میری عمر اتنی ہے۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: پھر میں عمر میں تم سے بڑا ہوں کیونکہ اس وقت میری عمر بیالیس برس کی ہو چکی ہے۔

میں نے کہا: مولاؑ! یہی بات تو میں آپؑ سے پوچھنے ہی والا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اسی لیے تو میں نے تجھے اپنی عمر پہلے ہی بتا دی۔

(عیون الاخبار' جلد ۲' ص ۲۲۰۔ بحار الانوار' جلد ۴۹' ص ۴۰)

زرقان مدائنی کا بیان ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں یہ بات تھی کہ میں آپؑ سے پوچھوں گا کہ آیا عبداللہ بن جعفر صادق امام تھے یا نہیں تھے؟

جیسے ہی میں آپؑ کے پاس جا کر بیٹھا تو آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سینے پر رکھا' پھر فرمایا:

محمد بن آدم! عبداللہ امام نہیں تھا۔

اور یوں مجھے سوال سے پہلے ہی جواب مل گیا۔

(عیون الاخبار' جلد ۲' ص ۲۲۰۔ عوالم العلوم' جلد ۲۲' ص ۹۱۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۳۰۲)

دلوں کے راز جاننے والا

محمد بن عیسیٰ یقطینی راوی ہیں کہ میں نے ہشام عباسی سے سنا کہ میں ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرا ارادہ تھا کہ میں آپ سے سر درد کے لیے دعا دم کراؤں گا اور یہ بھی عرض کروں گا کہ اپنے لباسوں میں سے دو لباس عنایت فرمائیں جن کو احرام کے لیے استعمال کر سکوں۔

جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؑ سے بہت سے مسائل پوچھے اور آپؑ نے سب کے جواب دیئے اور مجھے اپنی حاجت بھول گئی۔ جب جانے کے لیے اٹھا اور آپؑ سے رخصت ہونے لگا تو آپؑ نے بیٹھنے کے لیے فرمایا۔ میں بیٹھ گیا۔

آپؑ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا اور دعا دم کی۔ پھر آپؑ نے اپنے دو لباس منگوا کر مجھے دیئے اور فرمایا: ان کو احرام کے لیے استعمال کرنا۔

اسی عباسی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں مصر کے مخصوص سعیدی لباس اپنے لڑکے کے لیے تلاش کیے لیکن جو لباس میں چاہتا تھا وہ مجھے پورے مکہ میں کہیں نہ مل سکا۔ اور واپسی پر میں مدینہ گیا اور امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو آپؑ نے دو سعیدی پھولدار لباس منگوا کر میرے حوالے کیے اور وہ لباس ویسے ہی تھے جیسا کہ میں چاہتا تھا۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۲۰۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۷۴۔ کشف الغمہ' جلد۲' ص ۳۰۲۔ عوالم' جلد۲۲' ص ۹۱)

علم ما یکون

حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ ان کی زمینوں کے لیے روانہ ہوئے۔ مطلع بالکل صاف تھا اور دُور دُور تک بادلوں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

جب ہم آگے بڑھے تو آپؑ نے فرمایا:

تمہارے پاس برساتی بھی ہے؟

میں نے کہا: مولاؑ! بادل ہی نہیں ہیں' برساتی کی کیا ضرورت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اچھا تمہاری مرضی' میں نے تو برساتی لے لی ہے۔

راوی کہتا ہے۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دُور چلے تھے کہ اچانک ایک طرف سے اَبر اٹھا اور بارش ہونے لگی اور اس میں ہم سب بھیگ گئے۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۲۱۔

اعلام الوریٰ' ص ۳۱۴)

محمد بن فضیل کا بیان ہے کہ میں نے ''بطنِ مُر'' میں قیام کیا تو میرے پہلو اور پاؤں میں رعشہ کا مرض لاحق ہوگیا اور اسی بیماری کے عالم میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس مدینہ پہنچا۔

آپؑ نے فرمایا: کیوں خیریت تو ہے۔تم مجھے بیمار دکھائی دیتے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ جب میں ''بطنِ مُر'' میں اترا تو وہاں میرے پہلو اور پاؤں میں رعشہ کی بیماری لاحق ہوگئی۔

آپ نے میرے پہلو کی طرف جہاں درد تھا' اشارہ کیا اور کچھ پڑھ کر دم کیا اور اس پر اپنا لعابِ دہن بھی لگایا اور فرمایا:

اب اس طرف کی تکلیف سے بے فکر ہو جاؤ۔

اس کے بعد آپؑ نے میرے پاؤں کی طرف دیکھا اور فرمایا:

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

میرے دوستوں میں سے اگر کوئی دوست کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے اور وہ صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک ہزار شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرتؑ سے میں نے یہ بات سنی تو مجھے یقین ہوگیا کہ میرا یہ پاؤں کبھی ٹھیک نہیں ہوگا۔

ہاشم کا بیان ہے کہ وہ عمر بھر لنگڑا کر چلتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۲۱۔ الوسائل' جلد۲' ص ۹۰۵۔ عوالم العلوم' جلد۲۲' ص۹۳۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۷۵)

علم المنایا

سعد بن سعد راوی ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا تو اس

سے فرمایا:

بندۂ خدا! تو نے جو وصیت کرنی ہو کر لو اور اس وقت کے لیے تیار ہو جاؤ جو ہر جان دار پر آتا ہے۔

وہ شخص تین دن بعد مر گیا۔

(اعلام الوریٰ' ص ۳۱۰۔ مناقب' جلد ۴' ص ۳۴۱۔ عوالم' جلد ۲۲' ص ۱۱۳)

بچے کی پیشین گوئی

عبداللہ بن محمد ہاشمی کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون الرشید کے پاس گیا۔ اس نے مجھے بٹھایا۔ پھر اس نے تمام حاضرین کو رخصت کر دیا اور اس نے کھانا طلب کیا اور مجھے کھانا کھلایا اور اس نے مجھ سے پیار و محبت کی باتیں کیں۔ پھر اس نے سامنے کا پردہ گرا دینے کا حکم دیا۔ جب سامنے والا پردہ گر گیا تو اس نے پس پردہ بیٹھی ہوئی مستورات سے کہا کہ خدارا وہ مرثیہ رضا کا شعر تو سناتا۔ چنانچہ اندر سے ایک پردہ دار بی بی نے یہ شعر پڑھا:

سقیا لطوس ومن اضحی بھا قطنا

من عترة المصطفیٰ ابقی لنا حزنا

"اللہ طوس کی سرزمین کو سیراب کرے اور عترت مصطفیٰؐ میں سے اس ذات کو بھی سیراب کرے جو کہ وہاں مقیم ہو گیا اور ہمارے لیے درد و غم چھوڑ گیا"۔

راوی کہتا ہے کہ یہ شعر سن کر مامون رونے لگ گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: عبداللہ! ہمارے اور تمہارے خاندان والے مجھے کوستے ہیں کہ میں نے ابوالحسن الرضا کو اپنا ولی عہد کیوں بنایا تھا۔

میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے تمہیں یقیناً تعجب ہوگا۔ ایک دن میں ان

کے پاس گیا اور ان سے کہا:

فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ پر قربان' آپؑ کے آباء واجداد موسیٰ' جعفر' محمد اور علی بن الحسین کے پاس قیامت تک واقع ہونے والے حادثات و واقعات کا علم تھا۔ آپؑ بھی ان لوگوں کے وصی اور وارث ہیں اور آپؑ کے پاس ان کی میراثِ علم موجود ہے۔ مجھے بھی ایک چیز کی ضرورت ہے۔

ابوالحسن الرضاؑ نے فرمایا: بتاؤ وہ کیا ضروری ہے؟

میں نے کہا: میری ایک پسندیدہ کنیز ہے اور میں اسے اپنی تمام کنیزوں پر ترجیح دیتا ہوں۔ وہ کئی بار حاملہ ہوئی لیکن ہر بار اس کا حمل گر گیا۔ اب بھی وہ حاملہ ہے آپ کوئی ایسا علاج بتائیں جس سے حمل ساقط نہ ہو۔

آپؑ نے فرمایا: تم اسقاط سے نہ ڈرو۔ اس بار حمل سلامت رہے گا اور اس سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہوگا جو شکل وصورت میں اپنی ماں جیسا ہوگا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک اضافی انگلی ہوگی جو کہ خود سے نہ اٹھ سکے گی اور جھولتی رہے گی اور اس کے بائیں ہاتھ میں بھی ایک اضافی انگلی ہوگی وہ بھی اسی طرح سے جھولتی ہوگی۔

میں نے کہا: اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

چنانچہ اس کنیز کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جو شکل وشباہت میں ماں کی شبیہہ تھا اور حضرتؑ کے فرمان کے مطابق اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک اضافی انگلی تھی۔

اب تم ہی بتاؤ کہ لوگ مجھے ان کی ولی عہدی پر کیوں ملامت کرتے ہیں؟

(عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۲۳۔ عوالم' جلد۲۲' ص۷۶)

برامکہ کے لیے بددعا

محمد بن طفیل کا بیان ہے کہ جس سال ہارون نے آلِ برمک پر سختی کی تو اس نے اپنے عتاب کا آغاز جعفر بن یحییٰ سے کیا اور یحییٰ بن خالد کو قید میں ڈالا۔ اسی سال میں

مقام عرفہ میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ امام علی رضا علیہ السلام برامکہ کے لیے بددعا کررہے تھے۔ آپؑ نے بددعا سے فارغ ہو کر کچھ دیر کے لیے سر جھکایا اور جب آپؑ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

برامکہ نے جو سلوک میرے والد کے ساتھ کیا تھا اسی وجہ سے میں ان پر بددعا کررہا ہوں اور اللہ نے آج میری بددعا سن لی ہے۔

ابھی حضرتؑ کی بددعا کو چند دن ہی گزرے تھے کہ جعفر اور یحییٰ پر عتاب آگیا اور ان کے حالات دگرگوں ہوگئے۔ (عیون الاخبار، جلد ۲، ص ۲۲۵۔ دلائل الامامۃ، ص ۱۹۳)

برامکہ کی بربادی کی پیشین گوئی

حسن بن علی الوشاء نے مسافر سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں مقام منیٰ میں امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اتنے میں ہارون کے وزیر اعظم یحییٰ بن خالد برمکی کا وہاں سے گزر ہوا۔ اسے دیکھ کر آپؑ نے فرمایا:

ان مساکین کو علم ہی نہیں ہے کہ اس سال ان پر کیا افتاد ٹوٹنے والی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

آہ! اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ میں اور ہارون ان دو انگلیوں کی طرح سے ساتھ ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی دونوں انگلیاں ملالیں۔

مسافر کا بیان ہے آپؑ کے اس فرمان کا مطلب ہمیں اس وقت سمجھ میں آیا جب ہم نے آپؑ کو ہارون الرشید کے پہلو میں دفن کیا۔ (عیون الاخبار، جلد ۲، ص ۲۲۵)

ہارون کے شر سے محفوظ رہنا

ایک مرتبہ جب ہارون ''رقہ'' سے مکہ جارہا تھا تو عیسیٰ بن جعفر نے اس سے کہا:

آپ اپنی اس قسم کو ذہن نشین رکھیں۔ آپ نے قسم کھا کر کہا تھا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کے بعد آل ابی طالب میں سے جس نے بھی امامت کا دعویٰ کیا تو میں اس کا سر قلم کردوں گا اور اس وقت موسیٰ کے بیٹے علیؑ نے امامت کا دعویٰ کر دیا ہے اور لوگ اس کے متعلق بھی ایسے ہی معجزات و کرامات بیان کر رہے ہیں جیسا کہ اس کے والد کے لیے بیان کیے جاتے تھے۔

ہارون نے غضب ناک ہو کر اس کی طرف دیکھ کر کہا:

تو کیا چاہتا ہے کہ میں تمام آل ابوطالب کو قتل کر دوں؟

اس محفل میں موسیٰ بن مہران موجود تھا۔ اس نے یہ گفتگو امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے نقل کی۔ آپؑ نے تمام گفتگو سن کر فرمایا:

میرا اور ان کا کیا تعلق ہے۔ خدا کی قسم وہ مجھ پر قدرت حاصل نہیں کر سکیں گے۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۲۵۔ بحار الانوار' جلد ۴۹' ص ۱۱۳۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۷۶)

ہارون کے متعلق پیشین گوئی

داؤد بن کثیر رقی کا بیان ہے کہ جب ہارون کے اقتدار کا چوبیسواں سال شروع ہوا تو میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:

مولاؑ! اب یہ حکومت کے چوبیسویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس کی عمر مزید لمبی نہ ہو۔

آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ازل سے مجھ پر اور میرے آباء پر احسانات ہیں۔ یہ چوبیسواں سال مکمل نہیں کر سکے گا۔

حضرتؑ کا یہ فرمان حرف بحرف پورا ہوا اور ہارون اسی سال مر گیا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۹۲۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۳۱۰)

بکار کے لیے بددعا

علی بن محمد نوفلی راوی ہیں کہ اولاد ابی طالبؑ میں سے ایک شخص نے زبیر بن بکار سے قبر رسولؐ اور منبر رسولؐ کے درمیان حلف اٹھوایا۔ جیسے ہی زبیر بن بکار نے جھوٹی قسم کھائی تو اس کے جسم پر برص کے سفید نشانات پڑ گئے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے خود دیکھا تھا کہ اس کی پنڈلیوں اور پیروں پر برص کے سفید داغ تھے اور اس کے باپ بکار نے امام رضا علیہ السلام پر کسی معاملہ میں ظلم کیا تھا۔ آپؑ نے اس کے لیے بددعا کی تھی اور آپؑ کی بددعا کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت مقر سے ایک پتھر اس کی گردن پر گرا جس سے اس کی گردن بیکار ہوگئی۔ اور بکار کے باپ عبداللہ بن مصعب نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کا امان نامہ ہارون کے سامنے پھاڑ دیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اس کے لیے امان کی کوئی گنجائش نہیں ہے' انہیں بھی قتل کرا دیں۔ اس کے جواب میں یحییٰ نے کہا تھا کہ کل تک یہ بھی میرے بھائی کے ساتھ تھا اور یہ ان کی شان میں قصیدے پڑھا کرتا تھا۔

عبداللہ بن مصعب نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ سراسر مجھ پر الزام ہے۔

یحییٰ نے کہا کہ اچھا قسم کھا کر کہو کہ میرا ان اشعار سے کوئی تعلق نہیں اور اگر میرا کوئی تعلق ہو تو میں جلد سے جلد خدا کی عقوبت اور سزا میں گرفتار ہو جاؤں۔

عبداللہ بن مصعب نے یحییٰ کے تجویز کردہ الفاظ کے تحت قسم کھائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے فوراً بخار چڑھ گیا اور تین دن کے بعد مر گیا اور اس کی قبر زمین میں تین بار دھنستی رہی۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۲۴۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص۲۷۷)

اَن پوچھے سوالات کے جواب

حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ ایک عرصہ تک مجھے امام علی رضا علیہ السلام کی

امامت کا یقین نہیں تھا اور میں نے آپؑ کی آزمائش کے لیے آپؑ کے آبائے طاہرینؑ کے بیان کردہ مشکل مسائل کو لکھ کر ایک کتاب کی شکل دے دی تھی اور میرا ارادہ تھا کہ وہ مشکل مسائل آپؑ کے سامنے پیش کر کے آپؑ کا امتحان لوں گا۔

چنانچہ میں نے اپنی تالیف کردہ کتاب کو اپنی آستین میں اٹھایا اور آپؑ کے دروازے پر پہنچا۔ میں چاہتا تھا کہ آپؑ سے خلوت کا کوئی وقت مقرر کروں اور یہ کتاب آپؑ کو دے دوں اور مذکورہ مسائل پر آپؑ سے گفتگو کر سکوں۔

آپؑ کے دروازے پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں ہجوم سے ہٹ کر ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ ان سے ملاقات کی کیا تدبیر اختیار کروں۔

اسی اثناء میں ایک غلام دروازے سے باہر آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک تحریر تھی۔ اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

تم میں حسن بن علی الوشاء الیاس بغدادی کی بیٹی کا فرزند کون ہے؟

میں اٹھ کر اس کے قریب گیا اور اس سے کہا کہ میں ہی حسن بن علی الوشاء ہوں اور الیاس بغدادی کا نواسہ بھی میں ہوں۔

اس نے کہا: یہ امام علی رضا علیہ السلام کی تحریر ہے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ تحریر آپؑ تک پہنچاؤں۔

چنانچہ میں نے غلام کے ہاتھ سے وہ تحریر لے لی اور ایک طرف لے جا کر اسے پڑھا۔ خدا کی قسم! اس میں ترتیب وار میرے تمام مسائل کا جواب تحریر تھا۔

اس کے بعد مجھے آپؑ کی امامت کا یقین ہو گیا اور میں نے اپنے سابقہ عقیدہ سے توبہ کی۔ (عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۲۸۔ عوالم العلوم، جلد۲۲، ص ۹۷)

امورِ غیب سے آگاہی

علی بن احمد الوشاء کوفی کا بیان ہے کہ میں نے کپڑوں کی تجارت کے لیے کوفہ

سے خراسان جانے کا ارادہ کیا۔ میری ایک بیٹی نے ایک جوڑا کپڑوں کا میرے حوالے کیا اور کہا کہ ابا جان! اسے بیچ کر میرے لیے ایک فیروزہ لانا۔

میں نے اپنی بیٹی کا جوڑا اپنے سامان میں باندھ دیا اور میں سفر کرتے ہوئے شہر ''مرو'' پہنچا۔ وہاں میں نے ایک سرائے میں قیام کیا تھا کہ علی بن موسیٰ جو کہ ''رضا'' کے لقب سے ملقب ہیں' ان کے غلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا:

ہمیں اپنے ایک غلام کے کفن کے لیے ایک جوڑے کی ضرورت ہے۔

میں نے کہا: میرے پاس تو کفن کے قابل کوئی جوڑا نہیں ہے۔ میرا جواب سن کر وہ واپس چلے گئے اور کچھ دیر بعد وہ واپس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے آقا تجھے سلام کہتے ہیں اور وہ فرما رہے ہیں کہ فلاں گانٹھ میں تمہارے پاس اس طرح کا ایک حلّہ موجود ہے اور وہ حلّہ تمہاری بیٹی نے تمہارے حوالے کر کے کہا تھا کہ اسے بیچ کر میرے لیے ایک فیروزہ لانا۔ اب تم اس کی قیمت لے لو۔ میں نے اسے تلاش کیا تو وہ حلّہ مجھے ایک گانٹھ میں مل گیا۔ میں نے وہ حلّہ ان کے حوالے کیا اور میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں ان کے پاس حاضر ہو کر کچھ مسائل دریافت کروں گا اور اگر انہوں نے میرے مسائل کے جواب دے دیئے تو پھر وہ واقعی امام ہیں۔ میں نے مسائل لکھ لیے اور ان کے در دولت پر چلا گیا لیکن وہاں لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ میں داخل ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

ابھی میں دروازے پر بیٹھ کر سوچ ہی رہا تھا کہ حضرتؑ کا ایک خادم آیا اور اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

علی بن احمد! یہ تیرے سوالوں کے جواب ہیں۔ میں نے وہ جوابات دیکھے تو واقعاً وہ میرے ہی لکھے ہوئے سوالوں کے جواب تھے۔

(اعلام الوریٰ' ص ۳۰۹۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۳۱۲)

حکمِ امام سے انحراف کا نتیجہ

صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں حسین بن خالد صیرفی حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

میں آپؑ پر قربان، میں ''اعوض'' جانا چاہتا ہوں۔

(واضح رہے کہ اعوض ہذیل تہامہ کی ایک گھاٹی کا نام ہے)

حضرتؑ نے فرمایا کہ جہاں انسان کو عافیت میسر ہو تو وہاں سے نہیں جانا چاہیے۔ مگر اس نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل نہ کیا اور ''اعوض'' کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ راستہ ہی میں تھا کہ ڈاکوؤں نے اس کا تمام مال چھین لیا اور وہ نان شبینہ کا محتاج ہو گیا۔

(عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۲۹)

علمِ لغات

یاسر خادم راوی ہیں کہ امام ابوالحسن الرضا کے پاس صقالبہ اور رومی غلامی بھی موجود تھے اور وہ ایک رات اپنی اپنی مادری زبان میں یہ کہہ رہے تھے کہ جب ہم اپنے وطن میں تھے تو ہم سال میں دو مرتبہ فصد کھلوایا کرتے تھے جب کہ یہاں تو ہمارا فصد نہیں کھلوایا جاتا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ان کی یہ باتیں سن لیں اور دوسرے دن آپؑ نے ایک طبیب کو بلایا اور اسے ہدایت دی کہ میرے فلاں غلام کی فلاں رگ کھولو اور فلاں غلام کی فلاں رگ کھولو۔

پھر آپؑ نے یاسر خادم سے فرمایا کہ تم فصد نہ کھلواؤ۔

یاسر کا بیان ہے کہ میں نے فصد کھلوایا تو میرے ہاتھ پر ورم آ گیا اور میرا ہاتھ

سرخ ہوگیا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے یاسر سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ اس نے کہا کہ آپؑ نے فصد کھلوانے سے منع کیا تھا مگر میں نے فصد کھلوالیا جس کی وجہ سے میرا ہاتھ سرخ ہوگیا اور سوج گیا۔

آپؑ نے فرمایا کہ ہاتھ میری طرف بڑھاؤ۔ پھر آپؑ نے اس کے ہاتھ پر اپنا دستِ شفقت پھیرا اور اس پر لعاب دہن لگایا۔ پھر آپؑ نے اس سے فرمایا کہ رات کی روٹی کھانا چھوڑ دو۔

یاسر کا بیان ہے کہ میں نے ایک عرصہ تک رات کا کھانا نہ کھایا۔ پھر ایک رات غلطی سے میں نے کھانا کھالیا تو میرا ہاتھ فوراً سوج گیا اور سرخ ہوگیا۔

(عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۲۷۔ بحارالانوار، جلد۴۹، ص ۸۶)

ابوالصلت ہروی کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام تمام لوگوں سے ان کی مادری زبان میں گفتگو کرتے تھے اور آپ تمام لوگون سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے اور ہر زبان کے ماہر تھے۔

ایک دن میں نے ان سے عرض کیا کہ مولاؑ! مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ آپؑ کو اتنی زبانیں یاد کیسے ہیں!!

آپؑ نے فرمایا:

ابوالصلت! میں بندوں پر اللہ کی حجت ہوں اور اللہ کسی ایسے شخص کو حجت بناتا ہی نہیں جو ان کی زبان سے واقف نہ ہو۔ کیا تو نے امیرالمومنینؑ کا یہ فرمان نہیں سنا:

اوتینا فصل الخطاب ''ہمیں فصل الخطاب عطا ہوا''۔

(عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۲۸۔ عوالم، جلد۲۲، ص ۱۴۵)

شکی مزاج زندیق بن کر مریں گے

ابراہیم بن یحییٰ بن ابی البلاد راوی ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:
بدبخت حمزہ بن بزیع کا کیا بنا؟
میں نے عرض کیا: وہ ابھی یہاں آ رہا ہے۔
آپؑ نے فرمایا:
وہ گمان کرتا ہے کہ میرے والد کی وفات نہیں ہوئی اور وہ زندہ ہیں۔ آج تو یہ شک میں مبتلا ہیں لیکن کل جب یہ مریں گے تو زندیق (بے دین) بن کر مریں گے۔
صفوان کہتا ہے کہ میں نے دل میں کہا کہ ان کے شکی مزاج ہونے کی تو مجھے خبر ہے لیکن یہ زندیق بن کر کیسے مریں گے؟
ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ اسی جماعت کے ایک فرد کے متعلق ہمیں یہ اطلاع ملی کہ اس نے مرتے وقت کہا تھا کہ میں کسی مارنے والے رب کا قائل نہیں ہوں۔
صفوان کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو یقین آ گیا کہ امام علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے اور یہ لوگ واقعی زندیق بن کر ہی مریں گے۔
(غیبت طوسی' ص ۶۸۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۲۹۳)

حضرتؑ کی بددعا کا اثر

محمد بن فضیل کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں' ابن ابی حمزہ' ابن مہران اور ابن ابی سعید کو میں نے تمام لوگوں سے بڑھ کر خدا کا دشمن پایا ہے۔ (یہ سب کے سب واقفی تھے) آپؑ نے فرمایا:
اگر تم ہدایت پر قائم ہو تو ان کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ان لوگوں نے رسولؐ خدا سے لے کر میرے والد موسیٰ بن جعفرؑ تک تمام معصومین کی تکذیب کی

ہے اور میں اپنے بزرگوں کی سیرت پر عمل پیرا رہوں گا۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپؑ نے ابن مہران کو بددعا دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ خدا تجھ سے تیرے دل کا نور سلب کرے اور تیرے گھر میں غربت کو داخل کرے۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں یہ سچ ہے۔ سناؤ آج کل اس کی کیا حالت ہے؟

میں نے کہا کہ وہ بدترین حال میں ہے اور وہ اس وقت بغداد میں اذیت ناک زندگی بسر کر رہا ہے اور حسین کی حالت تو یہ ہے کہ اس کے پاس عمرہ کرنے کی بھی استطاعت نہیں ہے۔ (رجال کشی' ص ۴۰۵۔ بحارالانوار' جلد ۴۸' ص ۲۶۱)

داؤد نہدی نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ ابن ابی سعید مکاری امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آیا اور یہ واقفیوں کا سرخیل تھا۔

اس نے آپؑ سے کہا کہ اب آپؑ نے اتنی حیثیت بنالی ہے کہ اپنے والد کا دعویٰ کرنے لگے ہو!!

آپؑ نے فرمایا: تجھے اس پر کیا اعتراض ہے؟ خدا تیرے نور کو خاموش کرے اور تیرے گھر میں فقر و غربت کو داخل کرے۔ کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اللہ نے عمران کو وحی کی تھی کہ میں تجھے فرزند عطا کروں گا مگر اللہ نے اسے مریم عطا کی اور پھر اللہ نے مریمؑ کو عیسیٰؑ عطا کیا۔ عیسیٰؑ، مریم سے ہے اور مریمؑ، عیسیٰؑ سے ہے اور مریمؑ اور عیسیٰؑ ایک ہی چیز ہیں۔ میں اپنے والد سے ہوں اور میرے والد مجھ سے ہیں اور میں اور میرا والد دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

ابن ابی سعید نے کہا: میں آپؑ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: لیکن تو میری بات قبول نہیں کرے گا کیونکہ تیرا تعلق میرے عقیدت مندوں سے ہی نہیں ہے لیکن اپنا مسئلہ ضرور پیش کرو۔

اس نے کہا کہ ایک شخص نے موت کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرا ہر "قدیم" غلام آزاد ہے۔

اب آپؑ یہ فرمائیں کہ اس وصیت کے تحت کتنا عرصہ غلامی میں رہنے والے کو آزادی دی جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا:

ہر وہ غلام جسے اس کی غلامی میں چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہو وہ قدیم ہے اور وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (یٰس: ۳۹)

''یہاں تک کہ وہ کھجور کی شاخ قدیم کی طرح سے ہو جاتا ہے''۔

اور کھجور کی ایک شاخ کو ''قدیم'' بننے کے لیے چھ ماہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔

(الکافی' جلد۶' ص ۱۹۵۔ تہذیب الاحکام' جلد۸' ص ۲۳۱۔ تفسیر قمی' جلد۲' ص ۲۱۵۔ معانی الاخبار' ص ۲۱۸۔ الفقیہ' جلد۳' ص ۱۵۵)

حضرتؑ سے جنات کا تعلیم حاصل کرنا

ہیثم بن واقد راوی ہیں کہ میں خراسان میں امام علی رضا علیہ السلام کے دربار میں بیٹھا تھا۔ اس وقت عباس آپؑ کے دربار کے دربان تھے۔ آپؑ کے پاس ایک بزرگ آیا جو کہ ایک آنکھ سے کانا تھا اور اس نے آپؑ سے کچھ مسائل دریافت کیے اور آپؑ نے ان کے جواب دیئے۔

پھر وہ بزرگ آپؑ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔

آپؑ نے مجھے بلا کر فرمایا: جاؤ اس بزرگ کو واپس لے آؤ۔

میں دربان کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ اس شکل وصورت کا آدمی تو سرے سے یہاں آیا ہی نہیں۔

میں امام علیہ السلام کے پاس گیا اور عرض کیا:

وہ بزرگ ہمیں نظر نہیں آیا اور دربان کہتا ہے کہ اس شکل وصورت کا کوئی شخص

سرے سے یہاں آیا ہی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

کیا تم اس بزرگ کو جانتے ہو؟

میں نے کہا:

نہیں، میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا:

اس کا تعلق قومِ جنات سے ہے اور اس نے مجھ سے کچھ مسائل دریافت کیے جس کا میں نے اسے جواب دیا۔ اس نے ایک مسئلہ یہ بھی پوچھا کہ ایک عورت کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے جن کا جسم ایک دوسرے سے چپکا ہوا تھا اور ان میں سے ایک مرا ہوا تھا اور دوسرا زندہ تھا۔

میں نے اسے بتایا کہ مردہ جسم کو زندہ جسم سے الگ کر دینا چاہیے۔

(دلائل الامامۃ، ص ۱۹۵۔ مستدرک الوسائل، جلد ا، ص ۱۷۸)

حضرتؑ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا

ابو واسع محمد بن احمد بن محمد بن اسحاق نیشاپوری کا بیان ہے کہ میں نے اپنی دادی خدیجہ بنت حمدان بن پسندہ سے سنا۔ اس نے کہا کہ جب امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو انہوں نے ''بلاش آباد'' محلہ میں میری دادی ''پسندہ'' کے گھر میں قیام کیا تھا۔ ان کا نام ''پسندہ'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اس کے گھر میں رہنا پسند کیا تھا اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں اس کو ''مرضیۃ'' کہتے ہیں۔

پسندہ خاتون کہتی ہیں کہ آپؑ نے دورانِ قیام میرے گھر کے ایک طرف بادام کا بیج ڈال دیا جو بہت جلد اُگ آیا اور ایک سال کے عرصہ میں پورا درخت بن گیا اور پھل دینے لگ گیا۔ جب لوگوں کو اس بارے میں علم ہوا تو وہ بغرض تبرک و شفا لے جانے

لگے۔ جو بیمار ہوتا وہ اس درخت کا ایک بادام کھا لیتا تو صحت یاب ہو جاتا تھا۔ جسے آشوبِ چشم کی بیماری لاحق ہوتی وہ اس بادام کو آنکھوں سے لگاتا تو تندرست ہو جاتا اور زنِ حاملہ کو اگر ولادت میں دشواری ہوتی تو اسے بادام کھلایا جاتا جس سے ولادت آسان ہو جاتی۔ اور اگر کسی جانور کے پیٹ میں درد ہوتا تو اس درخت کی شاخ اس کے جسم پر پھیری جاتی تو درد سے نجات مل جاتی تھی۔

کچھ عرصہ بعد وہ درخت خشک ہو گیا تو میرے دادا حمد نے اس کی شاخیں کاٹ دیں اور وہ اندھا ہو گیا اور اس کے بیٹے ابوعمرو نے پورا درخت کاٹ دیا تو باب فارس پر اس کا تمام مال واسباب ضائع ہو گیا جس کی مالیت ستر اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔

اسی ابوعمرو کے دو لڑکے تھے' ایک کا نام ابوالقاسم اور دوسرے کا نام ابوصادق تھا۔ ابوصادق' ابوالحسن محمد بن ابراہیم کا کاتب تھا۔ اس نے بیس ہزار درہم سے گھر کی ازسرِنو تعمیر کرائی اور اس نے اس درخت کی باقی ماندہ جڑیں بھی نکلوا دیں۔ ایک دفعہ وہ امیر خراسان کی جاگیر کی دیکھ بھال کے لیے گیا اور جب وہ نیشاپور واپس آ رہا تھا تو محمل کے اندر اس کا دایاں پاؤں سیاہ ہو گیا۔ جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو اطباء نے اسکا پاؤں کاٹ دیا اور وہ پاؤں کٹنے کے ایک ماہ بعد مر گیا۔

دوسرا بھائی یعنی ابوالقاسم وہ بھی سلطان نیشاپور کا کاتب تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خط لکھ رہا تھا اور لوگ کھڑے اس کی خوش نویسی اور انتخاب الفاظ کو دیکھ رہے تھے تو ان میں سے ایک نے کہا:

''اللہ اس تحریر کے لکھنے والے کو نظر بد سے محفوظ رکھے''۔

یہ کہتے ہی اس کے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہوا' اور اس کے ہاتھ سے قلم گر گیا اور اس کے ہاتھ پر ایک پھوڑا نکل آیا۔

وہ دربار سے اپنے گھر واپس آیا۔ اس کا ایک دوست ابوالعباس کاتب اس کی عیادت کے لیے آیا اور اس نے اس سے کہا: یہ معمولی سا پھوڑا ہے اور خون کے جوش سے

پیدا ہوا ہے' اس کا علاج فصد کھلوانا ہے لہٰذا تم آج ہی فصد کھلواؤ۔ اس نے اسی دن فصد کھلوائی لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔

ابوالعباس نے اس سے کہا کہ تم دوسرے دن بھی فصد کھلواؤ۔ اس نے دوسرے دن بھی فصد کھلوائی تو اس کا تمام ہاتھ سیاہ ہوگیا اور آخرکار اسے وہ ہاتھ کٹوانا پڑا اور پھر چند روز بعد وہ مرگیا۔ اور یہ دونوں بھائی ایک سال کے اندر ہی مرگئے۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۳۲۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۵۸)

حضرتؑ کی کرامت سے چشمہ کا جاری ہونا

ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہروی راوی ہیں کہ جب امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور چھوڑ کر مامون کے پاس جانے لگے تو آپ ''حمراء'' نامی ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو آپؑ کے ایک ساتھی نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! دن ڈھل چکا ہے' کیا آپ نمازِ ظہر ادا نہیں کریں گے؟

یہ سن کر آپؑ اپنی سواری سے اترے اور آپؑ نے پانی طلب کیا۔ حضرتؑ کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس پانی موجود نہیں ہے۔

چنانچہ آپؑ نے اپنا دستِ مبارک زمین پر رکھا اور ایک انگلی سے آپؑ نے مٹی ہٹائی تو وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ جس کے پانی سے آپؑ اور آپؑ کے تمام ہمراہیوں نے وضو کیا اور اس چشمے کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔

(ممکن ہے کہ وہ نیشاپور کے قریب ''قدم گاہ'' والا چشمہ ہو۔ من المترجم)

پھر آپؑ سناباد پہنچے اور آپؑ وہاں ایک پہاڑی پر چڑھے جس کے زینے سے دیگچیاں بنائی جاتی تھیں۔ آپؑ نے دعا فرمائی:

''پروردگار! اسے نفع بخش بنا اور جو برتن اس سے بنائے جائیں اور جو چیزیں ان برتنوں میں رکھی جائیں ان میں برکت نازل فرما''۔

پھر آپؑ کے فرمان کے تحت آپؑ کے لیے بھی چند دیگچیاں بنائی گئیں۔ آپؑ نے ان میں سالن پکانے کا حکم دیا۔ ویسے آپؑ انتہائی کم غذا کھانے کے عادی تھے۔ آپؑ کی وجہ سے لوگ اس دن سے وہاں کے بنے ہوئے برتنوں کو استعمال کرنے لگے اور آپؑ کی دعا کے صدقہ میں اللہ نے ان میں برکت دی۔

اس کے بعد آپ حمید بن قحطبہ طائی کے گھر تشریف لے گئے اور آپؑ اس قبہ میں داخل ہوئے جہاں ہارون الرشید کی قبر تھی۔ آپؑ نے اس کی ایک جانب ہاتھ سے نشان کھینچا اور فرمایا: یہاں میری قبر بنے گی اور میں یہاں دفن کیا جاؤں گا اور یہاں میرے شیعہ اور میرے محبّ آئیں گے۔ خدا کی قسم! ان میں سے جو بھی میری زیارت پر آ کر مجھ پر سلام کرے گا تو وہ ہم اہل بیتؑ کی شفاعت کی وجہ سے مغفرت اور رحمت کا مستحق ہوگا۔

اس کے بعد آپؑ رو بہ قبلہ کھڑے ہوئے اور کئی رکعات نماز ادا کی اور آپؑ نے نماز کے بعد مختلف دعائیں پڑھیں۔ پھر آپؑ نے ایک لمبا سجدہ کیا جس میں ہم نے شمار کیا تو آپؑ نے پانچ سو مرتبہ سبحان اللہ کہا' پھر آپ وہاں سے واپس ہوئے۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۱۳۶۔ الوسائل' جلد۲' ص ۱۰۹۰)

حضرتؑ نے مجبور ہو کر ولی عہدی قبول کی تھی

حضرت ابوالصلت راوی ہیں کہ مامون الرشید نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:

فرزندِ رسولؐ! مجھے آپؑ کے علم و فضل' زہد و تقویٰ اور عبادت کا حال معلوم ہوا ہے اور یہ سب کچھ سن کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپؑ میری نسبت خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

عبادت تو اللہ کے لیے ہے اور یہ ذریعہ فخر ہے اور میں زہد کو دنیاوی شر سے بچنے کا

وسیلہ سمجھتا ہوں اور محرمات سے احتراز کو اپنے لیے کامیابی تصور کرتا ہوں جب کہ تواضع اور انکساری کے ذریعے سے انسان اپنے خدا سے بلند درجہ حاصل کرنے کی توقع کرسکتا ہے۔

مامون نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں عہدہ خلافت سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپؑ کو خلیفہ بنا کر آپؑ کی بیعت کرلوں۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا:

اگر خلافت واقعاً تمہارا حق ہے اور اگر اللہ نے تمہیں یہ منصب عطا کیا ہے تو پھر تم کو یہ حق حاصل ہی نہیں ہے کہ جو خلعت خدا نے تمہیں پہنائی ہے' تم اسے خود سے اتار کر کسی دوسرے کے سپرد کر دو۔ اور اگر یہ خلافت تمہاری نہیں ہے اور یہ کسی اور کی ملکیت ہے تو جو چیز تمہاری ملکیت ہی نہیں ہے تم اسے کسی دوسرے کو دینے کے مجاز نہیں ہو۔

مامون نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! مگر آپؑ کو یہ خلافت وحکومت قبول کرنی ہی پڑے گی۔

آپؑ نے فرمایا: زبردستی کی بات تو اور ہے لیکن میں کبھی بھی اپنی خوشی سے اسے قبول نہیں کروں گا۔ مختصر یہ کہ وہ کچھ دنوں تک یہ کوشش کرتا رہا کہ آپؑ اس کی تجویز کو قبول کرلیں۔ لیکن جب مکمل طور پر ناامید ہوگیا تو کہنے لگا:

اچھا ٹھیک ہے اگر آپؑ خلافت قبول نہیں کرتے تو ایسا ہی ٹھیک ہے اور اگر آپؑ کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں آپؑ کی بیعت کروں تو آپؑ میرے ولی عہد بن جائیں تاکہ میرے بعد خلافت آپؑ کو ملے۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم!

میرے والد بزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے سلسلے سے حضرت امیرالمومنینؑ سے اور انہوں نے رسول کریمؐ سے روایت بیان فرمائی ہے (اور یہ روایت میرے اور تمہارے متعلق ہے) کہ میں تجھ سے قبل زہر سے مقتول ہوکر اس فانی جہان سے رخصت ہو جاؤں گا اور میری شہادت پر آسمان اور زمین کے تمام فرشتے گریہ وزاری کریں گے

اور عالمِ مسافرت میں مجھے ہارون کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔

یہ سن کر مامون رونے لگا اور بولا: فرزندِ رسولؐ! میرے ہوتے ہوئے کس میں یہ جرأت ہے کہ جو آپؑ کو قتل کر دے اور آپؑ کی شان میں گستاخی کرے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ میرا قاتل کون ہوگا؟

مامون نے کہا: فرزندِ رسولؐ! یہ سب کچھ کہنے سے آپؑ کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپؑ خلافت کا بوجھ اٹھانا نہیں چاہتے اور خلافت اس لیے قبول نہیں کرنا چاہتے تاکہ آپؑ کے متعلق لوگ یہ کہیں کہ امام رضا علیہ السلام بہت بڑے راہب (تارک الدنیا) ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

سنو! رب العزت کی قسم! جب سے مجھے خدا نے پیدا کیا میں نے آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے دنیا اس لیے نہیں چھوڑی تاکہ اس کے ذریعے سے میں دنیا حاصل کروں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو؟

مامون نے کہا: آپؑ بتا دیں کہ میں آخر چاہتا کیا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر میں سچ کہہ دوں تو میری جان کی امان ہے۔

مامون نے کہا: ہاں' امان ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ اصل میں امامؑ نے دنیا کو نہیں چھوڑا تھا بلکہ دنیا نے ان کو چھوڑ رکھا تھا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ خلافت کے لالچ میں ولی عہدی ملی تو کیسے قبول کر لی۔

یہ سن کر مامون غصہ میں آ گیا اور بولا:

آپؑ تو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں جو ہمیں سخت ناپسند ہیں' یہ سب میری ڈھیل اور مہربانی کا نتیجہ ہے۔ اچھا' خدا کی قسم! اگر آپؑ خوشی سے ولی عہدی قبول کر لیں تو بہتر' ورنہ میں زبردستی آپؑ کو ولی عہد بنا دوں گا۔ اگر یہ بات بھی آپؑ نے قبول نہ کی تو میں پھر گردن اڑا دوں گا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

ٹھیک ہے' خدا نے مجھے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو جو تیرا دل چاہے سو کر میں اسے قبول کرلوں گا۔ مگر ایک شرط پر' وہ یہ ہے کہ میں نہ تو کسی کو مقرر کروں گا اور نہ ہی برخواست۔ نہ کوئی دستور منسوخ کروں گا اور نہ ہی کوئی آئین۔ بس صرف خلافت کے معاملات میں تجھے دُور دُور سے مشورہ دیتا رہوں گا۔

مامون نے اس شرط کو قبول کرلیا اور اس نے آپؑ کی پسند ناپسند کا خیال کیے بغیر آپؑ کو اپنا ولی عہد بنا دیا۔ (علل الشرائع' ص ۲۳۷۔ عیون الاخبار' جلد۲' ص ۱۳۹۔ امالی صدوق' ص ۶۵۔ الوسائل جلد۱۲' ص ۱۴۶۔ بحارالانوار' جلد۴۹' ص ۱۲۸)

نماز استسقاء اور حضرتؑ کا معجزہ

امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے دادا امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا:

جب مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو اتفاق سے اس سال بارش نہ ہوئی اور مامون کے کچھ درباریوں اور امام علی رضاؑ کے حاسدوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جب سے علی بن موسیٰؑ ولی عہد مقرر ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم سے بارانِ رحمت کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔

جب یہ باتیں مامون نے سنیں تو اسے بہت دکھ ہوا اور اس نے امام عالی مقام سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ بارانِ رحمت کے لیے دعا فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا نے چاہا تو میں ضرور دعا کروں گا۔

مامون نے کہا: مولاؑ! آخر آپؑ کب دعا کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا: آج جمعہ ہے اور خدا نے چاہا تو میں سوموار کے دن دعا مانگوں گا اور اس تھوڑی سی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ رات رسول کریمؐ میرے پاس خواب میں

تشریف لائے اور حضرت امیر المومنینؑ بھی آپؑ کے ہمراہ تھے اور آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ فرزند!

انتظار کرو اور سوموار کو صحرا میں جا کر بارش کے لیے دعا کرو' اللہ تعالیٰ بارش عطا کرے گا اور آنحضرتؐ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ تم یہ خواب لوگوں کے سامنے ظاہر کر دو تا کہ جو لوگ تمہاری قدر و منزلت سے ناواقف ہیں انہیں بھی پتہ چل جائے کہ خدا کے ہاں تمہاری کیا قدر و منزلت ہے۔

بہرنوع جب سوموار کا دن ہوا تو آپؑ صحرا میں تشریف لے گئے اور آپؑ کے ساتھ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ آپؑ منبر پر بیٹھے اور یوں دعا شروع کی:

اے اللہ' اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم اہل بیتؑ کو بڑا مقام عطا کیا ہے اور اسی سے وہ تمام لوگ تیرے ہی فرمان کے مطابق ہمیں اپنا وسیلہ اور ذریعہ سمجھتے ہیں اور ہمارے وسیلہ سے تجھ سے فضل و کرم کی امید رکھتے ہیں اور تیرے احسان و نعمت کی توقع رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کو سیراب فرما اور ایسی بارش عطا کر جس کا فائدہ عام ہو اور نفع بخش ہو اور اس سے کسی کا نقصان نہ ہو۔ اور یہ بارش اس وقت عطا کرنا جب یہ لوگ یہاں سے چلے جائیں اور اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفیٰؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا' جیسے ہی حضرتؑ کی یہ دعا ختم ہوئی تو فضاؤں میں بادل منڈلانے لگے۔

امام علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا: ابھی نہ جاؤ۔ ابھی اپنی جگہ پر رہو۔ یہ بادل تمہارے لیے نہیں بلکہ یہ فلاں شہر کے لیے ہے۔ اس کے بعد وہ بادل برسے بغیر لوگوں کے سروں سے گزر گیا۔ پھر دوسرا بادل گرج و چمک کے ساتھ نمودار ہوا۔ لوگوں نے بھاگنا چاہا تو حضرتؑ نے فرمایا: ابھی مت جاؤ یہ بادل فلاں شہر والوں کے لیے ہے۔

الغرض اسی طرح سے دس بادل آئے اور آپؑ ہر بادل کے متعلق فرماتے رہے کہ یہ فلاں شہر کے لیے ہے۔ آخر میں گیارھواں بادل اٹھا تو آپؑ نے فرمایا:

لوگو! یہ بادل تمہارے لیے ہے۔ اسے بھیج کر خدا نے تم پر کرم کیا ہے اور اس کے لیے تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے تمہیں بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم لوگ اطمینان سے اپنے گھروں کو جاؤ۔ اس دوران یہ بادل فضا میں ہی منڈلاتا رہے گا اور جب تم اپنے گھروں میں پہنچ جاؤ گے تو یہ برسے گا۔

یہ فرما کر آپؑ منبر سے اترے اور آپؑ کے فرمان کے مطابق بادل فضا میں ہی منڈلاتا رہا۔ اور جب تمام لوگ اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو بادل برسنے لگا اور اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ تمام گڑھے، تالاب اور وادیاں اور صحرا پانی سے لبریز ہو گئے۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ مبارک ہو فرزند رسولؐ کی وجہ سے اللہ نے ہم پر اپنا کرم نازل کیا۔

بارش کے بعد آپؑ اپنے گھر سے برآمد ہوئے۔ سامنے بہت بڑا مجمع تھا۔ آپؑ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

لوگو! اللہ کی عطا کردہ نعمات کے لیے خدا سے ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے یہ کہیں چھن نہ جائیں اور خدا کا شکر ادا کر کے ان نعمات کو اپنے پاس باقی رہنے دو۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ پر ایمان اور آلِ محمدؐ کے حقوق کی معرفت کے بعد اللہ کا بہترین شکر یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور یہی چیز جنت کے داخلہ کے لیے تمہارے لیے پُل کا کام دے گی اور جو ایسا کرے گا تو اس کا شمار اللہ کے مخصوص بندوں میں کیا جائے گا۔

چنانچہ رسولؐ مقبول نے اس سلسلہ میں وہی کچھ فرمایا جو کسی کہنے والے کو کہنا چاہیے تھا۔ ایک مرتبہ آپؐ سے کسی نے کہا:

یارسولؐ اللہ! فلاں شخص ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ تباہ ہوا اور اس کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں رہا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

نہیں اس کی نجات ہوگی اور اس کا خاتمہ خیر پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دے گا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک مردِ مومن سویا ہوا دکھائی دیا۔ اس وقت اس کی شرم گاہ کھلی ہوئی تھی اور اس بے چارے کو اس کا علم نہ تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کی شرم گاہ کو ڈھانپ دیا تا کہ اس کے مسلمان بھائی کو شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور پھر وہ چلا گیا۔ اس کے مسلمان بھائی کو بعد میں معلوم ہوا کہ ایک مسلمان نے اس کی ستر پوشی کر کے اسے رُسوائی سے بچایا ہے تو اس نے اس کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا:

اللہ تیرے ثواب میں اضافہ کرے اور تیری آخرت اچھی ہو اور اللہ حساب کتاب کے لیے تجھ سے نرمی کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مردِ مومن کی دعا قبول کر لی اور اس کا انجام بہتر ہوا۔ اور جب رسولؐ خدا کا یہ فرمان اس شخص تک پہنچا تو اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے لگ گیا۔ اس کو توبہ کیے ابھی سات دن بھی نہ گزرے تھے کہ ڈاکوؤں نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا۔ رسولؐ خدا نے ایک دستہ کو ڈاکوؤں کے تعاقب میں بھیجا جس میں وہ گناہ گار شخص بھی شامل تھا۔ اور اس دستہ کی ڈاکوؤں سے مڈبھیڑ ہوئی اور وہ اس لڑائی میں شہید ہو گیا۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد علیہ السلام کی دعا کی برکت سے علاقہ میں خوش حالی کا دور دورہ ہوا۔

مامون کے کچھ رشتہ داروں کی خواہش تھی کہ مامون امام علی رضا علیہ السلام کو ولی عہدی سے معزول کر کے انہیں اپنا ولی عہد مقرر کرے۔ اس کے علاوہ مامون کے دربار میں امام علیہ السلام سے حسد کرنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک نے مامون سے کہا:

امیرالمومنینؑ! خدا نہ کرے کہ خلفاء کی تاریخ میں آپ وہ پہلے شخص قرار پائیں

جس نے شرف خلافت کو اولاد عباس سے نکال کر علیؑ کی اولاد میں پہنچایا ہو۔ آپ نے اپنی اور اپنے خاندان کی کٹیا ڈبو دی اور آپ اس ساحر بن ساحر (نعوذ باللہ) کو خلافت میں لے آئے۔ وہ گمنام تھا آپ نے اسے شہرت دلائی' وہ پست تھا آپ نے اسے بلند کیا۔ لوگ اسے فراموش کر چکے تھے آپ نے یاد دلوایا دیا۔ یہ بالکل بے وزن تھا آپ نے اسے گرانقدر بنا دیا اور اب اس کی دعا سے جو بارش ہوئی ہے اور جو خوش حالی آئی ہے اس کی وجہ سے اس کی شہرت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ شخص خلافت کو اولاد عباسی سے نکال کر اولادِ علیؑ میں منتقل کر دے گا۔ ہمیں تو اس کے متعلق یہ بھی اندیشہ ہے کہ یہ عنقریب آپ سے بھی حکومت چھین کر آپ کو چلتا کرے گا۔

اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا کوئی شخص اپنے اور اپنے ملک کے لیے ایسی غلطی بھی کر سکتا ہے جیسی کہ آپ نے کی ہے۔

مامون نے کہا: کیا بتاؤں' بات یہ ہے کہ وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ تھے اور اندر ہی اندر لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے رہے۔ میں نے سوچا کیوں نہ انہیں اپنا ولی عہد بنا لوں تو بجائے اپنی طرف دعوت دینے کے' یہ ہماری طرف لوگوں کو بلائیں گے اور ہمارے ملک اور ہماری خلافت سے متعارف کرائیں گے اور ان کے معتقدین اور شیدائیوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ جس امر کا انہیں دعویٰ ہے وہ بات ان میں تھوڑی سی بھی نہیں ہے۔ اور واقعاً خلافت ہمارا حق ہے ان کا نہیں۔ پھر بھی ہمیں ڈر تھا کہ اگر انہیں اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو کہیں یہ ایسا انقلاب نہ لے آئیں جس کا سدباب ہم سے نہ ہو سکے۔ اور ایسی مصیبت ہم پر نازل نہ کریں جو نا قابلِ برداشت ہو۔ جو ہم نے کرنا تھا وہ کر چکے جو ہم سے غلطی ہونی تھی وہ ہو گئی۔ اب ان کے معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دینا جائز نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی منزلت کو آہستہ آہستہ گھٹائیں اور رعایا کے سامنے انہیں اس شکل میں پیش کریں کہ رعایا سمجھ لے کہ خلافت کے اہل نہیں ہیں۔ پھر ہم ایسی تدبیر کریں کہ اس کی وجہ سے مصیبت کی جڑ کٹ جائے۔

اس شخص نے کہا: اے امیرالمومنین! یہ کام میرے حوالے کریں۔ میں ان کے اوران کے اصحاب کے دانت کھٹے کر دوں گا۔ میں ان کی قدر ومنزلت کو ایسا گھٹا دوں گا کہ آپ بھی دیکھ لیں گے اور واقعاً اگر میرے دل میں آپ کا خوف نہ ہوتا تو میں بہت پہلے یہ کام کر چکا ہوتا اور یہ جواُن کی وجہ سے بارش ہوئی ہے اس کا بھی نقص وقصور لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا۔

مامون نے کہا: میرے لیے اس سے اچھی اور کون سی بات ہو گی۔

اس نے کہا کہ آپ اپنے ملک کے تمام سرداروں' قاضیوں اور فقہائے روزگار کو جمع کریں۔ میں ان سب کے سامنے اس کا نقص وقصور بیان کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد مامون نے اپنی رعایا میں سے معززین کو جمع کیا اور ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا جس میں حضرت امام علی رضاؑ کو افاضلین کے سامنے ان کے مناسب مقام پر بٹھایا اور اس شخص نے امام علی رضاؑ کی بے حرمتی کرنے کے لیے اس طرح خطاب کرنا شروع کیا:

اے علیؑ بن موسیٰؑ! لوگ آپؑ کے بارے میں بہت کچھ بیان کرتے ہیں اور آپؑ کے اوصاف کو تو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر آپؑ انہیں سنیں تو آپؑ خود بھی اُن سے برأت کا اظہار کریں گے۔ ان میں سے پہلی صفت تو یہ ہے کہ آپؑ نے اللہ سے دعا کی جب کہ بارش کا وقت مقرر تھا جب وہ وقت آ گیا تو بارش ہو گئی لیکن لوگوں نے اسے آپؑ کا معجزہ قرار دے دیا اور طے کر لیا کہ دنیا میں کوئی آپؑ کا نظیر نہیں ہے۔ حالانکہ یہ امیرالمومنین' اللہ ان کو اور ان کے ملک کو سلامت رکھے' دنیا کے ہر شخص سے بہتر اور افضل ہیں۔ انہوں نے آپؑ کو اس مرتبے پر پہنچایا ہے کہ آپؑ پر ان کا احسان ہے جس کا بدلہ یہ تو نہیں ہے کہ آپ جھوٹوں اور کاذبوں کو چھوڑ دیں کہ وہ آپ کی تعریف اور ان کے خلاف جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتے پھریں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

سنو! اللہ تعالیٰ نے جو کرم و احسان مجھ پر فرمایا ہے اگر لوگ اس کو بیان کرتے ہیں تو اُن کو روکا نہیں جا سکتا اگرچہ میں خود یہ نہیں چاہتا اور تو نے جو یہ کہا کہ امیر المومنین نے مجھے اس عہدے پر فائز کیا تو انہوں نے مجھے بالکل اسی طرح عہدے پر فائز کیا کہ جس طرح بادشاہِ مصر نے حضرت یوسفؑ کو عہدہ پر فائز کیا تھا اور اس کی تفصیل بہ تمام و کمال تجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے۔

یہ سن کر حاجب کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا: اے فرزندِ موسیٰؑ! دیکھئے آپؑ اپنی حد سے بڑھے جا رہے ہیں۔ صرف اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کر دی جس کا ایک وقت مقرر تھا' نہ اس سے پہلے بارش ہو سکتی تھی نہ اس کے بعد۔ اور آپؑ نے اس کو اپنا معجزہ بنا دیا تا کہ اس سے آپؑ کی شان بڑھ جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپؑ نے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا معجزہ دکھایا ہے۔ جو انہوں نے چڑیوں کے سر اپنے ہاتھ میں لے کر اُن کے جسم کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دیئے اور پھر ہر ایک کو آواز دی تو وہ تیزی سے اُڑتے ہوئے اپنے اپنے سروں سے ملحق ہو گئے۔ اگر آپؑ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو آپؑ اس قالین پر جو دو شیروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں ان کو مجسم اور زندہ کر دیں اور ان سے کہیں کہ وہ مجھے پھاڑ کر کھائیں تب میں سمجھوں گا کہ یہ معجزہ ہے ورنہ اس بارش کا تو وقت وہی مقرر تھا۔ آپؑ کو یہ حق نہیں کہ آپؑ دعویٰ کریں کہ بارش آپؑ ہی کی دعا سے ہوئی۔ اس وقت اگر کوئی انسان بھی دعا کرتا تو بارش کو ہونا ہی تھا۔

اس کی یہ گستاخیاں سن کر آپؑ کو غصہ آ گیا اور قالین پر منقش شیروں کی تصاویر کو دیکھ کر آپؑ نے فرمایا:

اٹھو اور اس فاسق و فاجر کو پھاڑ کھاؤ۔ اور اسے اس طرح سے کھاؤ کہ اس کی بوٹی بھی باقی نہ رہے۔

جیسے ہی آپؑ کے الفاظ تمام ہوئے تو تصاویر سے ایک مرتبہ ہمہمہ کی صدا بلند ہوئی اور تصویروں نے مجسم شکل اختیار کر لی اور جست لگا کر اس حاجب پر حملہ آور ہوئے اور

دیکھتے ہی دیکھتے اس کی تکہ بوٹی کر دی اور اس کی ہڈیاں تک چبا گئے اور اس کا خون تک پی گئے۔

مجمع حیران اور سہم کر یہ سب منظر دیکھتا رہا۔ جب شیر اسے کھا گئے تو انہوں نے فصیح عربی زبان میں آپؑ سے مخاطب ہو کر کہا:

اے روئے زمین پر ولیِ خدا! اب کیا حکم ہے اگر آپ فرمائیں تو مامون کو بھی ایسے ہی چٹ کریں جس طرح سے اس کو چٹ کیا ہے؟

یہ سن کر مامون بے ہوش ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں' رک جاؤ۔ اس وقت آپؑ نے بے ہوش مامون کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس پر عرق گلاب چھڑکا جائے۔ اس پر عرق گلاب چھڑکا گیا تو وہ ہوش میں آ گیا۔

ان شیروں نے پھر عرض کیا کہ مولاؑ! اگر اجازت ہو تو اس کو بھی اس کے ساتھی کے ساتھ پہنچا دیں۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں' اللہ کی کچھ اور مصلحت ہے جو کہ پوری ہو کر رہے گی۔

پھر آپؑ نے حکم دیا اب تم دونوں اپنی پرانی حالت پر لوٹ جاؤ۔ وہ دونوں قالین کی طرف پلٹے اور تصویر بن گئے۔

اس کے بعد مامون نے کہا: خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اس موذی حاجب حمید بن مہران سے نجات دلائی۔ پھر اس نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:

فرزندِ رسولؐ! یہ حکومت آپؑ کے جد اطہر کی ہے اور یہ آپؑ کا حق ہے۔ اگر آپؑ پسند کریں تو میں حکومت چھوڑ دیتا ہوں اور آپؑ حکومت سنبھالیں۔

آپؑ نے فرمایا:

اگر میں حکومت کا خواہش مند ہوتا تو میں تم سے مانگنے کی زحمت ہی نہ کرتا۔ اللہ نے اپنی تمام مخلوق کو ہمارا مطیع بنایا ہے اور اس کا مظاہرہ تو نے ابھی ابھی دیکھ لیا ہے۔ البتہ چند جاہل انسان ایسے ہیں جو کہ نافرمانی اور سرکشی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور اللہ کی بھی اسی

میں مصلحت ہے اور اس نے ہمیں صبر کا حکم دیا ہے کہ تم پر اعتراض نہ کریں۔ تم نے مجھے اسی طرح سے اپنا ولی عہد بنایا ہے جیسا کہ فرعون مصر نے حضرت یوسفؑ کو اپنا نائب بنایا تھا۔

اس واقعہ کے بعد مامون ڈھیلا پڑ گیا اور آخرکار اس نے آپؑ کو زہر دے کر شہید کرایا۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۱۶۷۔ الوسائل' جلد۵' ص ۱۶۴۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۵۹۔ عوالم' جلد۲۲' ص ۳۴۱)

حضرتؑ کی اہانت کا نتیجہ

ابوالصلت ہروی کا بیان ہے کہ کسی خوشامدی نے مامون سے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام مباحثوں اور مناظروں کی مجالس منعقد کرتے ہیں اور لوگ ان کے علم پر فریفتہ ہوتے جا رہے ہیں۔

مامون نے اپنے حاجب محمد بن عمرو طوسی کو روانہ کیا اور اس نے حضرتؑ کی مجلس کو درہم برہم کر دیا اور امام علیہ السلام کو مامون کے پاس لے گیا۔ اس نے آپؑ کو سخت سست کہا اور آپؑ کی توہین کی۔ آپؑ غصہ کی حالت میں اس کے پاس سے اٹھے۔ آپؑ کے دونوں لب متحرک تھے اور آپؑ فرما رہے تھے:

''مجھے محمد مصطفیؐ، علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہم اجمعین کے حق کی قسم! آج میں خدا کی نصرت اور اپنی بددعا سے اس شہر کے کتوں کو مامون اور اس کے خواص و عوام پر مسلط کروں گا اور ان کی توہین کراؤں گا۔

آپؑ اسی غصہ کے عالم میں اپنے گھر تشریف لائے۔ پانی طلب کر کے وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی اور آپؑ نے دوسری رکعت کے قنوت میں یہ دعا پڑھی:

(ترجمہ): خدایا! اے ہر طرح کی قدرت رکھنے والا اور مسلسل احسان و کرم کرنے والا' بڑی بڑی بخششیں کرنے والا' اے وہ

ذات جس کے اوصاف کی مثال موجود نہیں' اور نہ اس کا کوئی مثیل و نظیر ہے اور نہ کوئی طاقت ور اس پر غالب آ سکتا ہے۔

اے وہ ذات جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کے رزق کا اہتمام کیا اور الہام کر کے ان کو قوت گویائی عطا کی اور اے وہ ذات جس نے ہر چیز کو ایجاد کیا اور خلق فرمایا' جو بلند ہوا تو بہت بلند ہوا۔ تقدیریں بنائیں تو بہتر بنائیں اور صورتیں بنائیں تو انہیں خوب محکم بنایا اور اے وہ ذات جس نے اپنی قدرت کی دلیلیں دیں تو بہت زیادہ دیں اور بخشش کی تو بھرپور طریقہ پر کی۔ اے وہ ذات جو عزت میں اتنا بلند ہوا کہ لوگوں کی نگاہیں بہت نیچے رہ گئیں اور بندوں پر لطف کرنے کے لیے اتنا قریب ہوا کہ اس کی قربت وہم و گمان میں بھی نہیں ہے۔

اے وہ ذات جو ساری کائنات کا واحد مالک ہے اور اس کی ملکیت و اقتدار میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ اپنی کبریائی اور بزرگی میں اکیلا ہے اور اس کی شان جبروتیت میں کوئی اس کی ضد اور نقیض نہیں ہے۔

اے وہ ذات جس کی ہیبت و کبریائی کے ادراک سے اوہام و افکار عاجز ہیں اور جس کی بزرگی و عظمت کے سمجھنے کی اہلِ نظر کو حسرت ہے۔

اے وہ ذات جو تمام عالمین کے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے' اے دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ایک ایک جھپک کو دیکھنے والے!

اے وہ ذات جس کی ہیبت کے سامنے سب کی گردنیں خم اور سرنگوں ہیں اور جس کے خوف سے لوگوں کے دل لرزتے ہیں اور ان کے

اعصاب کانپتے ہیں
اے خلعت کی ابتدا کرنے والے' اے مخلوقات کو ایجاد کرنے والے'
اے صاحبِ قوت' اے صاحبِ طاقت' اے اعلیٰ وبالا! تو اپنی رحمت
اس ذات پر نازل فرما جس پر درود کا نازل ہونا خود درود کے لیے
باعثِ شرف ہے۔
پروردگار! جس نے ہم پر ظلم کیا اور توہین کی اور جس نے میرے
شیعوں اور دوستوں کو میرے دروازے سے بھگایا تو اس سے میرا
انتقام لے جس طرح اس نے میری توہین وتذلیل کی ہے اسی طرح
سے تو بھی اسے ذلت وتوہین کا مزہ چکھا اور اسے یوں رسوا کر کہ
پلید اور گندے لوگ اس کو بھگا رہے ہوں اور نجس لوگ اسے دھتکار
رہے ہوں۔

ابوالصلت ہروی بیان کرتے ہیں ابھی میرے آقاؑ کی دعا پوری طرح سے ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ شہر میں ایک انقلاب سا آ گیا۔ ساری آبادی لرزنے لگی اور ہر طرف چیخ وپکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ لوگ نعرے لگا رہے تھے اور سارا علاقہ میدانِ جنگ بن چکا تھا۔

حضرتؑ نے نماز تمام کی اور سلام کے بعد مجھ سے فرمایا:

ابوالصلت! مکان کی چھت پر چڑھ کر دیکھو۔ تمہیں دکھائی دے گا کہ ایک سرکش بیوقوف اور بوڑھی عورت جو اشرار کو ابھارے ہوئے ہے اور جس نے نوجوانوں کو گندگی میں آلودہ کر رکھا ہے اور یہاں کے لوگوں نے اس کی حماقت کی وجہ سے اس کا نام ''سمانہ'' (موٹی) رکھا ہوا ہے اس نے اپنے کندھے پر لکڑی کی ایک چھڑی اٹھائی ہوئی ہوگی اور اس نے اپنی سرخ اوڑھنی کو پھریرا بنایا ہوا ہوگا اور وہ لوگوں کی قیادت کر رہی ہوگی اور وہ اپنے کمینوں کی فوج لے کر مامون کے قصر اور اس کے فوجی سرداروں کے مکانوں کی

طرف جارہی ہوگی۔

ابوالصلت کہتے ہیں کہ میں چھت پر چڑھا تو میں نے یہ منظر دیکھا کہ لاٹھیاں چل رہی تھیں اور سر توڑے جارہے تھے اور میں نے دیکھا کہ مامون فرار کرنے کے لیے اپنے قصر شاہ جہان سے زرہ پہن کر نکلا۔ اتنے میں شاجرد نامی ایک حجام نے چھت سے ایک وزنی اینٹ پھینکی جو مامون کے سر کے خود پر آ کر لگی اور اس کی وجہ سے اس کا خود دُور جا گرا اور اس کے سر میں چوٹ آئی۔ ایک طرف سے کسی جاننے والے کی صدا بلند ہوئی کہ خیال رکھو یہ تو امیر المومنین ہیں۔

یہ آواز سمانہ نے سنی تو وہ ڈانٹ کر بولی:

چپ رہ تیری ماں مرے تیرے سوگ میں روئے یہ دن امتیاز برتنے اور طرفداری کرنے کا نہیں ہے اور یہ دن لوگوں کو طبقات و مدارج میں تقسیم کرنے کا دن نہیں ہے اور اگر یہ حقیقت میں مومنوں کا امیر ہوتا تو فاسق و فاجر مردوں کو کنواری عورتوں پر مسلط نہ کرتا۔

غرض اس دن مامون اور اس کے سپاہیوں کی خوب ٹھکائی ہوئی اور لوگوں نے انہیں مار مار کر بھاگنے پر مجبور کیا اور ان کی خوب بے عزتی ہوئی۔

(عیون الاخبار، جلد۲، ص ۱۷۲۔ بحار الانوار، جلد ۴۹، ص ۸۲)

آپؑ کو اپنے قاتل کا علم تھا

اسحاق بن حماد بیان کرتے ہیں کہ مامون الرشید امام علی رضا علیہ السلام کو خوش کرنے کے لیے مناظرہ کی مجالس منعقد کیا کرتا تھا اور امامت امیر المومنینؑ کے مخالفوں کو بلا کر ان سے مباحثہ کیا کرتا تھا اور ان کے سامنے حضرت علیؑ کی امامت کا اثبات کیا کرتا تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے قابلِ وثوق اصحاب سے فرمایا:

تم اس کی چالوں سے دھوکا نہ کھانا۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی دوسرا قتل نہیں کرے

گا۔ مجھے حکمِ خدا کے نفاذ تک صبر سے کام لینا ہے۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص۱۸۴۔عوالم' جلد۲۲' ص۳۰۷)

تمام ائمہ مقتول ہیں

ابوالصلت ہروی راوی ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا:

کوفہ کے کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ پر نماز میں سہو واقع نہیں ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا:

انہوں نے جھوٹ کہا۔ ان پر خدا لعنت کرے' جس پر سہو طاری نہیں ہوتا وہ صرف خدائے واحد کی ہی ذات ہے۔

میں نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! کوفہ میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حسین بن علیؑ شہید ہی نہیں ہوئے تھے۔ اللہ نے حنظلہ بن اسعد شامی کو ان کی شبیہہ بنا دیا تھا اور امام حسین علیہ السلام کی جگہ وہ ذبح ہو گیا تھا اور امام حسین علیہ السلام کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح سے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا اور وہ لوگ اپنے نظریہ کے اثبات کے لیے یہ آیت پڑھتے ہیں:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (النساء: ۱۴۱)

''اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا''۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا:

انہوں نے جھوٹ کہا' ان پر اللہ کا غضب اور لعنت ہو۔ انہوں نے امام حسینؑ کی شہادت کا انکار کر کے رسولؐ خدا کی ان احادیث کی تکذیب کی ہے جن میں آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دی تھی۔

خدا کی قسم صرف حسینؑ ہی قتل نہیں ہوئے بلکہ امیر المومنین اور حضرت حسنؑ جو کہ

امام حسینؑ سے بھی افضل تھے وہ بھی قتل ہوئے ہیں۔ہم میں سے ہر ایک مقتول ہے۔ خدا کی قسم! میں ایک حیلہ باز کی زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔اس بات کو میں اس عہد و پیمان کی وجہ سے جانتا ہوں جو رسولؐ خدا نے میرے ساتھ کیا ہے اور اس بات کی خبر انہیں جبریلؑ نے رب العالمین کی طرف سے دی تھی۔

اور جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کسی کافر کو کسی مومن کے خلاف دلیل و حجت عطا نہیں کرے گا۔ (اور اس آیت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ کافر کسی مومن کو قتل نہیں کر سکے گا) اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق بیان کیا ہے کہ انہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا تھا۔قتل کرنے کے باوجود ان کے پاس انبیاء کے دلائل کے خلاف کوئی دلیل اور حجت موجود نہیں تھی۔

(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۰۳۔ بحار الانوار' جلد۴۹' ص ۲۷۱۔ عوالم' جلد۱۷ ص ۵۱۷۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۵۱)

واقعہ شہادت بزبانِ ابوصلت

ابوصلت ہروی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے کھڑا تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

اے ابوصلت! اس قبے کے اندر جاؤ جس میں ہارون الرشید کی قبر ہے اور اس قبر کے چاروں اطراف کی تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر آؤ۔

ابوصلت کہتے ہیں کہ میں نے آپؑ کے حکم کی تعمیل کی اور قبر ہارون کے چاروں اطراف سے تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر آیا۔

آپؑ نے دروازے کے سامنے والی مٹی کے لیے فرمایا: یہ مٹی دینا۔

میں نے وہ مٹی پیش کی تو آپؑ نے اسے سونگھا اور پھینک دیا اور فرمایا: یہاں میری قبر کھودنے کی کوشش کی جائے گی اور یہاں ایک ایسی چٹان نمودار ہوگی کہ خراسان

کے تمام کدال چلانے والے بھی کدال چلائیں تو بھی وہ اسے نہ کھود سکیں گے۔

پھر آپؑ نے پاؤں اور سر کے جانب کی مٹی کے لیے بھی یہی الفاظ کہے۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

اب چوتھی طرف کی مٹی دو اور وہی میری قبر کی مٹی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

لوگ یہاں میری قبر کھودیں گے تو ان سے کہنا کہ وہ سات زینے تک نیچے کھودیں وہاں انہیں ایک تیار ضریح ملے گی اور اگر وہ لوگ لحد کھودنا چاہیں تو ان سے کہہ دینا کہ وہ میری لحد دو ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی رکھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس قدر وسیع کرنا چاہے گا وسیع کر دے گا۔ اور جب وہ ایسا کریں گے تو تمہیں میرے سر کی طرف سے کچھ نمی اور تری دکھائی دے گی اور میری بتائی ہوئی دُعا وہاں دم کرنا۔ وہاں پانی کا ایک چشمہ ہے اور جب تم دعا پڑھو گے تو وہ چشمہ پھوٹے گا اور میری ساری لحد پانی سے بھر جائے گی۔ تمہیں اس میں چھوٹی مچھلیاں دکھائی دیں گی۔ میں تمہیں روٹی دوں گا تم اس کے چھوٹے ٹکڑے بنا کر اس میں ڈال دینا۔ وہ مچھلیاں ان ٹکڑوں کو کھائیں گی اور جب وہ روٹی کے ٹکڑے کھا لیں گی تو اس وقت ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی جو ان تمام چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائے گی۔ اس کے بعد وہ بڑی مچھلی بھی غائب ہو جائے گی اور جب وہ بڑی مچھلی غائب ہو جائے تو تم پانی پر ہاتھ رکھ کر وہ چیز دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ اور جب تم وہ کلام پانی پر دم کرو گے تو سارا پانی زمین کے اندر واپس چلا جائے گا اور قبر خشک ہو جائے گی اور ہاں تم یہ سب کام مامون کے سامنے کرنا۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

یہ فاجر انسان کل مجھے اپنے پاس طلب کرے گا اور اگر واپسی پر میرا سر تمہیں کھلا ہوا دکھائی دے تو مجھ سے گفتگو کرنا میں تمہیں جواب دوں گا اور اگر میں اس طرح سے نکلوں کہ میرا سر ڈھکا ہوا ہو تو مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوصلت کہتے ہیں کہ جب دوسرا دن ہوا تو آپؑ نے اپنا لباس پہنا اور محراب عبادت میں یوں بیٹھے جیسے کسی کا انتظار ہو۔ تھوڑی دیر میں مامون کا غلام آیا اور اس نے کہا:

امیرالمومنین آپؑ کو یاد کر رہے ہیں۔

یہ سن کر آپؑ نے پاؤں میں جوتا پہنا اور کندھے پر چادر ڈالی اور مامون کی طرف چل پڑے۔ میں بھی آپؑ کے پیچھے ہولیا۔ جب آپؑ مامون کے پاس گئے تو اس کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا جس میں انگور تھے۔ اس کے ساتھ کچھ اور بھی طبق تھے جن میں مختلف اقسام کے پھل تھے۔ مامون کے ہاتھ میں انگوروں کا ایک گچھا تھا جس میں سے کچھ دانے وہ کھاتا تھا اور کچھ چھوڑ دیتا تھا۔

مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو آتے دیکھا تو اس نے اٹھ کر تعظیم کی اور آپؑ کو گلے لگایا اور اس نے حضرتؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ بٹھا لیا اور اس نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! میں نے آج تک اس سے بہتر انگور نہیں دیکھے۔

آپؑ نے فرمایا: جنت کے انگور اس سے بھی اچھے ہیں۔

مامون نے کہا: لیجیے آپؑ بھی یہ انگور تناول فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے ان سے معاف ہی رکھو۔

مامون نے کہا: یہ انگور آپؑ کو ہر قیمت پر کھانا ہوں گے اور شاید آپؑ اس لیے پرہیز کر رہے ہیں کہ آپؑ کو مجھ سے بدگمانی ہے۔

یہ کہہ کر اس نے انگور کا ایک گچھا لیا اور اس میں سے اس نے کچھ دانے خود کھائے اور جن دانوں میں زہر ملائی گئی تھی وہ دانے آپؑ کی طرف بڑھا دیئے۔ آپؑ نے اس میں سے صرف تین دانے کھائے اور باقی پھینک دیئے اور وہاں سے اٹھ کر جانے لگے۔

مامون نے کہا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جہاں تو نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ فرما کر آپؑ نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا۔

ابوصلت کہتا ہے: جب میں نے حضرتؑ کی یہ حالت دیکھی تو میں نے کوئی بات نہ کی اور آپؑ اپنے گھر میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: دروازہ بند کردو۔ آپؑ بستر پر لیٹ گئے اور میں مغموم ہو کر صحن میں بیٹھا رہا۔ اور ابھی مجھے بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک حسین نوجوان جس کی زلفیں خمدار تھیں اور وہ شکل وصورت میں امام علی رضاؑ کے مشابہ تھا مکان کے اندر داخل ہوا۔ میں اس کی طرف بڑھا اور اس سے کہا کہ دروازہ تو بند ہے تم کہاں سے آئے ہو؟

نوجوان نے مجھ سے کہا:

جو ذات اس وقت مجھے مدینہ سے یہاں لائی ہے اسی نے مجھے اس گھر میں داخل کیا ہے۔

میں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟

آنے والے نے کہا:

ابوصلت! میں خدا کی طرف سے تم پر حجت ہوں اور میں محمد بن علیؑ ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے والد کی طرف گئے اور انہوں نے مجھے بھی اندر بلا لیا۔ جب امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے فرزند کو دیکھا تو انہیں سینے سے لگایا' پیشانی پر بوسہ دیا' انہیں اپنے ساتھ بستر پر لٹا لیا۔ پھر آپؑ کا فرزند آپؑ پر جھکا اور والد کو بوسے دیئے اور اس کے بعد باپ بیٹا رازدارانہ طریقہ سے آپس میں باتیں کرنے لگے جو کہ میری سمجھ سے بالا تھیں۔

اسی اثناء میں مَیں نے دیکھا کہ امام علی رضا علیہ السلام کے لبوں پر برف کی مانند کوئی سفید چیز تھی جسے ابوجعفر نے اپنے منہ میں لے لیا۔ پھر امام علی رضاؑ نے اپنے لباس اور سینے کے درمیان ہاتھ مارا اور اس میں سے چڑیا کی طرح کی کوئی چیز برآمد ہوئی جسے ابوجعفر نے اپنے منہ میں لے لیا۔ اس کے بعد امام علی رضاؑ کی وفات ہوگئی۔ آپؑ کی

وفات کے بعد ابو جعفر امام محمد تقی نے فرمایا:

ابو صلت! اٹھو اور توشہ خانہ سے غسل کا برتن اور پانی نکال کر لے آؤ۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! وہاں تو غسل کا برتن اور پانی موجود نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم جا کر تو دیکھو۔ میں آپؑ کے حکم کے مطابق وہاں گیا تو توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی موجود تھا۔ میں اسے وہاں سے لے آیا۔ اس کے بعد میں نے غسل میں مدد دینے کے لیے اپنا لباس سمیٹا تو ابو جعفر نے فرمایا:

ابو صلت! توشہ خانہ جاؤ وہاں ایک ٹوکری ہے جس میں کفن اور حنوط رکھا ہوا ہے اسے اٹھا لاؤ۔

میں اندر گیا تو وہاں ایک ٹوکری رکھی ہوئی تھی جسے میں نے اس توشہ خانہ میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں اس ٹوکری کو اٹھا لایا اور آپؑ نے اپنے ہاتھوں سے کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی۔

پھر مجھ سے فرمایا: تابوت لاؤ۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں ابھی کسی بڑھئی کے پاس جا کر تابوت بنوا لاتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، توشہ خانہ جاؤ اور وہاں سے تابوت لے آؤ۔

میں توشہ خانہ گیا تو وہاں تابوت رکھا ہوا تھا جسے میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں اسے اٹھا لایا۔ آپؑ نے میت کو تابوت میں رکھا اور میت کے پاؤں برابر کر دیے۔ پھر آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ آپؑ ابھی نماز میں ہی تھے کہ تابوت خود بخود بلند ہوا اور چھت پھٹ گئی اور تابوت پرواز کر گیا۔

میں نے عرض کیا کہ ابھی مامون آئے گا اور وہ مجھ سے حضرتؑ کی میت کا مطالبہ کرے گا تو آپؑ بتائیں میں اسے کیا جواب دوں گا؟

آپؑ نے فرمایا: خاموشی اختیار کرو۔ تابوت ابھی واپس آ جائے گا۔

ابو صلت! یاد رکھو کوئی نبی مشرق میں وفات پائے اور اس کا وصی مغرب میں وفات

پائے تو اللہ تعالیٰ ان کے جسموں اور روحوں کو ضرور جمع کرتا ہے۔ ابھی ہماری گفتگو تمام نہیں ہوئی تھی کہ چھت میں دوبارہ سوراخ ہوا اور تابوت اپنے مقام پر واپس آ گیا۔ پھر آپؑ اٹھے اور والد کی میت کو تابوت سے نکالا اور ان کے بستر پر اس طرح سے لٹا دیا جیسے انہیں غسل و کفن نہ دیا گیا ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

ابو صلت! اب دروازہ کھول دو۔

میں نے دروازہ کھولا تو مامون گریبان چاک کیے ہوئے روتا ہوا غلاموں سمیت اندر داخل ہوا اور اس نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! مجھے آپ کی موت سے صدمہ پہنچا ہے۔ پھر وہ حضرتؑ کے سرہانے بیٹھ گیا اور کہا کہ ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائے اور قبر کھودی جائے۔ پھر اس کی بیان کردہ جگہ پر قبر کھودی گئی تو قبر نہ کھد سکی۔ پھر اس نے کہا کہ قبلہ کی جانب کھودو۔

اس وقت ابو صلت نے کہا کہ مجھے علی رضا علیہ السلام نے وصیت کی تھی کہ میری قبر سات زینہ نیچے تک کھودی جائے تو ایک ضریح برآمد ہوگی۔

مامون نے قبر کھودنے والوں سے کہا کہ جس طرح سے ابو صلت کہے تم اسی پر عمل کرو۔ البتہ ضریح تک نہ کھودو بلکہ اس میں بغلی لحد بنا دو۔

جب لحد کھودی گئی تو حضرتؑ کے فرمان کے مطابق اس میں پانی بھر گیا اور اس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں تیرنے لگیں۔ پھر ایک بڑی مچھلی آئی جس نے ان مچھلیوں کو کھا لیا اور کچھ دیر بعد وہ بھی غائب ہوگئی۔ ابو صلت نے ایک کلام پڑھی تو سارا پانی خشک ہو گیا۔

اور جب یہ سارے مناظر مامون نے دیکھے تو اس نے کہا:

حضرت رضاؑ اپنی زندگی میں بھی ہمیں عجائبات دکھاتے تھے اور اب وہ اپنی وفات کے بعد بھی عجائبات دکھا رہے ہیں۔

اس کے ایک وزیر نے کہا:

جانتے ہو کہ ان مچھلیوں سے امام رضاؑ نے تمہیں کیا پیغام دیا ہے؟

مامون نے کہا: نہیں۔

وزیر نے کہا: اس ذریعہ سے انہوں نے تمہیں یہ پیغام دیا ہے کہ تمہاری اور تمہارے خاندان کی سلطنت ان چھوٹی مچھلیوں کی طرح سے ہے اور جب اس کا وقت پورا ہوگا تو اللہ ہم اہل بیتؑ میں سے ایک فرد کو تم پر مسلط کر دے گا اور وہ تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔

مامون نے کہا: آپؑ نے بالکل اس کی صحیح تاویل کی ہے۔

جب حضرتؑ کی تدفین ہوگئی تو مامون نے مجھے بلا کر کہا کہ امام علی رضاؑ نے تمہیں جو دعائیں تعلیم کی تھیں وہ دعائیں مجھے بھی تعلیم کرو۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! مجھے وہ تمام دعائیں بھول گئی ہیں اور میں نے یہ بات بالکل سچ کہی تھی۔ مامون نے میرے متعلق حکم صادر کیا کہ اسے زنجیر پہنا کر قید خانہ میں ڈال دیا جائے۔

چنانچہ میں ایک سال تک زندان میں رہا اور جب میں زندان سے تنگ آ گیا تو میں نے ایک رات شب بیداری کی اور اللہ تعالیٰ کو محمدؐ و آلِ محمدؑ کا واسطہ دے کر دعا کی کہ مجھے زندان سے رہائی دلائے۔ ابھی میری دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ اچانک زندان میں امام ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام نمودار ہوئے اور مجھ سے فرمایا:

ابوصلت! قید سے تنگ آ گئے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں میرے مولاؑ!

آپؑ نے فرمایا: پھر اٹھو اور یہاں سے چلیں۔ یہ کہہ کر آپؑ نے میری زنجیروں پر ہاتھ پھیرا تو میری تمام زنجیریں ٹوٹ کر گر پڑیں۔ پھر آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قید سے نکال کر لے گئے جب کہ تمام پہریدار اور محافظ دروازوں پر کھڑے تھے مگر ہمیں کسی نے نہیں دیکھا اور کسی نے ہم سے کوئی بات تک نہ کی۔ آپؑ نے مجھے میرے اپنے گھر کے

دروازے پر لاکر کھڑا کر دیا۔اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

جاؤ میں نے تمہیں خدا کے حوالے کیا ہے۔اب مامون تمہیں کبھی گرفتار نہ کر سکے گا۔

ابوصلت کہتے تھے کہ حضرتؑ کا فرمان سچ ثابت ہوا اور میں آج تک اس کی گرفت سے آزاد ہوں۔

(عیون الاخبار، جلد۲، ص۲۴۲۔امالی صدوق، ص ۵۲۶۔الوسائل، جلد۲، ص ۸۳۷)

نمازِ عید اور امام علیہ السلام

علی بن ابراہیم نے یاسر خادم اور ریان بن صلت سے روایت کی کہ جب مامون کا اقتدار مستحکم ہوا تو اس نے امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھ کر خراسان آنے کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں آپؑ نے اپنی بہت سی مجبوریاں بیان کیں اور خراسان جانے سے معذرت کی۔مگر مامون مسلسل آپؑ کو خط لکھتا رہا اور آپؑ کو خراسان آنے کی دعوت دیتا رہا۔جب آپؑ نے دیکھا کہ یہ کسی طرح سے مجھے معاف نہیں کرے گا تو آپؑ نے مجبور ہو کر مدینہ کو الوداع کہا۔اس وقت آپؑ کے فرزند ابوجعفر محمد تقی کی عمر سات سال کی تھی۔

مامون نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ امام علی رضا علیہ السلام کو جبل اور قم کے راستہ کے بجائے بصرہ واہواز کے راستے سے ''مرو'' لے آئیں۔الغرض آپؑ سفر کر کے مامون کے پاس شہر ''مرو'' پہنچے۔مامون نے آپؑ کو حکومت وسلطنت کی پیش کش کی مگر آپؑ نے حکومت واقتدار سنبھالنے سے انکار کر دیا۔

مامون نے کہا: اگر آپؑ خلافت قبول نہیں کرتے تو نہ کریں ولی عہدی ہی قبول کرلیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس کے لیے بھی میری کچھ شرائط ہوں گی اگر آپ میری شرائط کو قبول کرتے ہیں تو میں بھی آپؑ کی پیش کش کو قبول کرلوں گا۔

مامون نے کہا: مجھے آپؑ کی ہر شرط قبول ہے۔آپؑ اپنی شرائط بیان کریں۔

آپؑ نے فرمایا: میں ولی عہدی کو اس شرط پر قبول کروں گا کہ میں امور سلطنت میں کسی طرح کا دخل نہ دوں گا اور نہ ہی میں کوئی فرمان جاری کروں گا اور نہ ہی کسی چیز پر پابندی عائد کروں گا اور میں کوئی فتویٰ دوں گا اور نہ کوئی فیصلہ کروں گا اور نہ کسی کو کسی منصب پر مقرر کروں گا اور نہ ہی کسی کو معزول کروں گا اور اس وقت جو قواعد وضوابط نافذ ہیں، میں ان میں کسی کی طرح کی تبدیلی نہیں کروں گا۔

مامون نے آپؑ کی تمام شرائط قبول کرلیں۔ یاسر کا بیان ہے کہ جب عید قریب آئی تو مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کے پاس ایک خادم بھیجا کہ آپؑ عید گاہ تشریف لے جائیں اور عید کا خطبہ آپؑ ہی دیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے کہلا بھیجا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ شرائط طے ہوئی تھیں اور میں ان شرائط سے تجاوز نہیں کرنا چاہتا۔

اس کے جواب میں مامون نے کہلا بھیجا کہ اس سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جائیں اور انہیں آپؑ کی فضیلت کا علم ہو سکے۔ مامون نے اس کے لیے بہت زیادہ اصرار کیا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تم مجھے معاف ہی رکھو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تمہارا اسی پر اصرار ہے تو پھر میں نماز عید کے لیے اسی طرح سے برآمد ہوں گا جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام نماز عید کے لیے نکلا کرتے تھے۔

مامون نے کہا: آپؑ جس شان سے جانا چاہیں آپؑ کو اس کا مکمل اختیار ہے۔ پھر مامون نے اپنے تمام سرداروں کو حکم دیا کہ وہ عید کے دن صبح سویرے آپؑ کے در دولت پر حاضر ہو جائیں۔

عید کی صبح ہوئی تو تمام فوج کے سردار آپؑ کے دروازے پر پہنچ گئے اور شہر کے مرد و زن اور بچے چھتوں اور راستوں پر آپؑ کے شوق زیارت میں بیٹھ گئے۔

آفتابِ عید طلوع ہوا تو آپؑ نے غسل کیا' سر پر سوتی سفید رنگ کا عمامہ باندھا اور اسکا ایک سرا سینہ پر اور دوسرا دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا۔ اور شلوار نصف ساق تک چڑھالی اور پیادہ پا عید گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرتؑ نے تمام سردارانِ فوج اور ملازمین کو حکم دیا کہ تم بھی ایسا ہی کرو جیسا کہ میں نے کیا ہے۔

آپؑ نے ہاتھ میں عصا پکڑا اور ہم سب آپؑ کے آگے چلنے لگے۔ آپؑ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور زور سے چار مرتبہ اللہ اکبر کہا۔

ہمیں یوں لگا جیسے آپؑ کی تکبیر کے جواب میں زمین و آسمان سے تکبیروں کی صدائیں اٹھی ہوں۔ ادھر تمام سرانِ لشکر اسلحہ اٹھائے ہوئے تھے اور عوام الناس نے لباسِ فاخرہ پہن رکھے تھے۔

آپؑ نے پھر فرمایا:

اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر علی ماھدانا ، اللّٰہ اکبر

علی مارزقنا من بھیمۃ الانعام والحمدللّٰہ علی ما ابلانا

یاسر خادم کا بیان ہے کہ پورا شہر ''مرو'' گریہ و نالہ سے لرزنے لگا۔ لشکر کے سالار اپنی سواریوں سے نیچے گر پڑے اور انہوں نے اپنی جوتیوں کے تسمے کاٹ کر جوتے اتار پھینکے اور وہ بھی آپؑ کی طرح سے پابرہنہ ہو گئے۔

آپؑ ہر دس قدم کے بعد تکبیریں کہتے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ زمین و آسمان سے بھی تکبیروں کی صدائیں آرہی ہیں اور پورے شہر پر گریہ و بکا کا راج تھا۔

فضل بن سہل ذوالریاستین مامون کے پاس گیا اور اس نے کہا:

امیر المومنین! اگر حضرت رضا علیہ السلام اس شان سے عید گاہ تک پہنچ گئے تو سمجھ لیں کہ لوگوں میں انقلاب آجائے گا۔ میرا مشورہ مانئے اور انہیں واپس بلوا لیجیے۔

مامون نے فوراً اپنا ایک نوکر بھیجا اور کہلایا کہ فرزندِ رسولؐ آپؑ زحمت نہ کریں

اور یہاں سے ہی واپس آ جائیں۔

یہ سن کر آپؑ نے اپنے موزے طلب کیے اور اسے پہن کر واپس تشریف لائے۔ اس دن لوگوں میں اختلاف پڑ گیا اور منظم طریقہ سے نمازِ عید منعقد نہ ہو سکی۔
(الکافی' جلد۱' ص ۴۸۸۔ کشف الغمہ' جلد۲' ص ۲۷۸-۲۷۹۔ ارشاد مفید' ص ۳۱۲-۳۱۳۔ عیون الاخبار' جلد۲' ص۱۴۹)

حضرتؑ کی زیارت کا ثواب

یاسر خادم کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

ہماری قبروں کے علاوہ باقی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ مجھے زہر ستم سے شہید کیا جائے گا اور مجھے عالمِ مسافرت میں دفن کیا جائے گا۔ جو بھی میری زیارت کے لیے سفر کرے گا' اس کی دعا قبول ہوگی اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۵۴۔ امالی صدوق' ص۶۱)

علی بن حسن بن علی بن فضال نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

خراسان میں ایک ٹکڑا زمین کا ایسا بھی ہے جو کچھ دنوں کے بعد ملائکہ کی آمد ورفت کی جگہ بن جائے گا اور ہر وقت آسمان سے ملائکہ کی ایک فوج وہاں اتر رہی ہوگی اور ایک فوج وہاں سے آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہوگی اور یہ سلسلہ صور پھونکے جانے تک قائم رہے گا۔

میں (راوی) نے کہا کہ حضرت' وہ کون سی جگہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

وہ طوس کی سرزمین ہے اور وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے جو شخص وہاں آ کر میری زیارت کرے تو گویا اس نے رسولؐ خدا کی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایک ہزار

مبرور حج اور ایک ہزار عمرہ کا ثواب عطا فرمائے گا اور قیامت کے دن میں اور میرے آباء اس کے شفاعت کنندہ ہوں گے۔ (عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۵۵۔ بحار الانوار، جلد۱۰۲، ص ۳۱۔ امالی صدوق، ص ۶۱۔ الفقیہ، جلد۲، ص ۵۸۵)

ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہروی راوی ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا آپؑ فرمایا کرتے تھے:

ہم (ائمہ) میں سے ہر ایک شہید ہے۔

آپؑ سے کسی نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کو کون شہید کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: میرے زمانے کا بدترین شخص مجھے زہر سے شہید کرے گا۔ پھر وہ مجھے ایک ویران جگہ اور ارض مسافرت میں دفن کرے گا اور جو اس غربت میں میری آ کر زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایک لاکھ شہید اور ایک لاکھ صدیق اور ایک لاکھ حج و عمرہ کرنے والوں اور ایک لاکھ مجاہدین کا ثواب عطا کرے گا اور ہماری زیارت کرنے والا ہمارے ہی زمرہ میں محشور کیا جائے گا اور جنت کے بلندترین مقامات پر وہ ہمارا رفیق ہوگا۔ (امالی صدوق، ص ۶۱۔ عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۵۶۔ الفقیہ، جلد۲، ص ۵۸۵۔ الوسائل، جلد۱۰، ص ۴۵۵)

اہلِ خراسان میں سے ایک شخص امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! مجھے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپؐ نے مجھے فرمایا:

اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب میرا ہی ایک ٹکڑا تمہاری زمین میں دفن کیا جائے گا اور میری امانت تمہارے حوالے کی جائے گی اور میرا ایک ستارہ تمہاری زمین میں غروب ہوگا۔

یہ خواب سننے کے بعد امام علی رضا علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا:

میں ہی تمہاری زمین میں دفن کیا جاؤں گا اور میں ہی تمہارے نبی کا ایک ٹکڑا ہوں اور پیغمبر کی امانت اور ان کا ستارہ میں ہی ہوں۔

آگاہ رہو! جو بھی شخص میرے واجب حق اور میری اطاعت کا عارف بن کر میری زیارت کرے تو قیامت کے دن میں اور میرے آباء اس کے شفیع ہوں گے اور جس کے شفیع ہم جیسے ہوں تو وہ نجات پاجائے گا۔ اگرچہ اس پر جن وانس کے گناہوں کے برابر بھی بوجھ کیوں نہ ہو۔

اور سنو! میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولؐ خدا سے یہ روایت کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان کبھی میری اور میرے اوصیاء اور میرے کسی شیعہ کی شکل وصورت اختیار نہیں کرسکتا۔ سچا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (امالی صدوق' ص ۶۱۔ عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۵۷۔ الفقیہہ' جلد۲' ص ۵۸۴۔ الوسائل' جلد۰' ص ۴۳۶۔ فرائد السلمین' جلد۲' ص ۱۹۱۔ کشف الغمہ' جلد۲' ص ۳۲۹۔ روضۃ الواعظین' ص ۲۳۴)

ابوالصلت ہروی راوی ہیں کہ ایک دن میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؑ کے پاس شہر قم کا ایک وفد آیا۔ انہوں نے آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے انہیں سلام کا جواب دیا۔ آپؑ نے انہیں اپنے قریب جگہ دی اور ان سے فرمایا:

میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تم لوگ ہمارے سچے شیعہ ہو اور عنقریب تم پر وہ دن آنے ہی والا ہے جب تم طوس میں میری قبر کی زیارت کرو گے اور جو شخص غسل کر کے میری زیارت کرے تو وہ اپنے گناہوں سے یوں آزاد ہو جائے گا جیسا کہ وہ شکم مادر سے آج ہی پیدا ہوا ہو گا۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۶۰۔ الوسائل' جلد ۱۰' ص ۴۴۶)

حسن بن علی کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

میں عنقریب زہر ستم سے شہید کیا جاؤں گا۔ جو میرے حق کا عارف بن کر میری

زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے گا۔
(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۶۱۔ الوسائل' جلد ۱۰' ص ۴۳۸)

حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا' آپؑ نے فرمایا:

مجھے زہر دے کر شہید کیا جائے گا اور مسافرت کی سرزمین میں مجھے دفن کیا جائے گا۔ اس بات کو میں اس عہد سے جانتا ہوں جو رسولؐ خدا نے میرے آباء سے کیا تھا۔ آگاہ رہو! جو اس عالمِ مسافرت میں آ کر میری زیارت کرے تو میں اور میرے آباء قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے اور جس کی شفاعت کرنے والے ہم ہوں تو وہ نجات پا جائے گا چاہے اس پر جن وانس کے گناہوں کے برابر بوجھ کیوں نہ ہو۔
(عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۶۳۔ امالی صدوق' ص ۴۸۹)

دعبل کا قصیدہ اور حضرتؑ کا انعام

ابوصلت ہروی راوی ہیں کہ عرب کے مشہور شاعر دعبل بن علی خزاعی امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! میں نے آپؑ کے خاندان کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ وہ قصیدہ سب سے پہلے آپؑ کی سماعت کی نذر کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: سناؤ وہ کیا قصیدہ ہے۔

حضرتؑ کے فرمان پر دعبل نے اپنا یہ قصیدہ سنایا جس کا مطلع یہ تھا:

مدارس ایات خلت من تلاوة

ومنزل وحی مقفر العرصات

''آیات الٰہی کے مدارس تلاوت سے خالی ہو چکے ہیں اور وحی کی منزل کے صحن ویران پڑے ہیں''۔

یعنی آلِ محمدؐ لٹ گئے اور ان کے گھر ویران ہو گئے ہیں۔ جب دعبل اپنے اس شعر پر پہنچے:

ارى فيئهم في غيرهم منقسما
وايديهم من فيئهم صفرات

"میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کا مال غیروں میں تقسیم کیا جا رہا ہے اور وہ تہی دست اور مفلوک الحال ہیں"۔

دعبل کا یہ شعر سن کر امام علی رضا رونے لگے اور فرمایا: خزاعی! تم نے سچ کہا ہے۔ اس کے بعد دعبل آلِ محمدؐ کی مظلومیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس شعر پر پہنچے:

اذا وتروا مدوا الى واتريهم
اكفا عن الاوتار منقبضات

"جب ان پر ظلم وستم کے تیر برسائے جاتے ہیں تو وہ مظلوم بن کر خالی ہاتھوں سے نشانہ بنانے والوں کو خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں"۔

یعنی وہ اتنے مظلوم ہیں کہ وہ ظالموں سے قصاص لینے کے بھی قابل نہیں رہے۔ دعبل کا یہ شعر سن کر آپؑ نے اپنے ہاتھوں کو ملنا شروع کیا اور فرمایا: ہاں واقعی یہ سچ ہے۔

پھر دعبل قصیدہ پڑھتے ہوئے جب اپنے اس شعر پر پہنچے:

لقد خفت في الدنيا وايام سعيها
واني لارجوا الامن بعد وفاتي

"دنیا میں تو میں ہمیشہ خوف زدہ ہی رہا۔ البتہ محبت آلِ محمدؐ کی وجہ سے مجھے مرنے کے بعد امن کی امید ہے"۔

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:
خداوند عالم سخت گھبراہٹ کے دن تجھے امن نصیب کرے۔
اس کے بعد دعبل آلِ محمدؐ کے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے اس شعر پر پہنچے:

وقبر ببغداد لنفس زکیة
تضمنها الرحمٰن فی الغرفات

''اس خاندان میں سے ایک نفس زکیہ (امام موسیٰ کاظمؑ) کی قبر
بغداد میں ہے اللہ انہیں جنت کے بالاخانوں میں جگہ دے''۔

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:
اگر تمہاری اجازت ہو تو اس قصیدہ میں مَیں بھی دو شعروں کا اضافہ نہ کر دوں تاکہ تمہارا قصیدہ ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے؟
دعبل نے کہا: کیوں نہیں۔
پھر امام علی رضا علیہ السلام نے ان دو اشعار کا اس میں اضافہ فرمایا:

وقبر بطوس یالها من مصیبة
توقد فی الاحشاء بالحرقات
الی الحشر حتی یبعث اللّٰہ قائما
یفرج عنا الھم والکربات

''اسی خاندان میں سے ایک فرد کی قبر طوس میں ہے اور اس کے غم
کی آگ حشر تک دلوں میں بھڑکتی رہے گی''۔

یہاں تک کہ اللہ قائم آلِ محمدؐ کا ظہور کرے گا جو ہمارے تمام غم و اندوہ کو ہم سے دُور کرے گا۔

دعبل نے عرض کیا کہ بتائیے طوس میں کس کی قبر ہے؟
آپؑ نے فرمایا: میری قبر ہوگی اور کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرے گا کہ اللہ تعالیٰ طوس

کی سرزمین کو ہمارے شیعوں اور زائرین کی آمدورفت کی جگہ بنا دے گا اور جو طوس میں آ کر مجھ غریب الوطن کی زیارت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں ہوگا اور اللہ اسے بخش دے گا۔

یہ قصیدہ سن کر آپؑ اٹھے اور گھر تشریف لے گئے اور جاتے وقت دعبل سے فرمایا:

تم نے ابھی یہاں سے نہیں جانا۔

آپؑ گھر میں گئے اور کچھ دیر بعد آپؑ کا ایک خادم گھر سے برآمد ہوا اور اس نے دعبل کو ایک سو رضوی دیناروں کی تھیلی پیش کی اور کہا کہ مولاؑ فرما رہے ہیں یہ رقم تمہارے سفر خرچ کے لیے ہے۔

دعبل نے کہا کہ میں نے دولت کے لالچ میں یہ قصیدہ نہیں لکھا۔ لہٰذا تم یہ تھیلی واپس لے جاؤ اور جا کر میرے مولاؑ سے کہو کہ اپنے ملبوسات میں سے ایک کپڑا مجھے عنایت فرمائیں جسے میں بطور تبرک اپنے پاس رکھ سکوں اور اسے اپنے لیے باعثِ شرف قرار دے سکوں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنا ایک خز کا جُبہ اور اس کے ساتھ دیناروں کی وہ تھیلی بھی بھیجی اور کہلا بھیجا کہ یہ تھیلی رکھ لو ایک دن تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔

دعبل نے وہ جُبہ اور تھیلی لے لی اور ایک قافلہ کے ساتھ "مرو" سے گھر کے لیے روانہ ہوا اور جب وہ قافلہ خراسان پہنچا تو راستے میں ان پر ڈاکہ پڑ گیا اور ڈاکوؤں نے تمام اہلِ قافلہ کی مشکیں باندھ دیں اور ان کا سارا سامان لوٹ لیا اور پھر وہ ان کے سامان کو آپس میں تقسیم کرنے لگے اور دورانِ تقسیم ایک ڈاکو نے بطور تمثیل دعبل کے قصیدہ کا یہ شعر پڑھا:

ارى فيئهم فى غيرهم منقسما

وايديهم من فيئهم صفرات

''میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کا مال غیروں میں تقسیم ہو رہا ہے اور ان
کے ہاتھ خالی اور تہی ہیں''۔

دعبل نے جب اپنا ہی شعر ایک ڈاکو کی زبان سے سنا تو اس نے اس ڈاکو سے کہا: جانتے ہو یہ کس کا شعر ہے؟

ڈاکو نے کہا: جی ہاں' مجھے معلوم ہے بنی خزاعہ کے ایک شخص کا یہ شعر ہے اور اس کا نام دعبل بن علی ہے۔

دعبل نے کہا تو اچھا سنو' وہی دعبل خزاعی میں ہی ہوں۔

یہ سن کر وہ ڈاکو دوڑتا ہوا اپنے سردار کے پاس گیا اور وہ اس وقت ایک ٹیلے پر نماز پڑھ رہا تھا اور وہ شیعہ عقیدہ رکھتا تھا۔

ڈاکو نے سردار کو دعبل کی اطلاع دی۔ یہ سن کر وہ سردار دعبل کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس سے کہا: کیا تم ہی دعبل ہو؟

دعبل نے کہا: جی ہاں میں ہی شاعر آلِ محمدؐ دعبل ہوں۔

اس نے کہا اگر تم واقعی دعبل ہو تو مجھے وہ پورا قصیدہ سناؤ جو تم نے امام علی رضا علیہ السلام کے دربار میں پیش کیا تھا۔

حضرت دعبل نے اسے اپنا پورا قصیدہ سنایا۔ قصیدہ سنتے ہی اس نے دعبل کی مشکیں کھول دیں اور دعبل کی وجہ سے اس نے تمام اہلِ قافلہ کی مشکیں کھول دیں اور سب کا سامان واپس کر دیا۔

یہاں سے چھٹکارا پا کر دعبل سفر کرتے ہوئے شہر قم پہنچے۔ اور دعبل کے وہاں پہنچنے سے پہلے اس کے قصیدہ کی شہرت قم میں پہنچ چکی تھی۔ اہلِ قم نے ان کے اعزاز میں ایک اجتماع مقرر کیا اور ان سے ان کا قصیدہ سنانے کی فرمائش کی۔ حضرت دعبل منبر پر گئے اور اپنا قصیدہ سنایا۔ لوگوں نے انہیں بہت سا مال و متاع دیا اور کئی خلعتیں اور پوشاکیں ان کی نذر کیں۔

پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے دعبل کو ایک جُبہ بھی عطا کیا تھا تو انہوں نے دعبل سے کہا کہ آپ ہم سے ایک ہزار دینار لے لیں اور اس کے عوض جُبہ ہمیں فروخت کر دیں۔

دعبل نے جُبہ دینے سے انکار کر دیا اور کچھ دنوں کے بعد وہ قم سے روانہ ہوئے اور جب وہ قم کے قصبات سے آگے بڑھے تو قم کے نوجوانوں کا ایک گروہ آ پہنچا اور انہوں نے دعبل سے وہ جُبہ زبردستی چھین لیا۔

اس کے بعد دعبل واپس قم آئے اور قم کے بزرگوں سے کہا کہ وہ اپنے نوجوانوں سے کہیں کہ اُن کا جُبہ واپس کر دیں۔

نوجوانوں کو ان کے بزرگوں نے بہت سمجھایا مگر وہ جُبہ واپس کرنے پر رضامند نہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ دعبل ہم سے ایک ہزار دینار لے لیں اور جُبہ ہمارے پاس چھوڑ جائیں۔

جب دعبل نے دیکھا کہ یہ لوگ کسی قیمت پر جُبہ واپس کرنے پر آمادہ نہیں ہیں تو انہوں نے کہا: اچھا جُبہ کا ایک ٹکڑا ہی دے دو۔

نوجوانوں نے کہا: یہ منظور ہے۔ پھر نوجوانوں نے انہیں جُبہ کا ایک ٹکڑا دیا اور اس کے ساتھ ایک ہزار دینار بھی ان کے حوالے کیے۔

جب دعبل قم سے اپنے گھر آئے تو آ کر دیکھا کہ گھر کا سارا اثاثہ چور لے گئے تھے تو دعبل نے امام رضا علیہ السلام کے عطا کردہ درہموں کو محبانِ آلِ محمدؐ کے ہاتھوں فروخت کیا اور ایک درہم کو ایک سو دینار کے عوض فروخت کیا۔ اور یوں ایک سو درہم کے بدلے میں انہیں دس ہزار دینار حاصل ہوئے۔ اس وقت انہیں امام علی رضا علیہ السلام کا یہ فرمان یاد آیا کہ ''یہ رقم اپنے پاس رکھ لو ایک دن تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی''۔

دعبل کی ایک کنیز تھی جو انہیں بے حد پیاری تھی۔ جب دعبل سفر میں تھے تو اسے آشوبِ چشم کی بیماری لاحق ہوئی۔ طبیبوں نے اس کا معائنہ کیا تو انہوں نے کہا کہ دائیں

آنکھ ضائع ہو چکی ہے اور اب اس کا کوئی علاج نہیں ہے البتہ ہم بائیں آنکھ کا علاج کریں گے اور ہمیں امید ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

جب دعبل نے اپنی کنیز کی یہ حالت ملاحظہ کی تو اسے سخت دکھ ہوا۔ اس نے اپنی کنیز کا علاج یوں کیا کہ امام علی رضا علیہ السلام کے عطا کردہ جُبہ کے ٹکڑے کو اس نے کنیز کی آنکھوں پر پٹی کے طور پر باندھ دیا اور جب صبح کے وقت وہ بیدار ہوئی تو اس کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہو چکی تھیں۔ (عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۶۳۔ کمال الدین، ص ۳۷۲۔ عوالم، جلد۲۲، ص ۴۰۱۔ اعلام الوریٰ، ص ۳۱۶-۳۱۷)

دعبل کے الہامی اشعار

ابوصلت ہروی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے دعبل خزاعی نے بیان کیا کہ جب میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں اپنا "**مدارس ایات خلت من تلاوۃ**" کا قصیدہ پڑھا اور میں قصیدہ کے ان اشعار پر پہنچا:

خروج امام لامحالة خارج
یقوم علی اسم اللّٰہ والبرکات
یمیز فینا کل حق و باطل
ویجزی النعماء والنقمات

"امامؑ پردۂ غیب سے لازماً ظہور کریں گے اور وہ خدا کا نام لے کر
اور اس کی برکتوں کو سمیٹ کر خروج کریں گے۔
وہ ہر قسم کے حق و باطل کو جدا کریں گے اور اہلِ حق کو انعام اور اہلِ
باطل کو سزا دیں گے"۔

یہ اشعار سن کر امام علی رضا علیہ السلام بہت روئے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

تیری زبان پر روح القدس گویا ہوا ہے کیا تجھے معلوم ہے کہ وہ امام کون ہوں گے اور کب قیام کریں گے؟

میں نے کہا: مولاؑ! مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں نے آپ حضراتؑ کی زبانی یہ بات سنی ہے کہ آپؑ کے خاندان سے ایک امام ظاہر ہوں گے اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

آپؑ نے فرمایا:

دعبل! سنو' میرے بعد میرا فرزند محمد امام ہوگا اور محمد کے بعد ان کا فرزند علی امام ہوگا اور علی کے بعد ان کا فرزند حسن امام ہوگا اور حسن کے بعد ان کا فرزند حجت قائم ہوگا جب تک وہ غیب میں ہوگا اس وقت اس کا انتظار کیا جائے گا اور جب وہ ظہور کریں گے تو ان کی اطاعت کی جائے گی۔ اگر دنیا کے خاتمہ سے ایک ہی دن باقی ہوا تو خدا اس دن کو طویل کردے گا یہاں تک کہ اس میں مہدی کا ظہور ہوگا اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

اور اب سوال یہ ہے کہ ان کا ظہور کب ہوگا؟ اس بارے میں مجھ سے میرے والد نے اپنے آباء کی سند سے اور انہوں نے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپؐ کی نسل میں سے قائم کا ظہور کب ہوگا؟

رسولؐ خدا نے فرمایا:

ان کے ظہور کا وقت قیامت کے وقت کی مانند ہے۔ اس کے وقت کو صرف خدا ہی متعین کرے گا اور اس کا تعین زمین و آسمان پر بھاری ہے وہ اچانک ہی ظہور کریں گے۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص ۲۶۵۔ عوالم جلد۲۲' ص ۴۰۵۔ کشف الغمہ' جلد۲' ص ۳۲۸۔ فرائد السمطین' جلد۲' ص ۳۳۷)

حبابہ والبیہ کے پتھر پر مہر ثبت کرنا

حضرت رشید ہجری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور سلیمان فارسی' ابو عبدالرحمٰن قیس بن ورقاء' ابوالقاسم مالک بن تیہان اور سہل بن حنیف امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس مدینہ میں موجود تھے کہ اتنے میں ام الندیٰ حبابہ والبیہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کی گردن میں قرآن مجید حمائل تھا اور اس کے ہاتھوں میں پتھروں اور گٹھلیوں کی بنی ہوئی تسبیح تھی۔ اس نے حضرتؑ کو سلام کیا اور رو رو کر عرض کیا:

امیرالمومنینؑ! میں اس وقت کا تصور کر کے رو رہی ہوں جب آپؑ دنیا میں نہیں ہوں گے اور مجھے آپؑ کی غیبت پر بڑا ہی دکھ ہے اور آپؑ جیسی شخصیت کے فیوض منقطع ہونے کے تصور سے ہی مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ آپؑ خدا کی مشیت و ارادہ کے مظہر ہیں اور میں اپنے عقیدہ کے لحاظ سے یقین' بیان اور حقیقت پر قائم ہوں۔ اور میں دل میں جو مقصد لے کر آپؑ کے پاس آئی ہوں آپؑ کو اس مقصد کا بخوبی علم ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنا دایاں ہاتھ دراز کیا اور اس کے ہاتھ سے ایک سفید اور چمکدار پتھر لیا اور آپؑ نے اپنی انگلی سے انگشتری اتاری اور اس پتھر پر مہر ثبت فرمائی۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

تم اس غرض سے آئی تھیں ناں؟

حبابہ نے کہا: امیرالمومنینؑ! میرے یہاں آنے کا مقصد واقعی یہی تھا اور میں اس لیے آپؑ کے پاس آئی ہوں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ آپؑ کے بعد آپؑ کے شیعوں میں اختلافات پیدا ہوں گے اور میں نے آپؑ سے اس لیے دلالت امامت طلب کی ہے کہ اگر آپ دنیا سے رخصت ہو جائیں اور خدانخواستہ میں آپؑ کے بعد زندہ رہ جاؤں تو جو بھی آپؑ کی نیابت کا دعویٰ کرے گا میں اس کے پاس آپؑ کے مہر شدہ یہ پتھر لے کر جاؤں گی اور اگر اس نے آپؑ کی طرح سے اس پر اپنی مہر ثبت کر دی تو مجھے یقین

ہو جائے گا کہ وہ آپؑ کا حقیقی جانشین ہے اور ویسے خدا سے میری یہی دعا ہے کہ وہ مجھے آپؑ سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

حبابہ! تو میرے بعد ایک طویل عرصہ تک زندہ رہے گی اور تو یہ پتھر میرے فرزند حسن، حسین، علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر اور علی بن موسیٰ علیہم السلام کے پاس لے کر جائے گی اور ان میں سے تو جس کے پاس بھی جائے گی وہ تجھ سے تیرا پتھر طلب کر کے اس پر اپنی مہر ثبت کر دے گا اور علی بن موسیٰ کے زمانہ میں تو ایک عظیم معجزہ دیکھے گی اور تو موت کو پسند کرے گی، تجھے موت آ جائے گی اور علی رضا تیری تجہیز و تکفین سرانجام دیں گے اور وہ تیری نماز جنازہ پڑھیں گے اور میں تجھے یہ بشارت دیتا ہوں تو ان عورتوں میں سے ہوگی جو زمانہ مہدیؑ میں دوبارہ لوٹائی جائیں گی۔

یہ سن کر حبابہ والبیہ رونے لگیں اور انہوں نے کہا:

مولاؑ! یہ سب اللہ کا فضل اور رسولؐ خدا کی شفقت اور آپؑ کا ہی احسان ہے ورنہ یہ ضعیفۃ الیقین کنیز اس لائق ہی کہاں ہے۔ آپؑ کی مہربانی سے مجھے یہ مرتبہ نصیب ہوا ہے اور آپؑ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی صداقت کا مجھے اتنا ہی یقین ہے جتنا کہ آپؑ کے امیر المومنین ہونے کا یقین ہے۔

آپؑ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور مجھ سے نورِ ہدایت سلب نہ ہونے پائے اور میں مستقبل میں کسی گمراہی اور فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔

حبابہ بیان کرتی ہیں کہ جب ابن ملجم لعین نے مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام پر ضرب چلائی تو میں اپنے آقا و مولا امام حسن علیہ السلام کے پاس گئی۔ جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا:

وہ پتھر لے آؤ جس پر میرے والد علیہ السلام نے مہر ثبت کی تھی۔

میں نے وہ پتھر آپؑ کے سامنے پیش کیا تو حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنی انگشتری سے اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔

جب امام حسن علیہ السلام زہرِ ستم سے شہید ہوئے تو میں امام حسین علیہ السلام کے پاس گئی۔ آپؑ نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا: وہ پتھر لے آؤ۔

میں نے پتھر پیش کیا تو امام حسینؑ نے اس پر اپنی انگشتری سے مہر ثبت کی۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں علی زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت میں بہت بوڑھی ہو چکی تھی۔ میرے ہاتھوں میں رعشہ تھا اور میری عمر ایک سو تیرہ برس کی ہو چکی تھی۔ جب میں ان کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ انہیں رکوع و سجود سے ہی فرصت نہیں تھی۔ میں نے مایوس ہو کر لوٹنا چاہا تو آپ نے انگشت سبابہ سے میری طرف اشارہ کیا۔ آپؑ کے اشارہ کی دیر تھی کہ خدا نے مجھے از سرِ نو جوان بنا دیا۔

میں نے آپؑ سے پوچھا کہ مولاؑ! دنیا کتنی گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو گزر چکی ہے وہ تجھے بتاتا ہوں اور جو باقی ہے وہ تجھے بتانا پسند نہیں کرتا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: وہ پتھر پیش کرو۔

میں نے وہ پتھر پیش کیا تو انہوں نے اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ پھر میں امام باقر علیہ السلام کے پاس گئی۔ انہوں نے پتھر پر مہر ثبت کی۔ ان کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئی تو انہوں نے بھی پتھر پر اپنی انگشتری سے مہر ثبت کی۔

پھر میں امیر المومنین علیہ السلام کے فرمان کے تحت امام علی بن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور جب میں نے آپؑ کے رخِ اطہر کو دیکھا تو میں ہنس پڑی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا:

حبابہ! تو پاگل ہو گئی ہے اور تیری عقل کمزور ہو چکی ہے۔

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ حبابہ نہ تو پاگل ہے اور نہ ہی اس کی عقل میں کوئی کمی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے جد اطہر امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا کہ جب وہ مجھ سے ملے گی تو اسے اس کا مقصد حاصل ہو جائے گا اور یہ ان خواتین میں سے ہے جنہیں امام مہدیؑ کے ظہور کے وقت دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

چنانچہ یہ بیچاری اسی شدتِ شوق کی وجہ سے ہنسنے لگی تھی۔

امام علی رضا علیہ السلام کی اس وضاحت کے بعد حاضرین نے کہا: ہم خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

حبابہ! میرے جد اطہر امیر المومنین نے کیا فرمایا تھا کہ تو مجھ سے کیا دیکھے گی؟

حبابہ نے عرض کیا: آپؑ کے دادا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ علی رضاؑ تجھے عظیم معجزہ دکھائیں گے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تمہیں اپنے سفید بال دکھائی دیتے ہیں۔

حبابہ نے عرض کیا: جی ہاں مولاؑ!

آپؑ نے فرمایا: کیا میں ان سفید بالوں کو جوانی کے سیاہ بالوں سے تبدیل نہ کر دوں؟

حبابہ نے کہا: کیوں نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا صرف یہی کافی ہے یا کچھ اور اضافہ بھی کر دوں؟

حبابہ نے عرض کیا: آپؑ خدا کے فضل سے اضافہ فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا سیاہ بالوں کے ساتھ تمہیں جوان نہ بنا دوں؟

حبابہ نے عرض کیا: مولاؑ یہ تو عظیم معجزہ ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: جاؤ میں نے صرف تمہارے بال ہی سیاہ نہیں کیے اور صرف تمہیں جوان ہی نہیں بنایا بلکہ میں نے ایک اور مہربانی بھی کر دی ہے جسے تم خلوت میں جا کر محسوس کر سکتی ہو اور میں اسے لوگوں میں بتانا پسند نہیں کرتا۔

حبابہ کا بیان ہے کہ جیسے ہی حضرت کے الفاظ تمام ہوئے' میرے سفید بال سیاہ ہو گئے اور میری ضعیفی جوانی میں بدل گئی اور میں اندر چلی گئی اور میں نے خلوت میں اپنے آپ کو دیکھا تو میں باکرہ بن چکی تھی۔

میں واپس آئی اور امام کی موجودگی میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر میں نے عرض کیا:

مولاؑ! میں نے دنیا میں بڑی دیر تک جی لیا۔ اب میں خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتی ہوں اور اب میں دنیا میں مزید رہنا نہیں چاہتی۔

آپؑ نے فرمایا: تم زنان خانہ میں چلی جاؤ۔

حبابہ گھر میں گئیں۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک کنیز نے آ کر اطلاع دی کہ حبابہ کی وفات ہو گئی ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا

حبابہ! خدا تم پر رحم فرمائے۔ پھر آپؑ نے اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا اور آپؑ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؑ کے ساتھ ہم نے بھی اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ امام علیہ السلام نے اسے دفن کرایا اور آپؑ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کی قبر کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کریں اور وہاں دعائیں طلب کریں۔

طبری امامی اپنی اسناد سے رقم طراز ہیں کہ مفضل بن عمر نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا تھا:

جب قائم آلِ محمدؑ کا ظہور ہو گا تو تیرہ عورتوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

میں (راوی) نے کہا: وہ عورتیں کیا کریں گی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ عورتیں زخمیوں کا علاج کریں گی اور بیماروں کی تیمارداری

کریں گی جیسا کہ رسولؐ خدا کے زمانے میں کچھ عورتیں یہ کام کیا کرتی تھیں۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولاؑ! وہ عورتیں کون ہوں گی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ عورتیں یہ ہوں گی:

۱-قنوا بنت رشید ۲-ام ایمن ۳-حبابہ والبیہ ۴-عمار یاسر کی والدہ سمیہ ۵-زبیدہ

۶-ام خالد احمسیہ ۷-ام سعید حنفیہ ۸-صبانہ ماشطہ ۹-ام خالد جہنیہ

(ہدایۃ الکبریٰ حضینی' ص ۳۳-۳۴۔ دلائل الامامۃ' ص ۲۵۹)

حضرتؑ کی بصرہ تشریف آوری

محمد بن فضل ہاشمی راوی ہیں کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے وفات پائی تو میں بغداد سے روانہ ہوا اور مدینہ پہنچا اور امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضرتؑ نے مجھے سلام کا جواب دیا اور امام موسیٰ کاظمؑ نے مجھے جو تبرکات امامت دیئے تھے میں نے وہ آپؑ کے سپرد کیے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ میں بصرہ جا رہا ہوں اور وہاں کے لوگوں میں بڑا اختلاف ہے اور وہاں بھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچ چکی ہوگی اس لیے مجھے یقین ہے کہ جب میں آپؑ کی امامت کی دعوت دوں گا تو لوگ مجھ سے آپؑ کی امامت کی دلیل ضرور طلب کریں گے اب جو آپؑ کا حکم ہو میں اس پر عمل کروں گا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

تم میرے متعلق کوئی فکر نہ کرو اور اہلِ بصرہ سے کہہ دو کہ تمہارے بصرہ پہنچنے کے تین دن بعد میں خود بصرہ میں پہنچ جاؤں گا۔

اس کے بعد آپؑ نے میرے سامنے آنحضرتؐ کی ردا' آپؐ کا عصا اور حضرت کے ہتھیاروں جیسے تبرکات پیش کیے۔

الغرض میں حضرتؑ کو سلام کر کے بصرہ روانہ ہوا اور کئی روز کے مسلسل سفر کے

بعد بصرہ پہنچا۔ لوگوں نے مجھ سے حالات پوچھے تو میں نے انہیں بتایا کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات سے ایک دن قبل ان سے ملا تھا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میری موت یقینی ہے اور جب تم مجھے دفن کر لو تو یہاں قیام نہ کرنا۔ میری امانتیں لے کر مدینہ چلے جانا اور میری یہ امانتیں میرے فرزند علی بن موسیٰ کے سپرد کر دینا اور یاد رکھو وہی میرے وصی اور میرے جانشین ہیں۔

میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حکم پر عمل کیا اور آپؑ کی امانتیں ان کے فرزند کے پاس مدینہ پہنچائیں اور امام علی رضاؑ آج سے ٹھیک تیسرے دن یہاں تشریف لائیں گے اور تمہیں ان سے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لینا۔

عمرو بن ہداب جو کہ درحقیقت ناصبی تھا اور زیدیہ اور معتزلہ کی پاسداری کرتا تھا' اس نے کہا:

اے محمد بن فضل! سنو' یہاں حسن بن محمد موجود ہیں جو کہ انتہائی زاہد اور متقی ہیں اور علم و کردار میں بھی اہل بیتؑ کے افاضل افراد میں سے ہیں اور وہ علی بن موسیٰ کی طرح سے جوان نہیں ہیں بلکہ عمر رسیدہ شخص ہیں۔ لہٰذا اگر مشکل مسائل کے لیے علی رضاؑ کی بجائے ان کی طرف رجوع کیا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔

اس محفل میں حسن بن محمد بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا:

عمرو! ایسی باتیں مت کرو۔ علی بن موسیٰ فضائل و اوصاف میں بلند و بالا مقام رکھتے ہیں اور ویسے بھی محمد بن فضل تمہیں بتا چکے ہیں کہ وہ تیسرے دن یہاں آنے ہی والے ہیں اور وہ تمہارے سامنے اپنی امامت کے دلائل خود ہی پیش کریں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ میرے داخلے کے تین دن بعد امام رضا علیہ السلام بصرہ میں آئے اور آپؑ نے حسن بن محمد کے مکان پر قیام کیا کیونکہ وہ آپ کے والد اور آپ کے وکیل تھے اور وہی ان کے احکام و فتاویٰ جاری کیا کرتے تھے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا:

حسن بن محمد! عوام اور بالخصوص ان لوگوں کو جمع کرو جو محمد بن فضل کے پاس آئے

تھے اور میرے عقیدت مندوں کے علاوہ نصاریٰ کے بڑے عالم ''جاثلیق'' اور یہودیوں کے بڑے عالم ''رأس الجالوت'' کو بھی یہاں آنے کی دعوت دو اور ان سب سے کہہ دو کہ جس کسی نے کچھ پوچھنا ہو وہ آکر پوچھ لے۔

حسن بن محمد نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور زیدیہ اور معتزلہ کے سربرآوردہ شخصیات کو بھی دعوت دی۔ حسن بن محمد کی دعوت پر ایک بڑا مجمع جمع ہو گیا لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ان کو کیوں بلایا گیا ہے۔ جب اجتماع ہر لحاظ سے مکمل ہو گیا تو امام علی رضا علیہ السلام تشریف لائے اور مجمع کو سلام کیا اور سلام کے بعد فرمایا کہ میں نے تم سب کو اس لیے سلام کیا ہے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔

مجمع میں سے کسی نے کہا: خدا آپؑ کو سلامت رکھے آپؑ اپنا تعارف کرائیں کہ آپؑ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: سنو! میں علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں اور میں فرزندِ رسولؐ ہوں۔ میں نے آج صبح کی نماز والیِ مدینہ کے ساتھ مدینہ میں پڑھی تھی اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تھا اس نے مجھے اپنے ایک ساتھی کا خط دکھایا تھا اور کچھ امور کے متعلق اس نے مجھ سے مفید مشورے طلب کیے تھے۔ میں نے اسے مشورے دیئے تھے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ آج عصر کے بعد میرے پاس آئے اور میں اسے خط کا جواب لکھ دوں گا۔ چنانچہ میں نے اس سے جو وعدہ کیا تھا میں نے تم سے رخصت ہو کر اس سے اپنا وعدہ بھی پورا کرنا ہے۔

مجمع میں سے اکثر لوگوں نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! ہمیں آپؑ کے بارے میں کسی دلیل اور ثبوت کی ضرورت نہیں ہے آپ ہماری نظر میں صادق القول ہیں۔ یہ کہہ کر لوگ اٹھنے لگے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

لوگو! ابھی ٹھہرو تاکہ میں تمہیں یہاں جمع کرنے کی وجہ بھی بتا سکوں اور میں تم

سب کو اجازت دیتا ہوں اگر کسی نے آثار نبوت اور علاماتِ امامت کے متعلق کوئی سوال کرنا ہو تو وہ کر لے۔

یہ سن کر عمرو بن ہداب نے کہا کہ محمد بن فضل نے آپؑ کے متعلق ایسی بے سرو پا باتیں کی ہیں جن کو دل قبول نہیں کرتا۔

آپؑ نے فرمایا: بتاؤ اس نے کیا کہا ہے؟

عمرو بن ہداب نے کہا: اس نے کہا ہے کہ آپؑ کو تمام دنیا کی زبانوں کا علم ہے اور آپؑ تمام آسمانی صحائف کے عالم ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

محمد بن فضل نے بالکل صحیح کہا ہے۔ میں دنیا کی تمام لغات کا عالم ہوں۔ اس مجمع میں ایک شخص رومی موجود ہے اور فلاں شخص ہندی ہے اور فلاں شخص فارسی ہے اور فلاں شخص ترکی ہے اور وہ پہلے سے یہاں موجود ہیں۔

پھر آپؑ نے ان سے فرمایا کہ وہ اپنی زبان میں جو چاہیں دریافت کریں میں سب کو ان کی زبان میں جواب دوں گا۔

اس کے بعد ہر شخص نے آپؑ سے اپنی اپنی زبان میں سوال کیے اور آپؑ نے سب کو ان کی زبان میں جواب دیئے۔

آپؑ کا یہ کمال دیکھ کر سب حیران رہ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ ہماری مادری زبان کو ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

اس کے بعد آپؑ عمرو بن ہداب کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا:

اگر میں تجھے یہ بتا دوں کہ تو عنقریب اپنے ایک رشتہ دار کے خون میں ملوث ہونے والا ہے' تو کیا تو میری باتوں کا یقین کرے گا؟

اس نے کہا: رہنے بھی دیں۔ غیب کا علم صرف خدا کے پاس ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰی غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (جن: ۲۶)

''اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر وہ جس رسول کو اس کے لیے منتخب کر لے''۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نانا اللہ کے منتخب اور مرتضٰی رسول ہیں اور ہم اہل بیتؑ ان کے وارث ہیں۔ اللہ نے جتنا چاہا اپنے رسول کو غیب کی خبر دی اور رسولؐ خدا نے ہمیں اس سے مطلع فرمایا ہے۔ لہٰذا قیامت تک جو کچھ ہونا ہے یا جو کچھ ہو چکا ہے ہم اس سے واقف ہیں اور جو کچھ میں نے تیرے لیے کہا ہے یہ آئندہ پانچ دنوں میں ہی واقع ہونے والا ہے۔ اور اگر میرا فرمان سچ ثابت نہ ہو تو سمجھ لینا کہ جو کچھ میں نے اب تک کہا ہے وہ سب کذب وافتراء پر مبنی ہے۔ اور اگر میری بات سچ ثابت ہو تو پھر جان لے کہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں کو ٹھکرانے کی جسارت کر رہا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ عنقریب تیری آنکھیں آشوب میں مبتلا ہوں گی اور تو اندھا ہو جائے گا اور تجھے میدان و پہاڑ میں سے کچھ بھی دکھائی نہ دے گا۔

اور تیسری دلیل یہ ہے کہ تو جھوٹی قسم کھائے گا جس کی وجہ سے تو مبروص ہو جائے گا۔

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! ابن ہداب پر یہ تینوں مصیبتیں نازل ہوئیں اور جب اس سے پوچھا گیا کہ اب بتاؤ علی رضاؑ نے سچ فرمایا تھا یا جھوٹ کہا تھا تو اس نے جواب دیا:

خدا کی قسم! جب علی رضاؑ یہ سب کچھ کہہ رہے تھے تو مجھے یقین تھا کہ یہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔ میں تو صرف ان سے خواہ مخواہ الجھ رہا تھا۔

اس کے بعد آپؑ عیسائی عالم جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

بتاؤ کیا انجیل میں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے؛

اس نے کہا: اگر انجیل میں یہ بات موجود ہوتی تو ہم ان کی نبوت کا انکار ہی کیوں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ بتاؤ انجیل کے سفر سوم میں جہاں تمہیں سکتہ کا حکم ہے اس میں کیا کہا گیا ہے؟

نصرانی عالم نے کہا: وہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کا ظاہر کرنا ہمارے لیے درست نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میں یہ ثابت کر دوں کہ وہ محمد مصطفےٰؐ کا نام ہے اور ان کا اس میں تذکرہ کیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی آپؐ کی نبوت کا اقرار کیا ہے اور بنی اسرائیل کو بھی آنحضرتؐ کی آمد کی بشارت دی ہے تو کیا تم مان لو گے اور انکار نہیں کرو گے؟

نصرانی عالم نے کہا: اگر آپؑ نے ثابت کر دیا تو ہم اقرار کرلیں گے کیونکہ انجیل ہمارے لیے مقدس کتاب ہے۔ ہم نہ تو اسے رد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا انکار کر سکتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا اب تم ہم سے وہ سفر سوم سنو جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپؐ کی آمد کی بشارت دی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے انجیل میں سے سفر سوم کی آیات کی تلاوت شروع کی۔ جب آپؑ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پر پہنچے تو آپؑ نے نصرانی عالم سے فرمایا:

بتاؤ ان آیات میں کس کی صفات بیان کی گئی ہیں؟

نصرانی عالم نے کہا: آپؑ ہی بتائیں وہ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں تو اس کے متعلق ہی بتاؤں گا جس کے متعلق خدا نے بتایا ہے

یعنی وہ اونٹ پر سوار ہوگا' اس کے ہاتھ میں عصا ہوگا اور اس کے کندھے پر چادر ہوگی۔
اور یقیناً یہ اسی نبی اُمی کے ہی اوصاف ہیں جن کو یہ لوگ تورات وانجیل میں لکھا پاتے ہیں اور وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے اور پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان کے سروں سے بوجھ ہلکا کرتا ہے اور ان کی ان روایتی زنجیروں کو توڑتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے ہیں اور وہ عدل وانصاف اور صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

جاثلیق! میں تجھے حضرت عیسٰی روح اللہ اور کلمۃ اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم اس نبی کی یہ صفت انجیل میں پاتے ہو؟

اس نے یہ سن کر گردن جھکالی اور کچھ دیر تک سوچنے کے بعد کہا کہ اگر میں نے انجیل کا انکار کیا تو کافر ہو جاؤں گا اسی لیے مجبور ہو کر یہ کہنا پڑا کہ جی ہاں یہ صفات انجیل میں مذکور ہیں اور حضرت عیسٰیؑ نے بھی اس نبی کا تذکرہ ضرور کیا تھا مگر ہماری ملت کے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس سے مراد آپؐ کے نبی نہیں ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کم از کم تم نے انجیل کا انکار نہیں کیا اور اس کے ساتھ تم نے ہمارے نبی کے اوصاف کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اب تم انجیل کے سفر دوم کی مجھ سے آیات سنو جس میں آنحضرتؐ کے ساتھ آپؐ کے وصی' آپ کی بیٹی فاطمہ اور نواسوں حسنؑ وحسینؑ کا ذکر تک بھی موجود ہے۔

آپؑ کے ان علمی جوابات سے نصرانی اور یہودی علماء کو یقین ہو گیا کہ آپؑ تورات وانجیل کے عالم ہیں۔ اسی لیے انہوں نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ نے ہمارے سامنے وہ دلائل پیش کیے جن کا انکار ممکن نہیں ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت موسٰیؑ و عیسٰیؑ نے ایک ایسے نبی کی بشارت ضرور دی تھی لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ ثابت نہیں ہے کہ اس سے محمد مصطفٰےؐ مراد ہیں اور ہم اپنی کتابوں کے بیانات سے یہ بھی مانتے ہیں کہ اس نبی کا نام محمد ہے لیکن صرف نام کی مماثلت کی وجہ سے ہم آپؑ کے پیغمبر

پر تو ایمان نہیں لا سکتے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد تو یہ ہوا کہ تم اپنے شک کو ہی اپنی دلیل بنا رہے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمدؐ سے پہلے تک کوئی ایسا نبی گزرا ہے جس کا نام محمد ہو یا آنحضرتؐ کے بعد کسی بھی ایسے نبی کی تم نشان دہی کر سکتے ہو جس کا نام محمد ہو۔ ہمارے نبی کے علاوہ اگر محمد نام کا کوئی نبی گزرا ہے تو تم اس کی نشاندہی کرو۔

جب ان سے کوئی جواب نہ بن سکا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے یہ بات نامناسب ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اس محمد سے آپؑ کے ہی محمد مراد ہیں۔ اور ہمیں یہ بات بھی معلوم ہے کہ اگر ہم نے آپؑ کے محمد اور ان کے وصی اور ان کی دختر اور ان کے نواسوں کا اقرار کر لیا تو آپؑ حضرات ہم سے جبراً اسلام قبول کرائیں گے۔

آپؑ نے فرمایا:

تم مطمئن رہو۔ ہم خدا اور اس کے رسولؐ کو ضامن بنا کر تم سے یہ کہتے ہیں کہ تمہیں امان ہوگی اور ہماری طرف سے تم سے کوئی بدسلوکی روا نہیں رکھی جائے گی۔

نصرانی عالم نے کہا:

اچھا تو سنیئے تورات' زبور اور انجیل میں اس نبی کا نام محمدؐ اور ان کے وصی کا نام علیؑ اور ان کی دختر کا نام فاطمہؑ اور ان کے نواسوں کے نام حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

یہ جو تم نے کہا کہ تورات' زبور اور انجیل میں ان بزرگوار شخصیات کے نام موجود ہیں تو یہ سچ ہے یا جھوٹ ہے؟

اس نے کہا: یہ بالکل سچ ہے۔ ان صحائف میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے "راس الجالوت" یعنی یہودی عالم کو مخاطب کیا اور اس سے فرمایا:

تم حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور کا فلاں سفر (باب) سنو۔

اس نے کہا: ضرور سنائیں۔ اللہ تعالیٰ آپؑ اور آپؑ کے آباء پر برکتوں کو نازل فرمائے۔

آپؑ نے زبور کے سفر اول کی تلاوت کی اور دوران تلاوت جب آپؑ اس مقام پر پہنچے جہاں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کا ذکر ہے تو آپؑ نے یہودی عالم سے فرمایا:

تجھے خدا کی قسم! سچ سچ بتاؤ کیا یہ بات زبور میں موجود ہے یا نہیں ہے؟ اور یاد رکھو ہم تمہیں بھی عیسائی عالم کی طرح سے مکمل امان کی ضمانت دیتے ہیں۔

یہودی عالم نے کہا: زبور میں بعینہٖ یہی الفاظ موجود ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں ان دس آیات و معجزات کی قسم جو حضرت موسٰیؑ کو عطا ہوئے تھے کیا تورات میں تو نے وہ آیات دیکھی ہیں جن میں ان بزرگوار شخصیات کو عدل و فضل سے منسوب کیا گیا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں' جو اس کا انکار کرتا ہے وہ اپنے پروردگار اور اس کے انبیاء کا منکر ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اب تم مجھ سے تورات کا فلاں سفر سنو۔ پھر آپؑ نے تورات کی تلاوت فرمائی۔ یہودی عالم آپؑ کی تلاوت کے انداز اور آپؑ کی فصاحت پر حیران رہ گیا اور جب آپؑ اس مقام پر پہنچے جہاں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے تو راس الجالوت نے کہا کہ ہاں یہ احماد اور ایلیا اور بنت احماد اور شبر و شبیر ہے اور عربی زبان میں اس کے معنی محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین بنتے ہیں۔

آپؑ نے اس سفر کی آخر تک تلاوت کی۔ جب آپؑ تلاوت سے فارغ ہوئے تو راس الجالوت نے کہا:

اگر ہمیں اپنی اس سرداری کے ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہوتا جو ہمیں قوم یہود پر حاصل ہے تو میں یقیناً احمد پر ایمان لے آتا اور آپ کے حکم کی پیروی کرتا اور میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات' داؤد پر زبور نازل کی ہے کہ تورات' زبور

اور انجیل کو آپؑ سے بہتر اور کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ اور میں نے آج تک کسی ایسے عالم کو نہیں دیکھا جو ان کتابوں کی آپؑ سے بہتر تفسیر جانتا ہو۔

آپؑ نے زوالِ آفتاب تک مجمع سے خطاب کیا اور پھر ارشاد فرمایا:

اب میں مدینہ جاؤں گا کیونکہ میں نے والیِ مدینہ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے خط کا جواب تحریر کروں گا اور اگر خدا نے چاہا تو کل پھر واپس آؤں گا۔ بصرہ روانگی سے قبل آپؑ نے ظہر کی نماز ادا کی۔

راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلیمان نے اذان دی' اقامت کہی اور امام علی رضا علیہ السلام نے امامت کرائی اور تمام حاضرین نے آپؑ کے پیچھے نماز ادا کی۔ اس نماز میں آپؑ نے مختصر سورتیں تلاوت کیں اور مختصر رکوع بجالائے اور نماز سے فارغ ہو کر اعجاز امامت سے مدینہ تشریف لے آئے۔

دوسرے دن صبح کے وقت آپؑ دوبارہ بصرہ تشریف لے گئے۔ مجمع کو شدت سے آپؑ کا انتظار تھا۔ آپؑ مجمع میں پہنچے تو آپؑ کے سامنے ایک رومی کنیز لائی گئی۔ آپؑ نے اس سے رومی زبان میں گفتگو کی اور جاثلیق بھی بڑے غور سے آپؑ کی گفتگو کو سنتا رہا کیونکہ وہ بھی رومی زبان سے آشنائی رکھتا تھا۔

امام علیہ السلام نے اس کنیز سے فرمایا:

تجھے حضرت محمدؐ زیادہ عزیز ہیں یا حضرت عیسٰیؑ ؟

اس نے کہا: جب تک میں محمد مصطفیٰؐ سے ناواقف تھی تو حضرت عیسٰیؑ مجھے زیادہ عزیز تھے اور جب سے محمد مصطفیٰؐ سے واقف ہوئی ہوں تو حضرت محمد مصطفیٰؐ زیادہ عزیز ہیں۔

جاثلیق نے کہا: تو نے یہ کیا کیا' تو تو دینِ محمدؐ میں داخل ہو گئی' کیا تو حضرت عیسٰیؑ کو ناپسند کرتی ہے؟

اس نے کہا: پناہ بخدا ایسا نہیں ہے بلکہ میں حضرت عیسٰیؑ کو بھی پسند کرتی ہوں اور

ان پر بھی ایمان رکھتی ہوں مگر میرے نزدیک حضرت محمدؐ زیادہ پسندیدہ ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے جاثلیق سے فرمایا:

جو کچھ اس رومی کنیز نے کہا اور جو کچھ تم نے اس سے رومی زبان میں کہا وہ سب مجمع عام میں عربی زبان میں سنادو۔

جاثلیق نے تمام باتیں مجمع عام میں سنائیں۔ پھر جاثلیق نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! یہاں ایک سندھی شخص ہے جو عقیدہ کے لحاظ سے نصرانی ہے اور وہ بڑے دلائل دیتا رہتا ہے اور مباحثے کیا کرتا ہے مگر اس کی زبان سندھی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا اسے بھی بلاؤ۔

اسے بلایا گیا تو اس نے آپؑ سے سندھی زبان میں گفتگو شروع کی اور آپؑ نے بھی اس سے سندھی زبان میں گفتگو کی۔ آپ اسے ''صداقتِ محمدؐ'' کے موضوع پر لے آئے۔ آپؑ کے دلائل و براہین سے وہ بہت متاثر ہوا اور اس نے اسلام کی صداقت کو تسلیم کرنے کا اقرار کیا۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ پھر اس نے اپنی کمر کا پٹکا کھولا جس کے نیچے ''زنار'' (جنیو) ظاہر ہوئی اور اس نے آپؑ سے التجا کی کہ فرزندِ رسولؐ اس زنار کو آپ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیں۔ آپؑ نے چھری منگوا کر اس کا زنار کاٹ دیا اور آپؑ نے محمد بن فضل سے فرمایا کہ تم اس سندھی کو حمام میں لے جا کر نہلاؤ اور پاک کرواور اسے نئے کپڑے پہناؤ اور اس کے اہلِ خاندان کو بھی نئے کپڑے پہناؤ۔ اس کے بعد ان سب کو ساتھ لے کر مدینہ آجاؤ۔

محمد بن فضل بیان کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے پھر مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا:

لوگو! جو کچھ محمد بن فضل نے میرے متعلق تم سے کہا تھا وہ سچ ثابت ہوا یا جھوٹ؟

تمام مجمع میں سے یہی آواز اٹھی: جتنا اس نے کہا تھا اس سے بھی کئی گنا زیادہ سچ ثابت ہوا۔ محمد بن فضل نے تو یہ بھی کہا تھا کہ آپؑ کو خراسان طلب کیا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس نے صحیح کہا مگر وہ طلبی عزت واحترام کے ساتھ ہوگی۔

محمد بن فضل کہتے ہیں کہ اس مجمع میں سے ایک بڑی جماعت نے آپؑ کی امامت کی گواہی دی۔ آپؑ نے وہ رات بصرہ میں بسر کی۔ صبح ہوئی تو سب سے رخصت ہوئے اور تمام لوگوں کو مناسب نصیحتیں فرمائیں اور بصرہ سے روانہ ہوئے۔ میں بھی آپؑ کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب ہم ایک گاؤں میں پہنچے تو آپؑ نے اس راستے سے اپنا رخ تبدیل کیا۔ آپؑ نے چار رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

محمد! اب تم یہاں سے واپس جاؤ۔ ذرا اپنی آنکھیں بند کرو۔

میں نے آنکھیں بند کیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اب آنکھیں کھولو۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو میں بصرہ میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا اور امام علیہ السلام میری نظر سے غائب ہو چکے تھے۔ پھر میں حج کے موقع پر اس سندھی اور اس کے خاندان کو مدینہ لے گیا۔

حضرتؑ کی کوفہ تشریف آوری

محمد بن فضل کہتے ہیں کہ بصرہ سے روانگی کے وقت امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے بہت سی ہدایات دی تھیں۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ تم کوفہ جاؤ وہاں ہمارے شیعوں کو جمع کرو اور ان سے کہہ دو کہ میں ان کے پاس آؤں گا اور میرا قیام حفص بن عمیر یشکری کے مکان پر ہوگا۔

چنانچہ میں کوفہ گیا اور وہاں کے شیعوں کو بتایا کہ امام علی رضا علیہ السلام تشریف لانے والے ہیں۔

ایک دن میں نصر بن مزاحم کے پاس بیٹھا تھا کہ میری نظر آپؑ کے خادم ''سلام'' پر پڑی۔ اسے دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ امام علیہ السلام آ چکے ہیں۔ میں اسی وقت حفص بن عمیر کے گھر پہنچا تو امام علیہ السلام وہاں تشریف فرما تھے۔ میں نے حضرتؑ پر سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا:

یہاں جتنے شیعہ ہیں ان کے مطابق طعام تیار کرو۔

محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں نے طعام کے لیے مکمل انتظامات کیے۔ آپؑ نے فرمایا:

خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اپنی توفیق سے نوازا ہے۔

اس کے بعد ہم نے کوفہ کے شیعوں کو جمع کیا اور انہیں کھانا کھلایا۔ پھر آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ کوفہ کے تمام علماء و متکلمین کو یہاں بلا لاؤ۔

میں نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپؑ نے فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ جس طرح سے میں نے اہلِ بصرہ کو علمی فیض سے نوازا ہے اسی طرح سے تمہیں بھی فیضیاب کروں۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی کتابیں نازل کی ہیں ہمیں ان تمام کتابوں کا علم دیا ہے۔

اس کے بعد آپ جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

جاثلیق! کیا تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس صحیفہ کا بھی علم ہے جس میں پانچ نام تحریر تھے اور حضرت عیسیٰؑ اسے اپنے گلے میں حمائل کیے رہتے تھے اور اگر آپ مغرب میں ہوتے اور چاہتے کہ مشرق جائیں تو اس صحیفہ کو کھولتے اور اللہ کو ان پانچ ناموں میں سے ایک نام کا واسطہ دے کر سوال کرتے کہ ان کے لیے زمین سمٹ جائے تو ان کی دعا فوراً قبول ہوتی تھی اور ان کے لیے زمین سمٹ جاتی تھی اور وہ چشمِ زدن میں مغرب سے مشرق اور کبھی مشرق سے مغرب پہنچ جاتے تھے۔

جاثلیق نے کہا:

مجھے اتنا علم تو نہیں ہے البتہ اتنا ضرور معلوم ہے کہ ان کے پاس پانچ اسماء تھے اور جب بھی وہ ان پانچوں اسماء کا یا ان میں سے کسی ایک، کا واسطہ دے کر خدا سے کوئی چیز مانگتے تھے تو اللہ انہیں عطا کر دیتا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ اکبر' اصل بات اسماء کی ہے تم نے اسماء کا اقرار کیا ہے۔ اب تم صحیفہ کو مانو یا نہ مانو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لوگو! تم جاثلیق کے اس اقرار پر گواہ رہنا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

لوگو! کیا وہ شخص عادل اور منصف نہیں کہلائے گا جو اپنے مدمقابل کو اس کے مذہب' اس کے نبی' اس کی کتاب اور اس کی شریعت سے قائل کرے؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں جو مسلّمات غیر سے اپنا نظریہ ثابت کرے تو وہ عادل بھی ہے اور منصف بھی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ بھی سن لو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام وہی ہوسکتا ہے جو امر امامت پر فائز ہونے کے بعد وہی طریقہ اختیار کرے جو رسولؐ خدا کا طریقہ تھا۔ اور امام وہی ہوسکتا ہے جو تمام اقوام وملل سے علمی دلائل و براہین کے ذریعہ سے اپنی امامت کا اقرار کرائے۔

یہودی عالم راس الجالوت نے کہا: بتائیے امام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

امام وہ ہوتا ہے جو تورات' انجیل' زبور اور قرآن سب کا عالم ہو اور اہلِ تورات کے سامنے تورات سے دلیل پیش کرے' اہلِ انجیل کے سامنے انجیل سے دلیل پیش کرے اور اہلِ قرآن کے سامنے قرآن سے دلیل پیش کرے اور اسے دنیا کی ہر زبان آنی چاہیے تا کہ تمام انسانوں کو ان کی زبان میں سمجھا سکے اور ان اوصاف کے علاوہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ متقی ہو اور برائیوں سے پاک ہو' ہر عیب سے منزہ ہو اور عادل اور انصاف پرور ہو' صاحبِ حکمت ہو' مہربان ہو' رحم دل ہو' معاف کرنے والا ہو' صادق و شفیق ہو' نیکی کا خوگر ہو' امین ہو' قابلِ وثوق ہو اور دلیر ہو اور بست و کشاد کا مالک ہو۔

یہ اوصاف سن کر نصر بن مزاحم اٹھا اور اس نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! آپ جعفر بن محمد علیہما السلام کے لیے کیا رائے رکھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں ان کے متعلق کیا کہوں جن کے اعلم اُمت ہونے پر تمام اُمت کا اجماع ہے۔

نصر بن مزاحم نے کہا: آپؑ اپنے والد موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ بھی اپنے والد کی مثال تھے۔

نصر بن مزاحم نے کہا: لوگ تو ان کی امامت پر شک کرتے ہیں!!

آپؑ نے فرمایا: اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپؑ نے عمر تھوڑی پائی مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ اہلِ بنسط سے بنسطی زبان میں اور اہلِ خراسان سے فارسی زبان میں اور رومیوں سے رومی زبان میں اور غیر عرب افراد سے ان کی مادری زبانوں میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ آپؑ کے پاس چہار اطراف سے یہود و نصاریٰ کے عالم آتے تھے اور آپ ان کی کتابوں سے اسلام کی صداقت بیان کرتے تھے۔ اور جب ان کی مدت حیات تمام ہوئی اور ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک غلام ان کا ایک خط لے کر میرے پاس آیا جس میں تحریر تھا:

میرے فرزند! میری مدت حیات ختم ہو رہی ہے اور دنیاوی زندگی کے ایام تمام ہو رہے ہیں اب تم اپنے والد کے وصی ہو جس طرح رسول اکرمؐ نے رحلت سے قبل حضرت علیؑ کو بلا کر انہیں اپنا وصی مقرر کیا تھا اور آنحضرتؐ نے وہ صحیفہ حضرت علیؑ کے سپرد کیا جس میں وہ نام لکھے ہوئے تھے جو صرف انبیاء و اوصیاء کے لیے مخصوص ہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ قریب آجاؤ۔

جب آپؑ آنحضرتؐ کے قریب ہوئے تو آپؐ نے علیؑ کا سر اپنی چادر میں داخل کیا اور فرمایا: زبان نکالو۔ جب حضرت علیؑ نے زبان نکالی تو آپؐ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی اور پھر فرمایا:

اب میری زبان اپنے منہ میں لو اور اس کو اچھی طرح سے چوسو۔

جب حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کے فرمان پر عمل کیا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا:

یا علیؑ! اللہ نے جو فہم مجھ کو عطا کی تھی اب وہ تجھے عطا کر دی ہے اور جو مجھے دکھایا تھا وہ تمہیں بھی دکھایا ہے اور جو علم مجھے عطا ہوا تھا وہ تمہیں بھی عطا کیا گیا۔ نبوت کے علاوہ باقی تمہیں سب کچھ مل گیا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ ایک امام کے بعد دوسرا امام آیا اور حضرت موسیٰ کاظمؑ کی وفات کے بعد ہر زبان اور ہر کتاب کا علم میری طرف منتقل ہوا۔ اور اس کے ساتھ علم ما کان وما یکون میری طرف منتقل ہوا۔ اللہ نے انبیاء کو جو اسرار تعلیم فرمائے ہیں انہوں نے وہ اسرار اپنے اوصیاء کو منتقل کیے اور جسے ان حقائق کی معرفت نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (الخرائج والجرائح' جلد ا' ص ۳۴۹۔ عوالم' جلد ۲۲' ص ۱۴۱۔ اثبات الہداۃ' جلد ا' ص ۱۹۶۔ الصراط المستقیم' جلد ۲' ص ۱۹۶)

ایک ہرن کو بلانا

عبداللہ بن سوقہ کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام ہمارے پاس سے گزرے تو ہم نے ان کی امامت کے متعلق آپس میں اختلاف کیا اور جب ہم صحرا میں پہنچے تو ہمیں ہرنوں کی ایک ٹولی دکھائی دی۔ آپؑ نے ایک ہرن کی طرف اشارہ کیا تو وہ اپنی ڈار کو چھوڑ کر قلانچیں بھرتا ہوا آپؑ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپؑ نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور وہ ہرن غلام کے حوالے کیا۔ پھر ہرن اپنی چراگاہ کی طرف جانے کے لیے مچلنے لگا۔ امام علی رضا علیہ السلام نے اس سے ایسی زبان میں گفتگو کی جو ہمارے لیے ناقابلِ فہم تھی۔ آپؑ کی گفتگو سن کر ہرن آرام سے بیٹھ گیا۔

پھر آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

عبداللہ! کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں آتا؟

میں نے کہا: میرے آقاؑ! مجھے یقین آ گیا کہ آپؑ مخلوقات پر حجتِ خدا ہیں اور میں اپنے سابقہ فاسد نظریات سے توبہ کرتا ہوں۔

پھر آپؑ نے ہرن سے فرمایا: اب تم اپنی چراگاہ کی طرف چلے جاؤ۔

یہ سن کر ہرن رونے لگ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ اس نے حضرتؑ کے قدموں پر منہ رکھا اور چلا گیا۔

آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا تھا؟

ہم نے کہا کہ خدا اور رسولؐ خدا کے فرزند کو زیادہ علم ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کہہ رہا تھا جب آپؑ نے مجھے بلایا تھا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ آپؑ مجھے ذبح کر کے میرا گوشت کھائیں گے لیکن آپؑ نے مجھے واپس کر دیا ہے اسی لیے میں رو رہا ہوں۔ (الخرائج والجرائح، جلد ۱، ص ۳۶۴۔ الثاقب فی المناقب، ص ۱۷۶۔ عوالم، جلد ۲۲، ص ۱۴۸)

دل کے خیالات سے آگاہی

سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی محفل میں حاضر تھا اور آپؑ کی محفل لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ لوگ آپؑ سے سوال کر رہے تھے اور آپؑ سب کو تسلی بخش جوابات دے رہے تھے۔

جب میں نے آپؑ کے علمی تبحر کو دیکھا تو میں نے دل میں کہا: ایسے لوگوں کو تو نبی ہونا چاہیے تھا۔

آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

سلیمان! ائمہ صاحبان علم وحلم ہوا کرتے ہیں۔ جاہل انہیں انبیاء سمجھنے لگتے ہیں جب کہ وہ نبی نہیں ہوتے۔ (مناقب، جلد ۴، ص ۳۳۴۔ عوالم، جلد ۲۲، ص ۱۱۰)

ایک شیعہ کے جنازہ میں شرکت

موسیٰ بن سیار کا بیان ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا اور آپؑ اس وقت طوس کی طرف آ رہے تھے۔ جب طوس کے قریب پہنچے تو ایک جنازہ جا رہا تھا۔ آپؑ

اپنے گھوڑے سے اترے اور چارپائی کو کندھا دیا اور پھر مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا:
موسیٰ بن سیار! جو ہمارے دوستوں میں سے کسی دوست کے جنازہ کی مشایعت کرے تو وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ ماں کے شکم سے نکلتے وقت پاک ہوتا ہے۔

موسیٰ کہتے ہیں کہ جب جنازہ کو قبر کے کنارے رکھا گیا تو امام علیہ السلام آگے بڑھے۔لوگ ایک طرف ہوگئے۔آپؑ نے میت کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:
اے فلاں بن فلاں! تجھے جنت کی بشارت ہو۔اس گھڑی کے بعد تجھ پر کوئی خوف نہیں ہے۔

موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا:
کیا آپؑ اس شخص کو جانتے ہیں؟ آج سے قبل تو آپؑ نے اس زمین پر کبھی قدم نہیں رکھا تھا۔

آپؑ نے فرمایا:
موسیٰ بن سیار! کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم ائمہ کے سامنے صبح شام ہمارے شیعوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ان کے اعمال میں کوئی کوتاہی ہوتی ہے تو ہم خدا سے درگزر کی درخواست کرتے ہیں اور اگر ان کے اعمال میں نیکیاں ہوتی ہیں تو ہم خدا سے اس کی قدر دانی کی درخواست کرتے ہیں۔

(مناقب، جلد۴، ص ۳۴۱۔عوالم، جلد۲۲، ص ۲۱۳)

زمین سے رقم برآمد کرنا

علی بن اسباط راوی ہیں کہ عرفہ کے دن میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوا۔آپؑ نے فرمایا: میرے گدھے پر کاٹھی رکھو۔
میں نے گدھے پر کاٹھی رکھی۔آپؑ مدینہ سے بقیع تشریف لائے اور وہاں حضرت فاطمہ علیہا السلام کی زیارت کی۔آپؑ کے ساتھ میں نے بھی حضرت سیدہ کی

قبر اطہر کی زیارت کی۔

میں نے کہا: مولاؑ! میں یہاں کس پر سلام کروں؟

آپؑ نے فرمایا:

تم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امام حسنؑ، امام حسینؑ، علی بن الحسینؑ، محمد بن علیؑ، جعفر بن محمدؑ اور موسیٰ بن جعفر علیہم السلام پر سلام کرو۔

میں نے اپنے سرداروں پر سلام کیا اور پھر ہم وہاں سے واپس آنے لگے۔ میں نے حضرت سے عرض کیا:

مولاؑ! میں انتہائی غریب ہوں اور میرے گھر میں عید کا خرچہ تک بھی موجود نہیں ہے۔

امام علی رضا نے اپنے چابک کے ساتھ زمین کو کھرچا پھر آپؑ نے ہاتھ بڑھا کر ایک سو دینار نکال کر میرے سپرد کیے اور فرمایا: تم یہ لے لو۔

میں نے مولاؑ سے وہ دینار لیے اور اس سے اپنی ضروریات پوری کیں۔

(الثاقب فی المناقب، ص۴۷۳)

ایک معصوم بچے کی گواہی

محمد بن علاء جرجانی راوی ہیں کہ میں نے حج کیا اور میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ بیت اللہ کا طواف کرنے میں مصروف تھے۔ میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ آپؑ کے نانا جان کا فرمان ہے:

جو امام زمانہؑ کی معرفت کے بغیر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں درست ہے۔ یہ حدیث میرے آبائے طاہرینؑ نے بھی آنحضرتؐ سے نقل کی ہے۔

میں نے عرض کیا: جو جاہلیت کی موت مر جائے تو اس کا کیا بنے گا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ مشرک ہو کر مرا۔

میں نے عرض کیا: پھر میرا کیا بنے گا۔ میں تو اپنے زمانہ کے امام کی معرفت سے نابلد ہوں؟ آپ بتایئے اس وقت امامِ زمانہ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں امامِ زمانہ ہوں۔

میں نے کہا: میں کس علامت سے یقین کرلوں کہ آپؑ ہی زمانہ کے امام ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ۔ آپؑ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ وہاں ایک معصوم بچہ تازہ کھجوریں کھا رہا تھا۔ بچے نے اچانک کہنا شروع کردیا:

''میرا مولا حق ہے اور یہی امام ہے''۔

یہ سننا تھا کہ میرا رنگ بدل گیا اور میں بے ہوش ہوگیا اور جب مجھے ہوش آیا تو قسم دے کر فرمایا کہ میری زندگی میں اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔

(الثاقب فی المناقب' ص۴۵۹)

موئے مبارک کی پہچان

عیسٰی بن موسٰی عمانی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام' مامون کے پاس گئے تو اسے مغموم پایا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا:

کیوں خیریت تو ہے میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟

مامون نے کہا: جی ہاں' دروازہ پر ایک بدوی آیا ہے اور اس نے مجھے سات بال دیئے ہیں جن کے متعلق اس کا دعویٰ ہے کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریشِ مبارک کے بال ہیں اور وہ مجھ انعام طلب کررہا ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ سچا ہے اور میں نے اسے انعام نہ دیا تو یہ میرا بخل شمار ہوگا اور اگر میں نے اسے انعام دے دیا اور وہ جھوٹا ہوا تو وہ یہ سمجھے گا کہ اس نے مجھے اُلو بنایا ہے۔ اب مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کروں تو کیا کروں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: وہ بال مجھے دکھائیں۔

مامون نے وہ بال حضرتؑ کو دیئے تو آپؑ نے انہیں سونگھا اور چار بال علیحدہ کر

کے فرمایا:

یہ رسولؐ خدا کے بال ہیں اور باقی تین بال رسولؐ خدا کے نہیں ہیں۔

مامون نے کہا: اس بات کا کیا ثبوت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

آگ جلائی جائے۔ جب آگ روشن ہوئی تو آپؑ نے تین بال اس میں ڈالے تو وہ جل گئے۔ پھر آپؑ نے چار بال آگ میں ڈالے تو آگ بجھ گئی۔

آپؑ نے فرمایا: اب تم نے دیکھا کہ جو بال آنحضرتؐ کے نہیں تھے انہیں آگ نے جلا دیا اور جو بال آنحضرتؐ کے تھے وہ سونے کی طرح چمکنے لگے اور انہوں نے آگ کو بجھا دیا۔

مامون نے کہا: بدوی کو میرے سامنے لایا جائے۔

جب بدوی مامون کے سامنے آیا تو مامون نے کہا اس کی گردن قلم کر دی جائے۔

بدوی نے کہا: میرا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے آپ مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں؟

مامون نے کہا: بالوں کے متعلق سچ سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

بدوی نے کہا: سچی بات یہ ہے کہ ان میں چار بال رسولؐ خدا کے ہیں اور تین بال میری اپنی داڑھی کے ہیں۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۴۹۷۔ فرائد السمطین' جلد۲' ص ۲۰۸)

اعجازِ امامت سے ایک سندھی کو عربی کی تعلیم دینا

ابو اسماعیل سندھی کا بیان ہے کہ مجھے سندھ میں معلوم ہوا کہ عرب میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو بندوں پر اللہ کی حجت ہے۔ میں اس کی تلاش کے لیے سندھ سے روانہ ہوا اور سرزمین عرب پر پہنچا اور یہاں آ کر میں نے حجتِ خدا کی تلاش شروع کر دی۔ خوش نصیبی سے کسی نے مجھے بتایا کہ حضرت علی رضاؑ حجتِ خدا ہیں۔ میں ان کے پاس گیا اور میری مجبوری یہ تھی کہ میں اچھی طرح سے عربی بولنے سے قاصر تھا۔ اسی لیے میں نے

آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے آپؑ سے سندھی زبان میں گفتگو شروع کر دی۔ آپؑ نے بھی مجھ سے سندھی زبان میں گفتگو شروع کی۔

میں نے آپؑ سے کہا کہ میں نے سندھ میں سنا تھا کہ ملک عرب میں ایک شخص ایسا بھی رہتا ہے جو حجتِ خدا ہے اور مجھے بھی اسی کی تلاش ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ حجتِ خدا میں ہوں اور تم نے مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔

میں نے آپؑ سے کچھ باتیں پوچھیں اور جب میں اٹھنے لگا تو میں نے عرض کیا کہ مجھے عربی زبان نہیں آتی۔ آپؑ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے عربی زبان کا الہام فرمائے تاکہ میں بھی اہلِ عرب کے ساتھ عربی میں گفتگو کر سکوں۔

آپؑ نے میرے لبوں پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ آپؑ کی برکت سے اللہ نے میری زبان پر عربی جاری کر دی اور میں فی الفور عربی بولنے لگ گیا۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۴۹۸۔ کشف الغمہ، جلد۲، ص ۳۰۴۔ عوالم، جلد۲۲، ص ۱۳۶۔ الخرائج، ص ۳۴۰۔ اثبات الہداۃ، جلد۳، ص ۳۰۶)

خزائنِ زمین در تصرفِ امامؑ

ابراہیم بن موسیٰ قزاز کہتے ہیں کہ ایک دن میں خراسان میں امام علی رضا علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھا۔ میں نے آپؑ سے اصرار کیا کہ خدارا میری مالی امداد فرمائیں۔

پھر آپؑ کچھ طالبین کے انتظار کے لیے اپنے گھر سے باہر آئے۔ آپؑ اپنے گھر سے نکل کر ایک محل کے نیچے آ کر اپنے رشتہ دار کا انتظار کرنے لگ گئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؑ محل کے قریب ایک درخت کے سائے میں آئے اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اذان کہو۔

میں نے کہا: مولاؑ! کچھ دیر ٹھہر جائیں تاکہ ہمارے کچھ ساتھی آ جائیں تو پھر ہم اذان دے کر نماز پڑھ لیں گے۔ اس وقت تو ہم صرف دو ہی افراد ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا تمہاری مغفرت کرے نماز کو اول وقت میں ادا کرنا چاہیے اور کسی مجبوری کے بغیر نماز کو آخری وقت میں نہیں پڑھنا چاہیے۔

چنانچہ میں نے اذان دی اور ہم نے نماز پڑھی: موقع مناسب سمجھ کر میں نے عرض کیا:

مولا! آپؑ جانتے ہیں کہ میں انتہائی قلاش ہوں اور آپؑ نے میری مدد کا وعدہ بھی فرمایا تھا اور آپؑ تو ہر وقت مصروف رہتے ہیں اسی لیے میں بار بار آپؑ سے سوال بھی نہیں کر سکتا۔

آپؑ نے اپنے چابک سے زمین کو زور زور سے کھرچا اور آپؑ نے سونے کا ایک ٹکڑا زمین سے نکال کر میرے حوالے کیا اور فرمایا:

میری طرف سے اسے قبول کرلو۔ اللہ تمہیں برکت دے گا اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے لوگوں سے بیان نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی اور میں نے خراسان میں ستر ہزار دینار کی جائیداد خریدی اور میں اپنے دور کا مشہور دولت مند بن گیا۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۱۸۳)

زینب کذّابہ کا واقعہ

حافظ نیشاپوری نے کتاب المفاخر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام مامون کے دربار میں گئے تو وہاں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں زینب بنت علی ہوں اور رسولؐ خدا نے مجھے قیامت تک زندہ رہنے کی دعا کی تھی۔

مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے فرمایا:

آپؑ اپنی بہن پر سلام کریں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ نہ تو میری بہن ہے اور نہ ہی یہ اولادِ علیؑ ہے۔

زینب کذابہ نے کہا: اگر یہ بات ہے تو یہ بھی میرا بھائی نہیں ہے اور یہ اولادِ علیؑ میں سے نہیں ہے۔

رہتا ہوں اور جب چڑیا گھر کے نگران پنجرے میں گوشت ڈالتے ہیں تو نوجوان درندے اس پر جھپٹ پڑتے ہیں اور میں اپنی غذا سے محروم رہ جاتا ہوں۔ چنانچہ میں نے پنجرے کے بڑے درندے کو حکم دیا کہ جب بھی تمہارے پنجرے میں گوشت ڈالا جائے تو تم پہلے اس کو کھانے دینا اس کے بعد دوسرے درندوں کو کھانے دینا۔

چڑیا گھر کے نگہبان کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے ایک گائے ذبح کی اور اس کا گوشت پنجرے میں ڈالا تو بڑا درندہ آ کر گوشت کے پاس کھڑا ہو گیا اور اس نے تمام درندوں کو گوشت سے ہٹا دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ بوڑھا درندہ آیا اور اس نے گوشت کھایا اور جب وہ سیر ہو گیا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد تمام درندے آئے اور انہوں نے گوشت کھایا۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۵۴۷)

لقب رضا کی وجہ

احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ آپؑ کے والد ماجد کو ''رضا'' کا لقب مامون نے دیا تھا کیونکہ مامون ان کی ولی عہدی پر راضی ہو گیا تھا اسی لیے آپؑ کا لقب ''رضا'' رکھا گیا۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی قسم! ان لوگوں نے جھوٹ بولا ہے اور گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ لقب کسی انسان نے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے انہیں ملا تھا اور اس لق ۔ کی وجہ یہ ہے کہ ان کی امامت پر خدا اور اس کا رسولؐ اور ائمہ طاہرینؑ راضی تھے۔

میں (بزنطی) نے کہا تو کیا امام علی رضاؑ سے پہلے ائمہ کی امامت پر خدا و رسولؐ اور ائمہؑ راضی نہ تھے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں یہ سب راضی تھے۔

میں نے کہا: پھر آپؑ کے والد کو ہی یہ لقب کیوں ملا؟

مامون نے امام علی رضا سے کہا: اس کے دعویٰ کی آزمائش کیسے کریں؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے ہم اہل بیت کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے آپ اسے ''برکۃ السباع'' (وہ میدان جہاں درندے رہتے تھے) میں ڈال دیں اگر یہ سچی ہوگی تو اسے درندے کچھ نہ کہیں گے اور اگر جھوٹی ہوگی تو درندے اسے پھاڑ کھائیں گے۔

زینب کذابہ نے کہا کہ پھر ابتدا انہی سے ہونی چاہیے۔

مامون نے کہا کہ تو نے انصاف کیا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: میں اس پر آمادہ ہوں۔ پھر آپؑ کے لیے ''برکۃ السباع'' کا دروازہ کھول دیا گیا۔ آپؑ درندوں کے پاس چلے گئے۔ جب درندوں نے آپؑ کو دیکھا تو انہوں نے اپنے سر آپؑ کے قدموں میں ڈال دیئے۔ حضرتؑ نے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے باہر تشریف لائے۔

آپؑ کے باہر آنے کے بعد مامون نے زینب کذابہ سے کہا کہ اب تم بھی درندوں کے سامنے جاؤ۔

اس عورت نے جانے سے انکار کر دیا۔ مامون نے نوکروں کو حکم دیا کہ وہ اسے پکڑ کر درندوں کے پنجرے میں ڈال دیں۔ نوکروں نے اس عورت کو پکڑ کر پنجرے میں ڈالا تو درندوں نے اس کی تکہ بوٹی کر دی۔

مصنف مرحوم لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ جب آپؑ درندوں کے پنجرے میں گئے تو ایک بوڑھے شیر نے آپؑ کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔ اس کے بعد آپؑ نے ایک بڑے درندے کی طرف اشارہ کیا اور وہ آپؑ کے قریب آیا تو آپؑ نے اس کے کان میں کچھ کہا۔

جب آپؑ باہر آئے تو کسی نے آپؑ سے پوچھا کہ شیر نے آپ سے کیا کہا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اس شیر نے مجھ سے کہا تھا کہ مولاؑ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بیمار

آپؑ نے فرمایا: ان کے لقب کی وجہ یہ ہے کہ خدا و رسولؐ اور ائمہؑ کی رضا کے علاوہ آپؑ کے دشمن اور مخالف بھی آپؑ کی ولی عہدی پر راضی تھے اور یہ بات باقی ائمہ کو میسر نہ تھی۔ اسی لیے صرف میرے والد کو ہی لفظ "رضا" سے موسوم کیا گیا۔ (عیون الاخبار' جلد ا' ص ۱۳۔ علل الشرائع' ص ۲۳۶۔ معانی الاخبار' ص ۶۵۔ عوالم' جلد ۲۲' ص ۱)

ایک خواب کی تعبیر

یاسر خادم کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں ایک پنجرہ دیکھا جس میں سترہ شیشیاں تھیں۔ اچانک وہ پنجرہ گرا اور ساری شیشیاں ٹوٹ گئیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر واقعی تو نے یہ خواب دیکھا ہے تو پھر ہمارے خاندان کا ایک شخص خروج کرے گا اور وہ سترہ دن حکومت کرے گا پھر وہ مر جائے گا۔

آپؑ کی بیان کردہ تعبیر پوری ہوئی۔ محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں ابی السرایا کے ساتھ خروج کیا اور سترہ دن تک حکومت کی پھر وہ مر گیا۔

(الکافی' جلد ۸' ص ۲۵۷۔ عوالم' جلد ۲۲' ص ۳۹۴۔ مناقب' جلد ۴' ص ۳۵۲)

تم بعون اللّٰہ وحسن توفیقه والحمدللّٰہ وحده وصلی اللّٰہ
علی محمد وآله وسلم تسلیما کثیرا – ولقد تم تلخیص
المجلد الثالث من کتابنا ھذا المجلد الرابع باذنه تعالٰی

○○○